حضرت جان

قاضی عبدالستّار



ایجوکیشنل بک ہاؤس۔ علی گڑھ

94
39
133

RaiTanChoi
54233

حضرت جان

قاضی عبد الستار

حضرت جان

قاضی عبدالستار

ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

پہلا ایڈیشن -- ۱۹۹۰ء
تعداد -------- ۱۰۰۰
قیمت ------ -/۶۰

کتابت : ریاض احمد، الہ آباد
مطبع : ایس ہمکا آفسٹ پرنٹرز، دہلی

HAZRAT JAN

BY QAZI ABDUL SATTAR

NOVEL Rs.60/-

1990

EDUCATIONAL BOOK HOUSE
UNIVERSITY MARKET
ALIGARH-202002



ایجوکیشنل بک ہاؤس
مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲
فون نمبر ۳۷۶۸

زرینہ

کے

نام

پیش تحریر

"غالب" لکھ چکا تھا۔ "خالد بن ولید" لکھنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ "غالب" کے اسلوب کی روشنائی سے شرابور قلم کو خشک کرنے کے جتن بھی ہو رہے تھے کہ ایک بزرگ افسانہ نگار نے "حضرت جان" کے موضوع سے تعارف کرا دیا۔ کچھ تحریری مواد بھی عطا کر دیا۔ میں سب کچھ خاموشی سے سنتا رہا۔ سکون پر جھنجھلا کر فرمانے لگے کہ اس موضوع پر لکھنے کے لئے منٹو کے آتش خانے کی روشنائی بھی ڈھونڈھنا پڑے گی جو یقیناً آسان کام نہیں ہے۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے نوٹس کو دوبارہ پڑھا اور بھیگے ہوئے قلم کو خشک کرنے پر رضا مند ہو گیا۔ لکھتے وقت خیال آتا رہا کہ زندگی کی حقیقتیں افسانوں کے مقابلے میں کتنی عجیب اور حیرت ناک ہوتی ہیں۔

— مصنّف

ناول کے تمام کردار اور واقعات
فرضی ہیں

ہما حضرت

جامع مسجد صدیوں کی طرح آج بھی دو زانو بیٹھی میناروں کے ہاتھ اٹھائے اپنے فرزندوں کی سلامتی کی دعا مانگ رہی ہے۔ مدت ہوئی کہ باب قبول بند ہو چکا مگر کیسا یقین ہے کہ بیٹھے بیٹھے پتھر ہو گئی مگر ایک لمحے کے لئے بھی ہاتھ دعا سے مایوس نہ ہوئے۔ لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوئی تو کتنے ہی لاؤڈ اسپیکرس نے اس اذان کا ساتھ دیا۔ آوازوں کے ان زخمی پرندوں کے ساتھ ساتھ کبوتروں کی ٹکڑیاں بھی چکرانے لگیں۔ وہ پرا جو صحن پر منڈلا رہا تھا گنبدوں کی مغرور بلندی کو حقارت سے دیکھتا، کبوتر بازوں کی روایتی "تو تو" کی پکاریں سنتا اجمیری گیٹ کی طرف چلا حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے ٹی وی کے اینٹینا اور چھتریوں سے بچتا ایک چوڑی سی گلی کے سامنے اتر گیا جہاں دانوں کا ڈھیر پڑا تھا۔

بڑے سے دروازے کے دونوں طرف موزیک کی پٹریوں پر رات کی شفٹ کے تھکے ہوئے آدمیوں کا ملبہ پڑا تھا۔ دروازے کے اندر موزیک کے فرش پر یہاں سے وہاں تک پھیلے ہوئے پورے صحن میں لنگوٹ، انڈر ویر، جانگھیاں، لنگیاں، تہمد اور پٹرے کے پائجامے پہنے ان گنت بوڑھے، جوان، لڑکے اور بچے سو رہے

جامع مسجد صدیوں کی طرح آج بھی دو زانو بیٹھی میناروں کے ہاتھ اٹھائے اپنے فرزندوں کی سلامتی کی دعا مانگ رہی ہے۔ مدت ہوئی کہ باب قبول بند ہو چکا مگر کیسا یقین ہے کہ بیٹھے بیٹھے پتھر ہو گئی مگر ایک لمحے کے لئے بھی ہاتھ دعا سے مایوس نہ ہوئے۔ لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوئی تو کتنے ہی لاؤڈ اسپیکرس نے اس اذان کا ساتھ دیا۔ آوازوں کے ان زخمی پرندوں کے ساتھ ساتھ کبوتروں کی ٹکڑیاں بھی چکرانے لگیں۔ وہ پرا جو صحن پر منڈلا رہا تھا گنبدوں کی مغرور بلندی کو حقارت سے دیکھتا، کبوتر بازوں کی روایتی "قوقو" کی پکاریں سنتا اجمیری گیٹ کی طرف چلا حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے ٹی وی کے اینٹینا اور چھتریوں سے بچتا ایک چوڑی سی گلی کے سامنے اتر گیا جہاں دانوں کا ڈھیر پڑا تھا۔

بڑے سے دروازے کے دونوں طرف موزیک کی پٹریوں پر رات کی شفٹ کے تھکے ہوئے آدمیوں کا ملبہ پڑا تھا۔ دروازے کے اندر موزیک کے فرش پر یہاں سے وہاں تک پھیلے ہوئے پورے صحن میں لنگوٹ، انڈر ویر، جانگھیاں، لنگیاں، تہمد اور پٹرے کے پائجامے پہنے ان گنت بوڑھے، جوان، لڑکے اور بچے سو رہے

تھے۔ بیداری کی اذیت اور مشقت سے پناہ مانگ رہے تھے۔ داہنی طرف کے دوہرے دالانوں کو بند کرکے کمروں میں تبدیل کرلیا گیا تھا، جہاں مشینیں کراہتی رہتیں۔ دالانوں کے پیچھے مصروف کمروں کے نیچے تہ خانے کا راستہ تھا جو گودام کا کام کرتا تھا۔ جس کے روشن دانوں کے پیچھے دالان کی سیڑھیوں کے دونوں طرف دور سے نظر آتے تھے۔ سامنے کوٹھریوں کی قطاریں تھیں جن کے سامنے لکڑی کے چھجّے "پی کیپ" کی طرح جھکے ہوئے تھے۔ بائیں طرف بڑے سے چبوترے کے اوپر سبز ٹائلس کے چوکور کھمبوں کے لمبے چوڑے دالان کے پیچھے وسیع ہال تھا۔ دالان میں چھوٹی بڑی بڑی پیتل کی ہانڈیوں اور اونچے اونچے گملوں میں چھوٹے چھوٹے پھول کھلے ہوئے تھے اور کینوس کے موٹے موٹے پردے بندھے ہوئے تھے۔ اونچے دوہرے دروازے کھل گئے تھے۔ ہال میں سرخ قالین، سبز شنیل کے پردے، گاڈریج کا فرنیچر، کمائے ہوئے چمڑے کے شوخ رنگوں کے کشن، بڑے بڑے جھاڑوں کے چیختے ہوئے رنگ۔ چوڑے چوڑے فریموں میں مقامات مقدسہ کی تصویریں اور طغرے اور کیلنڈر، کپ بورڈز کے پیچھے ڈیمیر نادر ڈیکوریشن پیسز... کھانے کی لمبی چوڑی میز کے پیچھے دیوار کے شیشے سے جھلکتی ہوئی فارن کراکری اور کٹلری ہر چیز روپے کی پالش سے چمک رہی تھی۔ ہال کے دونوں بازوؤں پر کشادہ کمروں کا ایک ایک جوڑ رکھا تھا جن کے چکتے فرش پینٹ کی ہوئی دیواریں فرنیچر اور آرائش کیبنٹس اور نمائش کی ایسی اور اتنی چیزوں سے لبالب بھرے تھے جیسے کسی امیر عورت نے اپنے تمام زیور ایک ساتھ پہن لئے ہوں۔ ہال کی پشت کا دالان فریج، کولر، میٹ اور بید کے فرنیچر سے چھلک رہا تھا۔ چبوترے کے نیچے

لان کے اس پار پتلی سی نیچی عمارت میں باورچی خانے سے لیٹرن تک تمام ضرورت خانے بند تھے جو اذان کے ساتھ کھلنے لگے۔ اس عمارت کے دونوں کناروں پر دریاں بچھی تھیں جن پر ادھیڑ اور بوڑھی عورتیں پڑی تھیں۔ اذان کی آواز سنتے ہی بلاقن بوا نے کروٹ لی۔ کلمہ پڑھا اور اٹھ پڑیں۔ لانبا قد، دبلا پتلا مضبوط بدن کھچڑی بال، فارن کپڑے کی شلوار اسی کا کرتا پہنے جاپانی چپل میں پانوں ڈالتی اٹھیں۔ باورچی خانے کے برابر اپنی کوٹھری کا دروازہ کھولا۔ دیوار میں لگے آئینے کے پاس کھونٹی سے دوپٹہ اتارا۔ سینہ چھپا کر اوڑھا۔ سانولے چہرے کو دیکھا چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو آنچل سے پونچھا۔ چوکی پر رکھے پٹار دان سے پان کی ایک کترن بنائی منہ میں ڈالی، باہر نکلیں۔ ہاتھ کے نیچے کام کرنے والی عورتیں اٹھ چکی تھیں۔ حاجی جی کا کمرہ کھل چکا تھا۔ وہ لپ جھپ اندر گئیں۔ ایئر کنڈیشنر چل رہا تھا۔ باتھ روم کے بند دروازے سے شاور کی آواز آرہی تھی۔ انھوں نے بستر برابر کیا، تخت سے جانماز اٹھائی اور چبوترے کے تخت پر بچھا دی اور لیٹرن کی طرف مڑ گئیں۔ ہال کے پہلو میں دالان میں کھلنے والے کمرے کے ساتھ باتھ روم کے پاس جو زینہ تھا اس کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر بشارت نے بیڑی جلائی اور چڑھنے لگا۔ سامنے سنز چکدار صحن کے اس طرف کمروں کے سامنے لوہے کے پتلے پتلے سلور پینٹ سے چمکتے ہوئے لانبے سے ورانڈے پیچھے دونوں کمروں کے ڈبل ڈورس بند تھے۔ کھڑکیوں کی جالیوں سے ٹیوب لائٹز کی روشنیاں چھن رہی تھیں۔ اس نے ورانڈے کے سوئچ بورڈ کا ایک بٹن دبایا اور اندر جل ترنگ بجنے لگا۔ بید کی پالش کی ہوئی لکڑی کی چیرز اٹھائیں اور صحن میں لگا دیں۔ کولر اور فریج کے درمیان رکھی ہوئی شیشے کی گول میز کرسیوں کے درمیان رکھی، اپنے انگوچھے سے

صاف کی۔ ایک ایک کر کے ساری روشنیاں آف کیں اور بینیٹ کی ہوئی قد آدم دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا... جلترنگ کی ریشمیں آواز کو چیرتی ہوتی ایک بھاری کھردری آواز آئی۔ اس نے لپک کر آہستہ سے دروازہ کھول دیا۔ دیوار سے دیوار تک ایرانی قالین، چھت فانوس سے "شوروف" مشرق سے مغرب تک پوری دیوار ایک آئینہ سی روشن۔ بیچوں بیچ چاندی کا چھپر کھٹ اس سے بھرا ہوا تھا۔ پورا قد، بھاری بدن، کھلتا ہوا رنگ، سڈول ہاتھ پیر، ایک ذرا پیٹ نکلا ہوا، کھڑا کھڑا ناک نقشہ لیکن چہرے پر وہ سختی باقی تھی جو پشتوں کی کمائی ہوئی تہذیب مٹا دیتی ہے۔ وہ ریشمیں لنگی باندھے لیٹا تھا۔ ایک طرف ہاتھی دانت کی میز پر فون کا جوڑا رکھا تھا۔ دوسری طرف چاندی کے ٹیبل لیمپ کے نیچے پاکستانی پتھر کی سبز مرمریں گول میز پر کیسٹ سجا ہوا تھا۔ پلنگ کے ایک طرف دیوار کے نیچے ہاتھی دانت کا چھوٹا سا منقش صوفہ سٹ پڑا تھا۔ سامنے چاندی کے فریم میں ایک اوور سائزڈ ٹاپ اور باٹم والی برہنہ عورت ناچ رہی تھی۔ اس کے مقابل ایک بوڑھا چینیہ تصویر حیرت بنا ٹنگا تھا۔ دوسری طرف دوسرے کمرے میں کھلنے والے دروازے کے ایک طرف وکٹورین ڈریسنگ ٹیبل دوسری طرف آبنوس کی منقش وارڈروب کھڑی تھی۔ ہر طرف سرخ شنیل کے پردے سنہری ڈوریوں میں بندھے پڑے تھے۔

بشارت نے دروازے سے ہاتھ نکال کر سوئچ آف کر دیا۔ وہ لنگی کی گرہ باندھتا اٹھا۔ مخمل کی سلیپر میں پانوں ڈالتا دوسرے کمرے میں پہنچا جو سفید چاندنی اور ترکی سرخ قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ دیواریں آئینوں سے چھپی ہوئی تھیں۔

چھت شوروف بنی ہوئی تھی۔ سامنے پورا دروازہ شیشے کا تھا۔ اوپر ایک فٹ سفید باقی ہرا اور لال۔ اس نے زور سے کھول دیا۔ سامنے چینی کا بڑا سا ٹب بھرا ہوا۔ ایک طرف سیٹ، دوسری طرف شاور۔ اور پوری دیوار آئینہ بند چھت ایک حد تک ننگی دونوں طرف دو ٹیوبس لگے ... دروازے کے برابر لوہے کی الماری جس کے بلوریں دروازے بند شاور کے پاس شیشے کی الماری سے اس نے کنگ سائز ٹوتھ پیسٹ اٹھالیا۔ سیٹ کے قریب شیشے کی میز پر رکھے ہوئے کیسٹ کو آن کر دیا۔ انگریزی موسیقی کا ریکارڈ بجنے لگا۔ سوئچ بورڈ کا ایک سوئچ آف کیا۔ ایر کنڈیشنر بند ہو گیا۔

باہر آیا تو ایک بوڑھا آدمی بنیائن پر لنگی باندھے کھڑا داڑھی کھجلا رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی چونکا۔

"راجہ میاں ... مہمان خانے سے حضرت جی کا فون آیا ہے۔"

"کیا کہا ہے؟"

"کہا ہے کہ وہ ابھی آرہے ہیں یہاں ... حاجی جی نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان کو بتایا نہیں۔"

"کیوں نہیں بتایا بے ... جا ٹھونک دے سالے کے کان میں جاکر۔"

اس نے وارڈروب کھولی۔ نائلون سلک کا کڑھا ہوا کرتا گلے میں ڈالا اور زینہ اترنے لگا۔ دالان کا فرش صابن سے دھویا جا رہا تھا۔ ہال میں دو عورتیں جھاڑن لئے کام کر رہی تھیں۔ وہ پچھلے دالان میں آکر کھڑا ہوا۔ باپ نماز پڑھ رہے تھے۔ بلاقن بوا نیا جوڑہ پہنے دالان کے کھمبے سے لگی بیٹھی تھیں۔

وہ بیڈ روم میں آگیا۔ اسپرنگ کے پھولے پھولے بیڈ امپورٹیڈ کور سے ڈھکے ہوئے تھے۔ وہ نیم دراز ہوگیا۔ سرہانے کیسٹ کے برابر وی ڈی او کی میز پر فارن سگریٹ کا ٹن رکھا تھا اٹھا لیا۔ سونے کا لائٹر جلاتا رہا، بجھاتا رہا۔ دیر کے بعد سگریٹ سلگائی۔ وی سی آر پر ایک برہنہ عورت ٹویسٹ کر رہی تھی۔ اس کے پیر ابھی چل رہے تھے کہ کمرے کی پشت پر بالکنی کے نیچے ہارن ہوا۔ اس نے سوئچ آف کیا سگریٹ مسل دی اور لپک کر دروازہ کھول دیا۔ سفید رومال پر سیاہ ڈوریاں باندھے اور صرف قمیص جو ٹخنوں پر پڑی تھی اور چپل پہنے موڑ سے اتر رہے تھے۔ اس نے خوش آمدید کہا۔ انتہائی ادب سے سلام کیا۔ لیکن حضرت جی کی نگاہ سے چٹکی بھر توجہ بھی نہ ملی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پردے تھامتا ہال تک آگیا۔ دیوان پر تشریف رکھ دی۔ کرتے کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا ہی تھا کہ اباجی ایک ہاتھ میں سلام اور دوسرے میں تسبیح سنبھالے اندر آئے اور ان کے پیروں کے پاس قالین پر بیٹھ گئے۔ اس نے ایئر کنڈیشنر آن کیا اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ حضرت جی نے اباجی کو دیکھا جیسے وہ حاجی نتھو نہیں لال مٹی کا بڑا سا اگالدان ہوں اور گردن تک بھر چکے ہوں۔ حضرت جی کے ہاتھ میں سگریٹ آتے ہی اس نے لپک کر لائٹ پیش کی۔ حضرت جی نے دیر کے بعد سگریٹ سلگانے کا شرف عطا کیا۔ لیکن اپنی نگاہ کو زحمت نہ دی۔ ایک کش لے کر اپنی لمبی چوڑی گود دھکیے سے بھر لی اور اپنی خاص قسم کی ٹوٹی پھوٹی اردو اور انگریزی میں اس طرح شروع ہوئے کہ ہر لفظ دہک رہا تھا۔

تم نے بحرین میں ہم سے جو کہا تھا وہ دلی آکر جھوٹ نکلا۔ تم سب جھوٹے

ہوتے ہو یہ معلوم تھا لیکن اتنے جھوٹے ہو... یہ نہیں معلوم تھا۔ تم نے دلی کیوں بلایا۔ جمعہ مسجد دکھانے؟ قطب مینار دکھانے... تو ام دس برس پہلے دیکھ چکا۔ ام آگرہ بھی گھوم چکا۔ ام کو تم ہندوستان، ہندوستان کا عورت دکھانے لایا۔ دلی میں دلی کی عورت دکھانے بلایا۔ ام دلی میں یورپ کا عورت دیکھنے نہیں آیا۔ یورپ ہمارا آنگن ہے۔ جب اٹھا چلا گیا۔ ہوٹل میں ٹھہرا۔ دس ہزار روپیہ روز خرچا کیا۔ دلال آیا... ہزار لے گیا۔ عورت آیا دو ہزار لے گیا۔ اچھا بائی لے جاؤ... شراب دیا کہتا شراب نہیں پیتی۔ کیوں نہیں پیتی۔ تھوڑی پیا کر۔ صحت اچھا ہو جائے گا۔ جب تک باتیں کرتا کیرسنگ کرتا ٹھیک رہتا، جیسے ہی ان ڈریس ہوا رونے لگا، چلانے لگا، کانپنے لگا، آنسو بہانے لگا، ناک بہانے لگا، ہاتھ جوڑنے لگا۔ بائی، ام قاتل ہے، قصائی ہے۔ تم کیا سمجھتا ام کو... تم عیش بیچتا... ام خریدتا۔ تم نے پیسہ لے لیا۔ ام کو امارا عیش دے دے۔ تم جانتا ام کون ہے۔ امارا اپنا مذاق ہے۔ ام ہر عورت سے بچہ پیدا کرنے کا کام نہیں مانگتا۔ بچے پیدا کرنے کے لئے امارے پاس بہت عورت ہے۔ خوب پیدا کرتا ہے بچے۔

اباجی کے ہاتھ میں تسبیح کانپ رہی تھی۔ جس ہاتھ میں تسبیح نہیں تھی وہ داڑھی پہ لرز رہا تھا۔ حضرت جی نے سگریٹ ایش ٹرے میں مروڑ دی۔ اباجی گردن سہلانے لگے۔ "ام جانتا ہے کہ لڑکی لوگ بڑا ہنگامہ کرتا۔ بہت روتا بہت چیختا۔ اس لئے اپنے منہ سے عورت مانگتا۔ کل تم نے رنڈی بھیجا۔ ام رنڈی نہیں مانگتا۔ ام پوچھنے آیا ہے تم ام کو کیوں بلایا؟ تم نے ہم کو سمجھا کیا ہے۔ تم چاہتا کیا ہے؟"

"حضور سرکار۔"

"ایک لفظ نہیں مانگتا ... نہیں تو ہم تمھارا دانت توڑ دے گا۔ رات بھر میں پانچ ہزار کا شراب ہم پی گیا ... ساری رات نہیں سویا ... ام سو نہیں سکتا۔ مرد آتا کہتا ہم دلال نہیں ہے اور دلالی وصول کر لیتا۔ عورت آتا کہتا ہم رنڈی نہیں اور فیس وصول کر لیتا۔ ہم اسی فلایٹ سے ہانگ کانگ جانا مانگتا ہے۔"

حاجی جی نے لپک کر ان کے دونوں پانؤں پکڑ لئے اور وضو کرانے لگے۔ اپنے آنسوؤں سے۔

"یہ کیا کرتا ہے بھائی حاجی تم روتا ہے۔ لڑکیوں کی طرح روتا ہے۔ لڑکیاں بھی ایسے نہیں روتا۔ جب ہم ان ڈریس ہوتا ہے تب روتا ہے۔ ام کپڑے پہنے بیٹھا ہے اور تم رو رہا ہے۔ یوں ہی رو رہا ہے۔" حضرت جی نے دوسری سگریٹ نکالی۔ اس نے فوراً لائٹ دی۔ حاجی جی کو اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود اس کے پیروں سے بیٹھ گیا۔ آواز کو رنج سے نم کیا۔

"حضور نے اب تک جو حکم دیئے وہ میرے باپ کو دیئے جو پرانے زمانے کے ایک جاہل بیوپاری ہیں۔ ان کے وسائل بھی بہت محدود ہیں۔ حضور سے میری گذارش ہے کہ مجھے خدمت کرنے کا موقع دیں، صرف ایک موقع عطا فرمائیں صرف ایک بار آزما لیں۔ اس کے بعد جو حضور کی مرضی۔"

"ہم تو دلّی میں اعتبار بنانے اور توڑنے کا عادی ہو گیا۔ تو بھی دکھا کیا دکھاتا ہے۔ ام کو امید ہے کہ کل تو بھی اپنے باپ کی طرح رونے لگے گا بغیر امارے ان ڈریس ہوئے۔" وہ اپنی قمیص سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے ہاتھوں سے ہاتھ چھڑائے، بجلی کی طرح زینے میں داخل ہوئے۔ گاڑی میں بیٹھے اور بیٹھتے ہی

ہوا ہو گئے۔

حاجی جی دالان کے تخت پر بیٹھے ابھی تک اسی طرح تسبیح گھما رہے تھے۔
وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا، جھک کر بولا۔

"بیس لاکھ کا مال بمبئی میں بحرین کے لئے اور اتنے ہی کا بحرین میں بمبئی کے لئے پڑا ہے اور حضرت جی کے رحم و کرم پر پڑا ہے... اور تم اِدھر کا مال اُدھر اور اُدھر کا مال اِدھر کرنے کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہیں"۔ حاجی جی نے تسبیح چومی، جیب میں رکھی "اور یہ سب کچھ جو کھڑا ہوا ہے تو نے کما کر کھڑا کر دیا ہے؟"

"نہیں میں نے نہیں... میری ماں نے کما کر کھڑا کیا ہے یہ سب کچھ... اور جو دکھ اور بے عزتی اس نے جھیلی، وہ تمھارے لئے نہیں میرے لئے جھیلی تھی۔

"تو کہنا کیا چاہتے ہو... حرام کی اولاد" وہ ہانپنے لگے۔

"میں جو کہنا چاہتا ہوں وہ تم سن نہیں سکتے۔ تمھارے کانوں میں کبھی اب طاقت نہیں رہی۔ تم نے لاکھوں روپیہ بہا کر دو کوٹھیاں خریدیں۔ ان کو سجایا بنایا اور کتوں کے لئے چھوڑ دیا، ان کی چابیاں، کرنٹ اکاؤنٹس کی چیک بکس اور دونوں گاڑیوں کی چابیاں میرے حوالے کر دو... اور تم بیٹھ کر اللہ اللہ کرو۔ آدمیوں سے کہہ دو کہ مجھ سے کام مانگنے آئیں... ورنہ حساب کر لیں۔"

وہ سفید سنتھٹک اور کڑھے ہوئے کرتے، گول سفید کڑھی ٹوپی اور رنگین تہمد میں سکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ چسے ہوئے پکے رنگ کے چہرے پر چیاں سی آنکھیں بندروں کی طرح پلکیں جھپکا رہی تھیں۔ ٹھوڑی پر تھوڑے سے کھچڑی بالوں کی چگی داڑھی بہت حقیر معلوم ہو رہی تھی۔ انھوں نے جیب سے پھر تسبیح نکالی اور میاں نے۔

"جیسے یہ سب کچھ میں کر بھی دوں تو ہتھیلی پر کون سی سرسوں جمائے گا تو؟"
"بحرین سے آئے ہوئے مجھ کو پورا ایک مہینہ ہو گیا اور اس پورے ایک مہینے میں ہتھیلی پر ہل چلاتا رہا ہوں اور سرسوں بوتا رہا ہوں فصل تیار کھڑی ہے۔ تم پرواہ مت کرو ... میرے حساب سے آج جو کچھ ہوا یہ بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا۔ خیر اب تم اٹھو اور بجّو کے گھر جاؤ۔"
"بجّو... جانتا ہے تو کہ بجّو کون ہے ... تیری ماں کی دوپٹہ بدل بہن ہے۔"
"ہاں ... باپ سے کبھی اس کا جو رشتہ رہا ہے اور ہے، وہ مجھے معلوم ہے۔ اسی لئے تو اپنی ماں کی تقدیر سے تھوڑی سی وراثت اسے بھی دینا چاہتا ہوں۔"
"تو اپنے حواس میں مادر..."
"تم اس کے پاس جاؤ..... اور وہ خواب بیان کرو جو تم نے میری ماں سے بیان کیا تھا۔ پھر ایسا ہی خواب اور بیان کرو جس کے مطابق بجّو کو لے کر حضرت جی کے پاس جاؤں گا اور حضرت جی کی دعاؤں سے اس کی بیٹیوں کی شادیاں ہوں گی۔"

"کیا تو پاگل ہو گیا ہے رے۔"
"اگر تم نہیں جاؤ گے تو یہ خواب میں ساری برادری کو بٹھا کر سنا دوں گا۔ وہ خواب جو تم نے میری ماں کو سنایا تھا۔ جلدی کرو... جو کچھ میں نے مانگا ہے وہ مجھے دو... میرے پاس کام بہت ہے اور وقت کم۔"
"یہ جو تو سالے بالشتڑی چھانٹ رہا ہے یہ میں گھر کی عزت کے لئے سن رہا ہوں۔"

"تمھاری اس بات سے میری ماں کی روح خوش ہوئی ہوگی۔ اب اٹھ پڑو"
حاجی جی نے کانپتے ہاتھوں سے جو کچھ مانگا گیا تھا دے دیا اور لرزتی ٹانگوں پر نجو کے گھر کی طرف چل پڑے۔

بلاقن بوا ابھی بیٹھی بھی نہ تھیں کہ وہ دغ گیا۔

"نجو کا کیا حال ہے ؟"

حال ... جیسا چاہتے ہو ... ویسا ہے ... لڑکیوں کے کپڑے میرے پاس سلے رکھے ہیں۔ گہنے دونوں لونڈیوں کی ناپ کے تمھارے پاس دھرے ہیں اور وہ تینوں رات بھر تمھارے خواب دیکھتی ہیں ... دن بھر تمھاری راہ تکتی ہیں ... ایک ذرا سا گھپلا تھا ... اس کے میاں کا تو جس دن تم نے منھ پھوڑ کر مجھ سے کہا تو میں نے اس حرامی کو پاکستان پھنٹا دیا ... کیا نجو بھلا اس کو پاکستان جانے دیتی اگر تیری بلاقن کا پاؤں بیچ میں نہ ہوتا"

"چلا گیا وہ ؟"

"چلا گیا ... اجی اپنے ہاتھوں امام ضامن باندھ کر گاڑی پر لاد دیا ... تم نے جو تحفے میری بیٹیوں کو دیئے تھے تو بیٹیاں آئیں نہیں آج تک، وہ سب میں نے اس کے نیگ لگا دیئے۔ حاجی جی نے عید سے اب تک جو کچھ بھیجا وہ بھی میں نے تمھارے کھاتے میں ڈلوا دیئے"

"بڑی حرام زادی عورت ہے یہ نجو جس کا نام ہے ... مجھے ہاتھ ڈالتے ذرا ڈر لگ رہا ہے بلاقن بوا ... ویسے میں نے حاجی جی کو بھیج دیا ہے"

بلاقن بوا نے ناک پر انگلی رکھ لی" ہائے ... میاں تم ناحق ہول رہے ہو۔

وہ بیڑ پر تو ہے ابھی گود میں نہیں آئی ہے لیکن میں نے بیڑہی پر پکا دیا ہے اسے ... ایک ذرا ٹھنی ہلا دو بس وہ دھری ہے گود میں۔"

"تم ایسا کرو... جیسے ہی حاجی جی اٹھیں اس کے پاس سے تم پہنچ جاؤ۔ تمھارے پیچھے پیچھے میں آتا ہوں ... پھر تم دونوں لڑکیوں کو لے کر یہاں آجاؤ... جب تک میں نہ آؤں ان کو وی سی آر دکھاؤ... چاند ہے جان ہے سنبھال لیں گے دونوں کو... میں دونوں کی شادی آج تو خیر کیا لیکن کل ضرور کر دینا چاہتا ہوں۔"

"تو میں اٹھوں؟" وہ زمین سے کھڑی ہو گئیں۔ راجہ نے گھڑی دیکھی۔

"آدھے گھنٹے کے بعد جاؤ۔"

"لیکن سونے کے کڑے پہنوں گی میاں۔"

"کندن کے پہننا... کندن کے۔"

"تو بیٹھو جب تک میں ناشتہ لاتی ہوں۔"

ہال میں تین نوجوان ٹریلین کے اشتہار بنے قیمتی انگوٹھیاں، گھڑیاں اور جوتے پہنے صوفوں میں دھنسے ہوئے تھے، اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

"کاظم... تم اجمیری گیٹ کے ٹیکسی اسٹینڈ پر میرا انتظار کرو... تھرمس میں دو گلاس جوس انار کا بھروا لینا... اور فون پر بیٹھے رہنا... اور تم چاند اور جان دونوں یہیں رہنا بلاقن بوا کے ساتھ جو لونڈیاں آئیں گی ان کو کولڈ ڈرنک پلانا، طبیعت سے اور وی سی آر دکھانا... میں نے فلم لگا دی ہے... انگوٹھیاں ہیں جیب میں؟"

"رکھی ہیں۔" چاند نے کہا۔

"بس سوچنے سمجھنے کا موقع مت دینا۔ اس طرح آثار لو شیشے ہیں کہ اگر بجّو انکار بھی کر دے ایک بار تو وہ خود تم سے نکاح کر لیں۔"

"کون ہے یہ بجّو؟"

بجّو وہ عورت تھی جس کے لئے کوئی ہابیل کسی قابیل کو قتل کر سکتا تھا۔ چلتی تو بدن کا ایک ایک عضو ناچنے لگتا۔ رکتی تو گلابی پتھریلے گوشت کے گنبد لرزنے لگتے۔ کھڑی ہوتی تو ادا سے، بیٹھتی تو انداز سے۔ کلائیوں سے ٹخنوں تک کپڑوں میں چھپی ہوتی تو بھی آنکھوں کو محسوس ہوتا کہ ننگی کھڑی ہے۔ تہذیب نے ایسی ہی عورتوں کے فساد سے بچنے کے لئے لباس کا استعمال کیا ہوگا۔ وہ اس عمر میں بھی غضب کی کاٹ اور قیامت کی دھار رکھتی تھی۔ ہالی ووڈ کا کوئی منچلا پروڈیوسر دیکھ پاتا تو رسٹک بیوٹی کو اغوا کر لے جاتا۔ جب تک کنواری رہی بوڑھے بوڑھے عزیز دار رشتوں کی سوغات لے کر آتے اور آنکھیں سینکتے رہتے، جب تک اٹھائے نہ جاتے ڈٹے رہتے۔ اتنے تحفے آتے، اتنے ہدیے ملتے کہ باپ کی چھوٹی سی کمائی پر کبھی بکھرے پڑے گھر میں اللّے تللّوں کی سمائی ہو جاتی۔ کنوارپن میں بھی اسے اپنی قیمت کا احساس تھا کسی کو دانہ ڈالتی، کسی کو چگاتی اور کسی کے آشیانے کی تقدیر بدل ڈالنے کی قسمیں کھاتی۔ لیکن شادی کیا ہوئی کہ کایا کلپ ہو گئی۔ تین برس میں تین لڑکیاں پیدا کیں اور آپریشن کرا لیا۔ لڑکیاں سب ایک شاخ کی کلیاں، ایک درخت کے پھل۔ بارہ بارہ برس کی عمر میں ایسے ہاتھ پیر نکالے کہ پکّی پکّی سہاگنیں شرما جائیں۔ مرد دیدہ ماں نے سلام کو پیغام اور منگنی کو رخصتی بنا کر لشتم پشتم ایک لڑکی ٹھکانے لگا دی۔ انگنی پر جھولتے میاں نے کچھ کہنے کے لئے

منہ کھولا تو ایسی کھری کھری سنائیں کہ بے وقت کی نماز کا بہانہ کر کے بھاگتے بن پڑا۔ اب بھی دو بیٹیاں اس کے کندھوں پر سوار تھیں۔ ان دونوں میں بھی چھوٹی کا پیر جیسے اس کے کلیجے پر رکھا تھا، جس کی کچلن سے وہ سوتے سوتے تڑپ کر اٹھ بیٹھتی۔ میاں کے ہاتھ پاؤں کمر، گلے سے نکال کر پٹختی اور چھپاک سے بیٹیوں کو دیکھ کر تسکین کر لیتی اور میاں سے دور ہٹ کر لیٹ رہتی اور زیجی کبھی رات رشن اور شمن کے شوہروں کی تلاش میں سفید ہو جاتی تو اٹھ کر اپنا آپا دیکھتی۔ بات بات چلنے والی سوتی جاگتی لڑکیوں کے سامنے ان کے باپ کو رات کی ہوسناکیوں پر وہ صلواتیں سناتی کہ میاں اور مہین ہو جاتے۔ نہا دھو کر پاک ہوتی نماز پڑھ کر سب سے پہلے رشن کو اٹھاتی۔ جب وہ اٹھتی تو ماں کو ایسا لگتا جیسے مٹی بھر کرنے گودیوں بھرے سینے کو اٹھانے کے لئے بالشت بالشت بھر باہر نکلے ہوئے کولھوں سے مدد مانگی ہے۔ اور وہ تصویر بنی اسے دیکھتی رہتی گھورتی رہتی۔ اپنا زمانہ اسے یاد آجاتا اور اس زمانے کی کھٹی میٹھی یادیں اپنے طلسمی پروں میں دبوچ لیتی اور وہ جہاں بیٹھی ہوتی ڈھے جاتی۔ اور جب شمن غسل خانے سے نکلتی اور لال بھبھوکا چہرے پر کان تک چری ہوئی گلابی گلابی آنکھیں دیکھتی تو سنسنا کر رہ جاتی۔ بھیگے بالوں میں پھنسی کنگھی کو جھٹکا دے کر نکالتی تو گردن سے ٹخنوں تک ایک ایک رواں بل کھا جاتا۔ ترشے ہوئے موٹے موٹے لال ہونٹوں کی ہلکی سی دراز سے چاندی کے سلوتر دانتوں کی قطار جھانکتی تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا۔

"اللہ اس کی اٹھان تو میری بھی سوائی ہے۔"

"سوائی؟" کوئی کہتا۔ "دونی کہو دونی!" اور اس کو چپ لگ جاتی۔

دونوں کمروں کے سامنے صحن کی لمبی پتلی سی پٹی پر دوسوتی بچھی تھی۔ وہ تکئے پر سر رکھے چپ لگائے پڑی تھی کہ چاروں طرف بجتے ہوئے ریڈیو کی تانیں ایک دوسرے کو کاٹتی گزرنے لگیں۔ اس نے اٹھ کر کلمہ پڑھا۔ آنکھ اٹھائی تو رشن کے پاؤں دھن پر چل رہے تھے۔ مردانے کرتے کا دامن پیٹ پر پڑا تھا۔ باپ کی لنگی کمر سے کھسک گئی تھی۔ اس نے ایک دھول لگائی۔ رشن نے نیند سے لال آنکھیں کھول دیں۔ شمن نے اپنے جمپر کا گریبان بند کیا اور جماہیاں لیتی اٹھ بیٹھی۔ بجو اٹھی۔ لیٹرن سے نکلیں اور باورچی خانے میں گھس کر رات کے جوٹھے برتن جمع کرنے لگیں۔ رشن نے اسٹوو اٹھالیا اور باہر لاکر جلانے لگی۔ شمن غسل خانے میں گھس گئی۔

"ارے تیل تو ڈال کمبخت۔"

وہ تیل کی بوتل اٹھاکر بیٹھ گئی۔ بجو نے غسل خانے کی طرف دیکھا۔

"ارے کیا خصم کے پہلو سے اٹھی ہے کہ صبح ہوتے ہی نہانا شروع کر دیا۔"

"آرئی ہوں ... بجو جانی ... ابھی آئی۔" شمن نے پردے سے منھ نکال کر کہا۔

اسٹوو جلنے لگا تھا کہ زینے کے نچلے دروازے پر دستک ہوئی۔

"جا رشن ... دودھ والا آگیا۔" وہ کھڑی ہوئی۔ پھنسے ہوئے جمپر کے چاک شلوار پر کھینچ کر برابر کئے۔ پتیلی اٹھائی اور ننگے پاؤں زینے پر چلی۔

وہ میلی دھاری دار بنیائن پر جینز پہنے، گلے اور ڈنڈ پر تعویذ باندھے

سائیکل کے دونوں ہینڈلوں میں المونیم کے برتن لٹکائے زینے کی دہلیز پر پاؤں ٹیکے کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سائیکل ٹکادی۔ کیریر سے چھوٹا برتن نکالا اور چند سیڑھیوں پر چڑھ کر کھڑا ہوگیا۔ رشن کو دیکھ کر کھیسیں نکال دیں۔

"کتنا ڈالوں ؟" اس نے برتن کھول دیا۔

"آدھا کلو"

"روز آدھا کلو ڈلواتی ہو۔ آج پورا ڈلوالونا"

"اماں نے آدھا کلو ڈلوانے کو کہا آدھا کلو ڈال"

"اچھا چل... نہ آدھا نہ پورا... تہائی ڈال دوں"

"نا... میں پکارتی ہوں... اماں کو"

"اچھا قریب تو لا اپنی ڈیگچی... سیدھی تو رکھ... تب تو ڈالوں" اور اس نے پتیلی تھامنے والی کلائی پکڑلی "لے آدھا تیری طرف سے آدھا میری طرف سے لیکن آج ڈالوں گا پورا کلو"

اس نے جھک کر دودھ والے کی کلائی پر دانت گاڑ دیئے۔

"کل تیرے لئے ملائی لاؤں گا"

"ہٹ جھوٹا... تین دن سے جھانسا دے رہا ہے ملائی کا"

"رشن"

اماں کی آواز آئی اور دودھ والے کے ہاتھوں سے چھلک گئی۔

سیڑھی سے پتیلی اٹھائی۔ دوسرے ہاتھ سے گال صاف کئے اور زینے سے نکل آئی۔

"کیا کر رہی تھی اتنی دیر سے؟"

"دودھ لے رہی تھی۔"

"دودھ لے رہی تھی کہ دودھ دے رہی تھی ... ابھی سولھواں بھرا نہیں ہے اور ایک پیٹ گرا چکی ہے ... کتیا ... آئے تیرا باپ، کھڑے کھڑے دو بول پڑھا کر دھکے دیتی ہوں تجھے۔"

"اللہ وہ دن تو لائے ... بجو جان۔" اس نے تڑسے جواب دیا۔

شمن نے دودھ کی پتیلی اسٹوو پر رکھی ... پھر اٹھالی۔

"بجو جانی ... آج دودھ تو بہت معلوم ہوتا ہے۔" اس نے بھیگے بالوں کو جھٹک کر کہا۔

"ہاں معلوم تو ہوتا ہے۔"

چہرہ کھل گیا۔

"نشے میں رہتا ہے ... کسی اور کا یہاں دے گیا ہوگا۔"

"کھولا کر آدھے میں پتی ڈال دے۔"

رشمن نے آدھے دودھ میں پتی ڈالی۔ اس نے چنگیر سے روٹیاں نکالیں ڈبے سے گھی لے کر تین روٹیوں پر ملا۔ ایک ایک چونگا بنا کر دونوں کو دیا۔ اپنا حصہ کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ تین مگوں میں چائے انڈیلی اور پکڑا دی۔

"اللہ بالکل میٹھی نہیں ہے تمھاری چائے۔" شمن نے منک کر کہا۔ چونگا مگ میں ڈبو کر کچ سے کاٹ لیا۔ اماں کمرے میں آئیں۔ سیمنٹ کے فرش پر دو چٹائیاں بچھی تھیں جن پر تین تکئے رکھے تھے۔ مچان پر میلا پردہ پڑا تھا۔ دیوار پر ایکٹروں

اور ایکٹرلیسوں کی تصویریں چپکی ہوئی تھیں۔ ان کے نیچے ایک بڑا سا کالا صندوق رکھا تھا۔ اس پر کچھ ڈبے ڈھیر تھے۔ دوسری طرف دیوار کی کیل میں ایک آئینہ ٹنگا تھا۔ اور کونے میں میلے کپڑے گنجے ہوئے تھے۔ کھڑکی بند تھی۔ انھوں نے الم غلم اٹھاکر باہر پھینکا۔ تکیے کے نیچے سے ٹرانسسٹر نکال کر سامنے رکھا اور باہر نکلیں۔ لڑکیاں چونگا کھا چکی تھیں اور چائے پی رہی تھیں۔ وہ غسل خانے میں گھس گئیں۔

"رانی صاحب! یہ کپڑے میرے لئے چھوڑ گئی ہو"

"باہر ڈال دو، دھولوں گی آکر"

"تم دھوؤ گی ... تم کو کولھوں سے پیاز کترنے سے چھٹی ملے گی"

لڑکیاں باورچی خانے سے اٹھیں۔ ریڈیو سیلون لگایا اور دھن پر تھرکنے لگیں۔

"ارے یہ کپڑے ذرا ڈال دے تار پر"

"ہائے بڑی اچھی دھن چل رہی ہے آماں جانی ... تم ہی ہاتھ بڑھا کر ڈال لو نا"

"بیٹھ ... شمن ... کہاں جا رہی ہے۔ خود ہی ڈال لے گی سالی"

حاجی جی زینے سے نکلے تو کمرہ خالی تھا۔ آگے بڑھے تو دونوں لڑکیاں چٹائی پر ناچ رہی تھیں۔ حاجی جی نے مسکرا کر قدم رکھا تو وہ چونک پڑیں۔ ایک نے جلدی سے چٹائی پر پلنگ پوش ڈال کر تکیہ لگا دی ... اور دوسری باہر نکل گئی۔

"بیٹھو ... حاجی ماما ... میں پنکھا لگاتی ہوں۔

حاجی ماما بیٹھ گئے۔ اس نے غسل خانے کے پردے کے اندر منھ ڈال دیا۔

"حاجی ماما آئے ہیں... جلدی نکل آؤ۔"

"ایں... حاجی بھائی... لا جلدی سے کپڑے لے آ... جلدی کر۔"

"کپڑے تو اسی کمرے میں ہیں۔ ان کے سامنے سے نکال لاؤں... تو کیا سمجھیں گے۔"

وہ باہر نکلی۔ تار پر پڑی ہوئی بنیائن اور لنگی دے کر دوپٹہ اپنا اتار دیا۔

"لو... اسے بنا کر اوڑھ لو... کون سا پردہ کرتی ہو تم ان سے۔"

"ارے کمبخت یہ کرتا اتار لے اپنے باپ کا۔"

اس کے ہاتھ سے کرتا لے کر پہنا، دوپٹہ اوڑھا۔ کمرے میں آئیں۔ سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھ گئیں۔ گھوڑی کی طرح باہر نکلے ہوئے کولھے پر آنچل ڈال لیا۔ دوسرے پلّو کو بالشت بالشت بھر نکلے ہوئے سینے پر پھیلا لیا۔ حاجی بھائی نے گردن میں بازو ڈال دیا۔

"پاکستان کب گیا الطاف۔"

"جس دن سے کشن کے ہاتھ پیلے ہوئے اسی دن سے رٹ لگی تھی۔ کل اجڑ گیا۔"

"بیٹیو... تم لوگ باہر چلی جاؤ... میں تمھاری ماں سے بات کروں گا۔"..

لڑکیاں باہر نکل گئیں۔ انھوں نے ذرا سی داڑھی پر پورا ہاتھ پھیرا۔ "میں کئی دنوں سے آنا چاہتا تھا تیرے پاس لیکن فرصت ہی نہیں مل پاتی کسی طرح۔ دن بھر کولھو کے بیل کی طرح جتا رہتا ہوں۔"

"ہاں... بھائی... اتنا بڑا کام ہے تو اتنے بڑے جھگڑے بھی ہوں گے۔"

"اٹھارہ انیس سال پہلے جب تیرا بیاہ ہوا ہے میں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک عرب مجھ سے کہتا ہے کہ میں تیری بیوی سے ملنا چاہتا ہوں۔ کئی بار دیکھا حیران پریشان اور خاموش، کسی سے کہوں تو کیا کہوں۔ مگر تعبیر دے لی۔ ایک دن جامع مسجد پر دھڑی لگائے بیٹھا تھا کہ ایک عرب کچھ ڈھونڈتا نظر آیا۔ میں نے پوچھا تو کہا کہ میرا پاسپورٹ کھو گیا ہے۔ میں جو اٹھا تو جیسے کسی نے ڈھونڈ کر دے دیا۔ اس نے پرس کھولا تو میں نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

"خواب جو دیکھ چکے تھے۔" بجّو نے بڑی عقیدت سے کہا۔

"میں اسے گھر لے آیا۔ دروازہ کھلا تو تمہاری آپا بنیائن اور تہمد پہنے کھڑی تھیں۔ عرب کو جو دیکھا تو بھاگیں۔ میں نے کہا خبردار۔ یہ فرشتے ہیں اور فرشتوں سے پردہ کیسا؟"

"ہاں بھائی میاں سچ ہے... فرشتوں سے کیا پردہ؟"

"اب کمرے میں بٹھایا۔ بجلی کا پنکھا بھی نہیں تھا۔ تمہاری آپا ہاتھ سے پنکھا جھلنے لگیں۔ گھر میں کیا ہوتا جو پیش کرتا۔ باہر سے چینی اور لیموں اور برف لایا۔ شربت بنانے وہ اٹھیں تو اس نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ شربت پی کر بولے۔ میں تمہاری بیوی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور دالان میں جا نماز بچھا کر نیت باندھ لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ نکلیں تو پسینے پسینے۔ ہاں کہ عرب ہے معلوم نہیں کب شیطان سوار ہو جائے۔ مجھ سے بولیں میاں بلاتے ہیں۔ میں جو پہنچا تو بولے حج کرنے چل۔ میں نے کہا کہ جیب میں ہبہ نہیں۔ دس ہزار نکال کر پھینک دیئے تو میں بولا کہ یہ تو حج کا خرچ ہو گیا۔ یہاں اتنے دن تک میرے

بیوی بچے کیا کریں گے۔ جھٹ ایک رقعہ لکھ کر مجھے قطب بھیج دیا۔ وہاں جو پہنچا اور پرچہ دیا تو انھوں نے سات رنگ کے ناشتے لگائے، پھر دس ہزار گن دیئے اور اپنی گاڑی پر بٹھا کر روانہ کر دیا۔ گھر آیا تو دیکھا کہ بیوی پانوں داب رہی ہے سب احوال سنایا۔ میاں تین دن گھر میں رہے۔"

"مہمان تین ہی دن رہتے ہیں اور وہ بھی فرشتے۔"

"پھر جو خدا نے برکت دی...!"

"تو رکھنے کا ٹھکانہ نہیں ہے آج۔" بجّو نے حسرت سے کہا۔

"ہاں جی یہ تو ان کی دین ہے۔ بڑھتا ہی جائے گا۔"

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ راجہ تین دن سے خواب دیکھ رہا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ حوض خاص والے گھر میں نہار رہا ہے کہ ایک عرب آ گئے۔ کہنے لگے کہ میرے ساتھ آ جا۔ تم نہیں جا رہی ہو۔ راجہ نے اصرار کیا۔ تم کو ان کے ساتھ کر دیا۔ تم جو باہر نکلیں تو تمھارے ہاتھ میں دو جوڑ گھنے تھے۔ بس اس کی آنکھ کھل گئی۔ میں نے تعبیر دے دی کہ راجہ کے وسیلے سے اور عرب کی دعا سے تمھاری دونوں بیٹیوں کا مقدر کھلنے والا ہے۔ کل میرے پیر حضرت جی آ گئے۔ راجہ نے سلام کیا تو کہا بھئی بجّو کہاں ہے تمھاری؟"

"ہائے اللہ بھائی سچ مچ میرا نام لے لیا۔"

"ہاں جی ... ان سے کبھی کوئی چیز چھپائے چھپتی۔ اس نے فجر کے وقت مجھ سے پھر کہا تو میں چلا آیا۔ تو اگر راجہ تجھے بلائے تو فوراً چلی جانا۔ فوراً۔ جہاں لے جائے چلی جانا۔"

"اے بھائی میاں۔ لڑکیاں جائے بنا رہی ہیں اور تم کھڑے ہو گئے۔"

"وہ راجہ کو بلانا... مجھے حکم نہیں ہے آج۔"

"میں تو جانوں بھائی میاں تم خود مجھے لے کر چلتے۔ راجہ میاں کیوں بلائیں گے... اور بلائیں کبھی تو کب بلائیں، لڑکے ہیں، مصروف ہیں، لاکھ طرح کی دلچسپیاں ہیں۔"

حاجی نے اس کے شانوں پہ ہاتھ رکھ دیئے۔

"وہ بلائے گا۔ اسے حکم ہے اس لئے بلائے گا۔ لیکن بس ایک بات کا خیال کرنا۔ سال میں دس مہینے ولایتوں میں رہتا ہے۔ ذرا انگریز ہو گیا ہے۔ برقعے کا نام نہ لینا اس کے سامنے۔ جو پہنائے پہن لینا، سنگھار جو کرے وہ کرا لینا، جس ہوٹل میں لے جائے چلی جانا، جو کھلائے پلائے کھا پی لینا، ورنہ وہ لے کر جائے گا نہیں۔ اگر نہیں لے جائے گا تو دعا انتظار کرے گی۔ پھر پلٹ جائے گی۔"

"آں... کیا یہ کبھی ہوتا ہے؟"

"یہ ہوتا ہے اور برا ہوتا ہے اور خدا نہ کرے کسی کے ساتھ ہو۔ خدا تم کو اور تمہاری بیٹیوں کو محفوظ رکھے۔"

"تو بھائی میاں تم خود ہی کیوں نہیں پہنچا دیتے؟"

"عجیب گڑھ مغز عورت ہو.... بیس مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ مجھے حکم نہیں ہے۔ راجہ کو حکم ہوا ہے۔ اپنی بجو کو لے کر جانے کا۔"

"آنسوؤں سے گیلی لکڑیوں میں بلاقن لوانے جو دیا سلائی لگائی تھی اور دھواں اٹھایا تھا، وہاں حاجی جی کی آمد نے اور ان کے خواب نے تیل چھڑک

دیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلنے لگی تھی۔ وہ کچھ بھی سوچتی کسی نہ کسی طرف سے ایک گورا چٹا لمبا چوڑا خوبصورت نوجوان آتا اور اس کے کپڑے اتارنے لگتا۔ جیسے اس کے دکھ اتار رہا ہو اور اسے نہلانے لگتا جیسے ان کی روح کے دلدّر دھو رہا ہو۔ وہ نہلاتے نہاتے بکھرنے لگتیں، آنکھیں بند ہونے لگتیں۔ پسینے میں ڈوب ڈوب جاتیں۔ ہوش میں آتیں تو آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھتیں، اداس ہو جاتیں، لڑکیوں کے کمرے میں جھانکتیں۔ ٹرانسسٹر بج رہا ہوتا اور ان کے پاؤں لے پر چل رہے ہوتے۔ وہ آتیں جہاں بیٹھی تھیں وہاں بیٹھ جاتیں اور راجہ کی یادوں کے حصار سے بچنے کے لئے اپنی یادوں کا پرانا البم جھاڑنے لگتیں۔ دھندلی تصویروں کو اجالنے لگتیں ... کنوارپن کے آنگن میں کڑوی نیم کے نیچے گریبان سے کسی کا خط نکال کر پڑھتیں اور لفظوں کی آنچ سے اپنا آپ جھلسا لیتیں کہ زینے پر چاپ ہوئی اور وہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئیں۔

"پوری دوکان حلوائی کی منگوالو۔"

"سلاما لیکم بلاقن بوا ... تمھارے منہ میں گھی شکر ... کچھ بتاؤ تو۔"

"اے لڑکیو ... جیتی رہو ... ادھر جاکر بیٹھو ... مجھے تمھاری میا سے بات کرنا ہے۔ آمیری جان ادھر آ ... کیا وار کیا ہے ... کہ ایک ہی ہاتھ میں وارے نیارے ... حاجی جی آئے تھے؟"

"آئے تو تھے مگر بوا۔"

"مگر کیا ... یہ تو راز تھا۔ آج حکم ہوا تو کہہ رہی ہوں۔ دنوں سے رن پڑ رہے ہیں، جھگڑے مچے ہیں۔ راجہ میاں کے دو دوست ہیں۔ دیکھ لے تو بھوک پیاس

اڑ جائے۔ شہزادے ہیں بالکل مغل شہزادے۔ کروڑپتی۔ حاجی جی اپنی بہن کی بیٹیاں ان کے گلے باندھنا چاہتے ہیں اور راجہ میاں تیری بیٹیوں کے نصیبے کھولنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ لڑ تو سکتے نہیں باپ سے۔ اب چال یہ چلی ہے کہ حاجی جی جا رہے ہیں آگرے عرس میں ... چار چھ دن میں پلٹیں گے۔ تب تک تیرا بیڑہ پار ہو چکا ہوگا۔ سچ بتا تجھ کو میری جان کی قسم... چھپ چھپ کر ملتی رہی۔"

"ہائے توبہ... بوا بلاقن۔ میں نے تو عید پر کبھی انھیں دور ہی سے دیکھا، اور شرما گئی۔"

"ہائے تو کیا جادو کر دیا، ٹونا مار دیا کہ مجھ سوتی کو اٹھا کر بٹھا دیا اندھیارے میں کہ ابھی جاؤ اور بلا کر لاؤ میری بچو کو... میں اس کا بار بوجھ ہلکا کروں۔ اپنی چھاتی گلزار کروں... اے وہ ابٹن ملا تھا جو میں دے گئی تھی ہلدی کا بنا کر۔"

"وہی تو مل رہی تھی جب حاجی جی آئے ہیں۔"

"پہنو گی کیا؟"

"جو کہو گی پہن لوں گی۔" انھوں نے منھ سکھا کر کہا۔

"میں جانوں جو ساری میں نے شرارہ سوٹ بنانے کو دی تھی وہی سوٹ پہن لے۔ لا نکال... تو پہن مجھ سے دائی سے کیا شرم... کیسا گورا بنڈا نکل آیا ہے تین ہی دن کے ابٹن میں... دیکھ شرمیلا ہے بہت... اگر ہاتھ پیر باندھے بیٹھی رہی تو بیٹھی ہی رہے گی ساری عمر اور یہ دونوں پہاڑ بھی دھرے رہیں گے چھاتی پر... انگریز ہے بالکل شرم ورم سے بولانے لگتا ہے۔"

ان کو بڑھا کر لڑکیوں کے پاس آئیں۔ جمپر کی شکنیں نکالیں، دوپٹے کے بل

بنائے۔" اگر شریف ہوگی، اصیل ہوگی تو عمر بھر راجہ میاں کے پانوں دھو دھو کر
پیوگی کہ سگی پھوپھی کے کلیجے کے ٹکڑوں کو چھوڑ کر تم کو بٹھا رہے ہیں راج سنگھاسن
پہ۔" باہر نکل آئیں۔" اے شمن ذرا ٹیکا لگا دے میری چھیل چھبیلی کیسی پھوٹی پڑ
رہی ہے سوٹ میں۔" اور چٹ چٹ بلائیں لے لیں۔

"تو برقعہ پہنوں؟"

"برقعہ ابھی سے کیا پہنوگی ... آنے تو دو میاں کو۔"

"ہائے اللہ کیا وہ خود آئیں گے؟"

"اور نہیں ... الّو کا گوشت کھلا رکھا ہے میری بھولی بٹیر کو تو کس دن کے
لئے کھلا رکھا ہے ... بیٹھو آتا ہی ہوگا۔"

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ بلایا ہے۔"

"ارے وہ تو اس لئے کہہ دیا تھا میری بنو کہ کہیں شادی مرگ نہ ہو جائے۔"

"تو بوا بلاقن کہاں بٹھاؤں آخر ان کو۔" وہ کوٹھے پر ہاتھ رکھے کھڑی
تھیں کہ زینے پر بوٹ بجنے لگے۔ وہ جلدی سے کمرے میں آگئیں۔ لڑکیاں باہر
نکل آئیں۔ وہ سونے کے کف لنک، ہیرے کے ٹائی پن اور انٹی میٹ لگائے
زینے میں دھنسا کھڑا تھا۔ گوگلز کے اندر سے گھور کر دونوں کو دیکھا۔ پرکھا تولا
پایا اور ہنس دیا۔ ہاتھ بڑھا کر شمن کی کمر میں ڈال دیا۔"

"تیرے لئے میں نے دولھا ڈھونڈھ لیا ہے ... بس ذرا کانا ہے۔"

بکسم لڑکی کا پورا سینہ اس کے سینے پر پھیل گیا۔ اسے چھوڑ کر شمن کو دبوچ
لیا۔ کمر کے پیچھے دونوں ہاتھ باندھ لئے اور چٹکیاں بھر لیں۔ وہ لال ہو گئی لیکن

بولی نہیں۔

"کان لا ادھر... نہیں لائے گی... کاٹ لوں گا دونوں گال ابھی۔" اس نے کان دے دیا۔ "اور سب ٹھیک ہے تیرے دولھا میں۔ بس ذرا ناک میں بولتا ہے بھتنا۔" اور اس نے ہنس ہنس کر اپنا پورا آپ اس پر انڈیل دیا۔ ان سے سیر ہو کر وہ کمرے میں آیا جس کی دہلیز پر بلاقن بوا کھڑی تھیں۔ بلاقن بوا نے تکیے سے لگا کر بٹھا دیا۔ پنکھے کا رخ درست کر دیا۔ اس نے گوگلز اتارے تو آنکھیں جہاں تھیں وہیں رہ گئیں۔ وہ سرخ شرارے سوٹ میں دہک رہی تھی۔ سیاہ آنکھوں سے بھوک اور چہرے سے پیاس ٹپکی پڑ رہی تھی۔ بلاقن بوا اس کی آنکھوں کو پڑھ رہی تھیں اور...

"بلاقن بوا... تم شمن اور رشن کو لے کر گھر جاؤ... میرے دوست اگر ہوں بھی تو ہرگز ان پر نگاہ نہ پڑے کہ اگر ان کپڑوں میں انھوں نے دیکھ لیا تو میرا سب کیا دھرا مٹی ہو جائے گا۔" بلاقن بوا اٹھیں۔ زینے پر تین جوڑ چپلوں کی چاپ ابھری اور ختم ہو گئی۔ "میں تو ان لڑکوں کو بھی لے آتا... لیکن ایک تو تمھاری گلی، پھر یہ مکان اور اس پر تمھارے یہ کپڑے... اور وہ لوگ جو سال میں دس مہینے یورپ رہتے ہیں، تم کو دیکھتے ہی ہکا گئے تو میں کیا کر لوں گا۔" وہ اٹھیں اور اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔ اور شرارے کی پھڑ پھڑاتی گوٹ سے گلابی اور تندرست پنڈلیاں جھگڑنے لگیں۔

"میں جب تک جیتی ہوں تمھارے پانوں دھو دھو کر پیتی رہوں گی تم نے وہ احسان کیا ہے میرے اوپر... دنیا بھی سنوار دی اور عاقبت بھی۔ آنکھوں میں

نسو لے آئیں۔ اس نے یہ پوز بھی پسند کیا۔

"اچھا اب اٹھو کپڑے پہنو۔"

"کپڑے ... تو کیا میں ننگی بیٹھی ہوں؟"

"اگر تم ننگی بیٹھی رہتیں تو میں اپنے دوستوں کو لے آتا کہ..."

"ہائے تجھے شرم نہیں آتی ... تجھے شرم نہیں آتی اس طرح دوستوں کے ساتھ آتے ہوئے۔"

"ان کپڑوں سے تو تم بہت اچھی لگتیں اس طرح۔ اور وہ لڑکے جس ی سوسائٹی میں پیدا ہوئے وہاں کھلا ڈھکا اس طرح مصیبت نہیں بنتا جیسے تم لوگوں کے یہاں ہوتا ہے۔ وہ دونوں انگریز ہیں مزاج کے اعتبار سے اور ان سے پہلے تم کو ملنا ہے پھر لڑکیوں کو۔ تم کو دیکھ کر وہ سمجھیں گے کہ تم گلیوں کی پٹاردان۔"

"میرے راجہ میاں تم جو کہو... میں کروں۔" اس نے تھوڑی دیر سوچا۔

"ایک بات پوچھوں بجو ... بھائی الطاف نے ساری عمر کیا کیا کہ دو وڑے کپڑے بھی ...؟"

"ہا... میاں کیا ذکر چھیڑ دیا... کس منہ سے بتاؤں ... اور کیا کیا بتاؤں۔"

"سارے شہر میں مشہور ہے کہ تم نے اور بھائی الطاف نے لیلیٰ مجنوں والا یل کھیلا، تب تمھارے باپ نے مجبور ہو کر شادی کر دی۔"

"کس حرامی نے یہ آگ لگائی ہے تم سے؟" وہ کھڑی ہو گئی۔ اس نے ہاتھ ڑلیا۔

"دیکھو بجو زبان چلاؤ نہیں ... جو بات میں نے پوچھی ہے اس کا جواب

دو۔" وہ بیٹھ گئیں۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم سے کہا کس نے یہ؟" اس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"پورا محلہ کہتا ہے... محلے کی گلیاں کہتی ہیں... گلیوں کی دیواریں کہتی ہیں۔"

"تو آج سن لے... آج سب سنا دوں گی تجھے... اس حرامی الطاف کے یہاں سے پیغام آیا ہوا تھا۔ میرا ایک چچا زاد بھائی تھا تم جانتے ہو گے بلا۔ تو بلا سے الطاف کی یاری۔ بلا مجھے سینما دکھانے لے گیا... بارہ بجے والا شو ... جب میں ریوالی پہنچی تو الطاف ٹکٹ لے کر آیا۔ دونوں میں سکوٹ ہوئی اور دونوں مجھے ایک دوست کے گھر لے گئے۔ وہاں مجھے سوڈے کی بوتلوں میں شراب پلائی۔ جب میں مست ہو گئی تو میرے کپڑے اتار ڈالے اور میری تصویریں لیں۔ دونوں نے اپنے اپنے ساتھ لیں اور وہ تصویریں لے جا کر میرے جنتی باپ کے سامنے ڈال دیں وہ شرم دار مر گیا دیکھ کر اور کھڑے بیٹھے مجھے الطاف کے کھونٹے پر باندھ دیا۔ جب گھر میں پہنچی وہ پرایا۔ زیور پرایا، کپڑے پرائے اور تو اور آدمی تک پرایا... پوچھو وہ کیسے ... کہ دن لونڈے رات لونڈے۔ شروع شروع میں تو کچھ سمجھی نہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ تو دوسری لین کا آدمی ہے تو میاں میں تو بھرے بازار میں لٹ گئی۔"

"بھائی الطاف امرد باز بھی ہیں؟"

"ہاں میاں پکا امرد باز۔"

"اچھا کشن کی شادی کس نے کی؟"

"اسی نے اس لونڈے کو گھر میں دھنسایا۔ میں نے آنکھیں بدلی دیکھیں ایک دن دونوں کی تو منہ میں سیاہی نہیں لگوائی۔ دو بول پڑھا کر پاپ کاٹ دیا۔ وہ کمبخت کبھی میرا ہی نصیب لے کر آئی ہے کہ روٹی صبح ہے تو شام نہیں۔ کپڑا ہے جو سر پر ہے تو پانوں ننگے ... وہ تو حاجی جی کا خدا بھلا کرے کہ پیٹ میں روٹی اور تن پر کپڑا ہے ... نہیں تو وہ ... اسے اپنے دونے چاٹنے اور چٹانے سے کام ہے۔ عید میں روپیہ آیا ... بس پاکستان کی رٹ لگ گئی ... کہ دونوں کے لئے جہیز لاؤں گا ... اور آخر اجڑ ہی گیا۔

"ایک بات کہوں بجو۔"

"ہاں میرے لال ... میں بجو کہن والی کے صدقے۔"

"تم کشن کی طلاق لے لو ... کھڑے کھڑے لے لو ... کل کی لیتی آج لے لو۔"

"میاں ... کھلانے کو ہوتا تو خدا گواہ ہے اب تک مانگ چکی ہوتی۔ گھر میں تو بٹھا ہی لیتی۔ آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے میری بچی۔ لیکن یہ جو پہاڑ میری چھاتی پر دھرے ہیں، شمن اور رشن کے، ان کی وجہ سے کمر سیدھی نہیں ہوتی۔ زبان نہیں کھلتی دیکھو۔"

"جو ہوا ہو گیا ... اب نئی زندگی شروع کرو۔ کشن کی طلاق اس لئے ضروری ہے کہ تمھارے نئے داماد اسے دیکھ لیں تو شرم سے زمین میں گڑ جائیں گے۔ شادی میں نے کر بھی دی تو وہ خوشی ان دونوں کو نہیں ملے گی جو ملنی چاہیے۔"

"طلاق تو میں آج لے لوں ... لیکن کرے گا کون؟"

"میں کروں گا۔ تم کو خوش دیکھنے کے لئے میں کشن سے شادی کروں گا۔"

"راجہ .... میرا راجہ بیٹا تو کیا کہہ رہا ہے۔" انھوں نے آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا اور چیخیں۔

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں .... میں تمھارے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔"

"تو شمن رشن سے کیوں نہیں کر لیتا۔"

"نہیں سمجھو گی۔ میں تو تمھارا ہو ہی گیا۔ اب بڑے بڑے دو گھر اور مل جائیں تو تمھارے پاس تین گھر ہو جائیں گے ... طلاق پائی ہوئی لڑکی سے کنوارا لڑکا، وہ بھی ایسا لڑکا جیسا میں ہوں کیوں شادی کرے گا اور اگر کر بھی لے گا تو اس طرح کیوں رکھے گا جس طرح میں رکھوں گا۔" وہ سن ہو گئی تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ خواب دیکھ رہی ہیں یا پاگل ہو گئی ہیں۔ بس ... بھیگی آنکھوں سے گھورے جا رہی تھیں، مستقل گھورے جا رہی تھیں۔ "بس ایک شرط ہے میری۔ سب کام بہت ہوشیاری اور خاموشی سے کرنا ہے ... ورنہ سب پٹرا ہو جائے گا۔"

"تو کہے تو اپنا سر کاٹ کر تیرے قدموں میں ڈال دوں۔" انھوں نے کندھے پر سر رکھ دیا اور سسکنے لگیں۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔

"اچھا اب اٹھو ... برقعہ پہنو۔"

"کہاں چلے گا؟"

"تم تو ابھی سے کیوں اور کیا کرنے لگیں ... ابھی تم اپنا سر کاٹ کے ڈال رہی تھیں ... میں کہہ رہا ہوں چلو ... تو چلو ... جہاں لے چلوں چلو۔"

وہ اٹھیں تو ڈر لگا کہ کہیں یہ شیشے کی کمر چٹخ نہ جائے۔ گلی بھر چکی تھی۔ دروازوں پر گندگی کے ڈھیر لگے تھے اور بکرے بندھے تھے۔ ہر طرف بچے بچھے تھے۔ آدمیوں کے ٹھٹھ لگے تھے۔ پان کی دوکان کے پاس سے گزرے تو آواز آئی۔

"جمپر میں بلے سو رہے ہیں دودھ پی کر۔"

"اور شرارے میں؟" سوال ہوا۔

"کشتیاں ہو رہی ہیں ... بدی ہوئی کانٹے کی۔" جواب ملا۔

"اللہ ہمارا امبر کب آئے گا؟" کسی نے آہ بھری۔

وہ سڑک پر پہنچتے پہنچتے بھیگ گئی۔

رکشے پر بیٹھیں تو جان میں جان آئی۔

"میں آج تک کسی برقعہ پوش عورت کے پاس نہیں بیٹھا لیکن تمھارے عشق میں یہ بھی کرنا پڑا۔"

وہ نقاب کے اندر ہی لال ہو گئیں۔ گاڑی میں بٹھا کر جوس کا گلاس پکڑا دیا اور خود فون کرتا رہا، کاظم کو ہدایتیں دیتا رہا ... گاڑی اڑی تو ہوا بہت اچھی لگی۔ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ دوکان پر اتریں تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سونے چاندی کے ڈھیر دیکھنے لگیں۔ سٹ اٹھا کر بولیں "کس کے لئے خرید رہا ہے یہ زیور؟"

"تمھارے لئے۔ تم کو دولھن بنانے کے لئے۔"

بڑے سے سٹ کا ڈبہ تھامے وہ لباس کی دوکان میں داخل ہوئیں۔

تو ایسے ایسے کپڑے اور اتنے کپڑے دیکھ کر پریشان ہوگئیں۔ راجہ نے بیڈنگ سوٹس کے کئی پیپر اٹھائے۔ ان کو فٹنگ روم میں لاکر کھولنے لگا تو وہ مچلنے لگیں۔

"یہاں میاں بیوی آتے ہیں یا عاشق معشوق۔"

"خاموش کھڑی رہو ورنہ ہنگامہ برپا ہوجائے گا۔"

جمپرآستینوں سے نکل گیا۔ شرارہ کمر سے گزر گیا۔ وہ ایک سٹ کے اندر آتی رہیں اور باہر نکلتی رہیں۔ درمیان میں ہونٹوں اور ہاتھوں کے کھلائے ہوئے پھولوں کو سمیٹتی رہیں۔ کپڑوں کے بنڈل اٹھاکر موٹر سے اتریں تو گیٹ، لان، پورٹیکو، ورانڈے، ہال کمرے، فرنیچر، ٹیپسٹری، کراکری، کٹلری، کیسٹ، ٹی وی اور فریج دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی رہیں۔ پول دیکھا تو جہاں کھڑی تھیں کھڑی رہ گئیں۔ جب ہوش آیا تو راجہ ان کے کپڑے اتار رہا تھا۔

"راجہ ؟"

"نہاؤ گی نہیں میرے ساتھ... تعبیر نہیں وصول کرو گی خواب کی۔"

وہ نہانے لگیں۔ برسوں کا میل گھڑی بھر میں دھل کر بہہ گیا۔ راجہ کی باہوں میں مچل رہی تھیں کہ وہ نظر آگیا... وہ عرب۔

لمبا چوڑا بھاری بھرکم سفید رومال پر سیاہ ڈوریاں باندھے، لمبا سا کرتا پہنے اسے گھور رہا تھا۔ وہ اپنے آپ میں سمٹ گئیں، اپنے ہاتھوں میں چھپنے لگیں، پانی میں ڈوبنے لگیں۔

"بجّو... یہ حضرت جی ہیں... میرے پیر ہیں... جو یہ کہیں وہ سنو... جو یہ کریں کرنے دو... اگر تم نے ان کی مرضی کے خلاف کچھ کیا تو سب کچھ ختم ہوجائے گا

... تمھارے اور میرے خواب کی تعبیر دینے آئے ہیں... حچین لو ان سے :" اور وہ باہر نکل آیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کو اٹھا لیا۔ آیتوں کے کمرے میں لٹا دیا۔

حضرت جی کے مشتاق ہاتھ اس کے بدن پر اس طرح چل رہے تھے جیسے پرانا سائیس منہ زور گھوڑی کی مالش کرتا ہے۔ جب گھوڑی جھکنے لگی تو ننگی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ ان کے بتائے ہوئے راستے سے بدکنے لگی تو لگامیں کھینچ کھینچ کر اور ایڑیاں مار مار کر اپنے راستے پر ڈال لیا۔ منزل پر پہنچ کر اترے تو خوش ہو کر گردن تھپکنے لگے، کولھے سہلانے لگے۔ کمر میں بازو کا کڑا ڈال کر اٹھا لیا۔ فریج کے سامنے کھڑا کیا۔ بوتل کا پانی اور گزک کا چارہ کھانے کو دیا۔ جب وہ جھک گئی تو ایال میں انگلیوں سے کنگھی کرتے لان میں لے آئے۔ اور اس کی تھکن دور کرنے لگے۔ یہ راجہ کہاں چلا گیا انھوں نے سوچا۔

حضرت جی کی گود میں بجو کو ڈال کر وہ گھر آیا۔ بلاقن بوا نے بیڈروم کا دروازہ کھول دیا۔ پوری لائٹس جل رہی تھیں۔ پردجیکٹر چل رہا تھا۔ شمن جان کے بازوؤں میں لہریں لے رہی تھی۔ رشن چاند کے آغوش میں موجیں مار رہی تھی کاظم تھکے ہوئے گھوڑے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ پلکیں لیکن گھسٹ کر رہ گئیں۔ لال لال ڈوروں سے سجی آنکھیں اٹھائیں تو جھک گئیں ہاتھ بڑھایا نشے میں بھیگی آواز نے اطلاع دی۔

"مجھے چاند نے پہنائی ہے :"

رشن کی انگلی میں انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ اس نے چھین کر سینے سے لگا لیا۔ گہرے گہرے دو پیار لیے۔ اب شمن کا ہاتھ سامنے تھا۔

"یہ جاآن نے دی ہے مجھے۔" وہ وہسکی سے مہک رہی تھی۔ اس نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے اوپر انڈیل لیا۔

وہ ان دونوں کو سنبھالتا اپنے کمرے میں آگیا۔ فرش پر ان دونوں کو بٹھا دیا۔ دونوں کے معمولی چہرے ہلکے ہلکے سرور سے بھڑک رہے تھے۔ جنسی کشش کی آگ سے دہک رہے تھے اور وہ میلاپن، وہ رملاپن جو وہ اپنے ماحول سے لے کر پیدا ہوئی تھیں، تھوڑا سا کم ہو گیا۔ وہ راجہ کو جو الماری کھول رہا تھا اس طرح دیکھ رہی تھیں، جیسے غریب بچے اونچی دوکانوں پر سجے ہوئے مٹھائی کے تھال دیکھتے ہیں۔ وہ سونے کے زیورات ڈبے سے نکالتے نکالتے بے خود ہو گئیں بے حال ہو گئیں اور راجہ سے لپٹ لپٹ گئیں۔

"کل تمھاری شادی ہے۔"

"کل؟" دونوں کے ہاتھوں سے زیور چھوٹ گئے اور ہونٹوں سے آواز نکل گئی۔

"ہاں میری بجو جانی کا حکم ہے کہ میں تم دونوں کی شادیاں تمھارے عاشقوں سے کل ہی کر دوں۔ اس لئے کر رہا ہوں اور اپنی جیب سے کر رہا ہوں تمھارے دولھا کشن کے دولھا نہیں ہیں۔ بہت امیر اور انگریز مزاج کے آدمی ہیں۔ جو یہ تم سے کہیں وہ کرنا۔ یہ اپنے دوستوں کے سامنے تم کو ننگا بھی کریں تو ہو جاؤ۔ شراب پلائیں تو پی لو۔ اس لئے کہ تم نہ تو پڑھی لکھی ہو جو ریڈیو اور ٹی وی اور اخبار پر باتیں کرو، نہ دولت مند ہو کہ وہ تمھاری دولت سے دب جائیں، نہ اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہو کہ ان کا خوف ہو... تو لے دے کر تمھارے پاس تمھارا بدن ہے تو اپنے

بدن کو ان کے حکم پر نچھاور کر دو... یہ جو جھوٹی شرم و حیا ہوتی ہے، عزت اور عصمت کے ڈھکوسلے ہوتے ہیں یہ غریب لڑکیوں کے جھنجھٹے ہوتے ہیں جنھیں وہ وقت بے وقت بجاتی رہتی ہیں۔ تم کو ان کی ضرورت نہیں۔ تم کو اب میم صاحب بن کر رہنا ہے۔ کیا مجھے تمھاری عزت کی پرواہ نہیں ہے۔ تم میری سالی ہونے والی ہو۔"

"کیا؟"

"ہاں میں کشن سے شادی کر رہا ہوں۔ جیسے ہی اسے طلاق ملے گی، میں ڈنکے کی چوٹ بیاہ کر لوں گا۔ اور میں طلاق لے کر رہوں گا۔ جو میں نے کہا ہے اس پر عمل ہوگا۔ ہر ایک نے ایسی کنیز نظروں سے دیکھا جو ہزار ہا جواب رکھتی تھیں۔

"تو اٹھو... کپڑے اتارو..."

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔

"اب یہ فرق ہوتا ہے جاہل اور غریب گھرانوں کی لڑکیوں میں اور امیر گھرانوں کی پڑھی لکھی اور سوسائٹی میں آن بان رکھتی ہوئی لڑکیوں میں کہ اگر وہ ہوتیں تو بس ایک اشارہ کافی تھا اور تم ہو کہ اتنا کہنے پر بھی کرڑھ مغزوں کی طرح بیٹھی ہو... کہہ رہا ہوں کہ غسل خانے میں جا کر کپڑے اتارو اور نہا لو... بہت کام ہے مجھے.... بہت کم وقت ہے میرے پاس۔ انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کھڑی ہونے لگیں۔ بڑی دیر میں کھڑی ہو پائیں۔ غسل خانے میں داخل ہوئیں تو دیر تک کھڑی سب کچھ دیکھتی رہیں۔ ایسے بھی ہوتے ہیں غسل خانے۔ کپڑوں سے نکلی تھیں کہ شیشے کا دروازہ کھلا اور راجہ بھائی آ گئے۔ پھر وہ سب آ گئے

چار جوڑ ہاتھ ان کو نہلاتے رہے۔ جس جس طرح ممکن تھا نہلاتے رہے۔ گھنٹے بھر بعد جب باہر نکلیں تو چار مردوں نے بڑی محنت کے ساتھ بڑی فن کاری کے ساتھ ان کی آنکھوں سے شرم و حیا کا ایک ایک ذرّہ دھو ڈالا تھا۔ راجہ نے دیکھا کہ بچو کی طرح ان دونوں کے ہاتھ کھردرے اور پیر پھٹے ہوئے لیکن سارا بدن گلابی چینی کی طرح چمک رہا تھا۔ ابھی وہ ہونٹوں اور ہاتھوں کی زد سے نکلی بھی نہ تھیں کہ پروجیکٹر آن ہوگیا "ہاٹ فلم" شروع ہوگئی۔ جو کچھ اسکرین پر ہو رہا تھا وہی فرش پر ہونے لگا۔ وہاں جو کچھ ایک مرد ایک عورت کے ساتھ کر رہا تھا۔ فرش پر پوری روشنی میں دو مرد ایک عورت کے ساتھ سرانجام کر رہے تھے۔

حضرت جی کی دوکان بستر پر چلنے والے سکّوں کی طرح جب دونوں کو پرکھ لیا گیا تو فلم بند ہوگئی۔ اور وہ کبھی ہلکی میکسیوں میں بند ہونے لگیں۔ دونوں نے چار جوڑ ہاتھوں سے کھایا کبھی پیا کبھی۔ ان کے ساتھ موٹر میں بیٹھیں۔ ظالم شرارتوں اور قاتل اٹکھیلیوں کو قبول کرتی رہیں۔ دو کانوں پر اتریں۔ فٹنگ روم میں جس نے چاہا کپڑوں سے نکال لیا، جس نے چاہا کپڑوں میں ڈال دیا۔ راجہ نے ان پانچوں کو دوکان پر چھوڑا اور خود حوض خاص پر اتر پڑا۔ گیٹ پر آدمیوں سے کچھ سنا اور کچھ کہا۔ ہر طرح مطمئن ہوکر پورٹیکو کی لائٹ جلائی۔ دالان اور ہال روشن کئے۔ ماسٹر روم کا پردہ ذرا سا ہٹایا۔ ٹیوب لائٹس کی روشنی میں دیکھا کہ بچو بیڈ پر پڑی ہیں جیسے منھ زور گھوڑی کو نعل بدلنے کے لئے باندھ کر ڈال دیا جاتا ہے۔ ٹرالی کے تو بڑے میں راتب بھرا ہوا ہے۔ "کالے پانی" سے بھری ہوئی

تولیں دھری ہیں اور ان کا سائیس ان کے باٹم سے اپنی گود بھرے اور ٹاپ پر ایک ہاتھ رکھے بیٹھا ہوا ہے اور دوسرے ہاتھ سے ایک سیب خود لے کر گلاس ان کے ہونٹوں سے لگا رہا ہے اور وہ مسکرا مسکرا کر گلاس ہٹا رہی ہیں۔ اور وہ چھیڑ چھیڑ کر انھیں "سیب" دے رہا ہے۔ اس نے پردہ برابر کیا۔ فریج کھول کر دیکھا۔ مطمئن ہو کر بند کر دیا۔

باہر آکر کل کی تقریب کے سلسلے کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیلات کے متعلق اپنے آدمیوں کو ہدایتیں دیں اور آزاد پور کے لئے سوار ہو گیا۔ کوٹھی خالی پڑی تھی۔ اس نے آدمیوں کو حکم دیا کہ ہال کا فرنیچر اندرونی دالان میں لگا دیا جائے اور سارے میں فرش بچھا دیا جائے۔ ابھی ان انتظامات سے فارغ ہی ہوا تھا کہ گاڑی آگئی۔ اونچے اونچے ٹاپ بدن کو اور نمایاں کئے ہوئے منی اسکرٹس ہوسناک جسم کو اور ہوس ناک بنائے ہوئے اترے ... سارا سامان اپنے اپنے کمرے میں سجایا اور ہال میں آگئیں۔ جہاں تولیں کھل چکی تھیں، گلاس بن چکے تھے۔ پروجیکٹر آن ہو چکا تھا۔ دیوار پر حسین لڑکے اور لڑکیاں اپنے آپ سے بیگانہ ناچنے لگے تھے۔ وہ آئیں تو منتظر باہوں میں سما گئیں۔ گلاسوں کے منتظر ہونٹوں کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ جس نے ہاتھ بڑھا کر اپنی سگریٹ پیش کر دی اس سے دھوئیں کا ایک گھونٹ لیا۔ کھانسی آئی تو دبا دی۔ سگریٹ بری لگی مگر پی لی۔ وہ انکار اور اصرار کے چکر میں پڑ کر اپنی وہ فلم جسے انھوں نے زندگی میں آج دیکھا تھا خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے صورتیں دھندلانے لگیں۔ بڑی بڑی ہونے لگیں اور پھر غائب ہونے لگیں۔ انھوں نے آنکھیں ملنے

کے لئے ہاتھ اٹھانے چاہے تو پتہ چلا کہ وہ تو پھنسے ہوئے ہیں اور نہ صرف ہاتھ بلکہ سارا بدن کسی کی مضبوط گرفت میں ہے اور وہ دیوار پر ہونے والی فلم کی ریہرسل کر رہی تھیں۔ جس طرح فلم بدلتی اسی طرح ان کے جسموں کو گرفتار کرنے والے بازو بدل جاتے۔ باقی سب کچھ وہی رہتا۔ دیوار پر بھی اور فرش پر بھی۔ انھوں نے کھانا کھایا لیکن یہ نہیں معلوم، کس کے ہاتھ سے، کیا کھایا۔ وہ سوئیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس کے پہلو میں سوئیں اور کتنی دیر کس کے پہلو میں سوئیں۔

جب آنکھ کھلی تو ان کے بدن پر دروازے سے نکلی ہوئی دھوپ کی پتلی سی چادر پڑی تھی اور وہ اٹھ چکے تھے۔ وہ یہ چادر بھی پھینک کر کھڑی ہوگئیں۔ باتھ روم کے قریب پہنچیں تو معلوم ہوا کہ سب نہا دھو کر لان میں ٹہل رہے ہیں۔ چاند نے کھڑکی سے اسے دیکھا تو ہوائی بوسے اڑا دیئے۔ وہ مسکرا دیں۔

شاور کے نیچے دیر تک بیٹھی رہیں۔ جوڑ جوڑ میں بیٹھی ہوئی تھکن کو بہتا ہوا دیکھتی رہیں۔ اکتا گئیں تو تولیہ ڈھونڈنے لگیں جو نہیں ملے۔ باہر نکلیں تو نائٹ سوٹ پہنے تولیہ کھڑے تھے۔ زندہ گرم شریر اور گستاخ تولیے۔ ہنس ہنس کر اپنے بدن خشک کراتی رہیں۔ بیٹھ پر ڈھیر وا بال جھٹکائے ان کے سینوں سے لگیں اپنے اپنے کمروں میں آئیں۔ کھیل کھیل کر بال سکھائے، روٹھ روٹھ کر میک اپ کرایا، منتیں کرکے قمیص پہنیں اور جینز میں داخل ہوگئیں۔ موٹر پر بیٹھنے لگیں تو پوچھا کہ راجہ بھائی کہاں ہیں؟

راجہ نے ہلکی سی دستک دی۔ حضرت جی نے دروازہ کھولا اور پہلی بار مسکرا کر اندر بلا لیا۔ وہ بیڈ پر ایک ہاتھ پہ سر رکھے اس کی طرف کروٹ لئے

لیٹی تھیں۔ دوسرے ہاتھ کی انگلی میں سگریٹ سلگ رہی تھی۔ لبالب بھرے ہوئے بدن پر بالوں کی چھوٹی سی جھالر کا پردہ پڑا تھا۔ اٹھیں تو وہ بھی ہٹ گیا۔ آنکھیں وہی تھیں لیکن نظریں کچھ بدل گئی تھیں۔ وہ ان کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔ ان کی انگلیوں سے سگریٹ لے کر ہونٹوں میں دبالی۔ انھوں نے اپنا سر اس کے زانو پر رکھ دیا اور اس کا سارا بدن دہکنے لگا۔ اس کا ہاتھ تھام لیا اور بڑی لگاوٹ سے پوچھا۔

"تم نے کہا تھا کہ حضرت جی نے کہا ہے تم میری تقدیر ہو۔"

"اور میں اس پر قائم ہوں ... میں اس پر قایم رہوں گا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھر لیا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں تو وہ مانوس نظریں واپس آگئیں۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" جیسے پھٹ پڑیں۔

"عاشق اپنے معشوق سے جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ ہماری محبت کی قیمت ہے جو تم ادا کر رہی ہو۔ اور میں تمھاری محبت کی قیمت ادا کرنے کے لئے گلشن سے شادی کر رہا ہوں۔" انھوں نے چہرہ چھوڑ دیا۔ حیرتوں کے بوجھ کے نیچے سے کسمسا کر نکلیں۔

"گلشن سے ... شمن یا رشن سے کیوں نہیں کر لیتا؟"

"شمن اور رشن کے لئے شوہر خرید لئے ہیں۔"

"خرید لئے ہیں ... تو کہہ رہا تھا ..."

"ہر بات کہنے کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ اس وقت وہی کہنا چاہئے تھا۔

اس وقت جو کہہ رہا ہوں وہی حقیقت ہے۔ کشن کے لئے شوہر خرید لیتا لیکن یہ سوچتا رہا کہ معلوم نہیں مطلقہ عورت سے کوئی ایسا سلوک شاید نہ کر سکے جو میں چاہتا ہوں یا میں کر سکتا ہوں۔ اگر کشن سے شادی نہیں کرتا ہوں تو وہ دکھی ہے اور دکھی ہو جائے گی اور اس کا دکھ تمھاری آنکھوں میں جھلکنے لگے گا اور میں تمھاری آنکھیں مسکراتی دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ بھی کہ تمھیں اپنے پہلو میں رکھنے کا کوئی بہانہ بھی تو ہونا۔

"لیکن کشن کا شوہر؟" وہ کھڑی ہو گئیں اٹھ کر۔

"عدالت پر دو گواہ کھڑے ہو جائیں گے کہ شوہر اسے طلاق دے چکا۔ گواہ خرید لئے جائیں گے، عدالت خرید لی جائے گی۔"

"اور حاجی جی۔" انھوں نے یقین کے ساتھ پوچھا۔

"کتنے دنوں کے ہیں ... جتنے دن ہیں ان سے راز رکھا جائے گا۔ ورنہ بڈھا مجھے بھنگی بنا دے گا اور میرے ساتھ کئی زندگیاں خراب ہو جائیں گی۔"

"سب کچھ سچ کہہ رہے ہو۔" وہ جیسے چیخ پڑیں۔

"میری آنکھیں دیکھو۔ غور سے دیکھو۔ اگر سچ نظر آتا ہے تو سچا ہوں ورنہ جھوٹا۔"

انھوں نے اسے سمیٹ کر اوڑھ لیا۔ چوم لیا۔ چومتی رہیں۔ رو رو کر چومتی رہیں۔ پھر شراب سے پہلی بار سینچی ہوئی آنکھیں پوری کھول دیں۔

"اتنی بڑی قیمت دے گا میرے لئے؟"

"خوش نصیب ہوں کہ سستا چھوٹ گیا۔ ورنہ میں تو اس سے بھی بڑی

قیمت دینے پر رضامند تھا۔" دیر کے بعد جب اس کو اپنے ہونٹ واپس ملے۔
"کھڑی ہو جاؤ... غسل کرو... جوڑا پہنو... تھوڑی ہی دیر میں باراتیں آجائیں گی۔"

"باراتیں؟"

"ہاں... رشن اور شمن کی براتیں... میں نے تمھارے کندھوں کا بوجھ تم کو بتائے بغیر اپنے کندھوں پر رکھ لیا ہے۔"

"آج۔"

"آج ہی نہیں... تھوڑی دیر میں اور تم اپنی بیٹیوں کی شادی میں اس طرح شرکت کرو گی جس طرح مہمان شریک ہوتے ہیں۔"

"راجہ... میرا راجہ... میرا راجہ۔" وہ پاگلوں کی طرح لپٹنے لگیں، رونے لگیں، بکھرنے لگیں۔ راجہ نے انھیں سمیٹا، سنبھالا اور باتھ روم میں لے آیا۔ وہ شاور کے نیچے کھڑی لرزتی رہیں، روتی رہیں۔

"میرے راجہ... میری بیٹیاں...... میری رانیاں کہاں ہیں؟"

"اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ اپنی شادی کا اپنی پسند کا سامان خرید رہی ہیں کل شام سے... اس وقت تک اسی مصروفیت میں مصروف ہیں۔"

"میں ان کے ابٹن ملوں گی... ان کو اپنے ہاتھ سے نہلاؤں گی اور دولھن بناؤں گی۔" وہ شاور کے نیچے سے نکلیں اور تولیہ میں چلی گئیں۔

"تمھارا جو جی چاہے کرنا۔ کر بھی لینا۔ لیکن ان کو سجانے کے لئے میں نے دو بیوٹیشین بلائی ہیں ایک ایک ہزار روپئے پر۔ وہ انھیں نہلائیں گی، میک اپ

کریں گی، دولھن بنائیں گی اور تم انھیں دور سے دیکھو گی۔"

"اور میری کشن؟"

"تمھاری کشن کہ میری کشن۔"

"ہائے اللہ... میری جان کی میرے راجہ کی کشن۔" وہ پھر بکھرنے لگیں۔
"وہ آئے گی... وہ نہیں آئے گی تو شادیاں کیسے ہوں گی؟ لیکن تم اسے سمجھا دینا۔ میری زندگی دوسری ہے۔ میری زندگی کے شوق بھی دوسرے ہیں۔ میری زندگی میرے یاروں کے گرد گھومتی ہے۔ سمجھ گئیں۔"

"میں سمجھ گئی اسے بھی سمجھا دوں گی۔ میری بیٹیاں بے زبان ہیں، بے زبان۔"
بجو اور بلاقن بوا کشن کے کمرے سے مسکراتی ہوئی نکلیں تو وہ بجو کی گردن میں جھول گیا۔

"راجہ میاں میری بیٹیاں بے زبان بیٹیاں ہیں۔ میں نے رات کو دن کہا تو دن کہہ دیا، دن کو رات کہا تو رات کہہ دیا۔ تو نے مجھ سے جو کہا تھا وہ میں نے کر دیا۔ اب یہ تو جان کہ اس بدنصیب کی رات اور کالی ہو جائے گی یا تو اسے دن کر دے گا۔"

"میں دن نہیں کروں گا... میں سنہرا دن کروں گا... سنہرا۔"

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سنگھار میز کے اسٹول پر کشن بیٹھی ابرو بنا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کمر میں بازو ڈال دیئے۔ وہ سینے پر ڈھلک آئی۔

"جیسے ہی شمن اور رشن سے فرصت ملے گی بیوٹیشین تمھارے کمرے

میں آکر تمھارا میک اپ کریں گی۔ تم کو بھی دولھن بنائیں گی۔"

اس کے سانس تیز ہو گئے تھے، اس نے سر ڈال دیا تھا۔

"چلو... باتھ روم میں چلو... پہلے تمھیں نہلاؤں گا۔" وہ باتھ روم میں اس طرح داخل ہوئی جیسے ڈرائنگ روم میں آگئی ہو۔ کپڑوں سے اس طرح نکلی جیسے بٹوے سے چونے دانی نکلتی ہے۔ راجہ کے ساتھ اس طرح نہاتی رہی جیسے بچے ٹب میں آیا سے نہاتے ہیں۔ نہا کر نکلی تو بیوٹیشین آگئی تھیں۔ راجہ نے اسے ان کے حوالے کیا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد عطر سہاگ کی خوشبو، ابٹن کی مہک اور پھولوں کی باس گجروں، ہاروں اور کنٹھوں کو چھیڑتی پھر رہی تھی۔ پوری کوٹھی روشنیوں کے سیلاب میں نہا رہی تھی۔ ہال کا سارا فرنیچر دونوں برآمدوں میں لگا دیا گیا تھا۔ اور یہاں سے وہاں تک فرش بچھ گیا تھا۔ ایک طرف تخت لگا تھا۔ اور کہیں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ زرتار صافوں، زرکار سہروں اور زربفت کے لباسوں کے تار گو دیوں میں اڑ رہے تھے۔ پورا ہال شیروانیوں، سوٹوں، سفاریوں اور پتلونوں سے لبالب بھرا تھا جب حضرت جی نے خود اکیاون اکیاون ہزار کے مہر معجّل پر نکاح پڑھا۔ مبارکباد کا شور ہوا۔ بندوق چھوٹی، گولے دغے۔ اور مہمان میووں اور مٹھائیوں کے لفافوں کے ساتھ منتظر گاڑیوں میں رخصت ہونے لگے۔ جب پوری کوٹھی خالی ہو گئی تب دولھا اور دولھن حضرت جی اور نجو اور راجہ اور کشن اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکلے اور پول کے کنارے قالینوں کے فرش اور ہلکی روشنیوں کے شامیانے میں آبیٹھے۔ حضرت جی

نے بوتل کی کاگ اڑائی تو بجو نے بڑی حسرت سے کہا۔

"اگر آج شراب نہ پی جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔"

"بجو ... شراب ان پر حرام ہے جو پی کر نالیوں میں گر پڑتے ہیں۔ شراب ان پر حرام ہے جو اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر پیتے ہیں۔ شراب ان پر بھی حرام ہے جو گناہوں کی تجارت کے لئے اس کا تڑکا لگاتے ہیں لیکن ہم تو اپنے دکھوں کو بھولنے کے لئے، اپنے سکھوں کو اجالنے کے لئے تھوڑے سے لمحے اگر نشے میں ڈبو لیتے ہیں تو یہ گناہ نہیں ہے۔ اور اگر ہے بھی تو بڑا معصوم گناہ ہے کہ ہم نے کسی کو قتل نہیں کیا، کسی کی عصمت نہیں لوٹی۔ کسی کی چوری نہیں کی۔ کسی کے گھر میں فساد کا بیج نہیں بویا، کسی کو دھوکا نہیں دیا اور کسی کو خدا کی خدائی میں شریک نہیں کیا۔" بجو اسے دیکھتی رہیں پھر اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر اس کے ہونٹ اپنے ہونٹوں میں پیوست کر لئے۔ پھر اٹھیں اور کشن کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

"کشن ... یہ راجہ جو ہے تیرا دولہا ہے آج سے ..." کشن نے کچھ کہنا چاہا لیکن بجو اٹھیں اور حضرت جی کے پہلو میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئیں۔ سب سے پہلے رشن نے اپنے دولہا کا ہاتھ پکڑا اور لہراتی چلی گئی۔ اس کے بعد ہی شمن اپنے میاں کے ساتھ اٹھ گئی۔

کشن دیوزادوں کی محفل میں یونہی بنی بیٹھی تھی لیکن اس طرح بیٹھی تھی جس طرح بیٹھنے کی اس سے کسی کو امید نہیں تھی کہ بجو نے اپنی زربفت کی ساری کا پلّو سنبھالا، اٹھیں اور راجہ کے سامنے آکر بیٹھ گئیں۔

"یہ دولھنیں جو اپنے دولہاؤں کے پہلو میں بیٹھی اٹکھیلیاں کر رہی تھیں

یہ سچ مچ میری بیٹیاں تھیں یا نظر آرہی تھیں مجھ کو ... کیا جی کی خوشی اتنے سے گھنٹوں کے اندر ایسی صورتیں نکال دیتی ہے۔ اس طرح بدن نکھار دیتی ہے۔
راجہ مجھے یقین نہیں آتا ... تیری جان کی قسم یقین نہیں آتا"
اور وہ اس پر پھسلنے لگیں۔ راجہ نے ان کے ہونٹ چوم لیے۔
"دنیا وہ جگہ ہے بجو جہاں جو کچھ نظر نہیں آتا اسے کبھی سچ مان لیا جاتا ہے اور تم جو کچھ نظر آرہا ہے اسے کبھی جھوٹ ماننے پر تلی ہوئی ہو تو کوئی کیا کرسکتا ہے"
"چلو اب کھانا کھائیں" حضرت جی نے گلاس پٹخ دیا اور اٹھ پڑے۔
کھانا کھاتے کھاتے بجو چونک پڑیں۔ اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آگئیں۔
"ان لوگوں کے کمروں میں کھانا پہنچا دوں"
"وہ لوگ اس کوٹھی کے کمروں میں نہیں اپنی کوٹھی کے کمروں میں کھانا کھا رہے ہوں گے"
"کس کوٹھی کے کمروں میں؟"
"جو کوٹھی میں نے تمھارے لئے خریدی ہے اور جس میں تمھارا اور کشن کا کمرہ خالی ہے۔ اس لئے کہ تم مہمان خانے میں ٹھہری ہوئی ہو" وہ کھڑی رہیں لیکن اس طرح جیسے گر پڑیں۔
"تو کتنا گہرا ہے میرے راجہ!" اور انھوں نے اس کے رخسار چوم لئے۔
جب حضرت جی ان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھے اور کمرے کے دروازے

بند کر لئے، تو اس نے کشن کو دیکھا جو ایک ہی پیگ میں کرسی کے تکیے پر سر رکھے بیٹھی تھی اور پوری پلیٹ اسی طرح رکھی تھی۔ اس نے بازو پکڑ کر اٹھایا تو سینے پر ڈھلک آئی۔ وہ اسے لئے ہوئے ماسٹر روم سے ملے ہوئے دوسرے کمرے میں آگیا۔

اس کے پتلے پتلے معمولی زیور اور گاڑھی کپڑے سنگھار میز پر رکھتا رہا۔ گوشت پوست کے تندرست اور آبدار زیوروں اور غیر معمولی نشیبوں اور فرازوں کی تعریف کرتا رہا۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولتی اور بند کرتی رہی۔ سپردگی کا وہ سبق جو بچپن میں پڑھایا گیا تھا اس کا آموختہ کرتی رہی۔

رات کے کسی وقت آنکھ کھلی تو کشن اس کے پاس لیٹی ہوئی تھی جیسے دو جڑواں بچے ٹب میں پڑے نرس کا انتظار کر رہے ہوں۔ کشن نے کنمنا کر اس کا بازو کمر سے نکال کر آہستہ سے رکھ دیا۔ چپکے سے اٹھی۔ باتھ روم سے واپس آئی تو اسی طرح لیٹ گئی اور اس کا بازو اٹھا کر اپنی کمر پر ڈال لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی اٹھا۔ باتھ روم سے نکلا تو سگریٹ سلگا کر ہال میں آگیا کہ پوری طرح روشن تھا۔ بجّو اندرونی دروازے کے بالکل سامنے ستون سے ٹیک لگائے نیم دراز تھیں۔ وہ ان کے قریب ہو گیا۔ وہ بیلے کی کلیوں کا لباس پہنے تھیں جیسے سنگ سرخ کی برجیوں پر قمقموں کے گجرے پڑے ہوں۔ ایک جوڑ ستار کی بیٹھک کو موتیوں کی لڑیوں سے ڈھک دیا گیا ہو۔ وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"تم سوئیں نہیں۔" انھوں نے اپنا بازو اس کی گردن میں ڈال دیا۔

"شب برات کی رات کوئی سوتا ہے پگلے ... تجھے کیا معلوم کہ آج کی

رات وہ شب برات ہے جو میری ویران زندگی میں پہلی بار آئی ہے اور خدا کرے آخری بار آئی ہو۔ اگر وہ یہاں ہوتیں تو میں ساری رات ان کے دروازوں پر بیٹھ کر گزار دیتی۔"

اس نے ان کو اپنے آپ پر بچھا لیا۔ وہسکی ان کے بدن کی خوشبو سے مل کر دو آتشہ ہو گئی تھی۔ وہ انھیں سونگھتا رہا، چومتا رہا۔

"تو کیا جانے ماں کیا ہوتی ہے۔ بیٹی کے باپ بنو گے تو شاید جان سکو۔ تب بھی کیا جانو گے۔ باپ کی محبت کا ماں کی ممتا سے مقابلہ ہی کیا۔ کاغذ کے پھول کی سرخی اور جیتے جاگتے لہو کی سرخی میں ایک رشتہ ہوتا ہے۔ لیکن کتنا ہوتا ہے۔"

"تم کتنی خوبصورت ہو۔ اتنی آسانی سے مل گئی ہو کہ ملکیت پر یقین نہیں ہوتا... اتنے سستے داموں مل گئی ہو کہ جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔"

"ایک بات کہوں ... اگر کشن کی آنکھ کھلی اور اس نے تمھیں پہلو میں نہ پایا تو ساری عمر بھول نہ پائے گی۔ قبر میں بھی یاد آئے گی تو تڑپ جائے گی۔"

وہ اٹھنے لگا تو انھوں نے ہاتھ پکڑ لیے۔

"تم کو برا تو نہیں لگا۔ تم نے جہاں بٹھا دیا بیٹھ گئی۔ جہاں لٹا دیا لیٹ گئی۔ حضرت نے جو کیا۔ سہ لیا۔"

"کیسے ہیں حضرت جی؟"

"بگڑا ہوا مرد ہے بیچارہ ... مرد سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کچھ کم کچھ زیادہ کچھ بہت زیادہ۔ سب اس لیے سہ لیا کہ میری بیٹیاں میری تقدیر نہ پائیں جس کی

بگڑ چکی وہ بھی شاید سنور جائے۔"

آنکھ کھلی تو دس بج رہا تھا اور بستر خالی تھا۔ باتھ روم میں پانی گر رہا تھا۔ سگریٹ سلگائی تھی کہ بجو آگئیں۔ سرخ سوٹ پر سرخ ہاؤس کوٹ پہنے بالوں میں سرخ گلاب لگائے سر سے پاؤں تک ایک طویل گلابی مسکراہٹ میں لپٹی ہوئی۔ سیاہ آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے تیرتے ہوئے، مطمئن، مسرور، شاداب۔

"اللہ اس طرح کیا دیکھ رہا ہے؟"

"دیکھ رہا ہوں کہ تم وہی ہو جو کل اس وقت تھیں۔"

وہ اس پر جھک آئیں "جو کل تھی وہ آج نہیں ہوں۔ جو آج ہوں وہ شاید کل نہ رہوں۔"

"حضرت جی اٹھ گئے۔" وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"نہا رہے ہیں۔"

"رات کیسی گزری؟"

"جیسی دوپہر گزری تھی ویسی ہی رات گزری... نہ حضرت نہ پیر۔ خالی خولی مرد... شوقین مرد۔" اس نے اٹھ کر سگریٹ ایش ٹرے پر رکھ دی، انھیں سمیٹ لیا۔

"وہ رکنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، اشاروں سے زیادہ زبان سے کم۔"

"سچ؟"

"ہاں" اور اپنے ہونٹ چھڑا لئے۔

حضرت جی ناشتے کی میز پر بیٹھے انصاف کر رہے تھے جیسے تھکا ہوا گھوڑا راتب پر گرتا ہے۔ اس کے سلام کے جواب میں کرسی کی طرف اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا۔ "شاندار... فرمانبردار... مزیدار"۔ اس نے بجو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ "میں شاپنگ کرنے جا رہا ہوں... گاڑی لگواؤ... اور ایک ہفتہ رکوں گا"

وہ دونوں پورٹیکو میں کھڑے کشن کا انتظار کر رہے تھے جو سلیو لیس میکسی منڈھے آہستہ آہستہ آ رہی تھی کہ سینے سے مسک نہ جائے، کولھوں سے پھسک نہ جائے۔ حضرت جی نے پچھلی سیٹ پر دونوں کو اپنے پہلوؤں میں بٹھالیا۔ کاظم نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔

ایک بج رہا تھا۔ وہ شیو کر کے اور نہا کر ناشتے کی میز پر بیٹھا تھا کہ گاڑی آ کر رکی۔ پر وہ اٹھا۔ رشن اور شمن سلیو لیس ٹاپ اور ویلویٹ جینز میں ابلتی ہوئی آ رہی تھیں۔ ان کے پیچھے چاند اور جان تھے۔ وہ دونوں اس کے ارد گرد آ کر بیٹھ گئیں۔ وہ نہیں نہیں کرتی رہیں اور وہ چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کر انھیں باری باری کھلاتا رہا۔ وہ جب نہیں مانا تو ان دونوں نے اسے کھلانا شروع کر دیا۔ وہ کبھی کسی کی انگلی کاٹ لیتا کبھی کسی کے چٹکی بھر لیتا۔ ناشتہ کر کے اس نے سگریٹیں سلگا کر ان دونوں کے لبوں میں لگا دیں اور وہ ہلکے ہلکے کش لینے لگیں پھر وہ اٹھا اور باہوں میں دونوں کو لپیٹ کر لے آیا۔ اس نے انھیں گھور کر دیکھا اور وہ دونوں "ان ڈریس" ہونے لگیں۔ پانی میں اتریں تو اپنے آپ سے گزرنے لگیں۔ ابھی یہ چہلاہٹیں جاری تھیں کہ حضرت جی کی گاڑی آ گئی۔ ہال میں آتے

ہی نسوانی کلکاریاں سنیں تو دونوں کو لیئے ہوئے پول پر آ گئے۔ لڑکیوں کو دیکھا تو بجو اور کشن کے ساتھ جھم سے کود پڑے۔ باقی کام شوخ و شنگ شریر اور گستاخ ہاتھوں نے کر لیا۔ جب تمام آنکھیں تمام جسموں کی دید اور باز دید سے آشنا ہو گئیں۔ تمام بدن بدن کے ان مقامات کے لمس اور لمس مکرر سے جہاں تک پہنچنے کے لیئے ہفت خواں ناکافی ہوتے ہیں آسودہ ہو گئے تو راجہ نے کاظم کو پکارا اور جب کاظم بولا تو بجو نے کاظم کی باہوں کے حلقے میں کروٹ سی لی۔ حیرت سے دیکھا، تحیر سے مسکرائیں اور اسے جاتا دیکھتی رہیں۔ کاظم پوری ٹرالی لاد کر لے آیا اور چاند اور جان کے ساتھ سب کو ہلکے ہلکے گلاس بنا کر پانی ہی میں پکڑا دیئے۔ قریب لرزتے ہوئے مردانہ ہاتھوں نے گلاس نسوانی ہونٹوں سے لگا دیئے۔ خالی کرا دیئے اور پھر خوش فعلیاں کرنے لگے۔ جب تر بتر رنگ لیوں سے جی بھر گیا تو سب باہر نکل آئے جیسے ماں کی کوکھ سے بچے نکلتے ہیں۔ اس طرح لگ کر، لس کر، لپٹ کر، چمٹ کر بیٹھے جیسے آنکھ کھول کر اسی طرح بیٹھتے آئے ہیں۔ ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس طرح کھاتے کھلاتے رہے جیسے مدتوں سے اسی طرح کھاتے کھلاتے آ رہے ہیں۔ ابھی یہ ہو ہی رہا تھا کہ بادل گھرنے لگے۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ بے محابہ عشرتوں کی شیریں تھکن اپنے پر سکھا کر اڑنے لگی۔ اور بوندیں پڑنے لگیں۔ عورتیں جو موسم کی ذرا سی کروٹ پر مچلنے لگتی ہیں، بڑی دیر سے مچل رہی تھیں، مچلتے مچلتے تھک چکی تھیں، اکتا چکی تھیں ... سرخوش ہو چکی تھیں، سرمست ہو چکی تھیں، بدمست ہو چکی تھیں اپنے آپ سے گزرنے لگیں۔ راجہ ان سب کو ساتھ لے کر برآمدے میں آ گیا۔ بنی ہوئی سگریٹوں کے

دو دو کش دیے۔ ان کی ناکیں جو پہلے ہی موم ہو چکی تھیں۔ انگلیوں کے اشاروں پر مڑنے لگیں۔ صحبت صحبت کی حد سے، لذت لذت کی انتہا سے گزرنے لگی۔ بے نیاز گزرنے لگی اور گزر گئی۔

پوری محفل چور چور ہو گئی تو آنکھ کھلی۔ دس بج رہا تھا اور پانی برسے جا رہا تھا۔ کاظم نے اٹھ کر فون کیا اور کریم کا کھانا اسکوٹر میں لے کر آ گیا۔ کمروں کے بستر دالان میں لگ گئے۔ سب رات بھر بے ہوش رہنے کے لئے ہوش میں آ گئے۔ کھانا کھایا جتنا کھا سکے، شراب پی جتنی پی سکے۔ جو جہاں تھا وہیں پھیل گیا۔ جس مرد نے جس عورت کو چاہا بچھا لیا۔ جس عورت نے جس مرد کو چاہا اوڑھ لیا۔

صبح کی کرنیں دالان میں آئیں تو شرما گئیں۔ تھوڑی دیر کھڑی شرماتی رہیں۔ پھر اٹھیں، دھوپ کو بلا لائیں۔ دھوپ نے گرم ہو کر انھیں اٹھا دیا۔ وہ ایک دوسرے کا سہارا بن کر اٹھے، لڑکھڑاتے ہوئے اپنے اپنے کمروں میں پہنچے اور ایک دوسرے کے بدن میں سما کر قالینوں پہ ڈھیر ہو گئے۔

چھے دنوں نے پانچ مردوں اور چار عورتوں کے پتوں کو اس طرح پھینٹ دیا کہ کوئی یکّہ نہ رہا، سب حکم کے نہلے بن گئے۔ بھیگی ہوئی سہ پہر تھی جب حضرت جی نے اسے طلب کیا۔ پہلی بار تنہائی میں اپنے پاس بٹھایا۔

"سچ سچ بتا یہ سب تو نے کیسے کر لیا؟"

"میں ایک عرصے سے آپ کی جنت کے لئے بجوے عشق لڑا رہا تھا۔ اگر وقت مل جاتا تو میں اسے سستے میں خرید لیتا لیکن آپ نے تو صرف ایک دن دیا

تھا۔ میں نے دونوں کنواری لڑکیوں کے لئے تین تین لاکھ میں شوہر خریدے، ڈھائی ڈھائی لاکھ میں شادیاں کیں پھر دو دو لاکھ میں شوہروں سے ایک ایک رات کی دلہنیں خریدیں۔ کشن کا پچاس ہزار کا مہر ادا کیا۔ وعدہ کیا کہ جب طلاق ہو جائے گی تو میں حاجی جی سے چھپا کر شادی کر لوں گا۔ نہ صرف یہ بلکہ دس بارہ لاکھ کی ایک کوٹھی بھی بچو کے نام رجسٹری کر دینے کا عہد ہے۔ تب میں آپ کی خدمت کر سکا ہوں۔ ایسی خدمت کر سکا ہوں۔"

حضرت جی سناٹے میں بیٹھے رہے۔ پھر اٹھے، اپنا سوٹ کیس کھولا۔

"میرا خیال ہے اس میں بیس لاکھ ہیں .... یہ رکھ لو ... اب کی بار جب آؤں گا تو تمھیں کمی کی شکایت نہیں رہے گی۔ اگر تو مایوس نہ ہو تو ایک بات کہوں۔"

"حکم دیجئے سرکار حکم۔"

"چاروں عورتیں عیش کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن اگر یہ سفید ہوتیں۔ ذرا سفید ہوتیں تو میں ایک ایک کے بیس بیس لاکھ دیتا ... میرا خیال ہے کہ میں پندرہ بیس دن کے بعد پھر آؤں گا اور اس بار میرے ساتھ میرے دوست بھی ہوں گے۔"

"میں آپ کا غلام ہوں لیکن آپ کے دوستوں۔"

"تو فکر نہ کر۔ میرے دوست مجھ سے زیادہ غنی اور فیاض ہوں گے۔" وہ کھڑے ہو گئے۔ اپنے کپڑے برابر کئے۔ بریف کیس اٹھایا۔ ماسٹر روم میں آئے۔ کسی کا بوسہ لیا، کسی کو پیار کیا، کسی کو تھپک دیا، کسی کے دھپ لگا دی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ماسٹر روم میں سب اپنے اپنے تحفے لئے بیٹھی تھیں جو موتیوں کے

سٹ ،لباس ،گھڑیوں اور خوشبوؤں پر مشتمل تھے۔

حوض خاص کے مہمان خانے سے اٹھ کر وہ آزاد پور کی کوٹھی میں آباد ہوگئیں۔ ہال کے ایک طرف کے دونوں کمرے ثمن اور رشن کو دے دیئے گئے۔ دوسری طرف کا ماسٹر روم بجو کو ملا۔ اس سے ملے ہوئے دوسرے کمرے میں کشن ٹھہر گئی۔ چاند اور جان فرمانبردار دامادوں کی طرح باورچی خانے کی کمی بیشی کے لئے دوڑ رہے تھے اور وہ کاظم کے ساتھ لان پر بیٹھا تھا۔ ہر چند کہ رات ہو رہی تھی لیکن ابھی تک روشنی نہیں ہوئی تھی کہ اندھیرے میں سفید صورتوں کی تلاش زیادہ آسان تھی۔

دیر کے بعد اس نے پہلو بدلا۔ سگریٹ گھاس میں مروڑی۔

"صوفیہ کیسی ہے؟"

"کون صوفیہ...؟"

"اخلاق اور اشفاق کی بہن... صوفیہ لارن۔"

"صوفیہ لارن؟"

"ہاں اخلاق اور اشفاق کی بہن۔ اس کے تینوں بہنوئی اور گلی تک کے لوگ صوفیہ لارن کہتے ہیں۔ اور سنا ہے کہ وہ خوش کبھی ہوتی ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم۔ میں نے کبھی ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں۔ پارسال عید میں گیا تھا۔ مگر شاید...۔"

"سونے کی ڈلی رکھی ہوئی ہے آج تک... اور سونے کی کان بھی ہے۔ یہ جو کہتے ہو کہ کیسی ہے؟ تو ایسی ہے کہ چلتے چلتے نقاب الٹ دے تو آنکھیں چوندھیا

جائیں"

"اماں نہیں... کبھی رہی ہوگی"

"کبھی... آج اس کی کمر بالشت بھر کی ہے۔ برقعہ پہن کر نکلتی ہے تو پلٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں لوگ"

"ایک بات بتا دوں صاف صاف بھائی راجہ... تم امریکہ میں پڑھے ہو، گلف میں کڑھے ہو لیکن ہاتھ سوچ سمجھ کر ڈالنا نہیں تو ایسی کی تیسی ہو جائے گی"

"دیکھ ہر عورت قلعہ ہوتی ہے۔ فتح ہونے کے لئے تیار... اب تو یہ دیکھ کہ فصیل کہاں کہاں سے ٹوٹی ہے۔ برج کون سا کمزور ہے۔ دروازہ کہاں سے گھن گیا ہے۔ پہرے دار دارو پیتے ہیں کہ افیم کھاتے ہیں۔ اور خود تیرے ہتھیار کیسے ہیں۔ آدمی کتنے ہیں اور روپیہ کتنا ہے۔ اب اٹھ گاڑی نکال۔ بڑا مرد کی دم بنا پھرتا ہے سالا۔ نگرسن۔ پہلے یہ بتا کہ کشن کے دولھا کا تو نے کیا انتظام کیا؟"

"انتظام کا ہے کا... کل نہیں تو پرسوں بمبئی روانہ ہو جائے گا... اور بمبئی سے جہاں تم کہو گے وہاں بھیج دیا جائے گا"

آزاد پورہ کی کوٹھی کا ہال بھرا ہوا تھا۔ چاند اور جان، بجو اور کشن کو پہلوؤں میں لئے صوفوں میں دھنسے ہوئے تھے۔ شمن ٹیپ ریکارڈر گود میں لئے بیٹھی تھی اور رشن ناچ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر ذرا ٹھٹکی پھر رفتار بڑھا دی۔ وہ بجو کی گود میں لیٹ گیا۔ پانو تپائی پر رکھ لئے اور صوفیہ لارن کے خواب

دیکھنے لگا۔ رشن تھک کر اس کے پاس آگئی۔

"کہاں سے سیکھا اتنا عمدہ ناچ؟"

"ہمارے گرو جی نے سکھایا ہے۔" اس نے ٹھنک کر کہا۔

"کون ہے تیرا گرو؟" اس نے اپنے اوپر چڑھالیا۔

"ٹی وی جی مہاراج۔" سب ہنسنے لگے۔

"کیا... یہ جو وی سی آر ہے۔ ایک دن دیکھ لوں پر چھائیں کو ناچتے دوسرے دن دکھادوں گی زندہ۔"

"سچ؟" اور وہ بیٹھے بیٹھے مٹکنے لگی۔

"تم لوگ گھومنے کہاں جانا چاہتے ہو؟" اس نے چاند سے پوچھا اور سب اس سے لپٹ گئیں۔ گدگدانے لگیں، چھیڑنے لگیں، ٹوٹ پڑیں۔

"کشن کیسے جائے گی؟" اس نے بجو سے پوچھا۔

"کشن... بعد میں چلی جائے گی... میں آج ہی اس کے گھر جاؤں گی۔ بات کر کے یا تو ساتھ ہی لے آؤں گی یا دس پانچ دن کے لئے چھوڑ دوں گی مصلحتاً۔"

بلاقن بوانے اس کی کرسی کے پاس کھڑے ہو کر سانس لی تھی کہ سوال ہوا۔

"اچھی جان کے کیا حال چال ہیں؟"

وہ وہیں بیٹھ گئیں۔ ٹھنڈی سانس بھری۔

"حال ہے تو برا، چال ہے تو الٹی۔ پوری دلی میں چراغ لے کے ڈھونڈو تو ایسی بہن نہیں ملنے کی۔ جیسی شادی ماں نے کی تھی ڈھونڈ کے گھر داماد کے

ساتھ۔ ویسے ہی تینوں بہنوں کے بر لائی ہے۔ بہنوئی کو بہنوئی نہیں داماد کی طرح برتا لیکن جیسی خود کو کھ جلی ہے ویسی ہی تین کی تینوں کو کھ جلیں۔ جیسی خود نصیب کی ہیٹی ویسی ہی تینوں نصیب کی ہیٹی۔ نہ آل نہ اولاد۔ اور میاں صورت دیکھو شوہروں کی کم نصیبوں کی تو ہاتھ کے چھوٹے بیر نہ کھاؤ۔ اس پر روز روز کی گالی گفتاری جھپٹم جھپٹا، مار پیٹ۔ ہاں ایک ایک اولاد ہو گئی ہوتی تو سنور جاتیں۔"

"کس میں مار پیٹ ہوتی ہے؟"

"رخسانہ میں اس کے دولہا میں... سلطانہ میں اس کے دولہا میں۔ حاجی جی نے ناہید پر نظر ڈالی تھی تمھارے لئے لیکن سُن سن کے کان پک گئے دم سادھ لیا اور وہ تینوں کنواری بہنوں کو بیٹیوں کی طرح چھاتی سے لگائے بیٹھی ہے۔ ستی ہوئی جا رہی ہے۔ ستی رنگ ایسا کہ دھوپ کمھلا جائے، روپ ایسا کہ آنکھیں نہ تھکیں دیکھ دیکھ کے مگر اپنے آپے تک کا ہوش نہیں رکھا۔ بس بہنیں اور بہنوئی... بہنوئی اور بہنیں۔"

"اور بھائیوں کے ساتھ؟"

"اونہہ... بھائی ہوئے... آوارہ بدچلن۔ کوئی چاقو کھینچتا ہے، کوئی طپنچہ بھرتا ہے۔ برسی کے فاتحے پر آئی تھی۔ اس کے بعد سے تو قدم رکھا نہیں۔ چھٹی نہ ملتی ہو گی گھرداری سے... دردانہ تو کئی بار آئی تم سے ملنے۔ تم ملے ہی نہیں۔"

"دردانہ کیسی ہے مزاج کی؟"

"بیاہیوں میں سب سے نیک ہے۔ غریب ... وہی جھیل رہی ہے شوہر کو۔"

"اچھی جان صورتاً کیسی ہیں؟"

"ہائے کیا تم نے دیکھا نہیں؟"

"سچ پوچھو تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا، نگاہ اٹھا کر آج تک۔"

"ہائے توبہ ہے تمھاری شرم پر ... دردانہ کے ساتھ تو بیٹھے بھی ہو چائے بھی پی ہے۔"

"ہاں چائے پی ہے مگر دیکھا نہیں ہے اسے کبھی۔"

"تو لے آؤں اچھی جان کو ... پھسلا کر ... دیکھ لو بات کر لو ... ناہید کے لئے ..."

بروٹ کی خوشبو میں شرابور ہو کر اس نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا تو فارن سوٹ، کروکوڈائل کے جوتے، پلاٹینم اور ہیرے کے کف لنگ اور ٹائی پن سب چھوٹے ہو گئے۔ اس نے سوچا کہ اگر کاسمیٹک کی کسی دوکان پر، چہرے کی شرافت، آواز کی صباحت اور لہجے کی نفاست مل سکتی تو وہ لاکھ روپئے فی گرام کی قیمت سے خرید کر چپڑ لیتا لیکن افسوس کہ سائنس کی اتنی ترقی کے باوجود یہ چیزیں ابھی کسی فرم نے بنانے کی ہمت نہیں کی ... وہ بدبودار گلیوں کو معطر کرتا اس دروازے کے سامنے رک گیا جس پر چاک سے شیخ راقم علی لکھا تھا۔ دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ ایک اوسط قد، گورے رنگ، روشن چہرے مہرے کے ادھیڑ آدمی نے دروازہ کھولا۔ رفو کیا ہوا سادہ سفید کرتا اور پائجامہ اور

ہوائی چپل پہنے کھڑا تھا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

نیلی شفیق اور مغرور آنکھوں نے اس کا جائزہ لے لیا۔ اس نے اسی شستگی سے گردن خم کر کے آہستہ سے پوچھا کہ راجہ مرعوب ہو گیا۔

"میں شیخ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔"

راجہ نے گھبرا کر اپنے پورے وجود کو ایک جملے کی کشتی میں رکھ دیا۔

"تشریف لائیے۔"

کمر سے جھک کر دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر شیخ نے ایک چھوٹے سے کمرے کے پتلے سے پرانے دروازے کی طرف اشارہ کیا جس پر پرانی ساری کا کسمیلا پردہ جھول رہا تھا اور خود پردہ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ راجہ نے کمرے میں قدم رکھا جس کا فرش جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ دیواریں اپنی قلعی کھو چکی تھیں۔ لکڑی کے معمولی پرانے صوفے کے سامنے تخت پر پلنگ پوش پڑا تھا۔ اونچا سا گاؤ تکیہ چھینٹ کا غلاف پہنے لیٹا تھا۔ شیخ نے اسے تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد شیخ نے تخت پر اپنے آپ کو رکھ دیا۔

"میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

شیخ نے اس طرح کہا جیسے اس کو نہ پہچاننا کوئی جرم ہو۔

"میں ... حاجی نتھو تہمد والے کا بیٹا ہوں۔ میری عرفیت راجہ ہے۔"

راجہ نے اس طرح کہا جیسے شہزادہ سلیم انارکلی کے باپ سے اپنا تعارف کرا رہا ہو۔

"میری بدنصیبی ہے کہ میں حاجی صاحب کو بھی نہیں جانتا۔"

انھوں نے پھر اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ تھوڑی دیر تک کمرے میں بے چین خاموشی طاری رہی۔

"میری دودھ پلائی بلاقن بوا آپ کے پاس آئی تھیں۔ گھر جا کر انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں ..."

شیخ نے پہلو بدلا، گردن جھکائی اور ایک ایک لفظ پر نرمی کا غلاف چڑھایا۔ "جی ہاں ... وہ تشریف لائی تھیں لیکن شاید میں اپنی بات انھیں سمجھا نہ سکا۔ میں نے ہرگز نہیں کہا تھا کہ آپ میرے غریب خانے پر آنے کی تکلیف کریں۔"

"ہو سکتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں مجھ سے براہِ راست بات کرلیں۔ اس لئے منھ در منھ اگر گفتگو ہوتی ہے تو ..."

"آپ درست فرما رہے ہیں لیکن منھ در منھ گفتگو تھمر خریدنے اور بیچنے کے سلسلے میں یقیناً مفید ہوتی لیکن شادی بیاہ کے معاملات ذرا مختلف ہوتے ہیں، خصوصاً شرفا کے یہاں۔ ہمارے گھرانے کا دستور رہا ہے کہ پہلے عورتوں کے درمیان گفت و شنید ہوتی ہے۔ دولھا ہمارے دروازے پر جب آتا ہے تو سہرا باندھ کر آتا ہے، اپنا پیغام لے کر نہیں آتا ہے۔"

"اصل میں شیخ صاحب میری تعلیم و تربیت یورپ میں ہوئی ہے، میں ان خرافات کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے خود آگیا۔ اگر یہ رشتہ ہوتا ہے تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ کو کتنا فائدہ ہوگا۔"

"میرے خاندان میں بیٹیوں کے رشتوں سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا ہے۔"

"میں آپ کی بیٹی کے نام لاکھوں کیا کروڑوں کی املاک کر دوں گا۔ اس کے نتیجے میں آپ کی دوسری بیٹیوں کی شادیاں بھی..."

"میری بیٹیاں ایک غریب باپ کی بیٹیاں ہیں اور ان کے خواب تک غریبوں کے خواب ہیں... وہ لکھ پتی اور کروڑ پتی گھروں کے خواب تک دیکھنے سے معذور ہیں۔"

"آپ اپنی غریبی کا ذکر اس طرح کر رہے ہیں جیسے یہ کوئی خدا کی رحمت ہے جو آپ پر اور آپ کی بیٹیوں پر آسمان سے اتاری گئی ہے۔"

راجہ نے جل کر کہا اور اپنی ٹائی درست کر لی۔ شیخ نے اسی نرمی سے جواب دیا۔

"جی ہاں... راجہ میاں... امتوں پر ایسے پیمبری وقت پڑتے ہیں اور پڑے ہیں جب غریبی شرافت کا زیور ہو جاتی ہے۔ نجابت کی پہچان ہو جاتی ہے۔ میں اپنی غریبی پر شرمندہ نہیں ہوں... فخر کرتا ہوں کہ الحمد للہ میری شرافت اور نجابت کی پہچان ابھی تک قائم ہے، باقی ہے... دوغلی نہیں ہوئی۔"

کہ آہستہ سے تھپکی ہوئی۔ شیخ نے دروازے کا پٹ کھولا۔ ایک جوڑ سفید سادے، نازک، ترشے ہوئے ہاتھوں سے چائے کی کشتی لی۔ پردہ برابر کیا اور میز پر رکھ دی۔ چائے دانی میں ایک چمچہ شکر ڈال کر چلایا۔ ٹی کوزی لگائی اور خاموش بیٹھ گئے۔ راجہ نے جیب سے سونے کا سگریٹ کیس نکالا سونے کا لائٹر

"غریبی شیخ صاحب زکوٰۃ اور خیرات کے ثواب سے بھی محروم رہتی ہے"۔
شیخ نے پیالی میں چائے انڈیلی۔
"شکر آپ کتنی لیتے ہیں؟"
"ایک چمچہ ڈال دیجئے"۔
"جی ہاں راجہ میاں غریبی ان چھوٹے چھوٹے ثوابوں سے محروم رہتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ انکم ٹیکس کی چوری، اسمگلنگ کے جرم، شراب، جوئے اور زنا جیسے گناہوں بڑے بڑے گناہوں کے بڑے بڑے عذابوں سے محفوظ بھی رہتی ہے"۔

راجہ کی آنکھیں دروازے کے پردے پر لگی ہوئی تھیں۔ ہاتھوں میں پیالی تھی اور منھ کڑوا ہو چکا تھا۔ اعصاب کا ذائقہ کھٹا ہو چکا تھا۔ اس نے ایک گھونٹ لے کر پیالی میز پر رکھی۔ جیب سے اپنا بڑا سا مرصع کارڈ نکالا۔ کھڑا ہوا۔ تسمانے اچکائے، کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

"اسے رکھ لیجئے... جب آپ کی بیٹیوں کا رشتہ آئے ٹی وی یا اسکوٹر کی شرط پر ٹوٹنے لگے تو مجھے فون کر دیجئے گا"۔

شیخ کھڑے ہو چکے تھے... چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ انھوں نے کارڈ نہیں لیا صرف اتنا کیا کہ اس کے نکلتے ہی دروازہ اتنے زور سے بند کیا کہ دیواروں کا چونا اڑ کر ان کی آنکھوں میں پڑ گیا۔

وہ ان کے گھر سے نکلا تو ذہن میں آندھی چل رہی تھی اور اس کے خوابوں کے سنہرے خوابوں کے روپہلے منصوبوں کے پرزے اڑ رہے تھے۔ چاروں طرف

اڑ رہے تھے۔ اس کے جوتوں کے نیچے کچل رہے تھے۔ وہ اس طرف جا رہا تھا جس طرف اس کے پیر اسے لئے جا رہے تھے۔ وہ راہگیروں سے بچتا ہوا گندے بچوں سے ٹکراتا ہوا، اپنے جوتوں اور کپڑوں کو داغدار کرتا ہوا گلیوں کی غلاظت سے لت پت ہوتا ہوا چل رہا تھا۔ سڑک پر آ کر اس نے ایک ٹیکسی روکی۔ دلی کے تمام مشہور اسٹوڈیوز میں صوفیہ لارن کے نیوڈ پوزیز تلاش کئے منھ مانگی قیمت پر خریدے اور اپنے کمرے کی دیواروں پر سجا دیئے۔ کاظم اور جان اور چاند اور عبید اور زماں اور قمر کے سامنے اپنا منصوبہ کھول کر رکھ دیا۔ ایک ایک نکتے پر سو سو مرتبہ غور کیا منصوبے کی کامیابی پر انھیں منھ مانگے انعام اور اکرام کا لالچ دیا۔ اور ریاض کے پاس چلا گیا۔ ریاض گھنٹوں اسے صلاح و مشورہ دیتا رہا۔

ابھی دس نہیں بجا تھا کہ جلنے کی گرمی پڑنے لگی تھی۔ کولر سے بھاپ نکلنے لگی تھی۔ وہ سونے کے کف لنگ اور ہیرے کا ٹائی پن لگائے کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا کہ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ وہ جھاگ ایسی ململ کے کرتے سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ اودی ساٹن کی شلوار سے پھوٹی پڑ رہی تھیں۔ گلے کا دوپٹہ چوٹیوں کی طرح پیچھے پڑا تھا۔ سیاہ بالوں کا ڈھیر بالشت بھر کمر تک لہرا رہا تھا۔ ان کے ہالے میں دھوپ سے تمتمایا ہوا چہرہ انگارے کی طرح دہک رہا تھا اور وہ سامنے کھڑی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

”کیا دیکھ رہا ہے اس طرح ؟“ انھوں نے ذرا شرما کر کہا۔

”دیکھ رہا ہوں کہ تم وہی اچھی جان ہو جو میری ماں کی برسی پر آئی تھیں اور

مجھے لپٹا کر رونے لگی تھیں۔ تمھارے سینے پر سر رکھ کر رو لینے سے کتنا سکون ملا تھا!"

اس نے پوری کوشش کے ساتھ آواز بھگوئی۔ آنکھیں گیلی کر لیں۔ وہ اور قریب آگئیں۔

"جب اماں جی کا خیال آتا ہے تو تم یاد آتی ہو۔ جب تمھارا خیال آتا ہے تو اماں جی یاد آتی ہیں۔"

انھوں نے دونوں باہیں اس کی گردن میں ڈال دیں اور پیشانی چوم لی اور آنکھیں نم کر لیں۔

"آج برسی تو نہیں ہے میری ماں کی، تم کیسے آگئیں؟"

انھوں نے لپٹا لیا... اس نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر باندھ لئے اور کس لیا۔

"تو کیسی باتیں کر رہا ہے میری جان... مجھے کیا معلوم تھا کہ تو مجھے اس طرح یاد کرتا ہے۔ تو نے کسی عورت سے جھوٹوں خبر کرادی ہوتی تو میں آدھی رات کو اٹھ کر آجاتی۔"

"تم اماں سے اتنی چھوٹی ہو اور مجھ سے اتنا کم بڑی ہو کہ مجھے شرم آئی۔ ورنہ میں خود آدھی رات کو اٹھ کر آجاتا تمھارے پاس۔ کبھی کبھی تو ساری رات نیند نہیں آتی۔ اماں جی آنکھوں میں گھومتی رہتی ہیں۔ اس وقت تم ہی یاد آتی ہو اچھی جان۔"

"میں اچھی جان کہنے والے پر صدقے۔ بس اب چپ ہو جا۔ تیری اچھی

جان تیرے پاس ہے۔ جب تک تو نہ کہے گا جانے کی نہیں۔"

اس نے ہاتھ کمر سے نکال لئے۔ دونوں ہاتھوں میں چہرہ بھر لیا۔ اپنی آنکھوں میں تری پیدا کی۔

"تم بھکا تو نہیں رہی ہو۔"

"ارے تو میری جان ہے... میرا لال ہے ... میں تجھے بھکاؤں گی۔"

وہ پسینے پسینے ہوئی جا رہی تھیں۔ اس نے ان کے دونوں شانے پکڑ کر چھپر کھٹ پر بٹھا دیا۔ فرج کھولا۔ دو بوتلیں نکالیں۔ اسٹرا ڈالے۔ ایک ان کو دے دیا۔ وہ پینے لگیں۔

"پیر اٹھا کر بیٹھ جاؤ۔"

اس نے خود پیر اٹھا دیئے ... وہ جھمک گئیں۔

"ارے کیا کر رہا ہے ... میری جان۔"

اس نے تکیہ لگایا۔ الماری کھولی۔ ایک سرخ مخمل کا ڈبہ نکال کر لایا۔

"تم بوتل ختم کر لو تو ایک چیز دکھلاؤں۔"

"کیا دکھلائے گا؟"

"پہلے بوتل ختم کرو۔"

انھوں نے بوتل ختم کر کے تپائی پر رکھ دی۔ راجہ نے ڈبہ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ انھوں نے کھولا تو کھلی ہوئی آنکھیں اور کھل گئیں۔ موتیوں کا سٹ اٹھا کر دیکھنے لگیں۔

"ناہید کے لئے لایا ہے؟"

"ناہید کے لئے نہیں ... اپنی اچھی جان کے لئے لایا ہوں"۔
ان کے ہاتھ کانپ گئے۔ وہ سنبھلیں۔ ہونٹوں کی مسکراہٹ کو بھی سنبھالا۔
"میرے لئے ... میرے لئے کیوں لایا ہے؟"
"میرا اور کون ہے جس کے لئے لاتا ... تم ہی تھیں۔ تم ہی ہو ... تمھارے لئے لے آیا۔ تم کو پہنا کر دیکھنے کے لئے لے آیا"۔
ان کی سانسوں میں گرہیں پڑنے لگیں۔ وہ کبھی انگوٹھی اٹھاتیں، کبھی جھالے۔ لیکن ایک بار بھی آنکھیں نہیں اٹھا سکیں۔
"کیا قیمت ہے اس کی؟"
"اس کی صرف اتنی سی قیمت ہے کہ تم پہن لو"۔
"میرے ہاتھ سے پہن لو"۔
"مجھے پہن کر دکھلا دو"۔
وہ اسی طرح سمٹی ہوئی بیٹھی رہیں۔ نگاہیں اور جھکالیں۔
"خریدا کتنے میں تھا؟"
انھوں نے اگر اپنی آواز کا سہارا نہ لیا ہوتا تو شاید ڈھے جاتیں۔
"پچاس ہزار میں"۔
"پچاس ہزار"۔
آٹھ حرف چیخ میں لپٹ کر منھ سے نکلے۔ ایک چیخ میں لپٹ کر نکلے۔
"اتنا روپیہ اگر تو نے مجھے دے دیا ہوتا تو میں تین سٹ خرید کر اپنا بوجھ ہلکا کر لیتی"۔

"یہ کیا کہہ دیا تم نے... کھڑی ہو جاؤ... کھڑی ہو جاؤ ... ورنہ میں گود میں اٹھالوں گا ہاں۔"

وہ کھڑی ہو گئیں دروازے کو دیکھتی اس کے بازو میں گھسٹتی الماری کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ اس نے لاکر کھول دیا جو نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

"تینوں کے لئے۔ پچاس پچاس ہزار نہیں جتنا چاہے اٹھالو..... دو تین لاکھ ضرور ہوگا یہ لیکن میرے تحفے کی توہین نہ کرو۔"

"میں نے توہین نہیں کی تیرے تحفے کی۔ اپنے دل کا حال کہہ دیا تجھ سے۔ کیا مجھے حق نہیں تجھ سے کچھ کہنے کا؟"

"تم کو ... صرف مجھ سے ہی کہنے کا حق ہے... آج سے صرف مجھ سے کہنے کا حق ہے۔ وہ ... میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ آج سے تم کسی سے اپنے دل کی بات نہیں کہو گی میرے علاوہ ... رکھو نہ ہاتھ میرے سر پہ۔"

"میں تو تیرے پانؤں کے اک ناخن پر نچھاور ہو جاؤں۔ تو یہ کیا کہہ رہا ہے۔"

"اچھی جان جو کچھ میں نے کہا ہے تم کو وہی میرے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہنا ہے ورنہ میں تم کو عمر بھر اپنا منہ نہ دکھاؤں گا۔"

وہ رونے لگا... وہ بھی رونے لگیں... لیکن روتے روتے دروازے کی طرف دیکھ لیتیں۔

"کیا تم دروازے کی طرف دیکھتی ہو... یہ میرا کمرہ ہے... یہاں اگر ابا جی بھی آئیں گے تو اجازت لے کر آئیں گے اور اباجی حضرت نظام الدین گئے ہوئے ہیں۔"

"لے تیرے سر پہ ہاتھ رکھ کر وہی کہتی ہوں جو تو نے کہا ہے۔ بس اب چپ ہو جا۔ تیری جان کی قسم تیری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے جاتے۔ جی چاہتا ہے تیرے آنسو چھین کر اپنی آنکھوں میں بھر لوں۔"

انھوں نے اپنے آنچل سے اس کی آنکھیں پونچھ دیں۔ اس نے ان کا کرتا اٹھا کر ان کی آنکھیں پونچھ دیں۔ انھیں الماری کے پاس چھوڑ کر دوسری بوتل لے آیا اور ان کے منہ سے لگا دی۔ انھوں نے لرزتے ہاتھوں سے خالی کر دی۔

"چلو... پسینے میں ڈوب رہی ہو... ذرا دیر ٹب میں لیٹ رہو یا شاور لے لو ایک تازگی آجائے گی۔"

وہ نہیں ہلیں تو اس نے گردن میں ہاتھ ڈال دیئے

"چلو... تھوڑا سا نہا لو... میں تمھارے کپڑوں پر استری کر دوں گا اتنی دیر میں۔"

"تو کرے گا استری میرے کپڑوں پر؟"

انھوں نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"کیوں... مجھ سے زیادہ حق ہے کسی کو تمھارے کپڑوں پر استری کرنے کا۔ تم نہیں اتارو گی تو میں خود اتار لوں گا۔"

"کیا کر رہا ہے تو... اگر بلاقن ہو گی تو کیا کہے گی اور کیا لگائے گی کہ نہانے کی کیا آفت آگئی تھی بی بی کو۔"

"بلاقن اگر آ بھی گئی... تو گولی مار دوں گا بلاقن کو... ایا جی تک تمھارے راستے میں نہیں آسکتے۔"

وہ انھیں سنبھالے ہوئے باتھ روم کی طرف مڑا۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی ٹھٹک گئیں۔ پوری دیوار ایک بکسم اور کرو یشس عورت کی نیوڈ تصویروں سے سجی ہوئی تھی۔ ایک تصویر کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئیں۔ اس کو دیکھتی رہیں۔ دوسری تصویر کے سامنے سرک گئیں۔

"یہ کون ہے؟"

"یہ دنیا کی سب سے خوبصورت عورت ہے"۔

"کیا نام ہے اس کا؟" انھوں نے جیسے اپنے آپ سے پوچھا۔

"صوفیہ لارن"... بجلی کا ننگا تار ان کے کانوں پر گر پڑا... وہ اس کی باہوں میں گھوم گئیں... کان تک چری ہوئی لانبی سیاہ آنکھوں پر پلکوں کی قطار نے سجدے کئے

"کیا نام ہے اس؟"

"صوفیہ لارن... میں اسی کو دیکھ کر جوان ہوا ہوں... اسی کو پانے کی آرزو میں زندہ ہوں... اگر اس کے بغیر گزری ہوئی زندگی کو زندگی کہا جا سکتا ہے"۔

وہ اسی طرح کھڑی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں اس کے لفظوں کے معنی ڈھونڈھ رہی تھیں۔

"کہاں دیکھ لیا تھا اس کو؟"

"خوابوں میں... ہر رات اس کے خوابوں سے سجی ہوئی ہے"۔

"شادی ہو گئی اس کی؟"

"ہاں کہنے کو شادی ہو گئی"

"کہنے ہی کو سہی ... لیکن ہو تو گئی... یہ تجھے کیسے مل سکتی ہے"

"اکثر شادیاں بربادیاں ہوتی ہیں۔ ماں باپ اپنی گردن کا ڈھول دوسرے کی گردن میں ڈال دیتے ہیں، دو روٹیوں اور چار کپڑوں کے بدلے میں اور کہتے ہیں کہ شادی کر دی۔ نہ صرف یہ بلکہ شادی اس وقت چھوٹا سا مسئلہ بنتی ہے جب بچے پیدا ہو جاتے ہیں ... اور یہ بھی کہ جب شادی بچے پیدا کرنے کے لئے کی جاتی ہے ... میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو عورت سے بکری کا کام لیتے ہیں"

"تو عورت سے کیا چاہتا ہے؟"

"لذّت، عشرت، رفاقت ... اور یہ تینوں چیزیں شادی شدہ عورت بھی دے سکتی ہے۔ بلکہ وہی دے سکتی ہے"

"اگر اس کے شوہر کو معلوم ہو جائے؟"

"تب تو مسئلہ آسان ہو جائے گا۔ طلاق مل جائے گی شادی ہو جائے گی"

"اس کا کیا ثبوت ہے کہ تو سچ کہہ رہا ہے؟"

"اچھے بھائی کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم میرے پاس ہو ... پھر بھی ہو ... ثبوت اعتماد ہوتا ہے، بھروسہ ہوتا ہے، محبت پر اعتماد اور بھروسہ ... ویسے میں اپنے خون سے بھی لکھ کر دے سکتا ہوں ... اگر تم کاغذ لے کر کھڑی ہو جاؤ"

"تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟"

"اچھے بھائی کی بیوی سے بات کرنا بھی میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ میں

تو صوفیہ لارن سے کہہ رہا ہوں جس کے خواب دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں بے خواب ہوگئیں .... دیکھو یہ تصویر میں کھڑی ہوئی صوفیہ لارن جیسے موتیوں کا سٹ پہنے ہے .... ایسا ہی سٹ میں ڈھونڈھ کر لایا ہوں .... تم شاور لے لو۔ تازہ دم ہو جاؤ .... پھر میں تم کو موتی پہناؤں گا اور دیکھوں گا کہ تم کیسی لگتی ہو۔"

باتھ روم میں داخل ہوئیں تو مڑ مڑ کر چاروں طرف کی آرائش دیکھتی رہیں۔ وہ دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ ساری لائیٹس آن کر دیں اور دروازہ بند کر لیا۔

"اپنے کپڑے اتار کر دے دو۔ میں پریس کر دوں گا۔"

"کیا کرے گا تکلیف کر کے میں یوں ہی پہن لوں گی۔"

"پہن تو اس وقت لو گی جب میں تم کو پہننے دوں گا۔"

تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا۔ ایک سفید تندرست ہاتھ باہر نکلا۔ اس نے کپڑے لئے۔ واش بیسن میں بھگوئے اور تار پر پھیلا دیئے۔

وہ کھڑی ہوئی آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ رہی تھیں، ناپ رہی تھیں، تول رہی تھیں، پھر اس کے برابر لگی ہوئی نیوڈ تصویر دیکھنے لگیں۔ موازنہ کرنے لگیں، مقابلہ کرنے لگیں۔ اس نے آٹومیٹک فکسڈ کیمرے پر انگلی رکھ دی۔ اب وہ اپنی کمر دونوں مٹھیوں میں تھامے کھڑی تھیں۔ اب سینے کا حجم اور فراز، کولھوں کی تراش اور کمر کی کاٹ دیکھ رہی تھیں، چمک اور تڑپ دیکھ رہی تھیں۔ چلیں تو بدن کا ایک ایک حصہ چلنے لگا، دھڑکنے لگا، مچلنے لگا، رقص کرنے لگا۔ ٹب میں اترنے کے لئے جھکیں جیسے نیوڈ ماڈل بیک پوز دے رہی ہو۔ اس نے دروازے

یہ ہاتھ رکھ دیا وہ ہل گیا۔ اس نے سوچا۔ دیر تک سوچتا رہا۔ وہ ٹب میں نیم دراز تھیں۔ حاشیے پر ڈھیر بال فرش کو چوم رہے تھے۔ وہ کھڑی ہوئیں، مڑیں، ہلیں، دروازہ اس طرح کھولا جیسے دروازوں میں چٹخنی نہیں ہوتی۔ ذرا سا شانہ اور کولھا دراز سے جھلک گیا۔

"لا ... کپڑے دے دے راجہ۔"

اس نے دراز کو اور چوڑا کر لیا۔

"یہ گاؤن پہن لو ... ابھی کپڑے ہو رہے ہیں۔"

"نہیں۔ جیسے ہیں ویسے ہی دے دے مجھے۔"

"کہہ رہا ہوں کہ ابھی نہیں ہوئے ... جب تک تم خشک ہو گی وہ بھی ہو جائیں گے۔"

انھوں نے گاؤن پہن لیا۔ دونوں دامن انگلیوں سے کھینچ کھینچ کر قریب لانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ دروازہ کھل گیا۔ وہ ذرا سی لچک گئیں۔ گاؤن کے دونوں دامن پکڑ کر اپنے آپ کو چھپانے لگیں۔ آئینہ دیکھا۔ ان کا عکس چھلکا جا رہا تھا۔ ابلا پڑ رہا تھا۔ اس نے برہنہ بازوؤں پہ ہاتھ رکھے تو وہ جل گئیں، ہاتھوں کی آگ سے جھلس گئیں۔ لرز گئیں۔

"مجھ سے شرما رہی ہو ... اپنے راجہ سے۔ صوفیہ لارن اگر شرماتی ہوتی تو تمھاری طرح کسی سڑی ہوئی گلی کے کابک میں پر کٹی کبوتری کی طرح دانہ چگ رہی ہوتی۔ اب بھی وقت ہے شرمانا چھوڑ دو۔ میں تمھیں دہلی میں اس طرح رکھوں جس طرح صوفیہ لارن ہالی ووڈ میں رہتی ہے۔"

وہ تصویروں کو کنکھیوں سے دیکھتی بڑھ رہی تھیں۔

”اس تصویر کو دیکھو اور آئینے میں اپنا عکس دیکھو اور مجھے سچ سچ بتاؤ کہ دونوں میں کون خوبصورت ہے؟“

وہ انھیں چھوڑ کر فریج سے دو بوتلیں نکال لایا۔ وہ اپنا عکس دیکھ رہی تھیں۔

”ابھی تو پی چکی ہوں۔“

”نہانے کے بعد کولڈ ڈرنک بہت اچھی لگتی ہے ... لونا۔“

وہ پینے لگیں ... راجہ ان کو پیتا ہوا دیکھتا رہا ... آنکھیں چھلکنے لگی تھیں۔ چہرہ اور سرخ ہو گیا تھا ... آنکھیں ملیں تو لال ڈورے سے چمک گئے۔

”تو کون خوبصورت ہے ان دونوں میں؟“

اس نے آئینے میں ان کے عکس پر آنکھیں گاڑ دیں۔ وہ چپ کھڑی رہیں پھر بولیں۔

”جس کو تو خوبصورت کہہ دے وہی خوبصورت ہے۔“

دو تندرست دراز باہوں میں پھنس گئیں۔ اس کے سینے سے لگی لگی چھپرکھٹ تک آگئیں۔

”پلنگ پر لیٹو ... فلم دیکھو ایک عدد پھر کھانا کھاؤ ... پھر آرام کرو۔“

وہ نہیں نہیں کرتی رہیں۔ لیکن راجہ کی دراز دستی سے مجبور ہو کر لیٹ گئیں۔

”یہ فلم صوفیہ لارن کی ہے ... نقلی صوفیہ لارن کی فلم اصلی صوفیہ لارن کو دکھلاؤں گا۔“

"اور اگر کوئی آگیا تو؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ یہاں حاجی جی بھی میری اجازت کے بغیر نہیں آسکتے۔"

انھوں نے چٹکیوں سے اپنے گاؤن کے گریبان پکڑ لئے۔ راجہ نے پروجیکٹر ایڈجسٹ کیا، سب دروازے بند کئے، کھڑکیوں کے پردے برابر کئے۔ فلم آن ہوئی۔ چند ہی منٹ میں انھوں نے راجہ کے سینے کا سہارا قبول کر لیا۔ آہستہ آہستہ مسرور ہونے لگیں، مخمور ہونے لگیں۔ دامن ہاتھوں سے چھوٹنے لگے، چھوٹ گئے، گاؤن بدن سے سرکنے لگا۔ سرک گیا۔ انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سو گئیں۔ دو ہاتھ مساج کرنے والے ہاتھوں کی طرح ان دنیاؤں کی سیر کرنے لگے جہاں تک پہنچتے پہنچتے بڑے بڑے سیاح تھک جاتے ہیں، ہار جاتے ہیں۔ نم دہکتے ہوئے ہونٹ سجدے کرنے لگے۔ ایک ایک گنبد ایک ایک محراب، ایک ایک نشیب، ایک ایک فراز، ایک ایک بال ایک ایک روئیں پر سو سو سجدے کرنے لگے۔ وہ آنکھیں بند کئے لیٹی رہیں سوتی بنی لیٹی رہیں، مشین بند ہو گئی، بجلی آن ہو گئی، کھڑکیاں روشن ہو گئیں۔ کپڑے تار سے اٹھ کر آ گئے، پریس ہو گئے۔ تب وہ گھبرا کر اٹھیں۔

"اللہ ... تیری فلم تو بے کار ہو گئی ... ایسی نیند آئی ہے ٹب میں لیٹنے کی وجہ سے کہ کیا بتاؤں سر تکیہ پر رکھا ... اور پھر جیسے کچھ ہوش ہی نہ رہا۔"

وہ ان کے کپڑے لئے سامنے کھڑا تھا۔ بھولا بھولا چہرہ اسی طرح شرما رہا تھا مسکرا رہا تھا۔

"کیا بج گیا؟"

"ابھی کیا بج گیا ... دو بجا ہو گا ... اب کھانا منگواتا ہوں۔"

"نہیں اب کھانے وانے کا چکر نہ کر ... مجھے جانے دے۔"

"اچھی جان ... ابھی تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تیری اچھی جان تیرے پاس سے جب تو کہے گا تب جائے گی ... اور ابھی سے مکر رہی ہو ... بیٹھ جاؤ چپ چاپ۔"

"میں ڈاکٹر کے یہاں جانے کے لئے نکلی تھی بلاقن کے ساتھ۔"

"تم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ہے کہ اب تمھاری فکریں میری ہو گئیں۔ بس۔"

"سن ... بلاقن کے ہاتھ کھانا نہ منگوانا۔"

"تم حکم دو تو بلاقن کی چھٹی کر دوں۔"

اور جواب کا انتظار کئے بغیر چلا گیا۔ واپس آیا تو ہاتھوں کی کشتی پلیٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ انھوں نے آئینے میں دیکھا اور اپنے کو گاؤن میں چھپا لیا۔

"زینے سے بلاقن کو واپس کر دیا۔ کہہ دیا کہ تم اپنے بہنوئیوں کے ظلم بیان کرتے کرتے رونے لگی ہو، اس لئے تمھارا سامنے آنا مناسب نہیں ہے۔"

انھوں نے کشتی میز پر رکھی اور کپڑے اٹھانے لگیں۔

"میں اس لئے کھانا لے کر آیا ہوں کہ تم کو اپنا ستھنا نہ پہننا پڑے۔"

اور ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھا لیا ... انھوں نے میز کھینچ کر اپنے آگے کر لی۔

"میں نے شریفن کو بھیج دیا ہے تمھارے گھر کہ تم بلاقن کے ساتھ روشن چراغ گئی ہو تاکہ وہ لوگ انتظار نہ کریں اور تم آرام سے بیٹھو ... اس گاؤن میں کتنی اچھی لگ رہی ہو ... اس گاؤن میں کتنی اچھی لگ رہی ہو ... میرا جی چاہتا ہے کہ اسی طرح تمھارے پہلو میں بیٹھ کر تمھاری تصویر کھنچوالوں ... لیکن اس وقت میرا کوئی دوست

یہاں سے نہیں۔

"ہائے اللہ... اپنے دوستوں کے سامنے تو مجھے اس طرح بٹھا دے گا؟"

"کیوں ... اسی طرح تو بٹھانے والی ہو... ستھنا پہن کر بیٹھو گی تو وہ اٹھ جائیں گے۔"

"شرم نہیں آئے گی تجھے؟"

"پھر شرم ... اب اگر تمہارے منہ سے شرم کا لفظ نکلا۔"

"تیرے دوست کسی سے ذکر کبھی تو کر سکتے ہیں۔"

"میرے دوست میرے یار پیٹ کے ہلکے نہیں ہیں... ان کے نزدیک اس طرح بیٹھنا ہی چاہئے۔ سب یوروپ میں پڑھے ہوئے ہیں۔ مہینے میں بیس دن باہر گذارتے ہیں اور دس دن ہندوستان میں۔"

"کتنے ہیں... تیرے دوست؟"

اس نے نوالہ نگلا۔

"کم سے کم چھ تو ایسے ہیں کہ اگر میں خون مانگ لوں تو آخری قطرہ تک دے ڈالیں۔"

"شادیاں ہو گئیں سب کی؟"

"ایک کی بھی نہیں ہوئی ... ایک نے بھی نہیں کی اب تک کہ شادی ہو گی تو میری مرضی سے۔"

وہ چپ بیٹھی کھانا کھاتی رہیں۔ پھر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کسی سے زہرہ مشتری کے لئے بات کر... کبھی موقع ہو۔"

"تم بات کرنے کو کہہ رہی ہو .... میں تو کل منگنی کروں اور پرسوں بیاہ کر دوں مگر کروں کیا تم نے تو ہات کاٹ رکھے ہیں۔"

"میں نے ... وہ کیسے؟"

"کون نہیں جانتا کہ تمھارے گھر میں تین گھر داماد رہتے ہیں جو جوا بھی کھیلتے ہیں، شراب بھی پیتے ہیں کوٹھوں کے چکر بھی لگاتے ہیں اور آئے دن گالم گلوج اور مار پیٹ بھی کرتے ہیں ... ابا جی تو چاہتے تھے تم لوگوں کو ... اماں جی کی تو وصیت ہے کہ میں تمھاری چھوٹی بہن سے شادی کروں ... لیکن جب میری ہمت نہیں پڑتی تو یاروں کی یاری کو داؤں پر کیسے لگا دوں۔ تم نے کبھی سوچا ہے؟"

"میں کیا سوچوں؟ سوچنے بیٹھتی ہوں تو کنواریاں کھڑی ہو جاتی ہیں آکر۔"

"تم اگر کہو تو میں تینوں کی طلاقوں کا بندوبست کر دوں ... کھڑے کھڑے کر دوں۔ اور دیکھتے دیکھتے تینوں کی شادی کر دوں ... لیکن تم کو پیر ٹیکنا ہوگا۔ تم کو میری مرضی کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔"

"کیا تیری مرضی ہے جس کے مطابق ..."

"پہلے یہ بتاؤ ... کہ اگر میں کروں جیسا کہہ رہا ہوں تو تم میرا ساتھ دو گی؟"

وہ چپ رہیں۔ کھانا کھاتی رہیں۔

تینوں کی کوٹھیاں ہوں گی، موٹریں ہوں گی، ٹھاٹ سے زندگی گزاریں گی۔ یوروپ کی سیر کریں گی اور جب تین بہنیں اس طرح اتنے بڑے بڑے گھروں میں ہوں گی تو تم نہ بھی چاہو گی تو بھی کنواری بہنوں کو بڑے بڑے گھر ہی ملیں گے۔"

"کیا تمھیں نیند آرہی ہے؟"

ان کو چپ گردن جھکائے بیٹھا دیکھ کر پوچھا۔

"اچھا تو اب اپنا سٹ پہنو اور تصویر کھنچواؤ۔"

"اب کھڑی ہو جاؤ... زیور پہنا کر پوزلوں گا تمھارے۔"

" وہ کھڑی ہوگئیں۔ گاؤن کے دامنوں سے بے نیاز کھڑی رہیں۔ اس کی مدد کرتی رہیں۔ پہن چکیں تو آئینے میں کھڑی دیکھتی رہیں۔ وہ تصویریں لیتا رہا نکال نکال کر انھیں دیتا رہا۔ وہ مسکراتی رہیں، کھلکھلاتی رہیں۔

"تمھیں نیند آرہی ہے... آؤ لیٹ رہو۔ تم کو فلم دکھاؤں گا... صوفیہ لارن کی۔"

"ہاں کھانا زیادہ ہو گیا... فلمیں تو نے بڑی گندی لگا رکھی ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ ساتھ آئیں۔ چھپر کھٹ پر لیٹ گئیں۔ راجہ نے پروجیکٹر آن کر دیا۔

"یہ گندی فلمیں نہیں ہیں۔ سچی فلمیں ہیں۔ گندی فلمیں دیکھو گی تو دنگ رہ جاؤ گی۔"

"اس سے بھی گندی ہوتی ہیں کیا؟"

"دیکھو گی... دکھاؤں۔"

"چل ہٹ... جھوٹا ہے۔"

اس نے پروجیکٹر بند کیا۔ ایک دوسری فلم لگائی اور آن کر دیا۔

"لائٹ بجھا دو۔" انھوں نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ کروٹ لے لی۔

لائٹ بجھ گئی... وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر نیم دراز ہو گیا۔ پھر لیٹ گیا۔ گال پہ پیار لیا۔ وہ اسی طرح پڑی رہیں۔

”ارے تم سو گئیں ... مجھ سے فلم لگوائی ... اور سو گئیں ... خوب نیند ہے تمھاری۔“

اس نے آہستہ آہستہ گاؤن اتار دیا۔ لائٹ آن کی کیمرہ اٹھا لیا۔ پوز لیتا رہا۔ کتنے ہی پوز لے ڈالے۔ وہ سوتی رہیں۔ اس نے کیمرہ رکھا۔ ان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ ہاتھوں سے سارا بدن سہلا ڈالا۔ وہ سوتی رہیں۔ ہونٹوں سے سارا بدن بھگو دیا۔ وہ سوتی رہیں۔ بستر کے سب سے رنگین خواب کی سب سے جان لیوا تعبیر ان کے بدن سے چرالی اور وہ سوتی رہیں۔

وہ ہانپتا ہوا ان کے پہلو میں لیٹ گیا۔ ان کو باہوں میں لپیٹ لیا اور سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے اپنے آپ کو باہوں سے نکال لیا۔ تصویروں کے ساتھ ساتھ اپنا سراپا دیکھتی رہیں۔ ایک ایک تصویر کے سامنے کھڑی ہو ہو کر موازنہ کرتی رہیں۔ تھک گئیں تو باہر آئیں۔ فریج کھولا۔ دو ایک مٹھائیاں کھائیں۔ دو ایک سنترے کھائے۔ پانی پیا اور پھر آکر لیٹ گئیں۔ اس کا بازو کمر میں پہن لیا اور اپنی وہ تصویریں دیکھتی رہیں جو سوتے میں لی گئی تھیں اور سرہانے کی تپائی پر رکھی تھیں کہ راجہ نے کروٹ لی۔ تصویریں جیسے رکھی تھیں، رکھ دیں۔ اور سو گئیں۔ راجہ تھوڑی دیر میں اٹھا۔ ان کو گاؤن پہنایا اور پیار کرنے لگا۔ انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔

”اللہ تم تو سونے نہیں دے رہے ہو بالکل ... کیا بج گیا ... ارے سات بج گیا ... غضب خدا کا۔“ وہ اٹھیں اور لپک کر کپڑے لئے اور باتھ روم چلی گئیں۔ ساتھ ساتھ وہ بھی چلا آیا۔ جس طرح سٹ پہنانے میں انھوں نے راجہ کی مدد

کی تھی اسی طرح راجہ نے کپڑے پہننے میں ان کی مدد کی۔ باہر آئیں۔ اس نے فریج سے کچھ پھل اور مٹھائیاں لاکر رکھ دیں۔ تکلف سے کھایا اور اٹھنے لگیں۔

"دردانہ باجی سے تو میری ذراسی بے تکلفی ہے لیکن رخسانہ اور سلطانہ باجی سے تم بات کرلو۔"

اچھے بھائی کو کیسے سنبھالو گی؟

کس سلسلے میں؟

تینوں کی طلاق کے سلسلے میں .... تینوں کی شادیوں کے سلسلے میں .... اچھے بھائی .... تو بیچارے اچھے بھائی ہیں۔ آفاق اور اشفاق تک میری مرضی کے خلاف چوں نہیں کر سکتے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ کیسے ہوگا۔

ہوگا... ضرور ہوگا... میں طلاق نامے خرید لوں گا۔ میں شوہر خرید لوں گا... تین نہیں پانچ شوہر خرید لوں گا۔ تم کو دکھاؤں گا کہ تمہارا عاشق تمہارے لئے کیا کر سکتا ہے۔ مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ دردانہ اور رخسانہ اور سلطانہ باجی کیا کریں گی۔

وہ کیا... میں تمہارے پیر دھو دھو کر پیوں گی ساری عمر... لیکن جب سے تم نے کہا ہے سوچ رہی ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری تو عقل حیران ہے۔

عقل ہے کہاں اچھی جان تمہارے پاس جو حیران ہو.... میں نے تم سے کہا ہے کہ تم اس مسئلے پر سوچنا بند کر دو... تم ہر مسئلے پر سوچنا بند کر دو۔ تمہارا ہر مسئلہ اب میرا مسئلہ ہے اور میں اسے حل کروں گا۔ بس تم اتنا کرو کہ میری مدد پر رہو۔ جہاں میں تم سے جو کہوں وہ کرو۔ بس اس سے زیادہ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔

میں تمھیں خوش دیکھنے کے لئے اس گھر میں آگ لگا سکتا ہوں.... کھود کر پھینک سکتا ہوں۔ تم جہاں میں کہوں چلو..... جس سے ملاؤں ملو.... دردانہ، رخسانہ اور سلطانہ کو بھی سمجھا دو کہ جہاں میں لے جاؤں وہ جائیں جس سے ملاؤں وہ ملیں .... اور ایک بات کا تم بھی خیال رکھو اور وہ بھی خیال رکھیں۔ میری سوسائٹی میں میرے دوستوں میں یہ شلوار قمیص اور گھٹنے ستھنے پہننے والیوں کا گذر نہیں ہے.... اس کا یہ سبب ہے کہ سال میں دس مہینے سب یوروپ میں رہتے ہیں۔ ان کو شادیاں بچے پیدا کرنے کے لئے نہیں کرنا ہیں۔ وہ شادیاں عیش کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اور ستھنے گھٹنے دیکھ کر ہی عیش رخصت ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کپڑے اعلان کرتے ہیں چیخ چیخ کر کہ ہم پٹاردان ہیں۔ ہم سے دور رہنا ورنہ ہم پیک تھوک دیں گے۔" وہ ہنس دیں۔

"تم نے کبھی اپنی اماں جی کو اپنے کسی دوست سے نہیں ملوایا۔"

"اماں جی .... اماں جی تو بے چاری آدمی کا بچہ تھیں۔ میں تم کو ان کپڑوں میں کسی سے نہیں ملوا سکتا جو اتنی خوبصورت ہو، اتنی جوان ہو۔"

"آدمی کا بچہ نہیں۔ تمھاری اماں جی بڑی نمکیں تھیں جوانی میں۔"

"میں کل صبح آؤں گا۔ تم سب کو روکے رکھنا.... میں معاملے کی بات کروں گا۔ یہ سٹ آتار کر پرس میں رکھ لو۔"

"ارے ہاں .... میری تو عقل پر پتھر پڑے ہیں۔ پہنے جا رہی ہوں۔"

"عقل ہے کہاں تمھارے پاس۔ بلاوجہ پروپیگنڈا کر رہی ہو عقل کا....

اب آؤ ذرا سینے سے لگ کر پیار دے دو ایک گہرا سا۔"

وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا اچھی جان کے مکان کی سمت دیکھ رہا تھا۔ ہر طرف کبوتروں کی چھتریاں اور ٹی وی کے اینٹنا کا جنگل لہرا رہا تھا۔ اور کبوتر بازوں کی تو قو سے کان پھٹے جا رہے تھے۔ کبوتروں کی ایک ٹکڑی ان کے اینٹینا پر گری۔ اس کے نیچے اٹھائیس تیس کا ایک نوجوان بنیائن اور لنگی پہنے اپنی منڈیر کے نیچے سوئی ہوئی لڑکی کو گھور رہا تھا جو دور دور تک ہاتھ پاؤں پھیلائے بے طرح پڑی تھی۔ وہ سیٹی پر دھن نکال رہا تھا کہ لڑکی کے ساتھ لیٹی ہوئی عورت نے کروٹ لی۔ وہ جھک گیا اور لکڑی کی سیڑھی سے نیچے اترا۔ پہلو کے دروازے کا ایک پٹ کھلا تھا۔ سرخ سن مائکا کے ڈبل بیڈ پر نائیٹی پہنے ایک سرخ و سفید گداز عورت کروٹ لیے لیٹی تھی۔ کمر کا خم اتنا گہرا تھا کہ پوری انسائیکلوپیڈیا کی رحل کا کام انجام دے سکتی تھی۔ دوسرے کمرے کے درمیان جو جگہ تھی اس پر الم غلم ڈھیر تھا۔ دوسرا کمرہ بند تھا۔ اس سے ملا ہوا کمرہ بھی بند تھا۔ آگے بڑھ کر لیٹرن اور باتھ روم کے سامنے سے گزرتا زینے میں داخل ہو گیا۔ نیچے بھی زینے کے برابر لیٹرن اور باتھ روم۔ سامنے بیٹھک کے کمرے کا دروازہ۔ داہنی طرف ڈیوڑھی۔ اس کے مقابل ٹاٹ کا پردہ پڑا ہوا۔ جیسے اٹھا کر تیس بتیس سال کی سفید رنگ کے سانچے میں ڈھلی عورت ململ کا کرتا اور سیاہ ریشمیں شلوار پہنے آئی۔ ساتھ ہی غسل خانے کا دروازہ کھلا۔ چالیس پینتالیس سال کا ایک متوسط قد آدمی منھ میں بیڑی دبائے باہر نکلا۔

"جانی تم نہا لو پہلے۔"

"نہیں جانی ... میں ابھی لیٹرن جاؤں گی ... تم ہی نہا لو۔"

اچھی جان لیٹرن میں گھس گئیں جس کا دروازہ پوری طرح بند نہ تھا۔ اچھے بھائی غسل خانے میں چلے گئے جس کا ایک شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ سامنے صحن کے داہنے ہاتھ پر بڑا سا کمرہ جس کے تین دروازے کھلے ہوئے۔ کیمیلی چاندنی پر سیلنگ فین کے نیچے تین لڑکیاں پڑی ہوئی سو رہی تھیں۔ اس کے ایک طرف بیٹھک کا دروازہ کھلا تھا۔ سامنے اتنا ہی بڑا دوسرا کمرہ جس میں دو نوجوان لڑکے پٹرے کے انڈرویر پہنے سیلنگ فین کے نیچے ایک دوسرے سے ملے ہوئے سو رہے تھے۔ پردے کے برابر باورچی خانہ جس کی پیشانی سے دیوار تک دو الگنیاں بندھی ہوئی کپڑوں اور ہینگروں سے لدی ہوئی تھیں۔ بریزیریں، شمیزیں، نائٹیاں، میکسیاں، شلواریں، گاؤن، پیٹی کوٹ پینٹی، انڈرویر، لنگیاں، کرتے، جمپر قمیص، پتلون اور بیل باٹم ایک دوسرے میں الجھے جھول رہے تھے۔ اچھے بھائی غسل خانے سے نکلے۔ الگنی کے نیچے سے واش بیسن کے سامنے کھڑے ہو کر چندیا کے اردگرد کے بالوں میں کنگھا کیا۔ کندھے کی تولیا واش بیسن کی برابر کی کھونٹی پر ڈالی اور کمرے میں آ گئے۔ اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس برس کی یکسم تندرست اور کروشیس لڑکیاں سامنے پڑی تھیں۔ انھوں نے فریج کھولا۔ ایک بوتل نکال کر پانی پیا۔ بوتل واش بیسن سے بھر کر اس کی جگہ پر رکھی۔ اب غسل خانے سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی تھی۔ انھوں نے فریج کے برابر کھونٹی سے جانماز اٹھائی اور اسی کے سامنے بچھالی۔ نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو اچھی جان آ چکی تھیں۔ کمر تک بال پیٹھ پر پڑے تھے۔ سرخ شلوار کولھوں پر چپک رہی تھی۔ اونچا سا روبیا کا جمپر جس کے چاک نیفے تک کھلے ہوئے تھے ان کی فیگر کو چھپانے کے بجائے

مبالغے کے ساتھ پیش کر رہا تھا۔ انھوں نے بال جھٹک کر دی سی آر پر سے دوپٹہ اٹھایا۔ اچھے بھائی ہٹ گئے۔ وہ جانماز پر کھڑی ہوگئیں۔ اچھے بھائی نے زہرہ کو دیکھا جو رانوں میں تکیہ دبائے پڑی تھی۔ مشتری تکیے پر سینہ رکھے اوندھی سو رہی تھی۔ ناہید کہنیاں موڑے، ہاتھ گالوں کے پاس رکھے دونوں پیر پھیلائے آدم قد قینچی کی طرح کھلی پڑی تھی۔ تینوں میلے پتلون اور ویسے ہی کرتے اور جمپر پہنے تھیں۔ پنکھا پوری رفتار سے چل رہا تھا لیکن ان کے چہروں پر پسینے کے قطرے دمک رہے تھے۔ اچھے بھائی نے کونے میں کھڑے ہوئے پیڈسٹل فین کا رخ اچھی جان کی طرف کر دیا اور خود بھی ان کے پاس تھیلا لے کر بیٹھ گئے۔ تھیلے سے چھانٹ چھانٹ کر موسمیاں نکالیں۔ اٹھ کر بنیائن کی جیب سے چاقو لیا اور چھیلنے لگے۔ چھیل چھیل کر رکھتے رہے اور لڑکیوں کو دیکھتے رہے۔ اچھی جان نے جھوم جھوم کر بہت سی دعا مانگی۔ دوپٹہ اتار کر ٹی وی پر پھینکا اور جانماز تہ کر کے ایک طرف رکھ دی۔

"جانی … تمھارا شوہر ہونے کے بعد بھی کبھی کبھی پچھتانا پڑتا ہے۔"

"اے وہ کیسے؟"

انھوں نے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ لیا اور دوسرے ہاتھ سے گریبان اٹھلانے لگیں۔

"اگر میں تکیہ ہوتا تو کیا ٹھاٹھ ہوتے۔ کبھی زہرہ کی رانوں میں پھنسا ہوتا کبھی مشتری کی چھاتیوں کے نیچے کچلا پڑا ہوتا۔"

"اے مردوے تو قبر میں بھی یہی سوچتا ہوا جائے گا۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ

یہ لڑکیاں تیری بیٹیوں کی عمر کی ہیں۔ اگر تیری شادی وقت سے ہوتی اور پہلی بیٹی ہوتی تو زہرہ سے بڑی ہوتی۔"

"یار تم تو روٹھ جاتے ہو ... آخر میری سالیاں بھی تو ہیں۔"

انھوں نے موسمی کا ایک ٹکڑا ان کے منہ میں رکھ دیا۔ ان کے جمپر کو گھور کر دیکھا۔

"کیا چولیاں سب ختم ہو گئیں؟"

"ختم بھی ہو گئی ہوتیں تو اتنی لڑکیاں ہیں، اتنی بیاہیاں ہیں، کسی کی بھی پہن لیتی لے کر لیکن ... اتنی تو سڑی گرمی پڑ رہی ہے۔"

"ہاں جی تمھیں ضرورت بھی کیا پہننے کی۔ ناہید کو ہو تو ہو، تم کو نہیں ہے۔ صوفیہ لارن جو ہو جائی ... تو آخر کچھ تو ہوگا۔"

انھوں نے میاں کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"کچھ تو شرم کر ... بدمعاش ... کسی دن اگر آفاق اور اخلاق نے کچھ سن لیا یا دیکھ لیا تو آنتیں نکال لیں گے پیٹ سے۔"

"کیوں نکال لیں گے یار میری آنتیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ تم اور ناہید اوپر تلے کی لگتی ہو تو کچھ گناہ کر دیا میں نے؟"

"اللہ اس مردوے پر رحم کر اپنا ... مجھ پر رحم کر اپنا۔"

مغل شہزادیوں جیسا تصویر چہرہ اس کان سے اس کان تک تمتما کر رہ گیا۔

پردہ ہٹا کر رخسانہ آئی۔ واش بیسن کے آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی۔ سارے بدن پر پڑی ہوتی ایک میکسی سمیٹ کر کمر پر پکڑ لی۔ دو ایک بار بال جھٹکے اور انگنی سے

اپنے کپڑے اتارنے لگی۔ اچھے بھائی دیوار کے نیچے رکھے ہوئے اسٹووز میں سے ایک میں ہوا بھرنے لگے۔ پھر رخسانہ کا میاں تہمد کی مری باندھتا آیا۔ سینڈوکٹ بنیائن میں پتلے پتلے بازو جھول رہے تھے۔ رخسانہ کے کولھے پر ایک دھپ لگائی اور ہینگر چھین لیا۔

"سالو... دیکھ تو لیا کرو کہ سوکھا بھی ہے یا گیلا ہے اسی طرح۔"

انڈرویر پھیلا کر ہینگر میں لٹکایا اور ٹانگ دیا۔ اس نے سب ہینگر لٹکا دیئے اور اوپر چلی گئی۔ میاں نے کنڈیا اٹھائی اور باہر چلے گئے۔ دردانہ نیچے آئی۔ اپنی میکسی کے الاسٹک کو پنجوں کے بل کھڑے ہو کر دیکھا جو ایماندار دوکاندار کے ترازو کی ڈنڈی کی طرح اوپر نیچے کا گوشت برابر تول رہا تھا۔ پھر اپنے میاں کو پکارا جو باہری دروازے کی دہلیز پر بیٹھا بیڑی پی رہا تھا اور سامنے مکان کے کھلے دروازے سے تاک جھانک کر رہا تھا۔ اچھے بھائی کا اسٹوو جلنے لگا تھا۔ انھوں نے دودھ کا بھگونا رکھ دیا تھا۔ میاں آئے، کنڈیا اٹھائی اور باہر نکل گئے۔ اب ریڈیو بجنے لگے تھے اور لیٹی ہوئی لڑکیوں کے پانوں بے تال میں چلنے لگے تھے۔ مشتری کی کمر بھی ہلنے لگی تھی۔ سلطانہ کا میاں واش بیسن کے آئینے میں دانت مانجھ رہا تھا اور زہرہ کی کمر کی دھار دیکھ رہا تھا۔ اچھی جان نے یہ دیکھ کر سوتی ہوئی بہنوں کی کمر کولھے پر ایک ایک چپت لگائی اور اٹھنے کی گزارش کی۔ وہ ابھی کروٹیں اور جماہیاں اور انگڑائیاں لے رہی تھیں۔

"اچھی جان اب میں وی سی آر بیچنے والا ہوں۔"

"اے وہ کیوں اچھے میاں؟"

"اس لئے کہ دن رات سالا کھلا رہتا ہے اور یہ سالیاں نائیٹی پہنے ناچتی رہتی ہیں۔"

"اے خدا نہ کرے کیا بک رہے ہو اچھے میاں۔"

اچھی جان نے چمک کر کہا۔

"ہاں... میں رات میں اٹھا تھا... یہ تینوں ناچ رہی تھیں رات کے بارہ بجے۔"

"اجی تم تینوں کی بات کرتے ہو... میں نے ایک ساٹھ پیٹے کی چھے کو ایسے ناچتے دیکھا ہے کہ کیا بتاؤں۔"

"تم تو چھوٹے دولہا ہمیشہ سے مارتے کے آگے اور بھاگتے کے پیچھے ہو۔"

اچھی جان بیٹھی گھور رہی تھیں۔ لڑکیاں ہڑبڑا کر اٹھیں۔ اپنی اپنی الماری کھولی۔ ٹوتھ پیسٹ، برش اور تولیے کر صحن میں آگئیں۔ واش بیسن کے سامنے ایک دوسرے کو کولھے مار مار کر، کہنیاں بھونک بھونک کر ہٹانے لگیں، آئینہ چھیننے لگیں اور برش کرنے لگیں۔ آفاق اٹھا، تہمد پہن کر لنگوٹ باندھا۔ پتیلے سے صحن میں کھڑے ہو کر دوچار ڈنڈیں لگائیں، دو چار بیٹھکیں نکالیں۔ دودھ کا برتن لیا اور چلا گیا۔ اخلاق نے جانگیہ پر لنگی لپیٹی۔ کمرے ہی میں تھوڑی سی ورزش کی اور اسٹوو جلانے لگا۔

اچھی جان اچھے بھائی اور لڑکیوں کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھیں۔ بڑے دولہا فرائی پان میں انڈے توڑ رہے تھے۔ سنجھلے اور چھوٹے اپنے بھگونے اور

ذرائی پان اٹھاکر لے جا چکے تھے ۔ آفاق دودھ گرم کر رہا تھا۔ اخلاق انڈے چھیل رہا تھا کہ بلاقن بوا آ گئیں ۔ اپنا شٹل کاک ٹائپ برقعہ دہلیز پر رکھا اور پاس ہی بیٹھ گئیں ۔

"آؤ بلاقن بہن اچھی ہو۔"

بلاقن بہن سارے چہرے سے مسکرائیں اور سارے بدن سے پھیل گئیں۔ اچھی جان نے لڑکیوں کو گھورا ۔ سبھوں نے بیٹھے بیٹھے سلام کر لیا۔

"اے ادھر کیوں بیٹھی ہو .... ادھر آ جاؤ۔"

"اے دلہن جی ... ٹھیک بیٹھی ہوں ۔"

ذرا سا کھسک آئیں ۔

"ذرا پیالی لاؤ ... اپنی بوا کو ناشتہ کراؤ چائے پلاؤ۔"

"اے بی ... تم بیٹھو ۔ میں ابھی ابھی خوب پیٹ بھر کر ناشتہ کر کے آئی ہوں ۔"

"اے ذرا سا منہ جٹھال لو بلاقن بوا۔"

بلاقن نے بڑی رازداری سے گردن نکالی اور سرگوشی کی ۔

"اے دولھن تم آج کہیں جا تو نہیں رہی ہو ؟"

"کیوں بلاقن .... خیر تو ہے ؟"

"راجہ میاں آنے والے ہیں ... کہلوایا ہے کہ اگر اچھی جان کہیں نہ جا رہی ہوں تو وہ آ جائیں ۔ جم جم آئیں ... اگر بر دیکھنے جاتی ہوتی تو کبھی نہ جاتی ۔ مدتیں ہو گئیں آئے ہوئے ۔ عید پر آیا بھی تو منہ دکھانے کو ۔"

میدے اور سیندور کا بنا چہرہ اور لال ہو گیا۔

"گھر پر کبھی منہ چھپلانے کو آتے ہیں۔ ملکوں ملکوں پھرا کرتے ہیں۔ آئے کبھی انڈیا تو چار دن کے لئے۔ سارا کام حاجی نے ڈال دیا ہے ان پر۔ سیاہ سفید جو چاہیں کریں۔ آج ہی کئی آدمی عرب بھیجنے کو بلائے ہیں۔"

آفاق کے منہ میں برش تھم گیا۔ اخلاق نے انڈے رکھ دیئے۔

"اے بلاقن یہ کیا غضب کیا۔ نہ کچھ کھایا نہ پیا اور برقعہ اوڑھ لیا۔"

"اے دولھن کیا کہوں اتنی دیر میں آوازیں پڑنے لگی ہوں گی حاجی جی کی۔"

"تو کسی دن ذرا فرصت کر کے آؤ۔"

"آؤں گی دولھن آؤں گی۔ جیتی رہو... لکھ پتی کر وڑ پتی سے بیاہی جاؤ۔"

"اے الٹو کمبختو ذرا آدمی کی صورت بن جاؤ... یہ پہنچی کنکالہ اور وہ آیا۔"

لڑکیاں اسپرنگ کی گڑیوں کی طرح اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ آفاق نے زہرہ کے کولھے پر ایک ہاتھ دیا۔

"کتنی بار کہا ہے تجھ سے میری پتلونیں مت پہنا کر۔ شیپ بگاڑ کر رکھ دیتی ہے سالی۔"

"اے بھائی آفاق ہاتھ نہ لگانا یہ بتا دیا ہے... نہیں تو دھونس دوں گی دیوار میں ہاں سن لو کھول کر کان... میں کوئی اکیلی پہنتی ہوں۔ سب پہنتی ہیں۔"

سب سالی گوشت کی دوکانیں ہو رہی ہیں تھوڑ تھوڑ کر۔"

"نا میاں ایسے نہیں کہتے کنواری بہنوں کو... تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ذرا آواز دو دردانہ کو... نیچے آئیں"

ایک ایک کر کے تینوں اچھی جان کے گرد آکر بیٹھ گئیں۔ اچھی جان نے بہنوں کو بڑی سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"آج کل کے لڑکے نئے فیشن کے ہیں سبھی۔ راجہ تو راجہ ہے۔ پچھلے سال حاجی جی نے منہ پھوڑ کر کہا تھا۔ اس کے بعد سے نہ سانس نہ ڈکار۔ تو ذرا تم لوگ ہنسو بولو بات کرو بے تکلف ہو... دردانہ تم سے تو کچھ چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے۔ اسے لے جا اپنے کمرے میں۔ بات کر۔ کچھ پتہ تو چلے کسے چاہتا ہے۔ چاہتا بھی ہے کہ نہیں... شرمیلا اتنا ہے کہ لڑکیوں کی طرح بیٹھا رہتا ہے شرمایا شرمایا... ایک اگر اس گھر میں کھپ جائے تو دوسری کے لئے ہاتھ پھیلاؤں۔ میرے سینے پر تو تین پہاڑ دھرے ہیں"

"ہائے اللہ مجھے تو بڑا اچھا لگتا ہے۔ بھولا بھولا چکنا چکنا بھیڑا ایسا"
رخسانہ نے کہا اور تینوں ہنس دیں۔

"جانی... تم اپنے میاں کو اور میرے حرامی کو سنبھال لو تو میں اکیلی سالے کی جیلی بنا کر مرتبان میں رکھ دوں... اللہ قسم... جس کو چاہے چاٹو بیٹھ کر"

"اے سلطانہ کی بچی حرامزادی... ایک تو ہماری سب کی خالی گود نے میری بہنوں سے برچھیں لئے اس پر سے تمھاری سات سات ہاتھ کی زبانیں۔ کتیا کی طرح بھونکا کرتی ہے کمینی"

آفاق دروازے میں کھڑا ہنس رہا تھا۔ اچھے بھائی کھڑے اخبار پڑھ رہے تھے۔ کسی طرح ہنسی روکے ہوئے تھے۔

"جانی ... میری جان زہرہ مشتری۔ کپڑے ذرا ٹھیک سے پہن لینا۔ ہاں اب تم اٹھو۔ ذرا جھاڑ دو لو۔ کمرہ ٹھیک کر دو چاندنی بدل کر۔ دالان بھی ذرا اجال دو ... تم کہاں اٹھ پڑے اچھے میاں ... بیٹھے رہو ... اور سلطانہ ذرا روک لے اپنے والے کو ... اور دونوں دولہا بھائیوں کو۔"

"وہ سالا تو گیا رخسانہ والا ... منہ سے کیا کہتے ہیں ڈکاریں لیتا ہوا۔" سلطانہ چہکی۔ رخسانہ نے تیوری پر بل ڈال کر دیکھا مگر ہنسنے وہ بھی لگی۔ دردانہ نے سلیولیس میکسی کی کمر دونوں ہاتھوں میں سمیٹ لی اور گھوم گئی۔

"دیکھ رہی ہو رخسانہ کہیں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پانچ سات برس کی بیاہی ہے۔"

اچھی جان نے ابرو اٹھا کر کہا۔

"اے جانی تم تو بارہ برس کی بیاہی بیٹھی ہو ... اور حال دیکھ لو اپنا آئینے میں۔ یہ تو ہماری ماں کی کاٹھی ہے جو تم کو مل گئی ... تھوڑی بہت ان لوگوں کو بھی جڑ گئی۔ میرے ساتھ کی بیاہیاں بٹار دان ہو گئیں بالکل۔" رخسانہ نے کہا۔

"اے اب اٹھو نا تم لوگ۔"

"جانی ... ذرا تم بھی تو اٹھ پڑو ... اچھی سی چولی باندھ لو۔ پوری پوری چھاتیاں جھلک رہی ہیں۔" سلطانہ ان کی گردن میں جھول گئی۔

"اے لڑکی ماردوں گی چپل کھینچ کر۔" لیکن لالوں لال ہوگئیں۔
"ایڑیاں دیکھو میری جانی کی معلوم ہوتا ہے بیر بہوٹیاں رکھی ہوئی ہیں چنی ہوئی ...!"

"تو چھوڑے گی نہیں حرامزادی۔ باتیں ملائے جائے گی کمبخت۔"
"یار تم بھی تو اٹھو .... صوفیالارن۔"
"ہزار مرتبے کہہ دیا کہ مجھے آرام ملتا ہے اس طرح اور پھر وہ لڑکا ہے۔ حاجی جی آتے تو بیٹھ جاتی کس بند وہ کر۔"

"یار رہنے دو جب حاجی جی آئے تھے ... تو دوپٹہ لادیا تھا خالی... دو تولے کا۔"
"ناہید جانی یہ کیا پہن رہی ہو۔ میرا جمپر پہن لو کڑھا ہوا اور سلیکس ڈال لو۔"

اچھی جان نے حکم دیا اور کھڑی ہوکر چاندنی اٹھوانے لگیں۔
بڑے کمرے کی اجلی چاندنی پر مخملیں قالین مسند تکیے سے لگائے پڑا تھا۔ ٹی وی کا غلاف اتر چکا تھا۔ وی۔سی۔آر اسی کے پہلو میں منہ بند کئے بیٹھا تھا۔ کونے میں کھڑے پیڈسٹل فین کا رخ مسند کی طرف ہو چکا تھا۔ لڑکیاں گھرے گریبانوں اور اونچے اونچے چاک کے تنگ جمپروں پر سلیکس میں پھنسی آئینے کے سامنے بیک اور سائڈ پوز دیکھتی اور دکھلاتی گزر رہی تھیں۔ دردانہ، رخسانہ اور سلطانہ ہلکی ہلکی سنتھٹک میکسیاں پہنے بریزیرس اور پینٹی کی سلائیاں تک جھلکاتی بلا مقصد ادھر سے ادھر پھر رہی تھیں۔ آفاق کے

بیل باٹم کی مہریاں نئے موزوں پر ڈھیر تھیں۔ اخلاق پورے کپڑے پہنے داش بیسن پر شیو کا اہتمام کر رہا تھا۔ منجھلے اور چھوٹے دولھا میاں نایلون سلک کے کڑھے ہوئے کرتوں پر پتلون پہنے، بیڑی کے بجائے سگریٹ سلگائے دالان میں بیٹھے تھے اور ان کی شخصیت سے بیڑی کے دھوئیں کی چراہند آرہی تھی۔ اچھی جان نایلون سلک کا گلابی شرارہ سوٹ پہنے مسند کے پاس اس طرح بیٹھی تھیں کہ پیڈسٹل کی ہوا سے بار بار ان کو اپنی ڈھلی سفید چکدار پنڈلیاں چھپانا پڑتیں۔ فارن قمیص، فارن پتلون، فارن جوتے اور موزے پہنے سونے کے کف لنگ ہیرے کے بٹن اور پائپ لگائے وہ آگیا۔ سر سے پاؤں تک فارن کمپنیوں کا زندہ اشتہار شرمانے لگا۔

"آیئے آیئے میرا راجہ جانی آجائیے"۔

اچھی جان نے نعرہ لگایا۔ کھڑی ہوئیں تو دوپٹہ اڑ کر کونے میں پھڑپھڑانے لگا۔ اس نے اچھی جان کو دیکھا تو آنکھیں خالی ہوگئیں۔ نظریں زخمی ہوگئیں۔ ایک آنکھ کی روشنی ان کی کمر کے اوپر لپٹ کر رہ گئی۔ دوسری آنکھ کی روشنی کمر کے نیچے بکھر گئی۔ ابروؤں کی محراب کے نیچے بڑی بڑی بادامی غلافی آنکھوں کے نیچے سفید چوڑے چوڑے پپوٹوں میں پروئی ہوئی لانبی لانبی پلکیں مورچھل ہلا رہی تھیں۔ یونانی ناک کے نیچے ترشے ہوئے لال لال ہونٹ پان کی سرخی سے اور لال ہوگئے تھے۔ پیک گردن سے گریبان تک ایک سرخ لکیر بناتی گذر گئی تھی۔ آئینوں کی طرح چمکتے رخساروں کے پاس چار گھروں کے بندے لرز رہے تھے۔ کمر کے اوپر کا مدارہ غلافوں میں سرخاب کا جوڑا گرفتاری پر مچل رہا تھا۔ دو

مٹھی کمر کے نیچے دو بازوؤں سے چھلک جانے والے کولہے جمپر کے چاک سے جھانک رہے تھے۔ وہ قالین پر آیا تو اچھی جان نے گردن سے بازو کیا آتارا جیسے گردن ہی آتار لی۔ اس نے اپنے بھائی کو سلام کیا۔ اشفاق کو جواب دیا۔ دالان سے باری باری آتی ہوئی پھٹی پڑتی جوانی سے لدی ہوئی بھاری کولھوں کی بکسم لڑکیوں کو دیکھا۔ میکسیز کی تراش، بریزیر اور پینٹی کے ابھار دیکھے لیکن آنکھیں پھر گھوم کر پہلو میں بیٹھے روشنی کے جھماکے پر قربان ہوگئیں تینوں میکسیاں اپنی بڑی بہن کے سامنے لپ اسٹک لگے ہونٹوں، دعوت دیتی دنبالہ دار آنکھوں، راستے بتاتے سجے بنے ابروؤں، دھار دار برہنہ بازوؤں، بغلوں سے جھانکتے چمکدار بالوں، کھلتی ڈھکتی سفید پنڈلوں سے نمکین شکووں کو اور نمکین میٹھی شکایتوں کو اور میٹھی بنا رہی تھیں۔ وہ ایک ایک کو کئی کئی بار تول چکا تھا کہ آنکھوں کے سامنے حضرت جی کے شوق بستر کا کانٹا لگا کر آنکھیں مل مل کر ڈنڈی دیکھ چکا تھا۔ پلڑوں سے آتار چکا تھا کہ واش بیسن کے آئینے میں آفاق سے آنکھ مل گئی۔ وہ سلام کر کے کھڑا ہونے لگا۔

اچھی جان نے گردن میں بازو ڈال کر بٹھا لیا۔ اس نے اپنا بازو سینے پر رکھ دیا۔

"بچہ سے چھوٹا ہے یہیں آجائے گا" وہ شیر پیکر آفاق اور چیتہ بدن اخلاق کو دیکھ رہا تھا۔

"لاکھ چھوٹا سہی عزت تو کرنا ہی پڑے گی" آفاق نے تولیہ کندھے سے آتاری اور آگیا۔

" چھوٹائی بڑائی بھائی راجہ تو پیسے سے ہوتی ہے جو خدا نے تم کو اتنا دے دیا کہ تم ہم چھوٹوں کے نام بھول گئے۔ چہرے بھول گئے۔ رشتے بھول گئے۔
اس نے آفاق کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھام لیا، تھامے رکھا اور آہستہ سے بولا۔

" تم اگر سوا مرد ہو تو آدھا مرد میں بھی ہوں۔ مجھ سے جو بات کرو وہ مردوں کی طرح صاف صاف کرو۔" اچھی جان پریشان ہو گئیں۔ اچھے بھائی نے سنبھالا دیا۔

" چھوڑ بھائی راجہ سن نہیں پائے گا۔" اشفاق بھی اس کے پاس آ گیا۔
" نہ سن پاؤں گا تو اچھی جان کی انگلیاں کانوں میں رکھ لوں گا۔" اس نے اچھی جان کے برہنہ بازو پر ہاتھ پھسلا کر ان کا پنجہ پکڑ لیا۔" وہ اسی طرح بیٹھی رہیں۔

" یہ بات ہے تو سنو۔ میں اور اخلاق دونوں تمھارے بھائی ہیں۔ جیسے بھی ہیں مگر بھائی ہیں۔" اس نے چلّا چلّا کر کہا۔
" گلے گلے پانی ہو۔" راجہ نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ دوسرے ہاتھ میں پائپ دبا لیا۔ دونوں بیکار ہیں کہ ایک دوکان ہے اور آدھے درجن آدمی۔ کیا کریں بیٹھ کر۔ بیٹھیں بھی تو کہاں بیٹھیں۔ تیری بہنیں ہیں۔ ان کے شوہر بھی ہیں اور وہ بھی اسی دوکان سے پل رہے ہیں۔ تو ہر سال درجن بھر آدمی عرب بھیجتا ہے۔ ہم مدت سے پاسپورٹ بنوائے بیٹھے ہیں۔ تجھ کو کبھی ہمارا خیال نہ آیا کہ چھوٹوں کو پوچھ لیتا۔ تو کاہے کی عزیز داری۔ ہم تو خالی تجوری کی چابیاں ہیں۔

"تو کہہ چکا... اب میری سن۔ برسیں ہو گیئں۔ میرا ایک پانوں گھر میں دوسرا باہر رہتا ہے۔ گردن گردن تک کام میں دھنسا ہوا ہوں۔ مجھے کیا معلوم کس بھائی اور کس بہنوئی کا کام کیسا چل رہا ہے۔ پھر کون کیا کام پسند کرسکتا ہے اور یہ بھی کہ کس سے کون سا کام لیا جاسکتا ہے۔"

"اجی راجہ کام کام ہوتا ہے تم مجھ سے کام کے نام پر کہو تو یہ دیوار توڑ کر ڈال دیں۔" راجہ نے اس کا ہاتھ کھینچ کر قریب کرلیا۔ بس بات ہو گئی۔

"مگر تو نہ جاؤ گے بھائی آفاق؟"

"اجی تم نے اپنی زبان سے سوا مرد کہا ہے۔ مرتے ہیں آدھے مرد۔"

"ٹھیک کہتے ہو بھائی آفاق۔"

اس نے اپنا بریف کیس کھولا۔

"گھر سے یہی سوچ کر نکلا تھا لیکن پہل تم نے کردی۔ خیر تم جیتے میں ہارا۔ اب تک سارا انتظام حاجی جی کر رہے تھے۔ اب میرے ہاتھ میں آیا ہے۔ کام ایسا ہے کہ بھائی اور بہنوئی دونوں کرسکتے ہیں۔ فی الحال تمھاری تنخواہ سو روپے روز ہے۔ کرایہ بھاڑا کمپنی کے متھے رہے گا۔ تم دونوں ابھی چلے جاؤ۔ رہے تینوں دولھا بھائی۔"

"دیکھو بھائی راجہ۔ ہم دونوں تو اکیلے نہیں جانے کے۔ جب جائیں گے اپنی بیویوں کے ساتھ جائیں گے۔"

منجھلے اور چھوٹے دولھا بھائی یک زبان ہو کر بول پڑے۔

"سب لوگ اپنی بیویاں لے جائیں گے لیکن ابھی اکیلے جائیں گے۔ دو چار

مہینے میں گھر گرہستی درست کریں گے تب بیویاں خود چلی جائیں گی اور ان کا کرایہ بھی کمپنی دے گی۔"

"یہ ہوئی بات لاؤ پلاؤ والا ہاتھ۔"

دونوں نے راجہ سے ہاتھ ملایا۔ راجہ نے اپنے پتلون کی بیلٹ ڈھیلی کی، پتلون نیچے کیا، پٹرے کی انڈرویر کی جیبوں سے سو سو روپے کے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ ان کو الگ رکھا۔ بڑے بڑے دو لفافے جو بریف کیس سے نکالے تھے اٹھائے۔

"لو بھائی راجہ یہ دس دس ہزار ہیں تم دونوں کے... حساب کتاب بعد میں ہوتا رہے گا۔"

آفاق اور اخلاق نے لفافے تھام لیے۔ شیر پیکر آفاق اور چیتہ بدن اخلاق چوہوں کی طرح بیٹھے تھے۔ ہزار ہزار روپے اٹھاکر اس نے دونوں دولہا بھائیوں کے ہاتھ میں رکھ دیئے۔ انھوں نے بھی دونوں ہاتھوں سے تھام کر آنکھیں جھکالیں۔

"یہ دولہا بھائی آپ دونوں کا کرایہ ہے۔ بمبئی جائیے کام دیکھئے سمجھ لیجئے۔"

"کب جانا ہے بھائی راجہ؟"

آفاق نے پوچھا۔

"کب جاسکتے ہو؟"

"اجی ہم شام کو جا سکتے ہیں۔ نہ جورو نہ جاتا، اللہ میاں سے ناطہ۔"

"ایسی جلدی بھی نہیں ہے مجھے ۔آرام سے دو تین دن میں چلے جاؤ۔ بڑے کا کیا ہو۔"

"بھائی بڑے کا ہے ایک چکر۔"

آفاق نے کہا۔ اچھے بھائی کھسک کر آگے آ گئے۔

"مجھ سے سنو۔ بڑے نے جس کی شراکت میں کام کیا تھا اس سے کچھ کھٹک گئی۔ اس نے نمبر دو کے تمام کھاتے انکم ٹیکس والوں کے حوالے کر دیئے۔

"ایں ... انکم ٹیکس والوں کے۔" وہ اچھل پڑا۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔"

"ایسا ویسا برا ــــ ان کے اکاؤنٹس سیل ہو گئے سب۔"

"یہ تو کوئی چیز نہیں ہے۔ مجھے ڈر یہ ہے کہ پھنس نہ جائیں خدانخواستہ۔"

"دیکھو میاں اللہ کیا کرتا ہے۔ گزشتہ سال اسی کاروبار پر سات ہزار انکم ٹیکس لگا تھا۔ اب کوئی کہتا ہے کہ اٹھارہ بیس ہزار ٹھک جائے گا۔"

"اور آپ نے پچھلے سال سات ہزار جمع کر دیا تھا؟"

"اور کیا کرتا؟"

"کمال کرتے ہیں آپ اچھے بھائی۔ اس حساب سے میں اگر انکم ٹیکس دوں تو دس بیس لاکھ سال میں دیا ہی کروں ــــ پوچھئے انکم ٹیکس کس کو جاتا ہے؟ گورنمنٹ کو۔ اور گورنمنٹ کون ہے؟ جو ہر سال رایٹ کراتی ہے، مسلمانوں کے مکان پھونکتی ہے، دوکانیں جلاتی ہے، سربازار عورتوں کی عصمت دری کرتی ہے، بوڑھوں اور بچوں کا قتل کراتی ہے تو اس حکومت کا ہاتھ مضبوط کرنے کے

لئے میں ٹیکس دوں۔ جو نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج کر چکا ہے۔"

"ارے ہاں تو حاجی بھی ہو گیا۔" اچھی بیگم نے ٹھونکا دیا۔

"تو پھر ہو گیا ـــ اس سے جو بن پڑا اس نے کیا۔ اوبرائے میں دعوت بھی دی۔ سب کچھ کیا لیکن وہاں مرغے کی ایک ہی ٹانگ ـــ نوٹس پہ نوٹس آ رہا ہے۔"

"اچھے بھائی دعوت اوبرائے میں نہیں ہوتی، دعوت گھر میں ہوتی ہے اور خالی کھانا نہیں پکتا۔ شراب بھی منگائی جاتی ہے۔ اب جو میں اتنا بڑا کاروبار لئے بیٹھا ہوں تو دعوتوں کے بوتے پر چلا رہا ہوں۔ میری پریشانی تو یہ ہے کہ گھر میں کوئی عورت نہیں ہے۔ کبھی اس بہن کو بلا لیا، کبھی اس پھوپھی کو پکڑ لیا۔ اس لئے کہ جب آدمی گھر پر آتا ہے، ماں، بہن، بیوی، بچوں سے ملتا ہے، شراب پیتا ہے، کھانا کھاتا ہے تو آنکھ میں مروّت پیدا ہوتی ہے۔"

"کہتے تو میاں سچ ہو ـــ آج کل شراب کے بغیر کوئی کام ہی نہیں چلتا۔"

اُن سے کہئے کہ مجھ سے ملیں۔ میں ڈول ڈالوں گا اور ایک پیسہ انکم ٹیکس کے نام پر نہ دینے دوں گا۔ یہ کنجوسی میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ اباجی نے اس سال ڈھائی لاکھ روپیہ زکوٰۃ کا نکالا تھا۔"

"ڈھائی لاکھ؟" کئی زبانوں نے حیرت سے دوہرایا۔

"لیکن انکم ٹیکس کے دس ہزار بھی نہیں دیئے کہ انکم ٹیکس دینے سے حاصل کیا۔ تو اچھے بھائی تم فکر نہ کرو، سب چٹکی بجاتے ہو جائے گا۔ بس شراب پینا پڑے گی اور پلانا پڑے گی۔"

"تو شراب میں یہاں بند کون ہے۔ شاید کوئی دن جاتا ہو جب پی نہ جاتی ہو لیکن سب اکیلے اکیلے چھپ چھپا کر پیتے ہیں۔" اچھے بھائی کہہ گئے۔ اچھی جان نے پہلو بدلا۔

"تم جیسے بڑے پارسا ہو۔ پوری پوری بوتل ڈھکیل کر آتے ہو اور ساتھ میں مجھے بھی گنہگار کرتے ہو — راجہ ان کی الماری کھول ایک آدھ بوتل پڑی ہو گی ابھی۔"

"اُفوہ — میں کوئی انکار کر رہا ہوں۔ میں تو پیتا ہوں۔ ڈنکے کی چوٹ پیتا ہوں۔"

اس نے گھور کر اچھی جان کو دیکھا۔ انھوں نے نظریں جھکا لیں۔

"ارے بھائی یہ لڑکیاں کہاں مٹک رہی ہیں — نہ چائے نہ شربت راجہ سوکھ رہا ہے۔"

"راجہ کے لئے چائے اوپر دردانہ کے کمرے میں لگ رہی ہے۔" اچھی جان نے کہا۔

"اچھی جان میں تمھارے پاس ایک ضرورت سے آیا تھا۔" سب متوجہ ہو گئے۔ اچھے بھائی اور اچھی جان سرک آئے۔ آفاق اور اخلاق خاموش ہو گئے۔ ابا جی کے ایک کروڑپتی دوست ہیں۔ ان کی بیٹی سے ابا جی کئی بار کہہ چکے ہیں۔ میں ٹالتا رہا۔ لیکن اب تار آیا ہے۔ وہ لوگ آ رہے ہیں۔ ڈرتا ہوں کہ کوئی رسم وسم نہ ہو جائے۔ اور مجھے ان سے بات کرتے شرم آتی ہے۔"

"ہاں تو سدا کا شرمیلا۔"

"کل رات بھر جاگتا رہا ہو سکے تو تم میرے ساتھ چلو — میری طرف سے یہی تو کوئی کچھ کہے۔"

"تیرے ساتھ نہیں چلوں گی تو کس کے ساتھ چلوں گی — لیکن حاجی جی۔"

"حاجی جی نے تمھارے لئے ایک جملہ بھی کہہ دیا تو سب ختم ہو جائے گا۔ تم پرواہ نہ کرو۔"

اس نے لہجہ گرم کر لیا۔ اچھے بھائی اور آفاق سب کھل گئے۔

"وہ لوگ جو آرہے ہیں تو کہاں آرہے ہیں؟"

"کہیں بھی ٹہرائے جائیں اس مسلم میں تو نہیں ٹہریں گے وہ لوگ۔ اکبر یا تاج میں سوٹ ریزرو ہو گا۔ لیکن پتہ عین وقت پر چلے گا۔ آچکے ہوں گے یا آنے والے ہوں گے — اور اچھی جان کپڑے ٹھیک پہننا — وہ لوگ میری طرح آدھے نہیں پورے انگریز ہیں۔"

"تو جیسے کہے گا میں پہن لوں گی۔" اچھی جان نے منہ سکھا کر کہا۔

"تو وہ کہے گا کیسے تم لے جاکر کپڑے دکھلا دو اپنے۔" آفاق نے مشورہ دیا۔ وہ اٹھ کر اس کے ساتھ دالان والے کمرے میں آگئیں۔ بکس کھول کر جوڑے نکالنے لگیں۔ وہ الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا، رکھتا رہا۔ ایک شرارہ سوٹ اٹھا لیا۔

"یہ کچھ چلے گا۔"

"لیکن نیچے پہننے کی کوئی چیز نہیں ہے میرے پاس۔"

"کھول کر بھی انڈرویر نہ پہنئے گا، مذاق اڑائیں گے سب۔"

" بہت مہین ہے کپڑا ــــ سارا بدن جھلکے گا " وہ ذرا شرما کر بولیں۔
" نہیں اچھی جان یہی چلے گا " وہ باہر آیا تو اچھے بھائی نے پوچھا۔
" وہ لوگ آئیں گے کہاں ؟ "
" خیال تو یہ ہے کہ مہمان خانوں میں سے کہیں آئیں گے۔ ان گلیوں میں تو وہ آنے سے رہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپا جی نے اکبر یا اودیرائے میں سوٹ ریزرو کرا لیا ہو "
" میں تو اس لئے پوچھ رہا تھا کہ ان کو دیر نہ ہو جائے پہنچنے میں "
" دیر کیا ہو گی۔ جتنے میں یہ دردانہ کے یہاں چائے پئیں گے اتنے میں تیار ہو جائیں گی اچھی جان " اشفاق نے تڑسے کہا اور وہ لڑکیوں کے پاس رک گیا۔
" کس کلاس میں پڑھ رہی ہو تم لوگ " اس نے آنکھیں نیچی کر کے پوچھا۔
" کسی کلاس میں نہیں پڑھ رہے ہیں، گھر جوت رہے ہیں " زہرہ نے چمک کر کہا۔
" ارے فارم جو بھرا ہے بی۔ اے۔ کا تم تینوں نے " اچھی جان بیچ میں آگئیں۔
" وہ تو پار سال بھی بھرا تھا " مشتری اور ناہید نے ایک ساتھ کہا۔
" کہاں بھرا ہے فارم ؟ "
" لیڈی سری رام میں "
" پار سال جو ہوا وہ ہو گیا۔ اب تم بی۔ اے۔ میں داخلہ لو گی۔ اچھی جان نہیں

پڑھائیں گی، تو میں پڑھاؤں گا۔" اس نے آہستہ سے لیکن مضبوط لہجے میں کہا۔

"پڑھانے میں کون ہاتھی گھوڑے لگتے ہیں ـــ بس یہ کہ زمانہ خراب ہے۔" اچھی جان بولیں۔

"اسی لئے پڑھانا ضروری ہے۔" اور وہ زینے میں گھس گیا۔

دردانہ کے کمرے میں قدم رکھا تو وہ آئی برو پنسل رکھ کر سنگھار میز کے اسٹول سے اٹھی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور لگاوٹ سے بولی۔

"ادھر آجاؤ بیڈ پر۔" اس کے پیچھے تکیہ رکھا اور الماری میں رکھی الکٹرک کیتلی کا پلگ لگا دیا۔

"ٹھیک سے بیٹھو پیر اٹھا کر ـــ اتنے دنوں بعد آئے ہو ہاں۔"

اس کا جی چاہا کہ کمر کے خم میں بازو ڈال کر اٹھا لے لیکن اس نے ضبط کیا اور ٹاپ کی لرزش دیکھتا رہا۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"میں تو تمھارے پاس ہی آیا تھا لیکن وہاں بیٹھنا بھی ضروری تھا پھر دوسرے جھگڑے نکل آئے۔ میں امریکہ سے تمھارے لئے ایک چیز لایا ہوں۔" وہ اور قریب آگئی۔

"سچی ـــ کیا لائے ہو ـــ دکھاؤ نا۔"

"یہاں تھوڑی ہے ـــ لایا اس لئے نہیں کہ اگر یہاں دینے کا موقع نہ ملتا اور کوئی دیکھ لیتا تو شرم آتی۔"

"اللہ تیری شرم کے قربان ـــ بتا تو لایا کیا ہے؟"

"ایسے تھوڑی بتاؤں گا۔"

"پھر کیسے بتائے گا؟" دردانہ نے اس کے شانے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

"پہلے وعدہ کرو — کہ مجھے اپنے ہاتھ سے پہنانے دو گی۔"

"وعدہ پکا وعدہ۔"

"تیرے لئے نائیٹی لایا ہوں امریکہ سے — ایسی کہ پہن کر کھڑی ہو جائے تو دولھا بھائی چاٹنے لگیں پاؤں۔"

"ارے واہ میرے مادھو — اس میں شرمانے کی کیا بات ہوئی۔ میں تو پہنتی ہی رات میں ہوں نائیٹی۔" وہ اٹھی اور وارڈروب سے تین چار سٹ نکال کر ڈال دیئے اس کی گود میں۔ "دیکھ یہ کیسی ہیں؟"

"مجھے کیا معلوم کیسی ہیں — پہنو تو پتہ چلے۔"

"میں پہن تو لوں لیکن اگر کوئی آگیا تو پوچھے گا کہ اچھے بھلے کپڑے اتار کر یہ پہننے کی کیا آفت آئی تھی۔"

"تیرے یہاں جو بھی آئے گا وہ زینے سے آئے گا اور زینہ میرے سامنے ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔"

"نہیں پھر کسی دن پہن لوں گی۔"

"اچھا ایسا کرتا ہوں — میں باتھ روم جاتا ہوں تو پہن لے۔ کوئی آئے گا تو میکسی ڈال لیجو۔"

باتھ روم سے آیا تو دروازے کے آڑ میں کھڑی تھی۔ اس نے کمر کے خم میں ہاتھ گاڑ دیئے اور زمین سے اٹھا کر ہونٹوں سے سرخی چرالی۔ دیر تک —

آئینے کے سامنے کھڑا ایک ایک نقش، ایک ایک نشیب اور ایک ایک فراز پر ہونٹوں کی مہریں لگاتا رہا۔ پانی ابلنے کی آواز پر وہ اس کی باہوں میں پھنسی پھنسی آئی، پلگ نکالا۔ پتی ڈالی۔ پلیٹ میں ناشتہ ڈال کر بیڈ پر رکھا اور چائے انڈیلنے لگی لیکن باہوں کے حصار سے نہ نکلنے کی کوشش کی اور نہ نکلنے دی گئی۔ بیڈ پر اس کو بٹھا کر وہ قریب ہی بیٹھ گیا۔

"کب لے چلوگے باہر؟"

"میں ابھی لے چلتا، لیکن ابھی جا رہا ہوں اچھی جان کے ساتھ. کل لے چلوں گا — تجھے"۔

"فلم دیکھوں گی میں"۔

"ایک نہیں دکھاؤں گا — ایک درجن دکھاؤں گا اپنی جان کو"۔

اور وہ اس کی باہوں میں پھیلنے لگی۔

"ایک بات کہوں"۔

"دس باتیں کہو راجہ"۔

"جب تیرا منگیتر اس طرح تجھے اپنی گود میں بھرتا ہے تو تجھے کیا محسوس ہوتا ہے؟"

"مجھے — مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں ذبح ہو رہی ہوں — سچ — تیری جان کی قسم"، "لیکن کیا کروں۔ اچھی جان نے گھر داماد ی کے چکر میں میرے گلے میں یہ پھندا ڈال دیا"۔

"اگر یہ پھندا میں توڑ دوں؟"

"کیسے ٹوٹ سکتا ہے — بھلا ؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ تو میرے ہاتھوں کی طاقت پر ہے — اور مجھے اپنی طاقت معلوم ہے۔ میں تو تجھے رانی بنانا چاہتا ہوں ... اپنے ایسے دوست سے تیری شادی چاہتا ہوں کہ وہ بھی تجھ سے عیش کرے اور مجھے بھی عیش کرنے دے۔"

"ایسا کون کر سکتا ہے بھلا ؟"

دو تہائی دنیا کرتی ہے۔ یہ تو جاہلوں کے گھروں کی رسمیں ہیں جن میں تم لوگ مبتلا ہو ... میں تمھاری ہی نہیں رخسانہ اور سلطانہ کی فکر میں بھی مبتلا ہوں — میں اس گھر کی کسی لڑکی سے شادی کر دوں یا اپنے دوستوں کی شادی کراؤں تو محفل میں تیرے اور ان دولھاؤں کو کس منہ سے اپنا دولھا بھائی کہوں اور کہلاؤں۔"

"سچ کہتا ہے — لیکن میں کیا کروں ؟"

"تم — کچھ نہ کرو صرف جو میں کہوں — وہ کرو جس سے ملاؤں اس سے ملو — کوئی بڑا آدمی جب تک تجھے دیکھے گا نہیں، تجھے چوم نہیں لے گا، تجھ سے عیش نہیں کرے گا، بیاہ کیوں کرے گا — تم تو کیڑوں بھرا کباب ہو گی، ہوں۔"

وہ دیر تک چپ بیٹھی رہی۔

"اور اگر اس نے دھوکا دیا — سب کچھ کر کے مجھے چھوڑ دیا ؟"

"تو میں اسے گولی مار دوں گا — تیری جان کی قسم اس کی جان لے لوں گا اور اپنی جان دے دوں گا لیکن — تو ابھی جیسے رہتی ہے، رہتی رہ۔

ذبح ہوتی رہ اسی طرح میں جو چال چلوں میرا ساتھ — پورے اعتماد سے میرا ساتھ دے"۔ بول۔

" میں — کیا بولوں۔ یہ کہوں کہ میری گردن اور کس دو۔ پھندے میں لٹکا دو"۔

وہ نیچے آیا تو بڑے کمرے میں سب بیٹھے تھے اور رخسانہ رو رہی تھی۔ وہ سیدھا اس کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے ؟" اس نے ٹھوڑی پکڑ کر آنکھیں اٹھائیں جو آنسوؤں سے تر بتر تھیں۔ بتاؤ — کیا بات ہے — تم کو میری جان کی قسم بتاؤ — دیکھو آج سے تمھارے دو بھائی نہیں ہیں — تین بھائی ہیں۔ اور جس کے تین بھائی ہوں ہمارے ایسے وہ اس طرح روتے بلک بلک کر تو لعنت ہے ہم پر، تھو ہے ہماری زندگی پر۔ تو بتا — کیا بات ہے ؟" اس نے اسے لپٹا لیا۔ وہ پھیلنے لگی۔ پھر سر اٹھایا۔

"کیا بتاؤں بھائی راجہ — جو اس نے کہا وہ کیا۔ عورت بنایا عورت بن گئی، لونڈا بنایا لونڈا بن گئی — زہر پلایا پی لیا۔ تعویذ پہنائے پہن لئے۔ جہاں جہاں لئے لئے پھرا — ننگی پھرتی رہی۔ لیکن لڑکا نہیں ہوتا تو کیا کروں۔ گالیاں دیتا ہے بات بات پر۔ چھوٹتے ہی مارتا ہے۔ سب سہتی ہوں — ملتا کیا ہے بدنامی۔ کہ رخسانہ گالیاں بکتی ہے... کیوں بکتی ہوں ؟"

"تو میری بات مانے گی ؟" اس نے دونوں گالوں کو اپنے ہاتھوں میں بھر لیا۔

"تو کیا کہہ رہا ہے — میں نے تو اس حرامی کی بیری کی کوئی بات نہیں ٹالی۔"

"جو میں کہوں گا — وہ کرے گی؟"

"ایسا کیا بچا ہے جو اس نے نہیں کرایا — تو پھر اپنا ہے۔ بھائی ہے۔ کیسے مکر جاؤں گی۔"

"لا ہاتھ مار میرے ہاتھ پر۔" اس نے ہاتھ پھیلا دیا۔ رخسانہ نے مار دیا۔

"اب تو جا اپنے کمرے میں — تم بھی جاؤ اچھی جان ہم مرد ذرا بات کریں گے۔"

وہ اٹھیں تو اس نے سوچا کہ دونوں کے ٹاپ برابر کے ہیں اور باٹم یکساں ہیں۔ ایک ہی کاٹ کے ہیں۔ جب وہ غروب ہوگئیں تو اس نے چہرہ پھر پھیرا لیا، آنکھیں نم کرلیں اور آفاق کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم تو بھائی آفاق سگے بھائی ہو — میں تو رشتے ناطے کا ہوں۔ لیکن اب سہا نہیں جاتا۔ معلوم مجھے سب کچھ تھا آج۔ اس کی زبان سے سن بھی لیا۔ جن کی زبانیں ابھی تک بند ہیں ان کی آنکھیں چغلی کھا رہی ہیں۔ تو میں تم سے صرف تم سے معاملے کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ اچھے بھائی سے مجھے کچھ نہیں کہنا ہے اس لئے کہ یہ اپنی گزار چکے۔ ہم کو تم کو ابھی کاٹنا ہے۔" "تم اگر میرا ساتھ دو تو میں چھ مہینے میں تینوں کی شادیاں کر دوں۔ ایسی کر دوں کہ تماشہ دیکھا کرو — اور سب اپنی جیب سے کروں گا — میں تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں ہوں۔ طلاق میں لوں گا، نکاح میں کروں گا۔ تم صرف پانوں ٹیک دو میرے ساتھ۔

"بھائی راجہ کیا کہہ رہے ہو ــــ تم اتنا کروگے تو میں کھڑا منہ دیکھا کروں گا۔ کبھی کبھی جی ہوتا ہے کہ سالوں کے چھری بھونک دوں لیکن یہ جو تین کنواریاں ہیں ان کا منہ دیکھ کر رہ جاتا ہوں۔"

"چھری بھونکنے کی اگر نوبت آئے گی تو وہ بھی کر گزریں گے۔ ابھی تو جو کام کرنے کا ہے وہ کرنا ہے۔"

"تو بتاؤ ــــ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں کوئی باہر ہوں تم سے۔"

"میرے دوست ہیں، احباب ہیں۔ شادی شدہ بھی ہیں، کنوارے بھی ہیں۔ ان کے بچے نہیں ہوتے۔ یہ ان کی بدنصیبی ہے اور یہی ان کی خوش نصیبی ہے۔ دوسری شادیاں ان کی ہوں گی دوسری ان کی ہوں گی۔ لیکن گھر میں بیٹھے بیٹھے کیسے ہوں گی۔ تو ان کو میرے ساتھ گھر سے نکلنے کی اجازت دو۔ میرے دوستوں سے ملیں، باتیں کریں، فلم دیکھیں، پارٹیوں میں جائیں، پکنک پر جائیں۔ میرے ساتھ جائیں۔ میں سائے کی طرح ان کے ساتھ رہوں گا ــــ اور جہاں مناسب جانوں گا وہیں لے جاؤں گا کہ میری بہنیں بھی اور میری سالیاں بھی ہونے والی ہیں۔"

"یہی بات تم کہنا چاہتے تھے بھائی راجہ ــــ تم کو یہ خیال کیوں آیا کہ تم ان بیاہیوں کو لے کر باہر نہیں نکل سکتے۔ اجی تم کنواریوں کے ساتھ نکلو تو میں خوش، میرا خدا خوش۔ پوچھو کیوں؟ اس لئے کہ پورے خاندان میں ایک آدمی ایسا نہیں ہے جو تمھارے لئے ایک بات کہہ سکے، جھوٹوں بھی کہہ سکے۔ میرے لئے کہہ سکتا ہے، اخلاق کے لئے کہہ سکتا ہے، تمھارے لئے نہیں کہہ

سکتا۔ جھوٹوں بھی نہیں کہہ سکتا۔"

"دوسری بات بھی سن لو۔ جیسا دیس ویسا بھیس۔ اس گھر میں جو یہ پہنیں پہنیں۔ لیکن جب میرے ساتھ جائیں گی۔ یہ نہیں اچھی جان جائیں گی تو بھائی کپڑے وہ پہنیں گی جو میں پہناؤں گا۔"

"شوق سے بھائی راجہ ــــ شوق سے ــــ میں تو ان کا برقعہ آتار دوں آج اور ابھی آتار دوں لیکن اس گلی سے مجبور ہوں۔ بے برقعہ عورت نکلی اور شروع ہو گئے سالے۔"

"ہاں جی ــــ بیسیوں بار میں نے ٹوکا ہے لیکن مانتے نہیں ہیں لنگاڑے۔" پہلی بار اچھے بھائی نے دخل دیا۔

"تم نے اس گھر کے لئے کیا سوچا ہے؟"

"گھر کے لئے سوچتا کیسے۔ اب اس قابل ہوا ہوں تو سوچوں گا۔ آئے دن دنگے ہوتے رہتے ہیں ہندو مسلمان کے۔ چیخم دھاڑ بھی رہتی ہے دن رات۔ کوئی عزت دار آدمی گھر پر آجاتا ہے تو شرم آتی ہے منہ دکھاتے۔"

"بس میں نے تمھاری منشا لے لی... میری نظر میں مکان ہے۔ خدا چاہے گا تو جلد ہی رجسٹری کرا دوں گا اچھی جان کے نام ــــ بس مجھے یہی پوچھنا تھا تم سے۔ اب تم سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔

"تو بھائی میں پھر اب اٹھتا ہوں۔"

"ہاں شوق سے شوق سے ــــ ارے باجی سلطانہ یہاں آؤ میرے پاس۔" وہ لوگ اٹھ گئے ... باجی سلطانہ اپنی میکسی سے چھلکتی ابلتی آئیں اور

پہلو میں گھس کر بیٹھ گئیں۔

"کیا ہے میرے راجہ" اور بائیں آنکھ دبالی۔ وہ شرمانے کی اداکاری کرنے لگا۔

"پہلے ذرا پانی پلا دو"

"خالی پانی — یا اور کچھ"

"اس وقت خالی پانی — کسی اور وقت اور کچھ"

پانی لائی اور اس طرح دیا جیسے پانی نہیں آب حیات ہو۔

اس نے گلاس خالی کر کے پکڑا دیا۔

"ایک کام کرو گی؟"

"کہہ کے دیکھو نا"

"اچھی جان کو اچھی جان بنا دو — کہ وہ سالے دیکھیں تو دیکھتے رہ جائیں"

"فیس کیا دے گا؟"

"جو مانگے گی وہ دوں گا" اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"یار ادتیا تو نہیں بنا رہا ہے" اس نے گردن کے ساتھ آنکھیں جھکا لیں۔ ہاتھ چھڑا لیا۔

"قسم کھوا لو — جس چیز کی چاہو" اس نے کنواریوں کی طرح شرما کر کہا۔

"سچی —" اس نے کہا۔ ران میں میٹھی سی چٹکی لی اور اس طرح لہرا کر

کھڑی ہوئی کہ معلوم ہوا جیسے ٹاپ ٹوٹ کر گر پڑے گا۔ کمر کے نیچے سے باٹم نکل کر لڑھکنے لگے گا۔

وہ اٹھا اور رخسانہ کے کمرے میں چلا گیا۔ رخسانہ اپنی وارڈروب کھولے کھڑی تھی۔ اسے دیکھا تو مسکرا کر اس کے پاس آگئی۔

"آؤ — ادھر بیٹھو — بیڈ پر آجاؤ۔"

"نہیں — میں تمھاری وارڈروب دیکھوں گا۔" اور وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر وارڈروب کھولنے لگا۔ وہ کپڑے دیکھتی دکھلاتی رہی اور وہ اس کی کمر سے لپٹا کھڑا رہا۔

"یہ نائیٹی اٹھاؤ۔" اس نے نائیٹی اٹھا کر ہاتھ میں دے دی۔ وہ کھڑا دیکھتا رہا "کون لایا تھا؟"

"اس نے اپنے دوست سے منگائی تھی بمبئی سے۔"

"تمھاری ناپ لی تھی دوست نے؟"

"نہیں تو — انھوں نے بتا دیا تھا کہ اتنے نمبر کی لے آنا۔"

"کتنے نمبر کی بتائی تھی؟"

"بتاؤ نا — جلدی سے — نہیں تو میں تمھاری میکسی ابھی اتاروں گا ہاں۔"

"چالیس۔"

"اللہ کی قسم — چالیس — اتنی سی کمر پر — پہنو — پہن کر دکھاؤ مجھے۔"

"کوئی آجائے گا تو کیا کہے گا؟"

"کہے گا کہ اپنے راجہ کو دکھلا رہی ہے بہن کہ"۔ اور اس نے میکسی آتار دی۔ وہ بریزیر اور پینٹی پہنے کھڑی تھی۔ وہ آئینے میں اس کے پوز دیکھتا رہا۔ چومتا رہا۔ چھیڑتا رہا ـــ جب وہ سلگنے لگی ـــ جلنے لگی ـــ بھڑکنے لگی تو وہ اسے چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

سلطانہ نے اسے دیکھ کر آواز لگائی۔

"سنگھار ختم کرو جانی ـــ لڑکی ہشکانے جا رہی ہو کہ لڑکا پھانسنے جا رہی ہو؟"

اور وہ بڑبڑاتی نکل آئیں۔ کمرہ جیسے روشن ہو گیا۔ برقعہ پورے بدن پر تصویر کی طرح فٹ تھا۔ سیاہ بیک گراؤنڈ میں چہرے پر اتنی تاب تھی کہ نگاہ نہ ٹھہرتی تھی۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئیں۔ ایک نگاہ ڈالی۔ سینڈل کے فیتے باندھے۔ ایک نقاب ڈالی اور اس کے ساتھ گلی میں نکل آئیں۔ جس کے دونوں طرف کی نالیاں غلاظت سے پٹی پڑی موریوں کی طرح بہہ رہی تھیں۔ گھروں کے آگے رکھے کوڑے دان بھر چکے تھے۔ ہر سائز اور عمر کے بچے رینگ رہے تھے، کود پھاند رہے تھے، چلنے والوں سے لپٹے جا رہے تھے۔ ایک دوکان پر ترپ چال کا رن پڑ رہا تھا۔ وہ قریب سے گزرے تو آواز آئی۔ "بہت دنوں سے صوفیہ لارن کی فلم نہیں دیکھی"۔ ان کے ہاتھ سے پرس چھوٹ گیا۔ "بہت دنوں سے جھمکڑہ دیکھنے کو نہیں ملا یاروں کو"۔ ایک شخص تہمد کھجلا کر بولا۔ وہ لہرا گئیں۔ جو صاحب نالی کے پاس کھڑے استنجہ کر رہے تھے، وہ گھوم کر کھڑے ہو گئے

اور برقعہ ان کا ازار بند چھوتا گزر گیا۔ ایک رکشہ روک کر سوار کرایا۔ اپنا ہاتھ ان کی کمر کے نیچے گزار کر ہڑ پکڑ لیا۔ وہ اس کے ہاتھ کو کچلتی رہیں۔ ہر موڑ پر اپنے آپ کو اس پر انڈیلتی رہیں۔ ٹیکسی اسٹینڈ پر اتریں تو دوسری نقاب بھی الٹ دی۔ موٹر پر بیٹھیں تو پہلے برقعہ اتارا، پھر اس کے ہاتھ سے تھرمس لیا۔

"کیا ہے اس میں؟"

"انار کا جوس ہے ـــ انڈیلو ـــ نہیں پہلے تم پیو ـــ پیو نا ـــ" انھوں نے پی کر دوسرا ڈھکن اسے دے دیا۔ اس نے پی کر ڈھکن واپس کر دیا۔

"آج کی کارگزاری کیسی رہی میری؟" اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"تم لوگوں نے کیا باتیں کی تھیں الگ الگ؟"

"تم کو دن دہاڑے عیش کرانے کا انتظام کر لیا ہے ـــ باتیں کر کے۔"

"سچ کہہ رہا ہے؟"

"تمہاری جان کی قسم ....."

"کیا کیا ـــ یہ تو بتا۔"

"اسے چھوڑ دو اور ایک دوسری خبر سنو۔"

"سناؤ۔"

"ایسے نہیں ـــ یہ ہاتھ میری گود میں رکھ دو ـــ ان شیشوں سے کچھ نظر نہیں آتا۔"

"میں نے تمہارے لئے ایک کوٹھی بھی خریدی ہے۔"

"کوٹھی۔" ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے۔

"تم اس مکان میں رہتی ہو مجھے اچھا نہیں لگتا۔ قبضہ میں نے لے لیا ہے۔ رجسٹری کرا دوں گا کسی دن ——میری طرف دیکھو—— اور سیدھی ہو—— تم پر سج کر موتی کتنے خوبصورت ہو گئے، کتنے آبدار ہو گئے، کتنے قیمتی ہو گئے۔ مگر تمھارے ان کپڑوں پر روتے دے رہے ہیں۔ مجھ سے ان کا رونا دیکھا نہیں جاتا۔ میں تمھارے لئے کپڑے خریدوں گا۔

"کپڑے خریدے گا——گھر میں کہہ دیا ہوتا تو پیسے رکھ لیتی۔"

"میرے پاس جو پیسے ہیں وہ تمھارے نہیں تو کس کے ہیں۔" گاڑی اسٹارٹ ہوگئی، گاڑی رک گئی۔ لیکن نظریں گود سے نہ نکلیں۔

"تم کو پانچ سو روپے کی میکسی پہناؤں گا۔" وہ کچھ اور گلابی ہوگئیں۔ لیکن نظریں نہ اٹھیں۔

"میری عمر پر میکسی اچھی لگے گی؟"

"غلط عمر کارپوریشن کے رجسٹر میں لکھی ہوگی۔ جو عمر تمھارے چہرے پر لکھی ہے وہی صحیح ہے اور اس عمر پر میکسی نہیں نائیٹی پہن کر یہاں کناٹ پلیس میں نکل جاؤ تو ٹریفک رک جائے۔ لوگ تم کو اٹھالے جائیں۔" راجہ کے منہ سے الفاظ نہیں شراب کے قطرے برس رہے تھے۔

"مگر ایک مسئلہ ہے ابھی جان۔"

"کیا؟" کنویں سے آواز آئی۔

"میں نے میکسی پسند کی۔ تم نے فٹنگ روم میں پہنی۔ وہ فٹ نہ ہوئی تو واپس نہ ہوگی اور ہزار پانچ سو پر بتی پڑ جائے گی۔ اس لئے کہ تم کو اپنا سائز

معلوم نہیں ہے۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"میں تم کو پہلے بریزیر پہناؤں گا۔ اس کا سائز دیکھ لوں گا۔ پھر انڈرویر پہناؤں گا، اس کا سائز دیکھ لوں گا کہ میکسی کے لیے انھیں دو چیزوں کے سائزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔" تھرمس سے دو گلاس بھرے۔ ایک انھیں پکڑا دیا۔ انھوں نے پی لیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ ایک بڑی دوکان کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"راجہ ایک بات کہوں برا تو نہ مانے گا — مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے یہ سب کرتے۔"

"تو پھر ایسا کرو کہ اپنی بہنوں کو پانچ سو روپلّی پانے والے کلرکوں اور ماسٹروں کے سر منڈھ دو۔ میرے اور میرے جیسوں کا خیال کبھی دل میں نہ لاؤ۔

وہ تھوڑی دیر چپ بیٹھی رہیں پھر بہت دور سے آواز آئی۔

"اچھا چل۔"

"بڑی سی دوکان میں کچھ ہندوستانی اور کچھ انگریز مرد اور عورتیں چل پھر رہی تھیں۔ سیلز بوائے اور سیلز گرلز ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ کی سرخی لگائے پھرکیوں کی طرح گھوم رہے تھے۔ دور کاؤنٹر پر ہجوم سا تھا۔ اس نے ایک سیلز گرل سے بیڈ نگ سوٹس اور میکسیز کے لئے کہا۔ اس نے ڈھیر لگا دیئے۔ چند سوٹ لے کر وہ اچھی جان کے ساتھ فٹنگ روم میں داخل ہوا جس میں دو آدمی مشکل سے کھڑے ہو سکتے تھے اور تینوں طرف آئینے لگے تھے۔

سوٹ ان کے ہاتھ میں پکڑا دیئے۔

"آپ اسے پہنئے، میں باہر کھڑا ہوں۔" وہ سیکسپیئر پسند کرنے لگا اندر گیا تو وہ کھڑی تھیں جیسے بڑے بڑے پیالوں میں آئس کریم کے اوور سائزڈ ڈاؤنڈر رکھے ہوں۔ ایک جوڑ ستار کی بیٹھک پر چھوٹے چھوٹے غلاف چڑھے ہوں۔ وہ اسے دیکھ کر زمین پر بیٹھ گئیں۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔ خاموشی سے کھڑی ہو جاؤ کسی کو شک ہو گیا تو ہنگامہ ہو جائے گا۔ یہاں میاں بیوی آتے ہیں یا عاشق و معشوق۔۔۔ ناک کٹ جائے گی دونوں کی۔"

آہستہ آہستہ کھڑی ہو گئیں لیکن دونوں ہاتھ سینے پر باندھے رہیں۔ اس نے دونوں ہاتھ ہٹا دیئے۔ چپکے سے پیالے اتار لئے دوسرے پہنا دیئے۔ غلاف بدل دیئے۔ وہ اندر جاتی رہیں، باہر نکلتی رہیں۔ دو لباسوں کے وقفے میں ہاتھوں کی شرارت اور ہونٹوں کی شوخی چپل چپل کر برداشت کرتی رہیں۔ جب وہ ایک ٹرانسپیرنٹ میکسی میں داخل ہو رہی تھیں۔ وہ گاڑی سے برقعہ اٹھا لایا۔ پہنا دیا، موٹر میں بیٹھیں تو چپ لگا لی۔ پورٹیکو میں اتریں تو کھڑی چاروں طرف دیکھتی رہیں۔ بیگن بولیا سے ڈھکا ہوا کمپاؤنڈ، لان، پھولوں کے تختے روشوں پر گلابوں کے گملے، موزیک کی سیڑھیاں، پیتل کی ہانڈیاں اور گملے۔ بید کا پالش کیا ہوا فرنیچر، ہال میں داخل ہوئیں تو قالین پردے چمڑے سے ڈھکے ہوئے صوفے، یہاں سے وہاں تک رکھی ہوئی ڈائننگ ٹیبل قیمتی کرسیاں، کپ بورڈ، فارن کٹلری اور کراکری اور کٹ گلاس سے بھرا ہوا۔ فریج کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ اس نے فریج کھول دیا جو پھلوں، مٹھائیوں، نمکینوں اور بوتلوں سے پٹا پڑا تھا۔

اس نے ایک بوتل کھولی ۔ دو گلاسوں میں انڈیل کر آئس کیوبس چھلکا کر پیش کیا ۔ ایک گھونٹ لے کر گلاس ہٹا دیا ۔

" یہ کیا ہے ؟ " منھ بنا کر پوچھا ۔

" یہ فارن کولڈ ڈرنک ہے پی کر دیکھو " ۔

" نہیں مجھے اچھا نہیں لگتا " گلاس میز پر رکھ دیا ۔ ماسٹر روم میں داخل ہوئیں " اللہ اتنا بڑا بیڈ اور اتنے آئینے " اور چمک کر ایک صوفے پر بیٹھ گئیں ۔

" یہ تو نے کیا پہنایا ہے مجھے ... ایک ایک رواں جھلک رہا ہے " ۔

" اسی لئے پہنایا ہے " اور انھیں اٹھا لیا ۔ ورانڈے میں ہوتا ہوا چبوترے کی سیڑھیوں سے اتر کر سبز و شاداب لان کے پیچھے پول پر آئیں تو کھڑی ہو گئیں ۔

" اتنی بڑی حوضی ـــ " انھوں نے ہاتھ کمر پر رکھ لئے جو پسینے سے چپک کر جھلکنے لگی تھی ۔

" نہانے کو جی چاہتا ہے ؟ "

" اگر کوئی آگیا " وہ اس سے الگ ہو گئیں ۔

" کون آسکتا ہے یہاں ۔ تمھارے سامنے گیٹ کیپر نے تالا کھول کر گیٹ کھولا تھا ۔

" کیا سوچتا ہوگا چوکیدار " باہوں میں کسمسا کر بولیں ۔

" وہ سوچتا نہیں ہے ۔ سنتا ہے اور کرتا ہے ۔ اگر سوچتا ہوتا تو میں اس کی سوچ خرید چکا ہوتا " وہ سیڑھیوں تک لے آیا ۔

"حاجی جی تو آسکتے ہیں نا؟" وہ پانی میں اترتے ہوئے رک گئیں۔

"حاجی جی اپنے مہمانوں کے ساتھ آگرہ گئے ہوئے ہیں صبح۔"

"اور جاکر پوچھ لیا تیرے مہمانوں کے متعلق"۔ راجہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"تو جواب ملے گا کہ وہ اپنے مہمانوں کے ساتھ کہیں گئے ہیں۔" وہ پانی میں کھینچ لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد میکسی ایک ریشمیں ڈھیر کی طرح سطح پر تیر رہی تھی اور وہ پانی میں اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔ جب راجہ کی گستاخیوں سے عاجز ہوگئیں تو نکلنے لگیں، بلند ہونے لگیں۔ آخری سیڑھی پر دھپ سے بیٹھ گئیں۔

"تولیہ لے آجا کر جلدی سے۔" آواز بھاری ہو چکی تھی۔ لفظ پر کٹے کبوتروں کی طرح نکل رہے تھے۔

منتیں کرتے کرتے آنکھیں اٹھیں تو راجہ کی گہری آنکھوں میں گر پڑیں۔ کوئی ایسی عبارت پڑھ لی کہ چپ ہوگئیں۔ اس نے ان کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اٹھا لیا۔ سینے سے لگا کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لیے۔ بندھے ہوئے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں جکڑ گئے۔

"میں تمھاری بہن سے شادی تمھارے لئے کر رہا ہوں۔ تمھاری بہنوں جیسی لڑکیاں دلی کی دس پانچ گلیوں میں دو چار ضرور مل جائیں گی لیکن تمھاری جیسی عورت پوری دلی میں نہیں۔ جتنی دنیا میں نے دیکھی ہے اور آدھی دنیا میں نے ضرور دیکھی ہے تو میری دیکھی ہوئی پوری دنیا میں نہیں ہے۔ بھیگی ہوئی گردن

پر ہونٹ رکھ دیئے۔ شانوں کی گولائی پر دانت چبھو دیئے۔ اس کے ہاتھوں پر ان کی گرفت ڈھیلی ہو چکی تھی اور ہاتھ آزاد ہو چکے تھے۔ آزادی کے احساس سے آشنا ہو چکے تھے۔ لذت کی تلاش سے شادکام ہو چکے تھے۔ دالان تک پہنچتے پہنچتے بیٹھ پر ڈھیر بال آدھے سے زیادہ سوکھ چکے تھے۔

"اس کمرے میں چلو میں تم کو ایک ہی نگاہ میں سارا سموچا دیکھنا چاہتا ہوں۔ جتنی دیر میں نگاہ آگے سے پیچھے پہنچتی ہے اتنی دیر میں مرجانے کو جی چاہنے لگتا ہے۔ بغیر پشت کا کنگ سائز بیڈ تین طرف جہازی آئینوں کی دیواروں سے گھرا ہوا۔ چھوٹی آئینہ بند سیلنگ کے نیچے پڑا ہوا۔ سامنے کی دیوار کے پاس پروجیکٹر ٹی وی اور وی سی آر رکھا ہوا۔ ایک سائڈ میں وارڈروب، دوسری طرف سنگھار میز۔ روشنیوں کے سیلاب میں پورا کمرہ ڈوبا ہوا اور وہ خود بھی قدِآدم جھاڑ کی طرح روشن۔

"یہ کمرہ کس کا ہے؟" انھوں نے اپنی آواز کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ کوٹھی بھی تمھاری ہے، کمرہ بھی تمھارا ہے۔" بستر پر لیٹے لیٹے چونکیں۔

"اگر کسی کو معلوم ہو گیا۔"

"تو میں تم کو لے کر بھاگ جاؤں گا۔"

"کہاں؟"

"پہلے ہندوستان میں کہیں —— پھر امریکہ۔" وی سی آر آن کر دیا۔ فلم چلنے لگی۔ ایک حبشی مرد، ایک سفید عورت، ایک دوسرے میں آویزاں، ایک

دوسرے میں پیوست ۔ جو کچھ ہوتا ہے ۔ ہو چکا ۔ جو کچھ ہو سکتا ہے ہو رہا تھا ۔ مدتوں بعد اسے سہارے کا احساس ہوا جیسے پاکر ڈوبتا آدمی جی جاتا ہے ۔ جب کنارہ مل گیا اور وہ سستالیں ، سانس قابو میں آگیا ۔ بدن کے روم روم سے ایک لذت آگیں پسینہ رسنے لگا تو انھوں نے آنکھیں کھول دیں ۔ راجہ ان کے نیچے بستر کی طرح بچھا تھا ۔ ان کا جی چاہا کہ تھوڑی دیر اور اسی بستر پر لیٹی رہیں ۔ انھوں نے اپنے بستر کے منہ پر منہ رکھ دیا ۔ لیٹی رہیں کسی نہ کسی طرح جب فلم ختم ہوئی تو وہ اٹھیں کہ ان کا رول بھی پورا ہو چکا تھا ۔ راجہ نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اس طرح اٹھالیا جیسے وہ پوری پکی لبالب بھری ہوئی عورت نہیں کمسن سی کنواری لڑکی ہوں اور مرد کے تنے سے پہلی بار بیل کی طرح لپٹی ہوں ۔

وہ فرنج کھولتے کھولتے رک گئیں ۔

" مجھے کچھ پہنا دو نا ۔"

" اچھی جان تم ان عورتوں میں ہو جن کو تہذیب نے کپڑے پہنا کر مرد کے مذاق حسن اور احساس جمال پر ظلم کیا ہے ۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے دوستوں کے دسترخوان پر اسی طرح رکھ دوں ۔ وہ تمھیں سونگھیں ، چومیں چکھیں اور اپنی قسمت پر ناز کریں کہ میری دوستی کے طفیل میں تمھاری ایسی عورت انھیں نصیب ہوگئی ۔"

وہ سب کچھ جانتے بوجھتے انجان سی بنی کھڑی رہیں ـــــ کہ اب ان کے پاس اس کے سوا بچا بھی کیا تھا ۔ وہ اس کی گود میں بیٹھی " چائلڈ ملک " پی رہی تھیں ۔ گلاس ہاتھ بڑھا کر تپائی پر رکھا تو ہونٹوں میں سگرٹ پھنس گئی ۔

"ہائے اللہ کھانسی آنے لگے گی۔"

"میز پر ایک پیر رکھ لو اور ایک ہاتھ کولھے پر رکھ کر کش لو — لونا —
— خدا کی قسم اب تم بالکل ہو بہو صوفیہ لارن معلوم ہوتی ہو۔"

انھوں نے پیر اور ہاتھ دونوں اتار لیے۔

"ایک دنیا صوفیہ لارن پر مرتی ہے۔" وہ سرخ ہو گئیں۔

"بہت بدمعاش ہیں حرامی —— دو دو نقابیں ڈال کر نکلتی ہوں لیکن اس
دیکھتے ہیں جیسی ننگی جا رہی ہوں۔"

"ویسے تم اس قابل ہو کہ تم پر مرا جائے۔"

"اے ہٹو۔" وہ گود سے نکل آئیں۔ وہ اٹھا اور ان کا گلاس جو پورا اسی
رکھا تھا اٹھا کر ان کے ہونٹوں کے قریب لے گیا۔

"نہیں —— یہ شراب ہے۔"

"اسی لیے تو پلا رہا ہوں —— اچھے بھائی نے تم کو ضرور پلائی ہو گی۔"

"ہائے تجھے کس نے بتا دیا؟"

"اچھے بھائی کی آنکھوں نے چغلی کھائی تھی جب وہ اپنی شراب کا
ر رہے تھے۔ کتنی پلائی تھی پہلی بار —— اور پھر تم نے خود گنہگاری کا ذکر کر کے
دیا تھا۔"

"چھوڑو تو اچھا کوئی بوتل دو بوتل پلائی تھی۔ بس اپنے گلاسوں میں سے
ٹ دے دیئے تھے۔"

"کیسا لگا تھا؟"

"مجھے کیا معلوم میں تو سو گئی تھی۔"

"اچھا جی — ہم کو پٹی پڑھا رہی ہو — وہ جب جب پلاتے تھے تب تب تم سو جاتی تھیں۔"

"ہاں جہاں تک یاد پڑتا ہے سو ہی جاتی تھی۔" اور گلاس کے ہونٹوں نے ان کے ہونٹ بھگو دیئے۔ تربتر کر دیئے۔ شرابور کر دیئے۔

"اور اگر میں سو گئی تو۔"

"تو سو جانا ابھی ایک بجا ہے — پورا دن پڑا ہے۔ چلو تم کو ایک بہت بڑھیا فلم دکھائیں۔"

لینڈ اسکیپ بدل گیا تھا۔ عمارت بدل گئی تھی، صورتیں بدل گئی تھیں اور سب کچھ وہی تھا جو وہ دیکھ چکی تھیں لیکن اب زیادہ اچھی لگ رہی تھی۔ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اور راجہ کا وجود فلم کی اچھائی میں کلی پھندنے ٹانک رہا تھا۔ وہ حد و انتہا سے گذرنے لگا۔ گذر گیا۔

پول کی منڈیر پر وہ اس کے پہلو میں بیٹھی تھیں اور سامنے درختوں کی شاخوں میں سورج کی سنہری پتنگ الجھی ہوئی تھی اور شام کے سائے دیواروں اور درختوں کے نیچے سے ابھرنے لگے تھے۔ انھوں نے اس کے دونوں ہاتھ ایک ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے میٹھی میٹھی مار مار رہی تھیں۔

"اب یہ ہاتھ چلا تو چبا لوں گی کچا۔"

"میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا تھا۔" انھوں نے ہاتھ چھوڑ دیا اور

اس پر جھک آئیں "خاندان بھر میں صحیح یا غلط مشہور ہے کہ تمھاری بہنوں کے اولاد نہیں ہوگی اس لئے کہ جن کی شادی ہو چکی ہے وہ خالی ہیں۔ ورنہ تمھارے اتنے بھائی ہیں، بہنیں ہیں کوئی تو کسی کے لئے کبھی کہتا۔ یہ اچھا ہے ـــ اور باہر شادیاں کرنے پر اپنے بھائی اور دوسروں کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میں اپنے دوستوں کو ہموار کر رہا ہوں اور سمجھو کہ کر بھی لیا۔

"سچ کہہ رہا ہے تو؟" وہ لپٹ گئیں۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میرے دوست سب مجھ سے بڑے، مجھ سے ماڈرن اور مجھ سے شوقین ہیں۔ تو تم لڑکیوں کو ان کے ساتھ گزر کرنے کے لئے تیار کرو۔"

"تیار کیا کرنا جو تم کہو گے وہ کریں گے۔"

"ان کو کپڑے ایسے پہناؤ جیسے آج اونچی اور ماڈرن سوسائٹی میں پہنے جاتے ہیں۔"

"میں تو سب کچھ کروں۔ مگر یہ جو گھر ہے، یہ جو گلی ہے اس نے زنجیر ڈال رکھی ہے۔"

"یہ مسئلہ ہے لیکن میں اسے بہت جلد حل کر دوں گا۔ اس لئے کہ تمھارے بغیر کوئی دن گزرنے کا نہیں۔ اب اور اس گلی سے روز گزرنا ممکن نہیں۔ ان سے کہو میرے دوستوں سے ملیں، ہنسیں بولیں، گھومیں پھریں، کھائیں پئیں۔"

"یہ تو اس وقت ہو جب تم ان سے بے تکلف ہو ـــ وہاں تو گردن جھکائے بیٹھا رہتا ہے اور یہاں دیکھو کیسے گل کھلاتا ہے۔" انھوں نے چٹکی بھری۔

پہلی چٹکی۔

"کیا کھلائے ہیں میں نے گل ؟"

"کیا گل نہیں کھلائے ہیں تو نے" انھوں نے کھینچ کر پیار کرلیا۔

"ایک بات کہوں خفا تو نہیں ہوگی ؟"

"تجھ سے ؟"

"مجھے تمھارا کوئی بہنوئی پسند نہیں ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان تینوں کی کبھی اپنے دوستوں میں شادیاں کردوں" انھیں کوئی دھکا نہیں لگا۔ اسی طرح نارمل بیٹھی رہیں۔

"وہ جب طلاق دیں گے تبھی تو کرے گا"

"تم اس کی فکر مت کرو۔ وہ تو میرا مسئلہ ہے تم اجازت دو مجھے"

"پہلے اِن کو تو سوارت کرو کہ میری بیڑیاں کٹیں"

"وہ تو کٹ جائیں گی مہینہ بھر میں حد سے حد۔

"تو ہم سب پانوں دھو دھو کر پئیں گے" ارے اب اٹھ پھر رات ہوگئی دیکھ تو"

"ہو جانے دو — آج رات یہیں سو جاؤ میری گود میں"

"تو جب جھوٹ بولا تھا پیٹ بھر کر بولتا۔ میں اطمینان کر کے آئی۔ آج تو چلی۔ پھر کسی رات رہ بھی جاؤں گی" اور وہ اس کو لپیٹ کر اٹھ پڑیں۔"

وہ کپڑے پہن رہی تھیں اور وہ اپنا پیگ بنا رہا تھا۔ برقعہ پہنتے پہنتے رک گئیں۔

"تو کہے گا کیا؟"

"یہی کہ ابھی ٹرنک کال آیا ہے آگرے سے۔ ان کے میزبان نے کسی طرح آنے ہی نہیں دیا آج۔ اب کل آئیں گے سب لوگ۔"

وہ گاڑی چھوڑ کر رکشا پکڑ رہے تھے کہ آفاق ایک لمبے آدمی کے ساتھ رکشے سے پھاند پڑا۔

"ارے بھائی راجہ۔ بڑی عمر ہے تمھاری۔ میں دولھا بھائی سے تمھاری ہی باتیں کرتا آرہا تھا۔ چھوٹی سی کھوپڑی، لمبے چہرے اور دبلے پتلے ڈیل ڈول کا آدمی صاف کرتے اور میلے پتلون پر ربر ٹائر کے چپل پہنے بیڑی گھسیٹے جارہا تھا ہاتھ ملایا تو لجلجا مسکرایا تو زرد دانت بکھر گئے۔

"میاں آفاق تم اچھی جان کے ساتھ چلو میں ان کے ساتھ آتا ہوں۔ ان کو رکشے پر بٹھا کر وہ اسے لئے رسوئی میں آگیا۔

"یار یہ کیا چکر پھیلا لیا دولھا بھائی۔" اس نے آرڈر دے کر پوچھا۔

"سب سن تو چکے ہو کہو تو پھر سنا دوں۔"

"نہیں۔ اچھے بھائی سے تمھاری بات ہوئی؟"

"پوری پوری ہو چکی — جس کو کہو گے سالے کو شراب میں نہلا دوں گا۔"

"وہ تمھاری شراب کے بھوکے تھوڑی ہیں دولھا بھائی۔ وہ پئیں گے تو احسان کریں گے۔"

"جانتا ہوں — تم جیسی کہو اور جتنی کہو اور جہاں کہو۔"

"باجی دردانہ تمھارے کہنے سے ایک آدھ پیگ لے لیں گی۔" اس نے تھوڑی

دیر سوچا بیری پھینکی۔

"لے لے گی۔ لیکن تم کو اصرار کرنا پڑے گا۔ تم کو بہت چاہتی ہے وہ۔"

"یہ اچھی کہی یار تم نے دولھا بھائی۔ دھر کبھی پھانس کر لاؤں اور باجی دردانہ کو بھی مناؤں۔ خیر جورو کے دولھا بھائی ہو جو کراؤ گے کروں گا۔"

"ارے بھائی راجہ کیا کہہ رہے ہو — اچھا یہ بتاؤ — پسند کسے کیا؟"

"پسند — تم نے کبھی میرے نام کے ساتھ کسی لڑکی کا نام سنا؟"

"نہیں کبھی نہیں۔"

"میری لائن دوسری ہے دولھا بھائی۔ میں پانچ منٹ کے مزے کے لئے عمر بھر کے واسطے گلے میں ڈھول ڈالنے والا نہیں ہوں۔"

"یار تیرے ارد گرد لونڈے تو میں نے ہمیشہ دیکھے بھی اور سنے بھی۔ مگر راز آج کھلا۔"

"مگر یہ راز راز رہے گا دولھا بھائی۔"

"ارے کیا بات کرتے ہو بھائی راجہ — سر کٹ جائے مگر زبان نہیں کھل سکتی۔ پھر یہ شادی وادی کا کیا چکر ہے۔"

"وہ میری ماں کی وصیت ہے۔ اس نے کہا تھا مرتے ہوئے کہ تو اچھی جان کی بہن سے بیاہ کیجو سو کروں گا — لیکن استاد اس کو لمڈا بنا کر رکھوں گا ہاں — اور میں کیا میرے تمام دوست اور اونچی سوسائٹی کے سب بڑے لوگ اسی طرح رکھتے ہیں عورتوں کو۔ جن کی دعوت تم کرو گے ان کو عورت سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ ہاں اگر لڑکا ہو تو چاندی۔"

"تو تم کہو — کروں انتظام لمڈے کا — چٹکی بجاتے" انھوں نے بڑی دگا لی۔

"اجی توبہ کرو — میں کوئی بھڑوا ہوں یا تم کو بھڑوا بناؤں گا جس کو سالے کو شوق ہو شکار مارے اور کھائے۔"

"تو میں اطمینان رکھوں بھائی راجہ" اس نے چائے گھسیٹ کر پیالی اونڈھا دی۔ اس نے بیگ کھولا۔

"بالکل بس باجی دردانہ کو پٹائے رکھو — یہ رکھو جب بینک کھلے تو مجھے واپس کر دینا۔"

"ارے بھائی راجہ — یہ — اس کی کیا ضرورت تھی" اس نے لفافہ لے لیا۔ سر سے پانوں تک ہنسا۔

"لیکن اس کا ذکر دردانہ سے مت کرنا۔ ہر بات عورت سے نہیں کہی جاتی سمجھے۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ جب تک اس نے پیمنٹ کیا وہ رکشا بلا لایا۔

کھانا کریم کے یہاں سے آجائے گا۔ شراب میرے پاس فارن کی رکھی ہوئی ہے تم کو فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ ارے ہاں میں تو بھول ہی گیا۔ میرے پاس کچھ فارن کے کپڑے ہیں۔ امریکہ جاتا رہتا ہوں۔ جو اچھے لگتے ہیں خرید لیتا ہوں۔ میں ان میں سے دو نایٹی اور دو میکسی لے آیا ہوں جو ہائی سوسائٹی میں پہنی جاتی ہیں۔ چھپا کر رکھ لیا تھا دولھا بھائی کہ اچھی جان جھلک نہ دیکھ لیں۔

"دیکھ لیتیں تو کیا ہوتا۔ سب پہنتی ہیں۔ دردانہ، رخسانہ، سلطانہ تو مانگی بیاہی ہیں۔ یہ لڑکیاں پہنتی ہیں اپنی بہنوں سے مانگ مانگ کر ــــ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔" اس نے پیکٹ تھام لیا اور الٹ پلٹ کر دیکھ بھی لیا۔

"بس یہ ہے کہ فٹ ہو جائیں تب بات بنے۔"

"ارے بھائی تم تو خواجہ سرا ہو عورتوں کے لئے پہنا کر دیکھ لینا اپنے ہاتھ سے۔"

"ہاں بھائی اڑالو مذاق ــــ ہیں تو خواجہ سرا ہی اور ایسے دیکھو تو میرے سب دوست خواجہ سرا ہیں۔"

"اچھا اتنا تو اشارہ دو کہ کون لڑکی اچھی لگتی ہے تینوں میں۔"

"دولہا بھائی میں تو عورت کو اس کے کولھے سے پرکھتا ہوں اور کولھے تو سب لڑکیوں کے اچھے ہیں۔ دردانہ کے بھی اچھے ہیں۔"

"بہت گھرے ہو بھائی راجہ ــــ پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے۔"

"تمھارے سر کی قسم دولہا بھائی ایمانداری سے کہہ رہا ہوں۔"

دولہا بھائی ڈیوڑھی سے زینے میں گھس گئے۔ وہ اندر آیا۔ اچھے بھائی اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ لڑکیوں نے ٹی وی بند کر دیا۔ پورے گھر کا میک اپ جیسا وہ چھوڑ گیا تھا اس سے گہرا ہو گیا تھا۔ آفاق اور اخلاق اور دونوں دولہا بھائی انتظار کر رہے تھے۔ اچھی جان اسی طرح نارمل اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ جب آنکھ ملتی تو جھک جاتی اور چہرے پر ایک رنگ سا آجاتا۔

"لا بھائی چائے بنا کے لا جلدی سے تھک گیا ہوگا صبح کا نکلا ہے۔ اچھے

بھائی گرجے۔

"چائے کا ٹھیکہ اس کی دردانہ کے پاس ہے۔ وہ کہہ کر گئی ہے مجھ سے۔"

"تو اچھی جان اب پی لوں — اور چلوں پانی بھی آرہا ہے۔" آفاق نے گردن نکال کر دیکھا۔

"پانی تو خیر آگیا لیکن تم چلوگے کہاں۔" اخلاق کے کہنے پر اچھے بھائی کھسک آئے۔

"تمہارے گھر جیسا آرام تو یہاں نہیں ہے میاں۔ لیکن آج کی رات تھوڑی سی تکلیف سہی۔ یہیں لیٹ رہو۔"

"اور بھائی راجہ روز روز تو تم لیٹنے آؤ گے نہیں لیکن کبھی کبھار بھی یہاں لیٹ رہو گے تو اچھی جان کو یہاں اور ہم لوگوں کو وہاں ڈھارس رہے گی۔" آفاق نے پیار سے کہا۔

"اچھی جان میرا کرتا پاجامہ نکال دو — یا لنگی باندھتے ہو رات میں۔" اچھے بھائی نے فیصلہ کر دیا۔

"لنگی ہی لے لوں گا۔"

"دردانہ کا کمرہ بڑا بھی ہے اور ہوادار بھی۔ بستر لگا دو اچھی جان لیٹ رہیں گی اور دردانہ اپنے میاں کے ساتھ نیچے کے کمرے میں آجائے گی۔" اچھے بھائی نے دوسرا حکم دیا۔

"وی سی آر وغیرہ بھی وہیں لگوا دیا ہے۔" آفاق نے اطلاع دی۔

"دیکھ اوپر کے غسل خانے میں کپڑے رکھ دے جاکر۔" زہرہ کو حکم ملا۔ وہ

مڑنے لگی ۔

" باجی زہرہ میں نے تیرا میاں ڈھونڈھ لیا بس ذرا انگریز ہے لیکن اگر تو نے خاطر میں کمی کی تو ہشکار دوں گا سالے کو "

" نہیں میاں راجہ ایسا نہ کیجو... وہ تیری خاطر میں کوئی کمی نہیں کرے گی " اچھی جان چہکیں

" اے اچھی جان " وہ اچھے بھائی سے کھسر پھسر کر رہی تھیں ۔

" ہاں میں صدقے اچھی جان کہن والے کے "

" اب باجی مشتری روٹھ گئی ہیں مجھ سے ـــــ سنو باجی مشتری خفا نہ ہو ذرا صبر کرو ۔ تیرا دلہا ابھی فیکٹری میں ہے ۔ ناک کان بن لیں بس میں نکال لاؤں گا یہ ہے کہ ذرا ناک میں بولتا ہے "

" بھئی راجہ تیرا حمام تیار ہے " اچھی جان نے اطلاع دی ۔

" ایسے تھوڑی جانے کا باجی زہرہ ساتھ چلیں "

" چلو " وہ مسکرا کر آگے آگے چلنے لگی ۔

" تم بھی اٹھو اچھی جان ذرا سا نہا ڈالو ۔ بو آرہی ہے پسینے کی اللہ قسم "

سلطانہ نے منہ بنایا ۔

" کپڑے رکھے ہوئے ہیں غسل خانے میں " رخسانہ نے تائید کی ۔

ابھی اٹھتی ہوں ۔ وہ میاں سے چپکے چپکے باتیں کرتی رہیں ۔ اخلاق بیٹھا مسکراتا رہا ۔

جب وہ زینے کی طرف مڑا تو اچھے بھائی نے مشتری کو گھڑکا ۔

"غسل خانہ بہت چھوٹا ہے اوپر کا۔ باہر سے کپڑے مانگ کر دومنٹ میں کھنگال کر پھیلا دے۔"

وہ بھی دوڑ کر زینے میں آ گئی۔

مشتری غسل خانے کی جھری کے پاس آ گئی۔ اندر تیز روشنی میں وہ کپڑے اتار چکا تھا۔

"اچھے بھائی نے کہا ہے کہ کپڑے مانگ کر دھو ڈالو۔"

"تو لے لو آکر۔" اس نے ذرا سا دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آئی۔

"ہائے اللہ تم تو بالکل ننگ ....." باقی لفظ راجہ کے ہونٹوں نے چھین لئے۔ جب زینے پر آہٹ ہوئی تب وہ کپڑے لے کر نکل سکی۔ نہا کر نکلا تو دردانہ کا کمرہ بند تھا۔ کھلا تو آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دو بیس کی نائیٹی میں انجیر کے تین سنتھیٹک سیمی ٹرانسپیرنٹ پتوں میں ڈھکی کھڑی تھی، کھلی کھڑی تھی اور دولھا بھائی اپنی کارگزاری پر نازاں تھے۔ وہ فل میک اپ کئے ہوئے تھی جب نگاہ جلنے لگی تو ہٹالی۔ سنگھار میز کے آئینے میں بیک پوز کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

"کیسی اچھی فٹنگ ہے۔" اس نے خشک ہوتے ہوئے گلے کو صاف کر کے کہا۔ احساس حسن سے بدمست دردانہ اس کے قریب سے گزری۔

"تمھاری چائے بنا دوں؟"

"چائے ..... اتنے خوبصورت لباس پر چائے کھپتی نہیں ہے۔ دولھا بھائی ذرا آپ تکلیف کر کے میرا بیگ لا دیجئے۔" دولھا بھائی نکل گئے۔

"چائے انڈیل تو لوں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اسی کو اپنے اوپر انڈیل لیا۔

"تم نے میرے تحفے اس کو کیوں دے دیئے؟"

"اگر نہ دیتا تو اس طرح ڈنکے کی چوٹ پر پہن کر کیسے کھڑی ہوتیں۔ اور دیکھو جو یہ کہے وہ تم کرنا۔ مزہ آجائے گا۔"

"سچی۔ کیا مزہ آئے گا۔" وہ لہریں لینے لگی۔ وہ اسے سنبھالتا رہا۔ دولھا بھائی نے بیگ لا کر رکھ دیا اور دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

"تین گلاس لائیے۔" انھوں نے الماری سے تین گلاس لا کر سامنے رکھ دیئے۔ جو لبریز ہو گئے۔ دولھا بھائی مسکرائے گردن ہلائی۔

"برف لے آؤں؟"

"نیچے جانا پڑے گا۔"

"نہیں جی رخسانہ کے یہاں فریج ہے۔" اور وہ اٹھ گئے اور پورا برف دان لے کر آ گئے۔ اس نے آئس کیوبس سے گلاس جھلکائے اور بانٹ دیئے۔

"یہ شراب نہیں ہے وائن ہے ـــــ اونچی سوسائٹی میں عورتیں پیتی ہیں۔ مرد پیتے ہیں تو اس میں کوئی شراب ملا لیتے ہیں۔ دعوت کے لئے نکال کر رکھی تھی آج کہ معلوم نہیں کب ضرورت پڑ جائے دولھا بھائی کو۔"

"یہاں تو ملتی نہیں ہو گی یہ۔"

"اگر مل بھی جائے گی تو ہزار ڈیڑھ ہزار سے کم کیا ملے گی۔"

"ایک بوتل" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"دولھا بھائی کے مقدمے کے نام" اس نے آہستہ آہستہ گلاس ٹکرائے۔ دردانہ نے ہلکا سا گھونٹ لیا۔ لیکن چہرے پر کوئی برا تاثر نہ پیدا ہوا۔

"سچ بتانا دردانہ کیسی ہے" دردانہ نے ذرا سا سوچا۔ دوسرا بڑا گھونٹ لیا۔

"ہلکی سی میٹھی ہے"

"دیکھا میں کہہ نہ رہا تھا" راجہ نے خوش ہو کر کہا اور دوسرا گھونٹ بھر لیا۔

"دولھا بھائی — تمھاری دردانہ ڈانسر ہے — اس کا سارا بدن چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ڈانسر کا بدن ہے۔ انھوں نے دردانہ کی کمر میں بازو ڈال کر اپنے قریب کر لیا اور وہ ضرورت سے زیادہ شرما گئی۔ اس نے دیوار سے پیٹھ لگا لی۔

"پکڑلی گئیں بھائی اب تو" راجہ نے بیڈ کی پشت کا سہارا لے لیا۔ دولھا بھائی دونوں پیر اٹھائے پائنتی بیٹھے تھے۔

"اس کے ساتھ کچھ کھاؤ تو لے آؤں دوڑ کر۔ تم کو میاں راجہ ناچ دکھائیں گے ایک دن"

"نہیں — یوں بھی چل جاتی ہے — یہ رانی ہے اسے گھنوں کی ضرورت نہیں ہوتی"

"واہ کیا بات کہی ہے" اور گھونٹ بھر لیا۔ وہ راجہ کو دیکھتی رہی اور

اس کی آنکھ کے اشاروں پر بیتی رہی۔ گلاس خالی ہو گئے۔ دوسری بار بنا لئے گئے۔

" دولہا بھائی یہ دوسری کیسی ہے نائیٹی "

" پہنا کر دیکھ لو نا" انھوں نے آنکھیں چڑھا کر ایک گھونٹ اور لیا۔

" نہیں دردانہ خفا ہو جائے گی تم پہنا دو" راجہ نے بیگ سے ٹن نکالا تین سگریٹ سلگائے اور پکڑا دیئے۔ دردانہ نے پینے سے انکار کیا۔

" ایسے خوب پیتی ہو چھپ چھپ کر ـــ ہاں سب پول کھول کر رکھ دوں گا۔

ـــ پیو ـــ پیو نا "

اس نے آہستہ سے کش لیا۔ ہلکی سی کھانسی آئی۔

بہت تیز معلوم ہوتی ہے۔

" فارن ہے فارن ـــ یہاں کی بھسا کو تھوڑی بھری ہو گی اس میں۔

ایک بار بیڑی کی طرح جو کھینچ کر کش لیا تو چہرہ بھنا گیا۔ دیوار سے ٹک گئے "

" بہت تیز ہے یار ـــ سچ مچ " اور ایش ٹرے میں مسل دیا۔

" تم نے نائیٹی نہیں پہنائی دولہا بھائی۔ میں اصل میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون سی اچھی رہے گی اس دن کے لئے " انھوں نے گلاس خالی کر کے زمین پر ڈالا۔ اس کی طرف بڑھے تو وہ مچلنے لگی۔ وہ پلنگ سے اٹھے۔ اس نے نائیٹی اٹھا کر تکیے کے نیچے چھپا دی۔ دولہا بھائی نے دو تین بار کی کوشش سے کمرے کی چٹخنی چڑھا دی۔ ڈگمگاتے آئے۔ اس نے دردانہ کو اشارہ کیا۔ وہ لیٹی رہی۔ انھوں نے اسے انجیر کے پتوں کی گرفت سے باہر نکال لیا۔ جیسے نہاتے نہاتے ٹب

کا پانی بہ جائے۔ وہ جہاں بیٹھے تھے وہیں ٹٹولتے رہے۔ دیکھتے رہے ڈھونڈھتے رہے۔ پھر ہاتھوں کی جنبش سست پڑنے لگی تھم گئی۔ وہ غافل ہو چکے تھے۔ وہ ہوشیار ہو چکی تھی۔ راجہ نے اسے اٹھالیا۔ سنگھار میز کے سامنے لے آیا۔ آنکھوں، ہونٹوں اور ہاتھوں سے نڈھال ہوتی رہی۔

وہ پھر آکر بیڈ پر بیٹھ گئے۔ دیر تک اپنی آنکھوں کو سیراب کرتے رہے، بدن کو شاداب کرتے رہے تب دولہا بھائی نے ذرا سی کروٹ لی۔ راجہ نے جھنجھوڑ کر ان کو اٹھایا اور نائیٹی ہاتھ میں دی۔

"دولہا بھائی وہ بیٹھی ہوئی انتظار کر رہی ہے۔ پہناؤ نا اسے" انھوں نے نائیٹی لی دیکھا۔ پہنائی کم گئی پہنی زیادہ گئی۔

"دیکھو ــــ دولہا بھائی کتنی اچھی لگ رہی ہے دردانہ" "اور اب اٹھو کھانا کھلواؤ"

"میاں راجہ ایک بات کہوں خفا نہ ہونا" "کھانا اس سے منگا لو ــــ" دروازے تک جاکر کھڑے ہو گئے۔ پھر باہر نکل گئے۔ دردانہ پھر باہوں کے اندر آگئی۔

"تم اس پہ کوئی ہلکی سی میکسی ڈال لو ــــ اور کھانا لے آؤ۔ یہ باتھ روم گیا ہے"

"ہائے اللہ گیارہ بج رہا ہے" اس نے جلدی جلدی میکسی پہنی اور بٹن لگاتی نکل گئی۔ دروازہ کھلا تو برستے پانی کا شور اندر گھس آیا۔ اس نے دروازہ بند کر لیا۔

دیر کے بعد دروازہ کھلا اور بھیگی ہوئی دردانہ کے پیچھے زہرہ پانی میں شرابور لدی پھندی آگئی۔ دہلیز پر کھڑے کھڑے رکھ کر واپس جانے لگی تو اس نے دونوں کو روک لیا۔

"بس ہو گیا جتنا آگیا ہے کافی ہے — اب زیادہ بھیگنے کی ضرورت نہیں۔"

"ارے سب سو گئے ہیں۔ وہ دونوں عرب جا رہے ہیں بیویاں لے کر پڑ گئے شام ہی سے۔ لڑکیاں وی سی آر دیکھتیں تو دو بجے تک جگتی رہتیں۔ بس یہ زہرہ بیٹھی تھی کھانا لیئے۔ اچھی جان اچھے بھائی سب انٹا غفیل — آفاق اخلاق بیٹھک اندر سے بند کئے پڑے ہیں۔"

"تم بیٹھو میں ایک ہی چکر میں سب لئے آتی ہوں۔" زہرہ نکل گئی۔ اس نے اس کی میکسی اتار کر دروازے پر ڈال دی اور اس کے بدن کو اپنے کرتے میں لپیٹ کر خشک کر دیا۔ زہرہ کے لئے کپڑے نکال لو اور یہیں لٹا لو۔ تم اکیلی لیٹو گی تو کسی کو شک ہو سکتا ہے۔ تمہارا وہ جسے میاں کہتے زبان جل جاتی ہے معلوم نہیں کب آئے۔"

"ہوں — وہ اچھے بھائی کے پاس ڈھیر ہو گیا ہو گا جا کر۔" دردانہ نے دستر خوان چن دیا۔ زہرہ آئی۔ اس کے ہاتھ سے پلیٹیں لے کر لگائیں۔ راجہ نے زہرہ کو پکڑ لیا۔

"تم یہاں کپڑے بدل لو میں باہر کھڑا ہوں۔" وہ باہر نکل آیا — دردانہ کی آواز آئی۔ "اتنی موٹی ہے میکسی رات کا وقت ہے۔ کیا کرے گی برینرئیر اور انڈرویر

پہن کر وہ اندر آیا تو زہرہ دردانہ کی برائے نام نائیٹی دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔
اس نے دوسری طرف زہرہ کو بٹھالیا۔ کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کھانا ختم ہوا تو برتن
پلنگ کے نیچے کھسکا دیئے گئے۔ راجہ نے بیگ کھول کر ایک فلم لگائی سگریٹ
کا ٹن نکالا اور بیڈ پر آگیا۔ دردانہ کے ساتھ زہرہ بھی آگئی اور اس کے پاس بیٹھ
گئی۔ اس نے سگریٹ سلگائی اور دردانہ کے لبوں میں لگا دی۔ وہ دو ایک بار
کھانس کر پینے لگی۔ اپنی سگریٹ کا ایک آدھ ہلکا سا کش لے کر اس نے زہرہ
کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ پکے ہوئے پھل کی طرح آگئی۔ اس نے سگریٹ منہ میں
لگا دی لیکن کش نہیں لیا۔

"ایک دو بار پی لے فارن ہے بڑی مزے کی ہے" دردانہ کے اصرار
پر اس نے ایک کش لیا۔ کھانس کر واپس کر دیا۔ دردانہ راجہ کی طرح پیتی رہی۔
راجہ نے اٹھ کر لائٹ آف کی اور فلم آن کر دی۔ ہاٹ انتہائی ہاٹ قیامت خیز
فلم چلی۔ دردانہ کی دست درازیاں کمزور ہوتے ہوتے ختم ہوگئیں۔ زہرہ کے
ہاتھوں کی روک ٹوک فلم کے ختم ہونے سے پہلے ختم ہو چکی تھی۔ جب لائٹ آن ہوئی
تو زہرہ کی میکسی قالین پر پڑی تھی اور وہ اپنے ہاتھوں میں چھپ رہی تھی۔
اور دردانہ مردوں کی طرح سو رہی تھی۔ اس نے دردانہ کو برابر کیا۔ دروازہ
بند کیا۔ دوسری فلم لگائی اور دردانہ کے پاس بیٹھ کر زہرہ کو اپنے پاس
بٹھالیا۔ جب زہرہ کی ایک ایک شکن نکل گئی تو فلم بند کی، بیگ برابر کیا، لائٹ
آف کی اور زہرہ کو اوڑھ کر سو گیا۔

صبح آنکھ کھلی تو وہ الٹا کرتا اور سیدھا تہمد پہنے ہوئے تھا۔ قالین

پر دو خالی بستر پڑے تھے۔ ہر چیز قاعدے سے رکھی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ آٹھ بج چکا تھا۔ سگریٹ سلگا کر باتھ روم جا رہا تھا کہ اچھی جان زینے سے نکلیں۔ سر سے پانوں تک جگمگاتی ہوئی۔

"اٹھ گئے — تم جاؤ — جب تک میں چائے لگاتی ہوں۔" انھوں نے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

دونوں کمرے کھلے ہوئے تھے لیکن خالی — باہر آیا تو باجی سلطانہ مل گئیں۔ مسکرا کر دیکھا اور چلی گئیں۔ بیٹھتے ہی اچھی جان کس گئیں۔

"تمھارے اچھے بھائی نے نہلا دھلا کر تیار کر دیا ہے جانے کے لئے۔"

"سعادت مند بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"اللہ بچہ کہہ رہا ہے ان کو۔" وہ ہنسیں تو پورا ٹاپ کھلکھلانے لگا۔

باجی سلطانہ چائے کی پیالی لے کر آئیں تو اس نے بٹھا لیا۔

"باجی سلطانہ — اچھی جان کو ذرا اچھے سے کپڑے پہنوا دیجیے۔ جا رہی ہیں میرے ساتھ۔"

"کل بھر پایا ہو گا تو ان کو ساتھ لے جا کر — شرارہ پھڑکاتی چلی جا رہی ہیں بیچ بیچ پیک تھوکتی ہوئی۔"

"اے نوج — میں پیک کیوں تھوکنے لگی۔"

"جانی ناشتہ اس کا یہیں منگوا لو — وہاں نیچے کون ہے۔ سب نکل گئے ہیں اپنے اپنے کام پر۔" سلطانہ نے اچھی جان سے کہا۔

"تیرے اچھے بھائی بھی گئے؟"

"گئے — پوچھا راجہ سو رہا ہے۔ میں نے کہا سو رہا ہے اور ابھی سوئے گا — بس وہ نکل گئے۔"

"تم نہاؤ ناشتہ کرو۔ ان کو صوفیہ لارن بناتی ہوں میں۔"

"اے حرامزادی زبان ٹھیک رکھ۔" اچھی جان نے بگڑنے کی کوشش کی۔

"جانی تم تو روٹھ جاتی ہو اسی لئے تو میں تم کو گھمانے نہیں لے جاتا ہوں۔" ان کے لہجے پر وہ اتنے زور سے ہنسا کہ چائے کا پھندہ پڑ گیا۔ باجی سلطانہ نے پیٹھ سہلاتے سہلاتے پورا بکوٹا بھر لیا اور وہ اچھل گیا۔ اور اچھی جان نے پھر اسے جھڑکنا شروع کر دیا مگر وہ آرام سے بیٹھی رہیں۔

اچھی جان کے ساتھ وہ نکل رہی تھیں کہ دردانہ اور زہرہ ناشتہ لے کر آ گئیں۔ زہرہ رات والی سیکسی پہنے دسترخوان بچھا رہی تھی اور آنکھیں بچا رہی تھی۔ دردانہ کی مست مست آنکھوں سے رات کی رنگینیاں ٹپک رہی تھیں۔ کچھ رکھ کر کچھ لینے چلی گئیں تو اس نے زہرہ کا بازو پکڑ لیا۔

"بچوں کو الٹے کرتے اور سیدھے تہمد نہیں پہنائے جاتے — بری بات ہوتی۔" وہ دوہری ہو گئی۔

"لائٹ آن کرتی تو آپ کی آنکھ کھل جاتی۔" اس نے باہوں میں مچلتے ہوئے کہا۔

"آنکھیں تو ہماری کھل چکیں رات میں تمھیں دیکھ کر — تم لوگ کپڑا پہن کر کتنی کم ہو جاتی ہو اور بہت سی عورتیں کپڑا پہن کر زیادہ ہو جاتی ہیں،

حسین ہو جاتی ہیں۔

"آیئے آیئے آپ لوگ بھی آیئے" مشتری اور ناہید اس کے بیڈ ہی پر ٹک گئیں۔

"ٹھیک سے پیر چڑھا کر بیٹھ جاؤ تو بات کروں" وہ سب ٹھیک سے سنبھل کر بیٹھ گئیں۔ زہرہ کو اس نے پکڑے رکھا۔

"جن کی شادیاں یا بربادیاں جو بھی ہونیں ہو چکیں لیکن اب تم لوگوں کی شادیاں جہاں میں کرنے کی کوشش کر رہا ہوں وہ بڑے بڑے گھروں کے ایسے لڑکوں سے ہونے والی ہیں جو سال میں دس مہینے یوروپ میں رہتے ہیں۔ روز گھر پر پارٹی ہوتی ہے یا پارٹی میں شریک ہوتے ہیں ۔۔ پارٹی اور دعوت میں فرق ہوتا ہے لیکن بڑے لوگوں کی دعوت میں بھی شراب ضروری ہوتی ہے۔ کل میں نے اچھے بھائی سے کہا تھا کہ دولھا بھائی جو دعوت ہوگی وہ شراب کی ہوگی۔ کھانا تو صرف سہولت کے لئے ہوگا۔"

"ہاں کیا تھا ۔۔" زہرہ نے تائید کی۔

"تو شراب پینا پڑے گی۔ شوہر کے دوستوں کے ساتھ پینا پڑے گی۔ ڈانس کرنا پڑے گا۔ ڈانس آتا ہے۔ بول ۔۔" اس نے زہرہ کو بغل میں داب کر پوچھا۔

"کیوں نہیں آتا ہے؟" اس نے آہستہ سے کہہ دیا۔

"پکنک پر جاؤ گی تو نہانا پڑے گا۔ وہ اصرار کرے گا تو ننگی نہانا پڑے گا۔"

"دوستوں کے سامنے؟" ناہید نے پوچھا۔

"اور کیا خالی میاں کے سامنے۔ اب ننگا ہونے اور نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ننگا ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی تمھیں ننگا دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ تو ایک چشمہ لگا کر دیکھ لے گا اور تم کو پتہ کبھی نہ چلے گا۔"

"چشمہ؟" مشتری نے سوال کیا۔

"ایسے چشمے چل رہے ہیں جن کو لگا کر میں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمھارے سلیکس کے نیچے کولھے پر تل ہے کہ نہیں ہے۔ معمولی گھروں کی لڑکیوں کو ننگا کر دو تو وہ جذبات میں بہہ جاتی ہیں۔ جو جی چاہے ان کے ساتھ کر لو وہ کرا لیں گی۔ لیکن اونچی سوسائٹی کی لڑکیوں پر یہ داؤں نہیں چلتا۔ شراب کیوں پی جاتی ہے۔ نالی میں لوٹنے کے لئے تھوڑی پی جاتی ہے۔ ذرا خوش ہونے کے لئے ذرا بے تکلف ہونے کے لئے پی جاتی ہے۔ کل اچھی جان کے ساتھ ایک دوست کے یہاں گیا۔ اس نے شراب پلائی میں نے پی لی۔ اچھی جان کو پتہ بھی نہ چلا۔

"کچھ نہیں ہوا تم کو؟" ناہید نے پوچھا۔

"ہوتا کیا —— پوری بوتل پی کر کچھ ہوتا ہے۔ ایک آدھ میں تو پتہ بھی نہیں چلتا اور آخری بات یہ کہ بڑے لوگ بچے پیدا کرنے کے لئے شادی نہیں کرتے کہ بچے تو ٹسٹ ٹیوب میں پیدا ہونے لگے ہیں۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟" مشتری کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"بتاؤں گا اطمینان سے۔ تو شادی عیش کرنے کے لئے کرتے ہیں اور

ایسی عورتوں کو پسند کرتے ہیں جن سے لڑکوں کی طرح بھی عیش کیا جا سکے۔ اس وقت ساری دنیا پر عرب چھائے ہوئے ہیں اس لئے وہی عورتیں پسند کی جاتی ہیں جن کے کولھے بھاری ہوں جیسے تم لوگوں کے ہیں اور اتنی طاقت کہ عربوں کو برداشت کر سکیں۔ میں نے تم کو اس لئے بتا دیا کہ سہاگ رات میں ہنگامہ نہ کرو۔ اور کپڑے کو کپڑے کی طرح پہنا کرو۔ گھر کے اندر بے تکلف دوستوں کے سامنے میکسی پر انڈرویر کبھی نہیں پہنتے۔ اچھی جان سے پوچھ لینا۔ میرے دوست کی بیوی جب شراب لے کر آئی تھی تو خالی ٹرانسپیرنٹ میکسی پہنے ہوئے تھی اور میری گود میں بیٹھ کر پلائی تھی اس لئے کہ کل اس کے شوہر کو میری بیوی اسی طرح پلائے گی۔" اس نے ناہید کے سلیکس کی کمر پکڑ کر کھینچا دونوں شانوں پر پیار کیا اور اٹھ پڑا۔

نہا کر نکلا تو مشتری اس کے استری کئے ہوئے کپڑے لئے کھڑی تھی وہ اسے لئے ہوئے کمرے میں چلا آیا۔ دردانہ اور زہرہ ناشتہ لگائے بیٹھی تھیں۔ تیار ہو کر نیچے اترا تو سلطانہ نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"تیری اچھی جان کو میں نے صوفیہ لارن بنا دیا ہے ــــ رشوت میں کیا دے گا مجھے؟"

"جو تو مانگے گی۔"

"ٹھیک ہے بادشاہ سلامت۔" کمرے میں اچھی جان کھڑی لپ اسٹک پونچھ رہی تھیں۔

"کمبخت نے پوت دیا بالکل اوپر سے نیچے تک۔ وہ ان کے پاس جا کر

کھڑا ہوگیا۔ آنکھوں کے دنبالے اور بالوں کے گھونگھر دیکھتا رہا۔ سلیولیس اونچا سا بلاؤز، ناف کے نیچے بندھی ہوئی ہفت رنگ ساری۔ سینڈل کے بکل لگا رہی تھیں، اسے دیکھا تو شرما گئیں۔

"جانی ایسی ویسی جگہ لے جائے تو جانا نہیں۔ لونڈا خراب معلوم ہوتا ہے۔" سلطانہ نے کہا۔ رخسانہ ہنسنے لگی۔ اچھی جان گالیاں سنانے لگیں۔ برقعہ پہننے لگیں۔ ایک طرف سے باجی دردانہ نکل آئیں۔

"تمھارا شوہر کہاں ہے باجی دردانہ؟" اس نے کمر پہ ہاتھ رکھے منھ سکھایا۔

"فجر پڑھ کے نکلا ہے۔ عشا پڑھ کے گھسے گا اللہ مارا۔"

گلی کی مصیبت کاٹ کر سڑک پر آیا تو اچھی جان کے پھولے ہوئے پرس پر نظر پڑ گئی۔

"کیا بھر لائی ہو اس میں؟"

"ایک جوڑا رکھ لائی ہوں کہ اگر تم نے رات میں اصرار کیا رکنے کا تو کوئی زحمت ...."

"بڑی سمجھدار ہوتی جا رہی ہے میری معشوق۔" اس نے جھک کر کہا اور وہ سمٹ گئیں۔

وہ گاڑی میں بیٹھی جوس پی رہی تھیں اور وہ فون کر رہا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور وہ برقعے سے نکل آئیں۔ اس نے اشارے سے اور قریب کر لیا۔

"ساری رات نیند نہیں آئی کہ تمھارے گھر میں ہوں اور تم سے دور ہوں۔"

"سب اپنی اپنی آگ جانتے ہیں — دوسرے کے جہنّم کو کون جانتا ہے۔"

"آج تم اتنی اچھی لگ رہی ہو، اتنی قاتل لگ رہی ہو کہ میں کچھ سوچنے لگا ہوں کہ اگر تم ساتھ دے جاؤ تو میں زہرہ کا معاملہ آج طے کر دوں۔ آج۔

"راجہ میری جان ـــــ میرے پاس تھا ہی کیا۔ ایک تن تھا وہ تجھے سونپ چکی اس کے علاوہ بتا اور کیا کروں ؟"

"تم کچھ نہ کرو جو کچھ کروں وہ کرنے دو بس "

"تو نے کیا نہیں کیا ـــــ لیکن میں نے تیرا ہاتھ تو نہیں پکڑا "

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے جتنے دوست ہیں سب مجھ سے بڑے ہیں۔ ہر طرح بڑے ہیں۔ تو میرا یار ہے کاظم۔ بہت بڑا کاروبار ہے۔ اپنے چھوٹے بھائی کے لئے لڑکیاں دیکھ رہا ہے، دیکھ کیا رہا ہے چن رہا ہے۔ میں اسی سے تم کو ملانا چاہتا ہوں۔ تم ملو۔ جیسے میں کہوں ویسے ملو ـــــ تو سمجھ لو پو بارہ ہیں۔ پوچھو وہ کیسے۔ چھوٹے بھائی سے زہرہ تو ہو ہی گئی۔ اور اگر ہاتھ رکھے رہو اس پر تو سلطانہ یا رخسانہ کا بیڑہ پار سمجھو "

"شادی نہیں ہوئی ہے اس کی ؟"

"شادی ہوئی بھی ہے نہیں بھی ہوئی ہے۔ بیوی رہتی ہے سورت میں وہ رہتا ہے یہاں ـــــ اور بیوی کی اسے ضرورت بھی نہیں۔ شوقین آدمی ہے۔ دلّی میں لڑکوں کی کمی نہیں "

"شوقین کے دوست شوقین ہی ہوں گے " اچھی جان نے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

ہال میں قدم رکھتے ہی اس نے اچھی جان کو ساری کے نیام سے شمشیر

کی طرح نکال لیا۔ بدن کے ہر جوہر پہ کتنے ہی دل اپنے گلے نذر کر دیتے۔ ہر دھار پر اپنے جگہ وار دیتے۔ ہر کاٹ پہ اپنی جان ہار جاتے۔ پھولوں سے بھری ٹہنیوں اور پھلوں سے لدی شاخوں کے زندہ جھاڑ کو سینے سے لگائے فریج تک آیا۔ ایک ہاتھ سے انھیں سنبھالے رہا دوسرے سے بوتل اٹھا کر انھیں دے دی۔ گلاس بن گئے۔ آہستہ آہستہ خالی ہونے لگے۔ خالی ہوئے تو آنکھوں میں مستی اور ہاتھوں میں شوخی مچلنے لگی۔ دہکتے ہوئے پنڈے اور بھڑکتی ہوئی کایا سے سوالوں کے شگوفے پھوٹنے لگے خوابوں کی کلیاں چٹکنے لگیں۔ وہ اپنے پہلو میں ہرا بھرا گلستاں لئے ہوئے پول تک رینگ آیا اور اپنی بھرپور جوانی کی ساری بہار راجہ پر نچھاور کر دی۔

ہاتھ جھاڑ کر اٹھیں تو راجہ نے سنبھال لیا۔ فریج سے کچھ نکال کر کھایا کھلایا۔ ماسٹر روم میں ہلکا سا میک اپ کیا۔ ٹرانسپیرنٹ بریزیر اور پینٹی پہنائی۔ ایک میکسی نکالی۔ دونوں شانوں پر دو بڑے بڑے پچ بٹن تھے وہ کھول دیئے، اسے اندر کیا۔ دونوں بغلوں سے ٹخنوں تک ویسے ہی بٹن قطار میں لگے ہوئے تھے اور بند تھے۔ بالوں کو برش سے برابر کر کے ربر بینڈ سے باندھ کر کھول ا۔ سینٹ میں بسا کر موٹر میں بٹھا لیا۔ ادیرائے میں گاڑی پارک کی۔

"کاظم کے ساتھ اگر اس کی دوست ہو گی تو وہ میرے پاس آجائے گی، تم اس کے پاس چلی جانا۔"

"کیوں؟"

"یہ آداب ہیں ــــ اس سوسائٹی کے ــــ یہاں کیوں اور کیا نہیں ہوتا۔ صرف ہوتا ہے۔"

ہال میں داخل ہوئیں تو خوبصورت عورتوں، قیمتی زیوروں، مختصر سے مختصر لباسوں، شاندار مردوں، ان کے پرشکوہ اندازوں اور لباسوں خوشبودار سگاروں اور سگریٹوں کا ایک انبوہ تھا جو موجزن تھا۔ روشنیوں کا ایک سیلاب تھا جو امڈا پڑ رہا تھا۔ گملے اور ہانڈیاں اور ویز اور راکھ دان اور ڈیکوریشن پیسیز ایسے چمک رہے تھے کہ نگاہ خیرہ ہوئی جا رہی تھی۔ وہ مدہوش سی ہونے لگی تھی کہ ایک خوشکیل مرد ایک جمیل عورت کے ساتھ ایک طرف سے آیا۔

"ہلو ــــ راجہ۔"

"ہلو کاظم۔"

راجہ نے اس جمیل عورت کو جو گھٹنوں تک اسکرٹ پہنے، منہ میں سگریٹ لگائے، برہنہ شانوں پہ بال بکھرائے ناخن تک سجی ہوئی ایکٹرس سی لگ رہی تھی، اپنے پہلو میں کھینچ لیا اور آہستہ سے پیار کر لیا۔ اس کی کمر میں ہاتھ آگیا۔

"تم زہرہ ہو ــــ خدا کی قسم راجہ نے جتنی تعریف کی تھی، کم کی تھی۔ تم تو اس سے ہزار گنا خوبصورت ہو ــــ قتالۂ عالم ہو!"

"میں۔" اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم کہو گی کہ تم زہرہ نہیں ہو ــــ چلو میں نے مان لیا کہ تم زہرہ نہیں ہو۔ یعنی پرانی زہرہ نہیں ہو ــــ نئی زہرہ تو ہو ــــ میری زہرہ تو ہو ــــ بیٹھو ــــ کیا پیو گی؟"

وہ ایک دوسرے چھوٹے ہال میں آ گئے تھے جہاں زیادہ تر انگریز مرد اور عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب ایک دوسرے سے لپٹے جا رہے تھے اپنے اپنے گلاسوں کی طرح چھلکے جا رہے تھے۔ روشنیوں سے جھنجھناتے، قہقہوں سے گونجتے اور سرمست آدمیوں اور بدمست عورتوں سے بھرے ہال کے کونے میں میز کے سامنے کاظم کا سہارا لئے کھڑی تھیں۔ کاظم نے اسے کمر میں ہاتھ ڈال کر بٹھا دیا۔ خود پہلو میں بیٹھ کر سلگنے لگا۔ سامنے راجہ اسی عورت کے ساتھ بیٹھا تھا۔ نہیں وہ عورت راجہ کو سمیٹے ہوئے بیٹھی تھی۔

"زہرہ جانی — یہ رانی ہے موتیوں کے تاجر کی بیٹی — مجھ سے شادی کرنے پر تلی ہوئی ہے، مٹی ہوئی ہے بالکل۔ اگر میں راجہ کے حوالے نہ کر دیتا تو یہ تم کو میرے قریب نہ پھٹکنے دیتی — میں تمھارے سامنے کسی حور سے بھی شادی نہیں کر سکتا۔ تم سوچتی ہو گی کہ زہرہ کا کیا ہو گا تو سنو — میرے دو کزن ہیں — کروڑپتی کنوارے ہیں۔ زہرہ اور مشتری کو دیکھے بغیر میں نے تم سے مانگ لیا۔ اور وہ دونوں زہرہ اور مشتری کو دیکھے بغیر قبول کر لیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ مرد کا وعدہ جو پھانسی کے پھندے پر بھی وفا ہوتا ہے۔ — بس اب خوش ہو جاؤ — ذرا مسکرا دو — ایسے نہیں جیسے راجہ کی گود میں رانی مسکرا رہی ہے — ایک گھونٹ لو میرے گلاس سے۔ بہت ہلکی شراب ہے۔ — شراب ہی نہیں ہے وائن ہے۔ عورتوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تم خود شراب ہو — تیز شراب کا سر سے پاؤں تک پورا میخانہ ہو — پورا میخانہ۔"

اس نے کھینچ کر اپنے اوپر انڈیل لیا۔ اس کے ہونٹوں سے گلاس لگا دیا۔ اس نے ایک گھونٹ بھر لیا۔ سامنے رانی راجہ کو بلا رہی تھی۔ اسے چوم لے رہی تھی۔ بھینچی جا رہی تھی۔ اوڑھے لے رہی تھی۔ جو کچھ رانی راجہ کے ساتھ کر رہی تھی وہی کاظم اس کے ساتھ کر رہا تھا۔ اس نے بغل کے نیچے کا بٹن کھول دیا تھا۔ دوسرا ابھی کھول لیا تھا۔ اس کا ہاتھ کمر کے نیچے تک رینگ گیا۔ اس نے پہلی بار کاظم کو آنکھ بھر کر دیکھا تو وہ بہت اچھا لگا۔ وہ راجہ کی طرح کچا نہیں تھا۔ اونچا پکا مرد تھا۔ سیاہ بال، سیاہ ابرو، سیاہ آنکھیں مضبوط ہاتھ معلوم ہوتا تھا کمر پر شکنجے رکھے ہیں ـــ وہ ان ہاتھوں کی گرفت سے نکلنے لگی۔ گلاس ختم ہوا تو وہ کھڑے ہو گئے۔ میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے ایک دوسرے کے سہارے ایک دوسرے ہال میں آ گئے۔ جس کے بیچ سرخ لکڑی کا فرش تھا۔ اس پر چند انگریز اور ہندوستانی جوڑے دھیمی دھیمی روشنی میں ناچ رہے تھے۔ ایک طرف چبوترے پر آرکسٹرا بج رہا تھا۔ ہر طرف میزیں لگی تھیں۔ کاظم اسے لئے ہوئے ایک گوشے میں آ گیا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ راجہ اس لڑکی کے ساتھ ناچ رہا تھا۔ بہت اچھا ناچ رہا تھا۔ پھر روشنی اور کم ہو گئی۔ کاظم کے بدن کی دوری بھی اور کم ہو گئی۔ پھر اندھیرا ہو گیا۔ کاظم نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ چومنے لگا۔ ذرا سی روشنی ہوئی۔ اسے کرسی پر رکھ دیا۔ روشنی ہو گئی۔ ناچ پھر ہونے لگا۔ ناچ ہوتا رہا۔ اس کے بدن پر کاظم کی انگلیاں ناچتی رہیں۔ جیسے ناچنے والیاں اپنے ساتھیوں سے چمٹی ہوئی ان کی مرضی کے مطابق ہاتھ رکھے ہوئے تھیں، پیر

چلا رہی تھیں کمر ہلا رہی تھیں۔ پھر روشنی مدھم ہوئی۔ پھر کاظم نے اسے سمیٹ لیا۔ اندھیرا ہوا تو اسے لپیٹ لیا۔ اور اتنے گہرے اتنے طویل بوسے لئے کہ دم گھٹنے لگا۔ مدھم روشنی ہونے پر اس نے نہیں چھوڑا۔ پوری روشنی ہو گئی تو وہ اٹھا اور اسے اپنے ساتھ نیم تاریک راستوں سے ایک بالکونی میں لے آیا۔ نیچے روشنیوں کا بڑا سا قالین بچھا تھا۔ ان گنت ہفت رنگ قمقموں کا جگمگاتا ہوا بڑا سا قالین بچھا تھا۔ وہ مسحور سی کھڑی دیکھ رہی تھی منظر کے ایک ایک قطرے کو نچوڑ نچوڑ کر آنکھوں سے پی رہی تھی کاظم کے ہونٹ اس کی گردن پر رکھے تھے۔ پھر وہ اسے لئے ہوئے نیچے آگیا، ہر قدم پر خود فراموشی بچھی ہوئی تھی۔ ہر قدم سے سرمستی ٹپک رہی تھی۔ سرو اور اشوک کے درخت قمقموں سے پھولے ہوئے تھے جھاڑیاں قمقموں سے منور تھیں اور ان کے نم ٹھنڈے سبزے پر سفید میزیں بچھی تھیں اور وردی پوش بیرے سفید پرچھائیوں کی طرح چل رہے تھے مشینوں کی مصنوعی ٹھنڈک سے نکل کر وہ فطری تازگی کی فضا میں آئی تو روم روم مسکرانے لگا۔ وہ ان میزوں کے درمیان سے لہراتی ہوئی گزر رہی تھی۔ کاظم ایک پالتو جانور کی طرح اس کے ساتھ تھا۔ سامنے ایک بہت بڑا پول تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل کا سوئمنگ پول۔ جس کے اندر پریاں نہا رہی تھیں، شہزادے کھیل رہے تھے۔ گھاس پر جوڑے پڑے تھے۔ دور سے مدھم روشنیوں میں ان کے بدن چمک رہے تھے جیسے خواب میں نظر آتے ہیں کہ نظر بھی آتے ہیں اور نظر بھی نہیں آتے ہیں۔ قمقموں سے کھلی ہوئی ایک جھاڑی کے نیچے بنچ پڑی تھی۔ کاظم نے

اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔

"آج کی رات میری زندگی کی یادگار رات ہے۔ آج کی رات سے زیادہ خوبصورت رات میری زندگی میں کبھی نہیں آئی کہ بچپن سے حسین عورت کے میں خواب دیکھا کرتا تھا، وہ میرے دامن میں پڑی ہوئی ہے۔ میرے گریبان پہ سجی ہوئی ہے۔ میرے ہونٹوں پر کھلی ہوئی ہے ___ تم اس طرح کیا دیکھ رہی ہو ___ ہاں مجھے یقین نہیں آتا کہ میں زندہ ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے میں مر گیا ہوں۔ قیامت ہو چکی ہے اور میری کسی نیکی کے عوض خدا نے مجھے ایک حور دے کر تم کو بخش کر اس جنت میں بھیج دیا ہے ___ یہی معلوم ہوتا ہے نا ___ تم کو نہیں معلوم ہوتا ہوگا ___ تم تو حور ہو ___ جنّت کی لذتوں سے آشنا ___ میں نے تو آج ابھی اپنی تقدیر کو مسکراتے دیکھا ہے ___ تم میری حالت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتیں ___ اتار نے دو ___ یہ نقاب یہ غلاف یہ تکلفات فضول ہیں۔ کپڑے خوبصورت عورتوں کو صرف اس وقت پہننا چاہئے جب غیروں کی محفل ہو اور فساد کا اندیشہ ___ یہ بھی اتار دو ___ ہاں ٹھہر جاؤ ___ دیکھنے دو ___ دیکھ لینے دو ___ کہ شاید یہ رات کل نہ آئے ___ تم مجھ سے بچھڑ جاؤ ___ اور میں اس انتظار کے تصور سے بھی محروم ہو جاؤں ___ اب اسے بھی اتار دو ___ خود اتار دو اپنے ہاتھوں سے کہ اپنے دل میں تمھاری محبت کا بھرم ہی پیدا کر سکوں۔ کروٹ لے لو ___ اپنے بدن کی فردوس کا کوئی گوشہ، کوئی کونہ ایسا نہ رہنے دو جس کی دید سے میری آنکھیں روشن نہ ہوں ___ لیٹی رہو ___ اسی طرح خاموش

کہ عورت کی سپردگی عورت کا سب سے بڑا ہتھیار ہوتی ہے ـــــ اپنے بدن سے کہو کہ میرے بدن کا سجدہ قبول کرلے ـــــ یہ میرا پہلا سجدہ ہے جو میں کسی عورت کی محراب جمال میں ادا کر رہا ہوں ـــــ اسے ادا ہو جانے دو ـــــ یہ پہلی عبادت ہے جو میں کسی عورت کے آستانے پر کر رہا ہوں۔

پھر اجنبی خود فراموش اور مدہوش قہقہے آنے لگے۔ جوانی اور مسرت اور دولت کی شاخ پر پھولے ہوئے پھول ان کے کانوں پر گرنے لگے۔ انھوں نے مڑ کر دیکھا۔ سفید میزوں کے گرد ہجوم ہونے لگا تھا۔ وہ اٹھے۔ کاظم نے ان کے بدن پر صرف میکسی ڈال دی۔ کچھ بٹن لگا دیئے۔ باقی کپڑے رومال کی طرح ہاتھ میں لے لئے۔ جھک کر باہر آئے تو سماں اور قاتل ہو گیا تھا۔

"کھانا کہاں کھاؤ گی، کمرے میں کہ ڈائننگ ہال میں ؟"

"جہاں تم کھلاؤ گے کھالوں گی۔"

اس نے جھک کر رخسار پر ہونٹ رکھ دیئے۔ وہ اسی طرح چلتی رہیں۔ ان گنت نظاروں سے دونوں آنکھوں کے دامن بھرتی ہوئی۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں کو نشے سے شرابور کرتی ہوئی۔ کمرے میں داخل ہوئیں۔ باتھ روم سے واپس آئیں تو دستک ہوئی۔ کاظم نے دروازہ کھولا۔ راجہ کھڑا تھا۔

"تم چھوڑ آئے اسے۔"

"اور کیا کرتا کمبخت کو ـــــ میں اگر چھوڑ نہ آتا تو تم بات کبھی نہ کر پاتے ان سے۔"

راجہ نے گھور کر دیکھا۔ خوش ہوا۔ گلے میں باہیں ڈال دیں۔

"کاظم ــ تم نے صوفیہ لارن کو دیکھا ہے؟"

"صوفیہ لارن ؟"

"ہاں یہ میری صوفیہ لارن ہے ــ میری معشوق ہے ــ میری جان ہے ــ جیسے معزول ہر ہائی نس ؟"

ہر ہائی نس کہے جانے پر مسکرا دیئے ۔ وہ بھی مسکرا دیں ۔

"میں سوچ رہا تھا کہ میں نے انھیں کہیں دیکھا ہے ۔ اب خیال آیا میں نے انھیں دیکھا ہے صوفیہ لارن کے بھیس میں دیکھا ہے ۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر صوفیہ لارن خود دیکھ لے تو شرما جائے ۔ ان کے حسن کے سامنے ، ان کے بدن کے سامنے ۔"

"چلو ــ کوٹھی چلتے ہیں ــ یہاں تو اب سناٹا ہونے لگا ۔"

جب وہ حوض خاص پر اترے تو محسوس ہوا کہ اتنی ہی دیر میں کپڑے پسینے سے چپک رہے ہیں ۔ راجہ نے ساری لائیٹیں آن کر دیں ۔ کھانے کا ہاٹ کیس فریج پر رکھ دیا ۔

"کھانا ابھی کھاؤ گی ؟"

"جب تیرا جی چاہے گا ــ کھا لوں گی ۔"

راجہ نے تین گلاس بنائے ۔ ان کو لے کر پول پر آگیا ۔ گلاس زمین پر رکھ دیئے ۔ کپڑوں سے نکلے اور پھاند پڑے ۔ کاظم اسے دبوچے ہوئے تھا ۔ وہ زور کر کے نکل آئیں ۔ اس سے بچتی رہیں ــ بھاگتی رہیں ۔ پانی کو گردن تک چڑھا لائیں ۔ لیکن وہ آگیا ۔ اسے تھام لیا ۔ پھول کی طرح اٹھا لیا ۔ آبگینے

کی طرح پانی پر رکھ دیا۔ دیکھتا رہا چومتا رہا۔ راجہ نے اسے کمر سے تھام لیا۔
"میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میں تم کو اپنے دوستوں کے سامنے کھول کر رکھ دوں تو وہ ساری عمر اس بات پر فخر کریں کہ میری دوستی کے طفیل میں تمھاری ایسی بے مثال عورت انھیں مل سکی۔"

"تو سچ کہتا ہے راجہ — میں ساری عمر تیرا احسان مند رہوں گا۔"
وہ اسے گود میں اٹھائے ہوئے کمرے میں آگیا جو روشنیوں کے طوفان اور آئینوں کی کثرت سے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ اسے بیڈ پر لٹا دیا۔ اس کے بھیگے بالوں کے نیچے تولیہ رکھ دی۔

"میری زہرہ — زہرہ بدن — زہرہ جمال — زہرہ فریب —"
کاظم بھینچ رہا تھا۔

"میں زہرہ نہیں ہوں۔" اس نے کاظم کے گریبان سے کہا۔
"یہ مخملیں سختی یہ پتھریلا گداز — زہرہ کے علاوہ کس میں ہو سکتا ہے۔"
"میں زہرہ کی ...۔"

"بہن ہوں — کہہ دو — مان لوں گا — تم جو کہو گی مان لوں گا۔ بس اتنی سی بات میری مان لو کہ تم میرے لئے میری زہرہ ہو۔"
"کاظم یہ زہرہ نہیں ہے — زہرہ کی بہن ہے۔"
"وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چپ کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر تک سناٹے کا عالم طاری رہا۔

راجہ تو مجھے دھوکا دے رہا ہے — عورت کی بغلیں اس کی عمر کا حساب

ہوتی ہیں۔ اس کی بغلیں دیکھو کتنی جوان، تندرست اور خوبصورت ہیں، کنواری ہیں۔ پورے بدن پر عمر کا ایک داغ نہیں، ایک دھبہ نہیں، ایک جھائیں نہیں۔" یہ سب ٹھیک ہے

یہ سب ٹھیک ہے لیکن یہ زہرہ کی بہن ہے۔ میری معشوق ہے۔ اگر میں کر سکتا تو خود شادی کر لیتا ــــ میں اس کے لئے ہی اس کی بہن سے شادی کر رہا ہوں۔ تم بھی یہی کر سکتے ہو۔ اس سے زیادہ نہیں۔" وہ چپ ہو گیا۔ سگریٹ کا دھواں اڑاتا رہا۔ مجھے اس کے بدن کی قربت سے زیادہ کچھ نہیں چاہئے ــــ اس کی جو قیمت ہو منظور ہے۔

اس نے اٹھ کر اپنا بیگ کھولا۔ دیر تک روپئے گنتا اور ان کی ڈھیری لگاتا رہا۔ پھر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"تمھاری بہنوں کا مہر کیا ہے؟" اس نے راجہ کی طرف دیکھا۔

"پچاس ہزار۔" راجہ نے سوکھے منہ سے جواب دیا۔

"یہ پچاس ہزار چاند کی طرف سے ادا کرتا ہوں، یہ پچاس ہزار جان کی طرف سے دیتا ہوں۔ جب نکاح کروگی تو اتنا ہی روپیہ اور دوں گا ــــ اور یہ پچاس ہزار تمھارا ہے ــــ اسے جس مد میں چاہو سمجھ لو ــــ زندگی کے کسی لمحے میں جب تم کو راجہ بھی چھوڑ دے تو مجھ سے نکاح کر لینا ــــ یہ روپیہ روپیہ نہیں میری محبت کی ضمانت ہے۔ اسے قبول کر لو، اسے اٹھا لو ــــ کہ میں جس بوجھ کے نیچے کچلا جا رہا ہوں اس سے نجات مل جائے گی۔ جی جاؤں گا۔"

اس نے راجہ کی طرف دیکھا۔ راجہ کی آنکھوں نے اجازت نہیں دی۔ گذارش

کی۔ انھوں نے روپیہ اٹھا کر سرہانے رکھ لیا۔ کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا کہ ایک جوڑ دہکتے ہوئے بیضاوی انگاروں نے ان کے ہونٹ ان سے چھین لئے۔ جب ہونٹ واپس ملے تو گلاس نے بڑھ کر بوسہ لے لیا اور دیر تک نہیں چھوڑا۔ آنکھیں کھلیں تو وہ بیڈ پر بستر کی طرح بچھی تھیں۔ اور وہ دونوں اپنے اپنے بوسوں کی چادریں اڑھا رہے تھے۔ آدھے بدن پر ایک کی چادر تھی اور آدھے بدن پر دوسرے کی۔ ایک زیادہ گرم اور بیتاب، دوسری آسودہ اور گنگنی

پھر دونوں چادروں نے انھیں ڈھانپ لیا جیسے گوشت کو سلائیس ڈھانپ لیتے ہیں اور اس طرح کہ ان کا نام تک بدل جاتا ہے۔ سلائیس سلائیس نہیں رہتا، گوشت گوشت نہیں رہتا۔ سینڈوچ ہو جاتے ہیں تینوں مل کر۔

پھر بھوک لگی جو تمام عشرتوں پر بھاری پڑتی ہے۔ روٹی کی بھوک گوشت کی بھوک سے اور گوشت کی بھوک روٹی کی بھوک سے اسی طرح لڑتی رہی ہے۔ ایک بھوک دوسری بھوک سے ہار جاتی ہے۔ لیکن جیت ہمیشہ بھوک ہی کی ہوتی ہے۔ وہ نمکیں چمکدار بھاپ اٹھتے ہوئے گوشت کے قدآدم مجسمے کی طرح فریج کے سامنے کھڑی تھیں اور اوپر سے نکلے ہوئے تازے مہکتے ہوئے سفید سلائیس کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ایک بھوک سے آسودہ ہو کر دوسری بھوک مٹا رہے تھے۔ دوسری بھوک سے آسودہ ہونے کے لئے پہلی بھوک مٹا رہے تھے۔

جب آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ وہ دونوں اس کے دونوں پہلوؤں سے چمٹے ہوئے سو رہے تھے۔ جیسے شریر بچے ماں سے پٹ کر ماں ہی کی چھاتی سے

لگ کر سو جاتے ہیں۔ اس نے ایک کا ہاتھ ٹاپ سے دوسرے کا پیر باٹم سے ہٹایا۔ کہانیوں کی ملکہ کی طرح اڑن کھٹولے سے اتریں تو زمین آسمان معلوم ہوئی۔ اپنے عکس کو آئینوں میں دیکھا۔ ایک بہت قریب تھا۔ دو کچھ دور تھے۔ اپنے آپ کو اس طرح اس عالم میں بے تحاشہ دیکھا، بے محابہ دیکھا۔ اتنی تعداد میں اور اتنے زاویوں سے دیکھا کہ اپنے آپ سے عشق ہونے لگا۔ ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھیں کہ ایک طرف سے اچھے بھائی آ گئے۔ وہ اپنے کندھوں پر روئی دھنکنے والی چودہ کمانیں اٹھائے ہوئے تھے اسے روئی کی طرح دھنکنے لگے اور ایک رضائی بھر کر ڈال دی۔ پھر دوسری پھر تیسری پوری چودہ رضائیاں اس کے بدن کو ڈھک کر بھر دیں — چودہ برسوں میں چودہ رضائیاں۔

"جاناں — تم کیوں اٹھ آئے کیا بات ہے؟" کاظم پوچھ رہا تھا۔

"کیا کہا تم نے؟"

"تم اٹھ کیوں آئے؟"

"میں عورت ہوں یا مرد؟"

"تم — تم عورت ہو — لیکن صرف عورت نہیں ہو — تم عورت کی وہ نادر قسم ہو "فیلسک" ہو جس کی ہر کروٹ عیش کی ایک دنیا ہے۔ کہیں عورت کی سپردگی کا آشیانہ ہے — کہیں مرد کی خود فراموشی کا نشیمن۔" وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے سہلانے لگا۔

"تم — فریک ہو — میری جان فریک۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟" وہ اس کی باہوں کے حصار میں گھوم گئی۔

"کروڑوں عورتوں میں کوئی ایک عورت ایسی ہوتی ہے جیسی تم ہو۔"
اس نے اپنے ٹاپ سے کاظم کا سینہ مسل دیا۔
"صوفیہ لارن کے کتنے بچے ہیں ؟" کاظم نے انھیں گھور کر دیکھا۔

"دو ۔۔ صرف دو۔"

"کتنے بڑے بڑے ؟"

"سولہ سولہ اٹھارہ برس کے۔"

"بس۔"

وہ مسکرادیں۔۔ ہنس دیں۔ ہونٹوں سے، آنکھوں سے سارے بدن سے سارے باطن سے ہنستی رہیں۔ وہ ابھی ہنستی رہتیں اگر کاظم کے ہونٹوں نے اجازت دی ہوتی۔

"اچھا اب مجھے کچھ پہنا دو۔"
انھوں نے مچل کر کہا۔

"دو مردوں کے سوا مردوں کے گیلے گیلے بوسوں کی اتنی موٹی موٹی چادریں اوڑھے کھڑی ہو ۔۔ ڈھکی پڑی ہو ۔۔ اور ابھی تمھاری برہنگی نہیں گئی ؟ دیکھو سامنے دیکھو ۔۔ آسمان سے چاندی کے تار برس رہے ہیں تم پر نچھاور ہونے کے لئے۔ ہوا تمھارے بدن کی مستی سے جھومنے لگی ہے ۔۔ اور بادل تمھارے بالوں پر قربان ہو جانے کے لئے سامنے درختوں پہ جھکے کھڑے ہیں ۔۔ اور ہم، ہمارا بس چلتا تو ہم مرجاتے تم پر ۔۔ آؤ ہال میں چلو ۔۔ تھوڑا سا بے حال ہولیں پھر تم کو فلم دکھائیں۔"

کاظم نے ان کے ڈھیروں بالوں پر منھ رکھ دیا۔ ان کے سارے روئیں جھر جھرا گئے۔

"صوفیہ لارن کی"

انھوں نے جھرجھری لے کر پوچھ لیا۔

"ہاں میں نقلی صوفیہ کی فلم لایا ہوں اصلی صوفیہ کو دکھلانے کے لیے"

"کہاں سے مل گئی تم کو اس کی ایسی فلم؟"

"بازار سے خرید کر لائے ہیں"

"بازار سے ـــ بازار میں مل جاتی ہیں؟"

"ہاں بازار میں سب کچھ مل جاتا ہے ـــ جیب میں پیسے ہوں اور دل میں حوصلہ ـــ یورپ اور امریکہ کے بازاروں میں کیا کچھ نہیں مل جاتا"

وہ دونوں کو اپنے پہلوؤں میں بھرے ہوئے خود ہال کی سمت رینگنے لگیں۔ ہال میں داخل ہو کر وہ فریج کی طرف مڑنے لگے تو انھوں نے ان دونوں کی کمر پر اپنی گرفت سخت کر دی۔

"نہیں ـــ ایسے ہی دیکھو فلم ـــ کھانے کے وقت پی لینا"

"اچھا کچھ تو لیں"

کاظم نے اس کے ٹاپ پر سر رکھ دیا۔ راجہ نے فریج کھول دیا۔ وہ تینوں ایک دوسرے کے ہاتھوں سے کھاتے کھلاتے رہے۔ کمرے میں آئے۔ لائٹس کے ساتھ پروجیکٹر آن کر دیا۔ فلم شروع ہو گئی۔ وہ دونوں کے درمیان بیڈ پر لیٹ گئیں۔ دوہرے تکیوں پہ سر اونچا کر لیا۔

"تو یہ ہے تمھاری صوفیہ لارن ...!"

وہ مسکرادیں۔ ہنس دیں۔

"چھاتیاں لٹکی ہوئی ۔۔۔ کولھے پھیلے ہوئے ۔۔۔ مگر غنیمت ہے ۔۔۔ صورت اچھی ہے بس ۔۔۔ اور اس پر یہ دھوم ہے کہ توبہ ۔۔۔ اس سے اچھے تو یہ مرد ہیں جو قربان ہوئے جارہے ہیں ۔۔۔ معلوم نہیں کس چیز پر مرے جارہے ہیں۔"

گاڑی کناٹ پلیس پر رکی۔ کاظم نے صبح کے عہد ملاقات کو تازہ کیا اور اتر گیا۔ گاڑی چلی لیکن وہ مڑمڑ کر دیکھتی رہیں۔ کاظم اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

"تم نے میرا جی خوش کر دیا ۔۔۔ اب مجھے یقین ہوگیا ۔۔۔ کہ میں جو کچھ چاہتا ہوں کر ڈالوں گا۔ رخسانہ یا سلطانہ جس کے ہاتھ میں چاہوں اس کی زنجیر دے دوں۔ یہ دم ہلاتا چلا جائے گا۔"

"اپنے دوستوں کے لئے کہہ رہا ہے۔"

"ہاں ۔۔۔ اپنے دوستوں کے لئے کہہ رہا ہوں۔ وہ میرے دوست ہیں۔ تم میری معشوق ہو ۔۔۔ میری زندگی ہو ۔۔۔ میری سب کچھ ہو ۔۔۔ اور میں بزنس مین ہوں ۔۔۔ بزنس میں کامیابی کا اصول یہ ہے کہ پہلے اپنے سامان کی ضرورت پیدا کرو ۔۔۔ نایاب کرو۔ جب سب تڑپنے لگیں تو اپنے سامان کی قیمت بڑھا دو۔ جتنی بڑھا سکتے ہو قیمت اتنی ہی بڑھے گی جتنی ضرورت ہوگی ۔۔۔ بس منھ مانگے دام مل جائیں گے۔ منھ مانگا منافع مل جائے گا ۔۔۔ اب دو دوست تم سے اور ملاؤں گا۔ ان کو بھی تم اسی طرح اپنے غلام بنا لو ۔۔۔ تو سمجھو کہ گنگا نہا لئے۔

بنالوگی نا؟"

"میں بیچاری کیا بنالوں گی ___ تو جو کہے گا بن جاؤں گی۔"

"گھر میں ابھی رشتوں کا کوئی ذکر مت کرنا۔"

"کیا کوئی اندیشہ ہے تجھے؟" انھوں نے تڑپ کر پوچھا۔

"جب تک تم خود ان سے ملوگی نہیں وہ پکے تھوڑی ہوں گے۔ جب مل لوگی تلوے چاٹنے لگیں گے۔"

رکشے پر بیٹھیں، دونوں نقابیں ڈالیں۔ اس کے بازو سے کمر لگالی۔ گلی میں کھٹولے بچھے تھے۔ دروازوں کی دہلیز پر بکروں کے ساتھ آدمی بیٹھے تھے۔ ساری گلی گھروں اور کمروں اور کھڑکیوں کی روشنیوں سے روشن تھی۔ بچوں اور مرغیوں کے ڈھیر غائب تھے۔ ٹی وی والے گھروں کے سامنے سے نکلنا دشوار تھا کہ دوسری دیوار تک مرد اور عورتیں بیٹھے ہوئے تھے۔ گھر میں قدم رکھا تو آفاق اور اشفاق اچھے بھائی کے پاس بیٹھے کچھ مشورے کر رہے تھے۔ سب ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ اچھی جان نے برقعہ اتارا اور میاں کے پاس بیٹھ گئیں۔ زہرہ اور ناہید اور مشتری کرتے اور چوڑی دار پہنے آگئیں۔ اپنی حجیب دکھانے لگیں۔ تھوڑی دیر میں ایک ایک کرکے تینوں دولھا بھائی آنے لگے۔ سب کے ہاتھوں میں پھلوں اور مٹھائیوں کی کنڈیاں تھیں اور دودھ دہی کے آبخورے تھے۔ سب اپنے اپنے کمروں میں گھس گئے۔ لنگی باندھے ہوئے نکلے اور غسل خانے میں بند ہوگئے۔ کوئی اوپر چلا گیا۔ کوئی واش بیسن میں ہاتھ منھ دھوکر نل کے نیچے سر جھکا کر بیٹھ

گیا۔ بیویوں نے چست میکسیوں سے نکلے ہوئے برہنہ سڈول سفید بازوؤں پر پڑی ہوئی لنگیاں اور لنگوٹ وہیں نل کے نیچے بیٹھ کر دھو ڈالے، تار پر لٹکائے، اتنے میں بدن سوکھ گیا۔ اندر گئے، کرتے پہنے اور بڑے کمرے میں اخلاق برتنے آ گئے۔

"بھائی راجہ منجھلے اور چھوٹے بھی جا رہے ہیں ساتھ ہی"۔ آفاق نے کہا اور دونوں نے کھیسیں نکال لیں۔

"اگر وہاں دل لگ گیا تو پھر تم کو خط لکھیں گے نوکری کے لئے"۔

دونوں ہنس دیئے۔

اشفاق نے اطلاع دی۔ اس نے اپنا بریف کیس کھولا۔ دو واٹر مارک نکالے۔ دونوں کو اپنے پاس بلایا۔

"اس پر دستخط کر دو۔ میں تنخواہ اور خرچے کا ایگریمنٹ بنا لوں گا۔ جب ضرورت ہو گی۔ تاریخ چھ مہینے پہلے کی ڈالنا کہ ضرورت پڑے تو روپیہ دے سکوں"۔

اس نے دستخط شدہ کاغذ بے نیازی سے بریف کیس میں ڈال دیئے اور اٹھ پڑا۔

ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تھا کہ بلاقن بوا نے اطلاع دی۔ حاجی جی اپنی مسہری پر بیٹھے وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی تسبیح چوم کر کرتے کی جیب میں ڈالی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ ان کے پائنتی بیٹھ گیا۔ اچھی جان بڑی خطرناک عورت ہے۔ اس کے دونوں بھائی

دلّی کے مانے ہوئے ...۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"اچھی جان کا پورا کنبہ ایک سے ایک آدمی سے بھرا پڑا ہے۔"

"جانتا ہوں۔ آپ اپنی بات کہئے۔

"کوئی اونچی نیچی بات اگر ہوگئی تو خون خرابہ ہو جائے گا ــــ تو ابھی لونڈا ہے ــــ بچّو کا معاملہ الگ رکھ اور اچھی ...۔"

"ابا جی ــــ خون اگر ہوگا تو میرا ہوگا ــــ آپ سے کوئی نہیں بولے گا اور ایک بیٹا آپ کا موجود ہے ــــ آپ کا نام اس سے چل جائے گا ــــ آپ بالکل اطمینان رکھئے اور جو میں کر رہا ہوں کرنے دیجئے ــــ جو مدد آپ کر سکتے ہیں وہ کر دیجئے۔

"میں کیا کر سکتا ہوں ؟"

انھوں نے پہلی بار آنکھیں ملا کر بات کی۔

"آپ اچھے بھائی کو لے کر اجمیر چلے جائیے۔ دس پانچ روز کے لئے۔"

"دس پانچ روز کے لئے ــــ کیا ہوگا اتنے دنوں میں ؟"

انھوں نے گردن جھکالی۔ تھوڑی دیر سوچتے رہے۔

"آپ یہاں سے انھیں اجمیر شریف ہی لے جائیے ــــ وہاں سے اگر ممکن ہو تو بمبئی تک ضرور لے جائیے ــــ اگر وہ بمبئی پہنچ جاتے ہیں تو پھر حج پر روانہ ہونا آسان ہو جائے گا ــــ اگر وہ حج پر چلے جاتے ہیں تو یہاں کا سارا مسئلہ آپ سے آپ حل ہو جائے گا ــــ رہے بڑے دولہا بھائی تو اُن

کی حیثیت دودھ کی مکھی سے زیادہ نہیں ہے۔"

انھوں نے دیر کے بعد گردن اٹھائی۔

"ٹھیک ہے — تو بشارت کو میرے پاس بھیج دے۔"

اسٹیشن پر اچھے بھائی سلطانہ کے ساتھ کھڑے تھے۔ رخسانہ اور دولہا بھائی کھڑکی سے لٹکے ہوئے چاروں آدمیوں کے پاس تھے جو امام ضامن باندھے جھانک رہے تھے۔ وہسل ہو رہی تھی۔ اس نے لپک کر چاروں کے ہاتھوں میں چار لفافے پکڑائے اور بھاگ کر دور کھڑا ہو گیا۔ گاڑی رینگنے لگی۔ رخصت کا سماں بھی عجیب تھا۔ نہ رخصت ہونے والوں کے چہروں پر بچھڑنے کے سائے تھے نہ رخصت کرنے والی آنکھوں میں جدائی کی پرچھائیاں — سلطانہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چلو — میری فیس دو مجھ کو۔"

"چلو اچھے بھائی سے رخصت ہو لو۔"

"چھوڑ یار وہ اپنے خیالوں کے میلے میں بھٹک رہے ہیں بھٹکنے دے۔" پل پر چڑھتے ہوئے اس نے کہا۔

"اپنا برقعہ اتار۔"

"یار میرا کرتا بڑا مہین ہے — گرمی بہت لگ رہی تھی۔ شمیز تک نہیں پہنے ہوں۔"

"تو روئے کیوں دے رہی ہے۔"

"روئے میری سوتن۔ میں اپنی ماں کی بیٹی ہوں، جاتے کو پکارتی نہیں

آتے کو نکارتی نہیں۔"

اس نے اسکوٹر نکالتے دیکھا تو کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوگئی۔

"اس بڑھی گھوڑی کے لئے لال موٹر کی لگام اور میری ایسی دھانسو لونڈیا کے لئے یہ کھٹارہ — تو اسے داب اور چلتا بن یہاں سے — ہاں نہیں تو۔"

"بات تو سن — مجھے کیا معلوم تھا کہ تو ابھی اپنی فیس مانگ لے گی۔ تو بیٹھ جا میں ابھی گاڑی لیتا ہوں تیرے لئے — ایک بات اور۔ گاڑی پر بیٹھو گی تو دور بیٹھو گی، اسکوٹر پر بیٹھو گی تو لپٹ چپٹ کر بیٹھو گی۔ اس لئے...!"

"یہ ہوئی بات — تو چل اسٹارٹ کر۔"

"بتا کہاں لے چلوں؟"

"ابے جہاں تیرا جی چاہے وہاں لے چل۔"

"تو کپڑے ایسے پہنے ہے — نہیں تو فلم دکھلاتا تجھے اپنے دوستوں سے ملاتا۔"

"تو کپڑے خریدلے چل کر — پیسے نہ ہوں تو مجھ سے مانگ لے۔"

وہ اسکوٹر پر بیٹھ گئی۔

"جو کپڑے خریدوں گا — وہ پہننا پڑیں گے — گڑبڑ نہیں کرے گی۔"

"گڑبڑ کرنا ہوتی تو منہ پھوڑ کر تیرا ہاتھ کیوں مانگتی۔"

وہ پیچھے گھوڑے کی طرح بیٹھی تھی اور دونوں ہاتھ اس کے پیٹ پر باندھے ہوئے تھی اور اپنا چہرہ اس کے شانے پر رکھے ہوئے تھی۔

"کتنی دیر تک میرے ساتھ رہے گی؟"

"اب تو میں تیری مرضی پر ہوں۔"

"سوچ سمجھ کر کہہ رہی ہے جو کچھ کہہ رہی ہے؟"

"آزمالے ۔۔۔ پیٹ بھر کر آزمالے۔"

"کھانا کہاں کھائے گی؟"

"تیری گود میں بیٹھ کر کھاؤں گی ۔۔۔ جہاں کھلائے گا۔"

اس کے حواس چلنے لگے تھے۔ دل کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔ لباسوں کی دوکان پر اتری۔ خاموش کھڑی رہی۔ راجہ کپڑے پسند کرتا رہا۔ فٹنگ روم میں داخل ہوتے ہی کپڑوں سے باہر نکل آئی۔ وہ باہر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ لیکن آنکھوں کے گوشے اور تین آئینے۔

"یہ پرینیز یئر نہیں آئے گی۔ میرے گھر میں کسی کے نہیں آئے گی۔ اگر تجھے ایسا ہی شوق ہے تو مجھے ٹانگ کر پوری دلی چھان ڈال یا فارن سے منگا کر پہنا۔" اس نے قمیص اور جینز پہن لی اور زپ لگائی باہر نکل آئی۔ ادھر ادھر دیکھتی اسکوٹر پر بیٹھ گئی۔ کپڑوں کے بنڈل آگے وھانس لئے گئے۔ پورٹیکو میں اتری تو سب کچھ خاموشی سے دیکھتی رہی۔ ہال میں داخل ہوئی تو صوفے پر پھیل گئی۔

"کس کی کوٹھی ہے یہ؟"

"میرے دوست کی ہے۔"

"اس سے میری شادی کرادے۔"

"میں نے تجھ سے کہا ہے کہ مجھ سے سوچ سمجھ کر بول۔"

"اس سے میری شادی کرادے"۔

اس نے ہاتھ بڑھایا اور وہ اسے پکڑکر اٹھ آئی۔

"وہ شوقین آدمی ہے۔ لڑکا بن کر رہنا پڑے گا"۔

"تو کیا آفت آجائے گی — میرے کیکڑے نے مجھے سب کچھ بتادیا۔ اب کسی بات کا ڈر نہیں رہا"۔

"یاد نہیں آئے گا تجھے"۔ وہ چبوترے پر آگئے تھے۔

"یاد آئے گا۔ جب کوئی کسی کو بانجھ کہے گا تو وہ ضرور یاد آئے گا"۔

سوئمنگ پول پر پہنچی تو اچھلنے لگی۔

"اللہ اتنا بڑا حوض ہے — پورا تالاب کا تالاب — میں تو نہاتی ہوں — تو سالے کھڑا ہوا شرمایا کر"۔

جینز اور قمیص سے اس طرح نکلی جیسے نیام سے شمشیر نکلتی ہے اور جسم سے کود پڑی۔ تھوڑی دیر کھیلتی رہی — پھر چہرے سے بال ہٹائے۔ بائیں آنکھ دبائی۔

"آجا"۔

وہ بھی کپڑوں سے نکل کر پانی میں چلا گیا۔ وہ اسے نہلاتی رہی اس کے ہاتھوں سے نہاتی رہی۔ اس کے بدن کی سیر کرتی رہی، اپنے بدن کی سیر کراتی رہی۔ تھک کر باہر نکلی۔ چبوترے کی سیڑھیوں پہ اس طرح بالوں سے پانی جھٹکا کہ گردن سے پنڈلیوں تک ایک ایک روم سے نشہ ٹپکنے لگا۔ وہ چبوترے پر کھڑی بال سکھاتی رہی — وہ فون کرتا رہا۔

"اتنے کپڑے کیوں خرید ڈالے تو نے ــــ میرے نام کے بہت سے پیسے نکل آئے تھے تو مجھے نقد دے ڈالتا۔ لاکھ منع کیا لیکن تو بریزیئر خرید ہی لایا۔ رکھ لے اپنے بیگ میں کسی نا عورت کے کام آ جائیں گی۔ ہم نہ عورتیں ہیں جانی نہ عورتیں۔"

ساکت کھڑے ہوئے راجہ کی گردن میں دونوں باہیں ڈال دیں۔ وہ اسے سینے پر سنبھالے فریج تک آ گیا۔ کھولا۔ وہ سب خانے کھول کھول کر دیکھتی رہی۔ شراب کی بوتل نکالی۔ اسے دیکھا۔ بوتل کو دیکھا۔

"چیتے ــ بگلے ــــ بڑا حرامی نکلا تو تو ــ لونڈیا پھنسانے کا پورا جال بنا رکھا ہے۔"

اس نے راجہ کا کان پکڑ لیا۔

"اٹھا گلاس بنا۔ تو بھی کیا یاد کرے گا کہ کوئی مرد آیا تھا تیرے زنانخانے میں۔"

"تو نے کبھی پی ہے؟"

"میرا کیکڑا بچہ پیدا کرنے کے چکر میں معلوم نہیں کیا کیا کھلا چکا پلا چکا سالا۔"

گلاس ہاتھ میں لے کر اونچا کیا ــــ ٹکرا دیا۔

"اپنے بدّھو کے نام پر۔"

اور کڑھے ہوئے انداز میں سپ لیا۔ اس نے دراز سے سگریٹ کا ٹن کھول کر سگریٹ بڑھائی۔ ہونٹوں میں لگی تو لائٹ دی۔ اس نے جلا تو لی لیکن

ذرا کالی ہوگئی۔ ایک کش لے کر ناک سے دھواں نکالا اور کھانس دی۔ اس نے ڈرائی فروٹس کی پلیٹ سامنے کر دی۔ وہ کھاتی رہی، کھلاتی رہی، پیتی رہی اس کے گلاس سے اور اپنے گلاس سے پلاتی رہی۔

"چل تجھ کو فلم دکھلاؤں؟"

"کیا سینما بھی لگا رکھا ہے گھر میں۔ تو تو بڑا گہرا نکلا اور دیکھنے میں لگتا ہے خرگوش؟"

پورے کمرے کی ایک ایک چیز چھوکر دیکھتی رہی۔ ایک ایک آئینے میں اپنا عکس دیکھتی رہی۔ زاویے بناتی اور بگاڑتی رہی۔ بیڈ پر دونوں تکیے لگاکر ایک پیر پر پیر رکھ کر سگریٹ پیتی رہی۔ دھوئیں کے چھلّے بنانے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ پھر چپ لگالی۔ جیسے جیسے فلم کھلنے لگی وہ بند ہونے لگی۔ وہ چسکیاں لیتا رہا، بگوٹے بھرتا رہا۔ دھپ مارتا رہا۔ کسی کا جواب نہ دیا۔ کسی سوال کو رد نہ کیا۔ اس کی تمام کھٹی میٹھی کڑوی کسیلی حرکتوں کو شراب کے گھونٹ اور سگریٹ کے کش کی طرح ذرا سا منہ بنا کر ذرا سا کھانس کر پی لیا۔

فلم ختم ہوئی تو اسے کھینچ کر اپنے اوپر لٹا لیا۔

"ہر ملک کی عورت کے ساتھ یہی ہوتا ہے جو فلم میں ہو رہا تھا۔ جو گیکڑا میرے ساتھ کرتا رہا۔۔۔ اور جو تو۔۔۔"

"تھوڑی کمی بیشی کے ساتھ یہی ہوتا ہے؟"

پیشانی کی لٹ جھٹک کر ہٹادی۔

"اچھا ہوا کہ بانجھ ہوئی۔ کیا معلوم کہ لڑکی ہی پیدا ہوتی اور میری ہی تقدیر لے کر پیدا ہوتی۔ دو روٹیوں چار کپڑوں کے عوض جب حکم ہو گھوڑی بن جاؤ۔ نہ بنو تو چھنال کہلاؤ۔ گھوڑی نہیں کہہ سکتی کہ ابے کیکڑے جب تو پیٹھ پر آتا ہے تو گدگدی ہونے کے بجائے ابکائی ہونے لگتی ہے۔

دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے گھڑی دیکھی۔

"اٹھ بھائی راجہ میں نے تیرا کام کیا تو نے میرا کام کیا۔ اب مجھے لاد کر میرے اصطبل پہنچا دے۔"

"دیکھ بے اگر اوندھی سیدھی بکواس کی تو اتنے چابک لگاؤں گا کہ کولھوں سے خون بہنے لگے گا۔"

"ہاں بے کون مائی کا لال ہے جو راتب کھلائے اور چابک نہ مارے۔"

"سالے بک بک کئے جائے گا اور اٹھے گا نہیں۔"

"اٹھتی ہوں میرے راجہ ـــــ میرے چابک سوار۔"

راجہ نے دونوں شانے تھام کر آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں تو رسنے لگیں، بھیگنے لگیں، تربتر ہونے لگیں۔ اس نے سینے سے لگا لیا۔

"کیا بات ہے ـــــ تجھے میری جان کی قسم نہیں اس کی قسم جو تجھے سب سے زیادہ ...."

"نہیں نہیں پہلی والی قسم کھلا ـــــ سچی قسم وہی ہے۔"

"سچ سچ بتا کیا چاہتی ہے تو؟"

"کچھ نہیں چاہتی ـــــ کچھ بھی نہیں چاہتی۔ بس اتنا چاہتی ہوں کہ مجھے

اس اصطبل سے نکال لے ۔۔۔ میں تیرا کیا کر پاؤں گی لیکن تیرے گھوڑوں کی مالش کر دوں گی۔ تیری گھوڑیوں کی لید اٹھا۔۔۔"

راجہ کے ہونٹوں نے اس کے ہونٹ بند کر دیئے اور چوم چوم کر تھکا دیا۔

"جب تک تیرا راجہ زندہ ہے تو راج کرے گی میری جان آ ۔۔ میرے ساتھ۔" اس نے سیف کھول کر سامنے کھڑا کر دیا۔ اس نے نوٹوں کے ڈھیر دیکھے۔

"اٹھا سب اٹھالے ۔۔۔ ایک ایک اٹھالے۔"

وہ رونے لگی، لپٹ کر رونے لگی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے ابھی۔"

"نہیں ۔۔۔ اٹھانا پڑیں گے۔"

"اچھا دیکھ یہ میری امانت ہے۔ اسے یہیں رہنے دے۔ جب ضرورت ہو گی لے جاؤں گی۔"

"لیکن ایک شرط ہے۔ سالے کوئی گھپلہ کیا تو بہت ماروں گا۔"

راجہ نے اس طرح کہا کہ وہ ہنس دی۔ اس نے ویلویٹ کی جینز پر ہاف شرٹ پہنائی، اپنی بلٹ لگائی۔ بال کھول کر گدی کے پیچھے اپنے رومال سے باندھے۔ سینڈل پہنانے لگا تو سلطانہ نے ہاتھ پکڑ لیے۔

"کیا کر رہا ہے ۔۔۔ مر جاؤں گی اللہ قسم۔"

"یہ ٹیلی فون نمبر لے۔ آدھی رات کو گھنٹی بجے گی تو ڈنکے کی چوٹ

آؤں گا۔"

وہ اسے شکر گزار آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور وہ جینز کی بیک سہلا رہا تھا۔

"جینز تو تیرے باٹم کے لئے بنی ہے ــــ کس قدر سڈول کاٹ دار۔"

"ہم سب بہنوں کا ایک ہی شیپ ہے لیکن اچھی جان کو دیکھ لے تو دیکھتا رہ جائے ــــ تصویر ہیں ــــ تصویر۔"

"ان کا دیکھنا میری قسمت میں کہاں۔"

"یہ مت کہہ۔" وہ اس کے پہلو میں جھول گئی۔

"میں تجھ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"میرے بدھو ــــ اب کبھی ــــ اتنی جلدی کیوں کی سڑک پر پھینک دیتے۔"

"پہلے مجھ سے وعدہ کر تو مجھ سے خفا نہیں ہوگی۔ جو کچھ کہوں گا وہ اگر تجھے اچھا نہ لگے تو اپنے پیٹ میں دفن کرلے گی۔"

"کہہ کبھی چُپک میرے تو پیٹ میں درد ہونے لگا۔"

"میں اچھی جان پہ عاشق ہوں۔" وہ اچھل کر الگ ہوگئی۔ گھورتی رہی۔ دور سے بولی۔

"سچ کہہ رہا ہے۔"

"سچ۔" اس کی آنکھیں خالی ہوگئیں۔

"وہ ہیں اس قابل۔ ہم بہنوں کو سب کچھ ملا۔ ان کی شان نہیں ملی۔"

"اس کے بعد میں تجھے چاہتا ہوں ــــ پھر رخسانہ کو ــــ اور بس ــــ

میں جھوٹ بولتا تو میں سب سے پہلے تیرا نام لیتا۔ اور پھر تو اب میرا یار ہو گیا ہے نا ــــ اور یار سے چالیں نہیں چلی جاتیں۔

"فٹنگ روم میں منہ پھیر کر کیوں کھڑا ہو گیا ــــ دبوچ کیوں نہ لیا مجھے؟"

"ڈر لگا کہ تو کہیں گالی گلوج نہ کرنے لگے۔" سلطانہ نے باہیں گلے میں ڈال دیں۔

"میں بھرے بازار میں تیری عزت لے لیتی ــــ میں جو تجھ پر نچھاور ہونے کے بہانے ڈھونڈتی رہی۔" اور اس کے ہونٹ چبا لیے۔

"ایک بات اور ــــ میرا ایک یار ہے جانی ــــ وہ بھی تجھ پر بہت مرتا ہے۔"

"کہاں دیکھ لیا حرامی نے مجھے؟"

"کہیں دیکھ ہی لیا ہوگا۔"

"تو ملا دے ــــ جلا دوں گی سالے کو ــــ تجھے کوئی لڑکی پسند نہیں آئی میرے گھر کی؟"

"ہائے ــــ تین تین لڑکیاں پسند کر لیں تمہارے گھر کی۔"

"میں نے شادی کے خیال سے پوچھا تھا۔"

"جس سے اچھی جان کہہ دیں گی ــــ تو کہہ دے گی، رخسانہ کہہ دے گی میں کر لوں گا۔"

"اچھی جان کا کیا پسند ہے تجھے سب سے زیادہ ــــ ٹاپ یا باٹم؟"

"ٹاپ بھی پسند ہے ــــ لیکن باٹم تو قیامت ہے۔" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔

"میں سمجھی تھی تو مجھے تنگ کر رہا ہے ــــ لیکن وہ تیری مجبوری تھی۔"

"ہاں میری مجبوری ہے۔ میرے کلاس کی مجبوری ہے۔ جس سوسائٹی میں رہتا ہوں اس کی مجبوری ہے۔"

"کس سوسائٹی میں رہتا ہے تو؟"

"شوقین لوگوں کی سوسائٹی میں۔"

"سارے شوقین لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں؟"

"زیادہ تر ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"آج رات یہیں رہ جاتی۔"

"یہ رات قرض رہی مجھ پر ــــ لیکن آج چل۔"

"ابھی کہاں سے چل ــــ ابھی میں تم کو تاج لے چلوں گا۔ کھانا کھلاؤں گا، کیبرے دکھاؤں گا تب گھر پہنچاؤں گا۔"

"تیرا کیبرے بھی دیکھ لوں گی۔ لیکن میں دیکھ چکی ہوں ــــ آج تو میرے ساتھ چل۔ تو نے مجھے یار جو بنایا ہے ــــ بنایا ہے نا!"

"ہاں ڈنکے کی چوٹ بنایا ہے۔"

"یاری کے معنی جانتا ہے ــــ خصم ماں باپ سے بڑا ہوتا ہے اور یار خصم سے بڑا ہوتا ہے ــــ اٹھ نکال اپنی کھٹارا۔" وہ شانہ پکڑ کر کھینچنے لگی۔

گاڑی میں بیٹھی تو لپٹ گئی۔

"تو بڑا خوش نصیب ہے رے۔"

"کیوں ؟"

"اچھی جان سے ہم بہنوں کی دوستی ہے ــــ گیاں ہیں ہم لوگ۔"

"ورنہ۔" وہ سوچتی رہی

"بھائی اشرف کے چھری بھونک دی گئی۔ کھڑے کھڑے ختم ہو گئے۔"

"کون بھائی اشرف ؟"

"میرے مکان کے سامنے والا گھر اسی کا تھا۔ خوبصورت آدمی تھا ــــ قربان ہو گیا۔"

اس کو چپ لگ گئی۔ اسٹینڈ پر اترا تو کچھ متفکر تھا۔

"ابے تو آفت کیوں ہو گیا ؟" سلطانہ نے نقاب الٹ کر پوچھا۔

"نہیں ــــ کچھ نہیں۔" اس نے رکشا بلایا۔ پہلے خود بیٹھی پھر اسے بٹھایا۔ کپڑوں کے پیکیٹ سنبھالے۔ زینے میں اس کے ساتھ قدم رکھا۔ ہاتھ پکڑا تو ہاتھ برف تھا۔ اس نے پیکیٹ سیڑھی پر رکھ دیئے۔

"راجہ میری جان ــــ کیا بات ہے مجھے بتا تو۔"

"چل کمرے میں چل۔" اس نے گرمی سے گھبرا کر پسینہ پونچھا۔ دروانہ کا کمرہ روشن تھا۔ سلطانہ رخسانہ کے کمرے سے اپنے کمرے میں گئی۔ سارے سوئچ آن کر دیئے۔ اس کے ہاتھ سے بیگ لے کر تپائی پہ رکھا۔ اسے بیڈ پہ بٹھایا۔

"رخسانہ ٹی وی دیکھ رہی ہو گی ــــ میں ابھی بھیجتی ہوں ــــ میں ذرا

دیر میں آؤں گی ــــ صوفیہ لارن کے ساتھ۔" وہ کمرے سے نکل گئی۔ ابھی تک اس کے سامنے اشرف کی لاش پڑی تھی۔ پیٹ میں چھری دھنسی ہوئی تھی۔ علاقے کا سب سے دولت مند اور با اثر آدمی چند برس پہلے دن دوپہر ایک گلی میں ڈھیر ہو گیا ــــ وہ اٹھا سلطانہ کی وارڈ روب دیکھنے لگا۔ پھر پیکیٹ کھول کھول کر کپڑے ہینگر میں لگانے لگا۔ اس کی نائٹیاں اور گاؤن دیکھنے لگا۔

"بڑی سلیقہ مند ہو جانی۔"

رخسانہ کھڑی تھی۔ اس نے الماری بند کر دی۔ اور اس کی باہوں میں چلا گیا۔

"تو نے سلطانہ کی سفارش کیوں اٹھائی ــــ مجھ سے کہتا ــــ تو کیا کاٹ کھاتی ہے؟"

اس نے سینے پر سر رکھ دیا۔

"تو بولتا کیوں نہیں ــــ سلطانہ ٹھیک ہی کہہ گئی ہے ــــ جو کچھ کہہ گئی ہے۔"

"جو لوگ بولتے ہیں ــــ اچھے رہتے ہیں ــــ سینے کی آگ ذرا کم ہو جاتی ہے جو چپ رہتے ہیں بھنتے رہتے ہیں۔"

رخسانہ نے باہیں کمر سے باندھ لیں۔

"میرے لئے تو میرے لئے کبھی جلتا رہا ــــ تو نے کہا تو ہوتا اچھی جان کے لئے کبھی ایک آنچ نہ لگنے دیتی۔" اس نے ہونٹ چوس لئے۔

وہ اپنا بیگ کھول رہا تھا تو محسوس ہوا جیسے رخسانہ کے کمرے میں اچھی جان اور سلطانہ سرگوشیاں کر رہی ہیں۔ اصرار و انکار کے جھگڑے ہو رہے ہیں۔ وارڈروب کھل رہی ہے بند ہو رہی ہے۔ کپڑوں کی جان لیوا سرسراہٹ سے کان گدگدانے لگے۔ رخسانہ وی سی آر پر فلم لگا رہی تھی اور اپنی میکسی سے اپنا بدن جھلکا رہی تھی اس نے اسکاچ کی بوتل نکال لی۔ سگریٹ کاٹن بیڈ کی تپائی پر رکھ دیا۔ فلم شروع ہوتے ہی وہ سمجھ گیا کہ اسکینڈی نیوین ہے۔

"یہ فلم کہاں سے ملی تجھے؟"

"آفاق نے جاتے ہوئے اپنا سارا کلکشن دردانہ کو دے دیا تھا۔ دردانہ نے میرے پاس رکھوا دیں۔" اس نے الماری سے گلاس نکالے۔ فریج سے آئس کیوب بھر کر برف دان میں رکھے اور اسے بوتل پکڑا دی۔

"پیئے گی؟" اس نے کھولتے ہوئے پوچھا۔

"تو پلائے گا تو پی لوں گی ــــ نہیں تو بیٹھی رہوں گی۔"

"ایک بات بتا ــــ سچ سچ ــــ تو میری بہن ہے کہ سالی ہے کہ یار ہے کہ معشوق ہے؟"

وہ آنکھیں نیچی کئے سوچتی رہی ــــ پھر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تیرا جس میں فائدہ ہو ــــ وہ بنا لے۔" اس نے گلاس تھام لیا۔

"خصم ماں باپ سے بڑا ہوتا ہے اور یار خصم سے بڑا ہوتا ہے؟"

"ہوتا ہے!"

"تو آج سے تو میری یار ہے — ہے نا!"

"تو کہہ رہا ہے تو ہوں — بتا کیا یاری کروں۔"

"پہلے اپنی یہ جھول اتار دے — بہت گرمی ہے۔"

"یہ سوٹ تجھے پسند تھا نا — میں جانتی تھی کہ تو آج آئے گا۔ اسی لئے پہن..."

اس نے ہونٹ چھڑائے ہی تھے کہ بیچ کا دروازہ کھلا۔ سلطانہ اچھی جان کو لے کر آگئی — وہ نایلون سلک کا ہاؤس کوٹ پہنے ڈھیروں بال کھولے کھڑی تھیں۔

"کب آگیا — میں تو شام سے تیرا انتظار کر رہی تھی۔"

"صوفیہ لارن لگ رہی ہے میری جانی۔"

سلطانہ نے اس کی گردن میں جھول کر پوچھا۔

وہ دیکھ رہا تھا۔ جیسے قد آدم شعلے پر گلابی گاؤب چڑھا ہو —

اس نے گلاس دے دیا۔ سلطانہ نے بھی لے لیا۔ آہستہ آہستہ ٹکرائے۔

"اچھی جان کے نام۔"

رخسانہ نے سلطانہ کو گھور کر دیکھا اور سپ کر لیا۔ سلطانہ نے فریج کھولا۔ ڈرائی فروٹس کی پلیٹ اس کے سامنے رکھ دی۔ وہ کھٹک رہا تھا۔ تیزی سے پی رہا تھا۔ پلا رہا تھا اور فلم دیکھ رہا تھا۔ اچھی جان کا گلاس ختم ہوتے ہی اس نے سلطانہ کو گھورا۔

"تم تو پسینے میں ڈوب رہی ہو اچھی جان اتار دو اسے"۔ اچھی جان اس کے پہلو میں بیٹھی تھیں۔ سلطانہ نے کھڑا کیا۔ ہاؤس کوٹ اتارا۔ راجہ کی طرف دیکھ کر ابرو چڑھا لیے۔ راجہ نے ٹن سے سگریٹ نکالی ۔۔۔ سلگا کر ان کے لبوں میں لگائی۔ پہلا کش لیا اور پیچھے دب کر تکیہ اٹھالی۔ دوسرا کش لیا تو کھانس دیں۔ تیسرا کش لے کر سگریٹ اسے پکڑا دی اور خود لیٹ گئیں۔ سلطانہ اسے دیکھتی رہی۔ دکھلاتی رہی۔

"نیند آ رہی ہے ابھی سے ۔۔۔ اچھا ٹھیک سے لیٹ جاؤ"۔ اس نے اچھی جان کو پیٹ کے بل لٹا دیا اور ان کا چہرہ تکیے پر رکھ دیا اور ان کے پاس بیٹھ کر آہستہ آہستہ سہلاتی رہی۔ ایک بار اٹھی۔ بلیڈ لیا اور آکر پھر بیٹھ گئی۔ بیٹھ سہلاتی رہی۔ سہلاتے سہلاتے بریزیر کا ہک کھول دیا۔ پیٹی کوٹ کا ایک کنارہ کاٹ دیا، دوسرا کنارہ کاٹ دیا۔

"کس قدر خوبصورت ہیں"۔ سلطانہ نے سنا اور ہٹ گئی۔ راجہ بیٹھ گیا۔ اپنے ہاتھوں اور ہونٹوں سے سجدے کرتا رہا۔ سر اٹھایا تو سلطانہ اس کی نگاہ کی منتظر کھڑی تھی۔ نگاہ ملتے ہی وہ تڑپی جیسے کمر میں خنجر اتر گیا ہو سینے تک۔ ناچنے لگی، تڑپنے لگی۔ ہر جنبش سدھی ہوئی، ہر لرزش کڑھی ہوئی، ہر مدرا ڈھلی ہوئی۔ پھر قمیص اترنے لگی ۔۔۔ اتر گئی ۔۔۔ جینز سرکنے لگی ۔۔۔ سرک گئی ۔۔۔ ناچتی رہی ۔۔۔ مکمل شرم و حیا کے ساتھ ناچتی رہی ۔۔۔ اپنے بدن کے ہر عضو کا مہذب رقص دکھلاتی رہی۔ تھک گئی تو اس کی گود میں بیٹھ گئی۔

"کس نے سکھا دیا یہ ناچ؟"

"اس نے ــــ" وی سی آر کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا۔

"جب سے وی سی آر آیا ہے ہم لوگ ایک کمرے میں بند ہو جاتے ہیں۔ ٹویسٹ کرتے ہیں، کیبرے ناچتے ہیں ــــ کیا کریں ــــ وقت اچھا گزر جاتا ہے۔ اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں۔ سچ بتا کیسا لگا تجھ کو؟"

"کیسا لگا ــــ ابے اتنا عمدہ کیبرے میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔"

"دیکھ ــــ یار کو چوتیا نہیں بناتے۔"

"سچ کہہ رہا ہوں ــــ تیری جان کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔ ایک بات بتا۔"

"ہاں پوچھ۔"

"میرے یاروں کو دکھلائے گی اپنا یہ ناچ؟"

"میرا یار کہے گا تو ناچ دوں گی۔"

"مکر تو نہ جائے گی؟"

"مکرتی ہیں نا عورتیں۔ ہم نر عورتیں ہیں۔ ہم کو یہ چلتر نہیں آتے۔ لیٹی ہے سالی ابھی تک اٹھ ــــ اچھا راجہ جانی یہ بتاؤ ــــ اب کھانا کھلاؤ گے یا ناچ دیکھو گے۔" رخسانہ اٹھی۔ پینٹی کھینچ کر تھوڑے سے کو لہے چھپائے۔ برینزیر برابر کی۔

"ناچ دیکھوں گا ــــ معلوم نہیں کل کیا ہو۔"

سلطانہ نے گھور کر دیکھا۔ گلے میں باہیں ڈالیں ایک پیار لیا۔

"تو آف ہو گیا ہے بالکل — اشرف کے ذکر کے بعد — دیکھ اشرف اشرف تھا۔ تو تو ہے۔ پھر تجھ پر جو چھری اٹھے گی وہ پہلے ہم ساتوں پر چلے گی — یہ بات گرہ میں باندھ لے۔ اور جس نے یہ سب کھیل رچایا تھا وہ تو عرب چلا گیا تیری چاکری کرنے۔"

"آفاق ؟"

"دوست تھے — اس کے —"

اچھی جان نے کروٹ لی۔ سلطانہ نے انتہائی کاریگری سے ان کے دونوں کپڑے نکال لئے اور پلنگ کے نیچے ڈال دیئے۔

"تو دیکھنا چاہتا تھا — میں نے کھول کر ڈال دیئے — جی بھر کے دیکھ — جب کہے گا دکھلا دوں گی — کسی طرح دکھلاؤں — دکھلاؤں گی اپنے یار کو۔"

"وہ اٹھی — اچھی جان کا پوز بنایا۔ اس کی پیٹھ ان کے پیٹ سے لگا دی۔ ہاتھ ٹاپ پہ دوسرا باٹم پہ رکھ دیا۔

"تو اس طرح بیٹھ راجہ بن کر — رخسانہ یہ مجھے تاج لئے جا رہا تھا کھانا کھلانے اور کیبرے دکھانے — اب کھانا لے آجا کر — میں اسے گود میں بیٹھ کر کھلاؤں گی۔ تو ناچ دکھا اِسے۔"

"ناچ لیتی ہے یہ کبھی ؟"

"مجھ سے اور دردانہ دونوں سے اچھا ناچتی ہے — اللہ کی قسم۔"

رخسانہ کھانے کی کشتی اٹھا لائی — تپائی پہ رکھ دی۔ سلطانہ کھاتی اور کھلاتی رہی۔ وہ ناچتی رہی۔ جھوم جھوم کر ناچتی رہی۔ وہ دنگ ہو ہو کر دیکھتا رہا۔ اپنے پلان میں ترمیم کرتا رہا۔ حضرت جی کے نوٹوں سے الماریاں بھرتا رہا۔ کھانا کھا چکا تو سلطانہ جگ اور اگالدان اٹھا لائی۔ اس کے ہاتھ دھلائے۔ پونچھے۔

"باتھ روم جائے گا؟"

"جاؤں گا۔"

واپس آیا تو رخسانہ اپنے بیڈ پر سلطانہ کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی۔

"جا تو اپنی جانی کے پہلو میں سو جا۔"

"نہیں تم بھی چلو۔ اس کو بھی لے چلو۔"

"تو ایسا کر میں بہت تھک چکی ہوں۔ رخسانہ کو لے جا۔"

"نہیں دونوں چلو — وہیں سو چل کر۔"

"اچھا چل — ہم دونوں قالین پہ لیٹ رہیں گے — تو بیڈ پہ عیش کر۔"

زیرو بلب جل رہا تھا۔ اچھی جان پورے بیڈ پہ بچھی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں قالین پہ لیٹ گئیں۔ وہ کھڑا اچھی جان کو دیکھتا رہا — معلوم نہیں کب تک دیکھتا رہا۔ کب لیٹا کب سویا۔ کچھ یاد نہیں۔ کچھ ہوش نہیں۔ جب آنکھ کھلی تو وہ ان کی باہوں میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے بالوں پہ ہونٹ رکھے تو نم معلوم ہوئے۔ اس نے ہونٹ رخساروں پر رکھ دیئے۔

جوان ملنے لگے ۔ پھر سوال ہونے لگے ۔ سوالوں کے جواب مانگے جانے لگے ۔ چھینے جانے لگے ۔ چھین لئے گئے ۔ دونوں ایک دوسرے میں کھوئے پڑے تھے کہ سلطانہ آگئی ۔ وہ الگ ہوکر سمٹنے لگیں ۔

"لیٹی رہو جانی ۔ کیوں شرما رہی ہو؟ ۔۔۔ اشرف کے پاس کبھی تو ایسے ہی پڑی رہتی تھیں پھنسی ہوئی اور ہم لوگ دودھ اور مٹھائی لائے تھے تمھارے لئے اور تمھارے اس کے لئے ۔ فرق اتنا تھا کہ وہاں بیٹھک میں تم دروازے کی چٹخنی کھولتی تھیں اور دراز میں ہاتھ ڈال کر لے لیتی تھیں ۔۔۔ یہاں ہم سارے سموچے آگئے ہیں تمھارے یار کی چائے لے کر ۔۔۔ لے یار ۔۔۔ تو چائے پی ۔۔۔ اسے شرمانے دے ۔"

وہ اسی طرح پڑی رہیں ۔ جیسے کچھ سن ہی نہ رہی ہوں ۔ اس نے پیالی لے لی سلطانہ نہائی دھوئی سفید میکسی میں پھوٹی پڑ رہی تھی ۔ اس کے پاس دوسری پیالی لئے بیٹھی رہی ۔ پھر اچھی جان کی بغلوں میں گدگدی کرنے لگی ۔

"اٹھ پڑو جانی ۔۔۔ چائے پی لو ۔۔۔ ایک پیالی ۔۔۔ سستی اتر جائے گی ۔"
اور ان کے پہلو میں چٹکی بھر لی ۔

وہ تلملا کر ہنس دیں ۔" نہیں مانے گی حرامزادی ۔" اور پیالی لے لی ۔ اس نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیا ۔ پیالی ذرا سی چھلک گئی ۔ سلطانہ نے ہاتھ سے پلنگ پوش مل دیا ۔ وہ دونوں چائے پی رہے تھے ۔ سلطانہ کمرہ درست کر رہی تھی کہ رخسانہ بالوں میں برش کرتی ہوئی آگئی ۔ غور سے

دونوں کو دیکھ کر گردن ہلائی۔

"اچھی جانی — بڑی مزے دار لگ رہی ہو اللہ قسم — تم ایسے ہی رہا کرو یار — چائے پی لو — پھر تم کو سجا بنا کر دولھن بنا دوں۔ دولھن۔"

وہ لیٹرن سے آیا تو اچھی جان جا چکی تھیں۔ رخسانہ اپنا کمرہ ٹھیک کر رہی تھی۔ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"تو اگر میری مان لے تو چوبیس گھنٹے میں تیرا دولھا ڈھونڈھ دوں۔"

"دولھا — اور وہ دھگڑ جو بمبئی میں بیٹھا ہے۔"

"وہ بمبئی میں بیٹھا رہے گا — میں تمھارا ایک لکھپتی خوبصورت شاندار آدمی سے نکاح پڑھا دوں گا — بس مجھے ڈر لگتا ہے۔ تم دونوں سے لگتا تھا۔ اب سلطانہ سے نہیں لگتا لیکن تجھ سے لگتا ہے۔"

"راجہ — مجھ سے تجھے ڈر لگتا ہے — کیا کہہ رہا ہے؟"

"ہاں ڈر لگتا ہے کہ میں تو پوری دلّی چھان کر ایک ہیرا لاؤں اور تو پتھر پر پٹخ دے تو میں کہیں کا نہ رہوں۔" وہ کچھ اور کہتا لیکن رخسانہ نے اجازت نہ دی۔

"تو ہیرا لائے گا میرے لئے اور میں پتھر پر پٹخ دوں گی۔ میں جو اس مجنیچو جیسے استنجے کے ڈھیلے کو گھس گھس کر آنکھوں میں لگاتی رہی — دیکھ راجہ تو عورت ہوتا تو معلوم ہوتا کہ شوہر سے وفاداری مجبوری ہوتی ہے۔ گھر برادری ماں باپ بھائی بہن محلے ٹولے کی آبرو بچانے کی مجبوری۔ دشمنوں اور برا چاہنے والوں کی لعن طعن سے بچے رہنے کی مجبوری — اور دنیا اسے وفا کہتی ہے ایک

بات اور جب کسی بیوی کا کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے تو وہ شوہر کس کے برتے پر چھوڑے وفا نہ کرے تو اور کیا کرے۔"

"تو سمجھ لے کہ تیرا دولہا آنے والا ہے ۔۔۔ میں دو چار لے آؤں گا سب سے مل لے پرکھ لے جس پر طبیعت آئے اس سے بیاہ کر لے۔"

"پھر وہی بیاہ کرے ۔۔۔ کیسے تو کر رہا ہے میرا بیاہ اس کی طلاق کے بغیر۔"

"تو اس چکر میں مت پڑ ۔۔۔ میں جو کہوں وہ کر ۔۔۔ بس ۔۔۔ ٹھیک ہے۔"

"سولہ آنے ٹھیک ہے ۔۔۔ اب اُٹھ نہا لے ۔۔۔ دس بج رہا ہے ناشتہ کر۔"

نہا کر نکلا تو کپڑے دھلے ہوئے پریس کئے ہوئے رکھے تھے پہن لیے۔ کنگھا کر رہا تھا کہ آگے آگے اچھی جان اور پیچھے پیچھے سلطانہ اور رخسانہ ناشتے اور چائے کے سامان سے لدی پھندی آگئیں۔

"دیکھ کیسی تازگی برس رہی ہے تیری جانی کے منہ پر۔ جیسے رات کی بیاہی دولھن نہا کر نکلی ہو۔"

وہ سرخ شرارے سے نکلی پڑ رہی تھیں۔ سرخ چست جمپر سے پھوٹی پڑ رہی تھیں۔ اس نے ان کا حنائی دوپٹہ اتار کر پھینک دیا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ دیکھتا رہا۔

"اشرف مرد تھا ۔۔۔ سوا مرد ۔۔۔ نہ عورت ملی تو مر مٹا۔"

سچ کہتا ہے تو۔ تیرے اتنا قد تھا چھے فٹ سے نکلتا اور بدن کبھی تیرا ہی جتنا تھا۔ کمرے میں داخل ہوا اور دبوچ لیا۔ جب تک رہتا چھوڑتا نہیں تھا۔ یہ ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لیتی تھیں تو اس کی باہوں میں پھنسی پھنسی رہتی تھیں۔"

"تو تو ایسا سماں باندھ رہی ہے جیسے میں تیرے سامنے اس کی گود میں لیٹتی تھی۔"

"ہاں تم سامنے ہی اس کی گود میں لیٹتی تھیں۔ دو انگل کی دراز ہے دروازے میں اور روشن دان الگ۔ ادھر تم نے چٹخنی لگائی ادھر ہم نے باری باری سے اپنی آنکھیں لگائیں درازوں پر۔" سلطانہ نے وضاحت کی۔

"ہائے اللہ یہ تو آج کہہ رہی ہے۔"

"اور پہلے کہہ دیتی تو دیکھنے کو کیسے ملتیں تم۔ رخسانہ نے دلیل دی۔ وہ سرخ ہوگئیں۔

"اچھا اب میں چلوں گا ـــ تم تینوں تیار ہو ـــ بس اٹھ پڑو۔"

"کہاں جائے گا ـــ آج یہیں رہ جا ـــ تجھے عیش کرائیں گے ـــ اللہ قسم۔"

"عیش ہی کرنے تو لئے چل رہا ہوں ـــ یہاں مجھے گھٹن ہوتی ہے ـــ دردانہ کہاں ہے؟"

"دردانہ کی نند کے درد لگ رہے ہیں پورے دنوں سے ہے ماشے اللہ وہیں گئی ہے، میاں کے ساتھ۔"

"تمھارے اچھے بھائی کو تمھارے اباجی نے بلا بھیجا ہے فجر کے وقت"۔
"تم تو میرے پاس لیٹی ہوئی تھیں جب میری آنکھ کھلی ہے۔" وہ شرما گئیں۔
"یہ صبح اٹھیں۔ اپنے میاں کو رخصت کیا۔ پھر نہائیں — اور آکے یار کے پاس لیٹ رہیں اپنے" سلطانہ نے ان کی چٹکی لے لی۔
"کیا کر رہی ہے حرامزادی میرے نشان پڑ جاتے ہیں۔"
"ہائے اشرف کیسے کیسے گل بوٹے بناتا تھا ان کے بدن پر چٹکیاں لے لے کر اور یہ اپنا بدن چھپایا کرتی تھیں لڑکیوں سے۔ اور لڑکیاں اتنی بکی کہ وہ جو ناہید ہے تمھاری وہ تک مزے لیا کرتی تھی"۔
"جھوٹی ہے تو کمبخت — بچی تھی بیچاری ناہید اس وقت"۔
"ہوں بچی تھی — کیا عمر تھی ناہید کی جب تمھاری شادی ہوئی؟ چار نہیں تو تین برس مانو گی اور تمھاری شادی کو کتنے سال ہوئے۔ چودھواں چل رہا ہے تو سترہ برس ہوئے پورے تمھاری بنو کو — اور مرے کتنے دن ہوئے تمھارے یار اشرف کو، چار برس؟ تو تیرہ برس کی ہوئی ناہید — تو تیرہ برس کی لڑکی بچہ نہیں ہوتی جانی۔ گیارہویں میں تو اسے مینسز ہو گیا تھا"۔

سلطانہ نے سانس لی تو رخسانہ نے سلسلہ چلایا۔
"پشت کیے بیٹھی ہوتی ہے تو پوری عورت معلوم ہوتی ہے"۔
"ہاں بدن سے تو پھٹی پڑ رہی ہے اور کیا نرالی کیفیت پڑ رہی ہے۔ تم سب

پر ایسی ہی ٹوٹ کر جوانی آئی ہے۔ تو ناہید کو کہتی ہے، تیری چھاتیاں بھی تو چوالیس تھیں۔ جب بیاہ ہوا ہے تیرا۔ اس کی بھی اللہ رکھے ایسی ہی کاٹھی ارے دردانہ خیریت تو کیسے آگئی ؟''

''وہ ہسپتال چلی گئی میرے مخنچو کی بہن تو میں گھر آگئی اپنے ___ لعنت بھیج کر ___ پیٹے ہوئے ہو ___ صبح آئی تھی میں تو پڑے ہوئے تھے ایک جان دو قالب۔''

''اللہ ___ دردانہ لعنت ہو تیری زبان پر موئی۔''

''بیٹھ جاؤ دردانہ ___ میں اچھی جان ان لوگوں میں ہوں جو ہتھیلی پر سرسوں جماتے نہیں ہیں فصل بھی کاٹ لیتے ہیں ___ تو میں بہت بے چین ہوں میں چاہتا ہوں کہ سب کچھ پلک جھپکتے کر ڈالوں ___ اگر تم ساتھ دو سب لوگ۔''

''کچھ بتا بھی تو کہ میں کیا اور کس طرح کروں۔'' سلطانہ نے کہا۔ اچھی جان نے تائید کی۔

''میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے دوستوں سے تم سب کو بیاہ دوں لیکن معاملہ یہ ہے کہ میرے دوست دوست ہیں غلام تو نہیں۔ پھر سب برابر کے ہیں۔ اور تمہارے پاس لے دے کر صرف بدن ہے اور وہ بھی اس وقت جادو جگاتا ہے جب تم کپڑوں کے جھگڑے سے پاک ہوتی ہو ___ تو میں چاہتا ہوں کہ وہ تم کو دیکھیں تو پھر سنبھل نہ پائیں۔ سوچنے سمجھنے کا موقع نہ مل پائے ان کو جیسے اچھی جان تم نے کاظم کو لپیٹ کر باندھ لیا ایک ہی بار میں۔''

"کون کا ظلم؟"

سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہے — ان کا نیا اشرف ہے"

اچھی جان نے اس کی پیٹھ پر ایک دھپ لگائی۔ اس نے ان کے دونوں ہاتھ مروڑ کر اپنے اوپر پھیلا لیے۔

"تو میں کہہ رہا تھا — کہ میں اٹھتا ہوں۔ تم سب لوگ تیار ہو کر ٹیکسی اسٹینڈ پہنچو۔ میں دوسری گاڑی لے کر آتا ہوں"

"دیکھ بیٹھ جا پہلے ناشتہ کر ٹھیک سے پھر اٹھ — جو تیرا جی چاہتا ہے جس میں تو ان کی بھلائی دیکھتا ہے — وہ کر — نہ یہ تیرے کہنے سے باہر ہیں نہ میں باہر ہوں۔ سمجھ گیا رے"

"لڑکیاں —"

"لڑکیاں — جب بیاہیاں — تیرے ساتھ ہیں — تیرے ہاتھ میں ہیں تو موئی لڑکیاں کیا"

"اچھے بھائی کا جھگڑا تم چکا ہی لوگی"

"دیکھ اچھے بھائی — کیا ہیں — گھر داماد ہیں۔ مکان اور مکانات میرے۔ دوکان اور دوکانیں میری — ان کی حقیقت کیا ہے — ہاں عزت آبرو کا معاملہ ہے۔ اس کا تو بھی خیال رکھ میں بھی رکھتی ہوں"

"اچھے بھائی کا ایک اور مسئلہ ہے راجہ جانی — چار بیگ پلاد و بٹیالہ والے بس — قتل نامے پر دستخط کرا لو"

"تو پھر ٹھیک ہے — میں جاکر فون کرتا ہوں۔ سب کو — راستہ میں دکھاتا ہوں چلنا تم چاروں کو ہے یہ سمجھ لو۔ آج اگر تم نے میری مرضی کے مطابق سب کر لیا اور کرالیا تو سمجھ لو کہ میں ساری عمر کے عیش کا ذمہ لیتا ہوں۔"

"ارے یار تو ڈرتا بہت ہے — لے یہ انڈا اٹھا اور چھوڑ دے سب ہم پر۔" سلطانہ نے آنکھ مار کر کہا۔

سرگوشیوں، کھلکھلاہٹوں اور شرارتوں سے چھلکتی اسٹیشن ویگن پورٹیکو میں دھچے سے رک گئی۔ وہ سب اس طرح نکلیں جیسے ڈربے سے مرغیاں نکلتی ہیں۔ اور سارے میں بکھر گئیں۔ ایک ایک ذرہ دیکھ ڈالا، ایک ایک کونا چھان مارا سوئمنگ پول پر آئیں تو پھیل گئیں۔ اٹھلانے لگیں۔ راجہ کے اشارے پر سلطانہ اور رخسانہ سب کو ہانک کر ہال میں لے آئیں۔ راجہ نے سب کے ہاتھوں میں گلاس تھما دیئے۔ کسی نے تکلف کیا تو رخسانہ نے گھر ٹک دیا سلطانہ نے جھڑک دیا، دردانہ نے ڈانٹ دیا۔ گلاس خالی ہونے لگے۔ چہرے تمتمانے لگے۔ گلاس خالی ہو گئے تو وہ سب کو ماسٹر روم میں لے آیا۔ الماری سے بیدنگ سوٹس نکالے اور تقسیم کر دیئے۔ سب نے سب کے سامنے پہن لیے۔ راجہ کھل گیا۔ باہر نکلیں تو کلیلیں کرنے لگیں۔ جھم جھم پانی میں پھاندنے لگیں۔ ابھی پانی سے آشنا ہوئی تھیں کہ لمبے چوڑے، ہنستے مسکراتے، چمکتے دمکتے نوجوانوں کا پورا ایک دستہ پول کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس نے اچھی جان کے کان میں کچھ کہا اور سلطانہ اور رخسانہ کو معنی خیز انداز میں دیکھا۔

"آجاؤ — تم لوگ — اندر جاؤ — لیکن میں جسے پکاروں وہی

آئے گا کہ آخر سب کا تعارف کبھی تو کرانا ہے۔

وہ اپنے جوتے اور کپڑے اتارنے لگے۔

"یہ اشرف ہے۔ اس کی عرفیت کاظم ہے"۔

کاظم نے اچھی جان کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔

"یہ قمر ہے دردانہ کا"۔

قمر کو سلطانہ نے دردانہ پر ڈھکیل دیا۔

"یہ زماں ہے۔ رخسانہ کا دولھا"۔

زماں کو سلطانہ نے رخسانہ کے پاس کھڑا کر دیا۔

"یہ سلطانہ تمھارا خرگوش ہے نام کا عبید

"یہ چاند ہے زہرہ کا"۔

"یہ جان ہے مشتری کی"۔

اور خود ناہید کو سنبھال کر ایک طرف ہٹ گیا اور غوطے کھانے والوں کا تماشہ دیکھنے لگا۔ مچھلیوں کے سات جوڑے پانی میں اچھل رہے تھے پھاند رہے تھے، کھیل رہے تھے۔ اپنے آپ سے گزرنے لگے تھے۔ میٹھی میٹھی ہوسناک چیخیں نکلنے لگی تھیں۔ بیدنگ سوٹ مسکنے لگے تھے، اترنے لگے تھے۔ جب اتر گئے تو مردان کو باہر کھینچ لانے کے لئے زور کر رہے تھے اور وہ ہنس ہنس کر ڈھکیل رہی تھیں۔ سب باہر نکلیں۔ اڑیل ٹٹوؤں کی طرح کھڑی ہوگئیں۔ پھر بڑھیں پھر تھمیں ہال میں آئیں تو اپنے اپنے ساتھیوں کے ہاتھ سے ایک پیگ کاک ٹیل کا پیا اور پھل کھائے، میوے چکھے۔ چٹکیوں، بکوٹوں، دھپوں، بوسوں

اور ہم آغوشیوں سے سب کے سامنے کچھ آشنا ہوئیں، کچھ خوش ہوئیں اور ماسٹر روم میں لے آئی گئیں۔ کمرے کے دروازے بند ہو گئے، لائٹس آن ہوگئیں۔ پروجیکٹر چلنے لگا۔ کسی مرد نے کسی عورت کو بچھا لیا۔ کسی عورت نے کسی مرد کو اوڑھ لیا۔ توشکوں کی شکنیں نکل گئیں۔ لحافوں کی سلوٹیں برابر ہو گئیں۔ جو کچھ فلم میں ہو رہا تھا، اسکرین پر ہو رہا تھا وہی بیڈ پر ہو رہا تھا۔ قالین پر ہو رہا تھا، صوفے پر ہو رہا تھا۔ ہر طرف ہو رہا تھا۔ ابھی فلم چل رہی تھی کہ گھنٹی بجی۔ راجہ نے ناہید کو اتارا، گاؤن پہنا، باہر نکلا تو کسی نے فوراً باہر کا دروازہ بند کر لیا۔ راجہ نے کھانے کا سامان فریج میں بھرا جو بچا وہ میز پر رکھوا دیا۔ گیٹ مین کو حکم دیا کہ اب کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ دروازے پر تھپکی دی۔ دروازہ کھل گیا۔ فلم ختم ہو چکی تھی۔

"چلو — سب لوگ کھانا کھاؤ — اس کے بعد دوسری فلم دیکھیں گے۔"

سب لوگ اٹھنے لگے۔ آہستہ آہستہ اٹھنے لگے، چلنے لگے۔ کسی کے ہاتھ سے کھانے لگے کسی کو اپنے ہاتھ سے کھلانے لگے۔ راجہ نے سلطانہ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کھینچ لیا۔

"کیسا لگ رہا ہے — سچ سچ بتا۔" اس نے گردن پر ہونٹ رکھ دیئے۔

"جو کچھ ہو رہا ہے اس پر یقین نہیں آ رہا ہے — جھوٹ معلوم ہو رہا ہے خواب معلوم ہو رہا ہے — اور ایک ڈر بھی لگ رہا ہے۔"

"کیا؟"

"یہ سب کچھ چھن تو نہ جائے گا۔ تھوڑی سی لذت اور مسرت کی سزا عمر بھر تو

نہ ملے گی ۔"

"تو اگر چاہے گی، تیری بہنیں اگر چاہیں گی، اچھی جان اگر چاہیں گی تو میری زندگی بھر ایسا ہی رہے گا۔ ایسے ہی لطف کے دن گزرتے رہیں گے۔

سب سے پہلے ناہید زہرہ اور مشتری کے ساتھ کرسیوں سے اٹھی اور فلم کے انتظار میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئیں ـــــ جب یہ لوگ پہنچے تو وہ بیقرار تھیں۔ راجہ نے مشتری کو اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ ناہید کسی اور کے آغوش میں چلی گئی ـــــ فلم بدلی ـــــ تو ساتھی بدل گیا۔ راجہ نے مشتری کو چھوڑ کر ناہید کو پکڑ لیا۔ تیسری فلم ختم ہوئی تو زہرہ اور ناہید مشتری سے سرگوشیاں کرنے لگیں۔

آسمان پر بادلوں کے شامیانے لگے تھے۔ نیچے بیگن بولیا کی جھاڑیوں میں جگنوؤں کے چراغ جلنے لگے تھے اور سب عورتیں اور لڑکیاں اداسی کے ساتھ کپڑے پہن رہی تھیں، برقعے ڈھونڈھ رہی تھیں اور مرد شراب کی بوتلیں اور سگریٹیں اور فلمیں اور پروجیکٹر گاڑی میں رکھ چکے تھے۔

لڑکیاں اور عورتیں گھر میں داخل ہوئے تو ۲ بجے گیا۔ راجہ نے ان کی آنکھیں پڑھ لیں۔ ناہید کی کمر تھام کر ٹاپ پر ایک پیار لیا۔

"تو فکر نہ کر چند روز میں سب وہیں رہیں گے ـــــ بس دو چار دن یہ دکھ جھیل لے۔"

اس نے دکھ سے راجہ کو دیکھا اور کمر سے ہاتھ ہٹا دیئے۔ اتنے میں ڈیوڑھی پہ دستک ہوئی۔ وہ خود لپک کر گیا۔ اچھے بھائی تھیلا پکڑے کھڑے تھے۔ اسے دیکھا تو نہال ہو گئے۔ ڈیوڑھی میں قدم رکھا تھا کہ اس نے کندھے پر ہاتھ رکھ

دیئے۔

"اچھے بھائی ــــ خدا کے فضل سے زہرہ اور مشتری کو دیکھنے ان کے دولہا اور بھائی آرہے ہیں۔ سب پانچ چھ آدمی ہوں گے۔"

"ایں ــــ اور مجھے تمھارے باپ نے بلایا ہے کہ رات میں یہیں لیٹو کہ فجر کی نماز پڑھ کر اجمیر شریف کے لئے نکلنا ہے۔"

وہ پریشان ہوگئے تھے۔ راجہ نے انھیں اطمینان دلانے کے انداز میں سمجھایا۔

"آپ آرام اور اطمینان سے جائیں ــــ یہاں میں ہوں ــــ سب سنبھال لوں گا۔"

"کھانے دانے کا بندوبست؟"

"سب ہو چکا فون کر دیا ہے ــــ کریم سے آجائے گا۔"

"تم اکیلے کیا کیا کروگے اس کو سالے کو بلالو دولھا بھائی کو۔"

"ان کا نہ ہونا ہی اچھا ہے اچھے بھائی۔ اگر ان کو ان لوگوں نے دیکھ بھی لیا تو اٹھ کر چلے جائیں گے گھر سے۔"

"اچھا۔"

"اور کیا اس کی صورت دیکھو، حلیہ دیکھو، عادتیں دیکھو۔ یہ شادیاں اچھی جان کی وجہ سے ہو رہی ہیں کہ ان سے جو مل لیتا ہے، عاشق ہو جاتا ہے۔"

"ہاں میاں تقدیریں ہیں کسی کی اچھی کسی کی بری۔ اب میں کیا کروں۔"

"آپ جائیں ــــ آپ کی موجودگی میں سب شرمائے شرمائے رہیں گے۔"

انھوں نے بیٹھک میں اچھی جان کو بلایا۔ دو جوڑے کپڑے لئے۔ تھیلا

پکڑا دیا۔ کچھ روپئے بنیائن کی جیب میں رکھے اور باہر ہی سے نکل گئے۔

اچھے بھائی کو رخصت کر کے اچھی جان نے راجہ کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

"کھانے کا کیا بندوبست کروں ؟"

"کھانا کاظم لیتا آ رہا ہوگا۔"

"کاظم کیوں کہتا ہے ــــ اچھی جان کا عاشق کہہ عاشق۔"

سلطانہ نے اچھی جان کے چٹ چٹ دو پیار لئے۔

"جانی ــــ چلو ــــ تم کو سچ مچ صوفیہ لارن بنا دوں۔"

"اے لڑکی ــــ اے لڑکی۔"

"بنو نہیں جانی ــــ بس اٹھ پڑو ہاں نہیں تو ــــ رخسانہ اور دردانہ تم ان تینوں کو دیکھو ــــ میں ان کو سجاتی ہوں۔"

وہ ان کو لے کر بیٹھک میں گھس گئی۔ دردانہ اس کے پاس آ گئی۔

"راجہ جانی ــــ وہ ڈانگر تو تمھارے باپ کے پاس چلا گیا ــــ اب میرا مخنچو آنے والا ہوگا ــــ عشا پڑھ کر سیدھا آئے گا دندناتا ہوا۔"

"کون ؟"

"ارے میرا مخنچو اور کون ؟"

"تیرا مخنچو آج نہیں آئے گا۔ آئے گا بھی تو فجر پڑھ کر آئے گا۔"

بڑے دولہا بھائی دوکان پر بیٹھے حقہ بنا رہے تھے۔ ریاض کو دیکھ کر لڑکے کو آواز دی۔

"ابے چائے بنوالا خوب ڈھیر ایسا دودھ ڈلوا کر — اسپشل چڑھا جتنا بن گیا تھا اسے بند کر کے الگ رکھا۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر پیسے نکالے۔ بنیائن کی جیب میں رکھے — ریاض چائے پی چکا تو دوکان بند کی۔ تالا ڈال کر چابی کا گچھا ازار بند میں باندھا اور سڑک پر آ گئے۔ ریاض نے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"کہاں لے چلوں یار کو آج کی رات؟"

"ابے وہیں چل — جہاں کی بات کر رہا تھا کل۔"

اس نے اسکوٹر روک لیا۔

"کیا کرے گا وہاں جا کر — دونوں جگہ وہی ہوتا ہے جو دو دو چار چار مرتبہ دیکھ چکا۔"

"کمال کرتا ہے یار — کیا تیار لونڈیاں اور کیا ناچ ناچ کر اپنے ساتھی کے ساتھ نقل کرتی ہیں اصلی کام کی — اور تو — کچھ بیمار ہے تو — یا بوڑھا ہو گیا ہے۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے — وہاں صرف آنکھوں سے دیکھے گا اور میرے ساتھ چلے گا تو عیش بھی کرے گا۔" اس نے تھیلے میں کھنکتی بوتل سنبھال کر رکھی۔

"خرچہ کیا ہو گا۔" اس نے ہاتھ جیب پر رکھ لیا اور منہ سے منہ ملا دیا۔

"وہ کوئی رنڈی تھوڑی ہے۔" اس نے کھرے لہجے میں کہا۔

"پھر کون ہے بے — جلدی سے بتا ڈال۔" اس نے کندھا پکڑ لیا

ریاض کا۔

"میرے دوست کی بیوی ہے ـــــ مجھ سے اٹکی ہوئی ہے ـــ داؤں لگا تو نکاح پڑھا کر رہوں گا۔"

"تو مجھ کو لے چلے گا؟" اس نے سارے دانت نکال دیئے۔

"ایک شرط پر۔"

"ابے چل ہر شرط منظور ہے۔"

اسکوٹر جا چکا تھا۔ دوسرا اسکوٹر لیا اور آزاد پور کی کوٹھی پر اتر پڑا۔ اسے باہر چھوڑ کر ریاض اندر گیا۔ کشن ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ دستک پر دروازہ کھولا۔ وہ اندر چلا گیا۔ کشن خالی میکسی پہنے ڈرائنگ روم میں کھڑی جھلملا رہی تھی۔

"راجہ کا اسامی ہے۔" اس نے مسکرا کر دیکھا اور ابرو اچکائے۔

"باہر کھڑا ہے۔"

"لے آ ـــ میں صبح سے انتظار کر رہی تھی۔ رات میں آیا بھی تو کباب میں ہڈی ساتھ لے آیا۔"

"دیکھ لٹکالے سالے کو ـــ ایسا کہ عمر بھر پانی بھرتا رہے تیرا۔" اور وہ باہر نکل گیا۔ کشن نے ورانڈے میں کھلنے والے کمرے کی لائٹ جلائی۔ ڈبل بیڈ کا پلنگ پوش برابر کیا۔ دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا۔ اسے دیکھا تو رنگ پر آئی ہوئی طبیعت بدرنگ ہونے لگی۔ وہ دونوں صوفے پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ وہ اسے آنکھوں سے پیئے لے رہا تھا۔

"ذرا سا پانی اور تین گلاس لے آ جلدی سے۔" اس نے کمر پر سکسی سمیٹ

کر دبا لی اور اس طرح مٹک مٹک کر چلی کہ اس کی نظریں پردے کو چیرنے لگیں ۔ جب واپس آئی تو آنکھیں وہیں تھیں جہاں اس نے چھوڑی تھیں اور نظریں اسی طرح لپٹ گئیں ۔ اس نے کشتی ایک طرف رکھ دی ۔

" یہ صوفے دیوار سے ملادے اور قالین پر بیٹھ جا ــــ اور یہ ٹیبل فین ادھر گھمالے میں آتی ہوں ۔"

انھوں نے صوفے ایک طرف لگا کر ٹیبل فین گھما لیا ۔ سفیدے کی بوتل تھیلے سے نکالی ۔ گلاسوں میں انڈیلی ۔ پانی سے بھرا اور بیٹھ گئے ۔ وہ آئی تو اس سے برف دان لے کر اپنے پاس رکھا ۔ برف کے کیوبس ڈالے ۔

" دیکھ میں پیوں گی نہیں ۔ میں کوئی رنڈی ہوں کہ تو جس کو لے آئے میں اس کے ساتھ پینے لگوں ۔"

" ایک بات سن ـــــ یہ میرا لنگوٹیا یار ہے ۔ اس کے ساتھ پی لے ۔ اس کے علاوہ زندگی بھر اگر کسی کو لے کر آجاؤں گھر میں تو جو چور کی سزا وہ میری ۔"

وہ تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھی رہی ۔ پھر آہستہ سے آنکھیں اٹھائیں ۔

" میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا ۔"

" تیری جان کی قسم اس کے علاوہ عمر بھر کسی کو نہیں لاؤں گا ۔ اب اٹھالے ۔"

اس نے گلاس اٹھایا اور دونوں سے ٹکرا کر ایک گھونٹ لے لیا ۔ وہ دیوار سے لگی بیٹھی تھی ۔ ٹیبل فین کا رخ اسی کی طرف تھا ۔ اس کی تندرست ڈھلی ہوئی پنڈلیاں ایک پر ایک رکھی تھیں اور میکسی پھڑ پھڑا رہی تھی اور

وہ اپنے چھوٹے سے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا، اسے گھورے جا رہا تھا اور گھونٹ پر گھونٹ لئے جا رہا تھا۔ گلاس ختم ہوا تو اس نے ریاض کے کان پر منھ رکھ دیا۔

"اب ناچ دکھا ــــ اس قتالہ عالم کا۔"

"شراب تو میں نے تیرے ساتھ پلا دی لیکن ناچ کی اور اس کی شرط ہے۔"

"ابے بتا نا شرط۔"

"تمھاری شادی کو پانچ برس ہو گئے ــــ اس کی شادی کو پانچ مہینے بھی نہیں ہوئے۔ تمھاری بیوی بیوی ہے ــــ یہ میری معشوق ہے۔ تو اگر یہ ناچے گی تو شرط یہ ہے کہ تیری بیوی بھی میرے سامنے ناچے گی ــــ جو تو اس سے کرے گا وہ میں اس سے کروں گا ــــ بس یہ شرط ہے میری۔"

"ابے تو کیا کہہ رہا ہے بار بار شرط شرط ــــ جو تو میرے لئے کرے گا وہ میں تیرے لئے کروں گا اور ایک پیسہ بیش کروں گا۔"

"ٹھیک ــــ اٹھ پڑ یار ــــ دکھا دے جھمکڑا اپنا۔" ریاض نے کیسٹ آن کر دیا۔ وہ دیر کے بعد اٹھی اور اس طرح کہ اس کی لمبی گردن بھی اس کے ساتھ اٹھتی چلی گئی ــــ پھر اس کے پیر لَے تال پر چلنے لگے، کمر ہلنے لگی، بدن جھومنے لگا اور وہ بھرا ہوا گلاس لئے ہاتھوں میں بیٹھا رہا اور اس کے بدن کی لرزتی ہوئی قیامت دیکھتا رہا ــــ ریاض نے اشارہ کیا ــــ وہ میکسی سے نکلنے لگی ــــ نکلتی رہی ــــ نکل آئی ــــ بریزیر گری تو اس نے

اٹھالی۔ پینٹی گری تو اس نے جھپٹ لی ـــ اور وہ کمرے سے بھاگ گئی۔ وہ چپ بیٹھا رہا۔ پورا گلاس ایک سانس میں خالی کر کے رکھ دیا۔

"اب آگے کا پروگرام بنا؟"

دولہا بھائی نے اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"جانی دردانہ کا ناچ دکھاؤ گے یاروں کو پہلے ـــ وعدہ کرلو؟"

"ایک دردانہ جانی ـــ جس کا تو کہے گا اس کا ناچ دکھاؤں گا؟"

"مار ہاتھ پر ہاتھ اگر نشے میں نہیں ہے تو؟"

"ابے نشے کی بات کر رہا ہے اور مجھ سے ـــ یاروں کے ساتھ سفید کی تین تین بوتلیں چڑھائی ہیں رات میں اور اسکوٹر چلا کر پہنچا ہوں اپنے گھر"

"تو پھر ایسا کر ـــ آج کی رات یہیں رہ جا ـــ پانی بہت زور سے برس رہا ہے؟"

"ہاں بھائی برس تو رہا ہے ـــ نہ برستا ہوتا تو میں برسا لیتا؟"

"تو بوتل ختم کر میں ڈول ڈالتا ہوں؟"

"نا اب اس کو گود میں لے کر پیوں گا ہاں؟"

وہ ریاض کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ ریاض اس کا اور اپنا گلاس تھامے ہوئے دوسرے کمرے میں آگیا۔ وہ بیڈ پر بیٹی ہوئی تھی۔ ہلکی سی ایک چادر کمر کے نیچے پڑی تھی۔ ریاض نے اس کا گلاس اسے پکڑا دیا اور بیڈ پر بیٹھ کر اپنے گلاس سے ایک گھونٹ کشن کو دے دیا اور اسے آنے کا اشارہ کیا اور چادر ہٹا دی۔ اس نے گلاس خالی کر کے دیکھا تو ساری شراب کی آگ

بدن میں دھڑ دھڑانے لگی۔ اس نے بازو پر ہاتھ رکھا تو وہ مچھلی کی طرح تڑپ گئی۔ اس نے سوچا یہ تو دردانہ سے بھی جاندار نکلی ــــ دردانہ۔

دردانہ اچھی جان کو اپنے سامنے کھڑی کیے آئی برو پنسل سے ابروؤں کے خنجروں پر دھار رکھ رہی تھی۔ رخسانہ اور سلطانہ جھاگ ایسی میکسیاں خالی میکسیاں پہنے سینوں کی رگیں اور کولھوں کے تل دکھلاتی پھر رہی تھیں۔ زہرہ اور مشتری اور ناہید منی اسکرٹ پر "منی تر" ٹاپ پہنے اپنا سارا بدن کشتی پر سجائے ٹہل رہی تھیں۔ دردانہ نے پنسل ہٹائی۔ اچھی جان کھڑی ہوئیں تو ان کے ہوسناک بدن کے "کروز" اور ہوسناک ہو گئے۔ راجہ نے اپنا گلاس ان کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ ہونٹ بھیگ گئے۔ راجہ نے اپنے ہونٹوں سے ان کے ہونٹ خشک کر دیئے۔ راجہ نے ان کے ہونٹ پھر بھگو دیئے پھر سکھا دیئے۔ انھوں نے کھونٹی سے دوپٹہ اٹھایا کہ آئینے میں جمپر سے نپلس جھلک رہے تھے۔ راجہ نے دوپٹہ چھین کر پھینک دیا۔ ان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بڑے کمرے میں لے آیا۔ گاؤ سے لگا کر اس طرح بٹھا دیا کہ تمام بدن کے تمام خفیہ مقامات چمک اٹھے، لو دینے لگے۔ راجہ نے ان کے برہنہ شانے پر ہاتھ رکھ کر ایک گھونٹ اور دیا تو آنکھوں میں لال لال ڈورے تیرنے لگے۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ سلطانہ نے دروازہ کھولا۔ کاظم سب کو ساتھ لئے کھانے پینے کے سامان سے لدا پھندا گھر میں داخل ہوا۔ سب بیٹھے تو کمرہ چھوٹا پڑ گیا۔ سات مرد اور سات عورتیں ایک دوسرے سے لپٹ کر ایک دوسرے میں پھنس کر اس طرح بیٹھ گئے کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا۔ کسی سے کسی کا کوئی پردہ نہ تھا۔ کسی کا کسی سے کچھ ڈھکا چھپا نہ تھا۔ مردوں

کی جیبوں سے مخمل کی چھوٹی چھوٹی ڈبیاں نکلیں۔ عورتوں کی انگلیوں میں انگوٹھیاں جگمگانے لگیں۔ زیور کے ڈبے عورتوں کی گودوں میں کھلنے لگے۔ ابھی وہ سب ایک دوسرے کی انگلیاں اور گہنوں کے ڈبے دیکھ رہی تھیں کہ عبید اور قمر نے فریج کھول کر گلاسوں میں آئس کیوبس بھر دیئے۔ سب کے ہاتھوں میں پکڑا دیئے۔ کاظم نے مٹھائی کا ڈبہ کھول کر ایک ڈلی راجہ کے منہ میں اور دوسری اچھی جان کے ہونٹوں میں رکھ دی۔ اچھی جان نے ڈبہ اپنا ہاتھ میں لے لیا۔ ایک مٹھائی راجہ کے منہ میں دی، دوسری کاظم کے دانتوں میں پھنسانے لگیں تو انگلی دب گئی۔ سب ہنسنے لگے۔ وہ کبھی ہنسیں۔"

پھر سات گلاس اٹھائے۔ اچھی جان کے گلاس سے ٹکرائے۔

"رک جاؤ۔"

کاظم نے کہا اور سب رک گئے۔

"یہ بات سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر اچھی جان نہ ہوتیں، صوفیہ لارن نہ ہوتیں تو ہم کیا خود راجہ یہاں نہ ہوتا۔ ہم سب اچھی جان سے ملے اور ان پر عاشق ہوگئے۔ غلام ہوگئے۔ غلامی کے لیئے ان کی غلامی کو مستقل بنانے کے لیئے ہم سب ان کی بہنوں سے شادی کر رہے ہیں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

"تو آج کی رات کا جشن اچھی جان کے نام صوفیہ لارن کے نام۔"

"چیرز"

نعرہ لگا اور گلاس ہونٹوں سے لگ گئے۔ گلاس ہونٹوں سے لگا دیے گئے۔ گلاس ہونٹوں کے بوسے لیتے رہے۔ گلاسوں کو جبراً ہونٹوں کے بوسے دلائے جاتے رہے۔ جب گلاس ختم ہوئے تو مردوں نے سگرٹیں سلگائیں اور ان کے لبوں سے لگا دیں۔ وہ کھانستی رہیں۔ کش لیتی رہیں۔ سگریٹیں بعد میں ختم ہوئیں۔ ان کا احساس ___ احساس زیاں پہلے ختم ہو گیا ___ پھر فلم لگا دی گئی۔ ایسی فلم کہ اگر بوڑھے دیکھ لیں تو جوان ہو جائیں۔ بچے دیکھ لیں تو جوان ہو جائیں۔ فلم ختم ہونے سے پہلے ہی وہ تمام پردے جن میں سے ایک کا نام لباس بھی تھا اٹھ چکے تھے، گر چکے تھے، ختم ہو چکے تھے۔ دوسری فلم شروع ہوئی تو عورتوں کے ساتھی بدل گئے۔ تیسری فلم ختم ہوئی تو مردوں کی محبوبائیں بدل گئیں۔ پھر اچانک روشنی ہو گئی۔ بہت تیز روشنی ہو گئی۔ اچھی جان نے آنکھ کھولی تو عبید اپنی گود میں بھرے انھیں کھانا کھلا رہا تھا۔ کاظم رخسانہ کے منہ میں لقمہ رکھ رہا تھا۔ سلطانہ قمر کے ہاتھ سے نوالے لے رہی تھی۔ زماں کا چمچہ دردانہ کے منہ میں تھا۔ انھوں نے آنکھیں بند کر لیں، منہ کھول دیا۔ لقمے بن بن کر آتے رہے ___ وہ نگلتی رہیں۔ سر رکھا تو محسوس ہوا کہ تکیہ نہیں کسی کا زانو ہے ___ مگر انھوں نے سر اٹھانے کی زحمت نہ کی۔ سو گئیں۔ سب سو گئیں۔ نہ صرف اپنے آپ سے بلکہ دوسروں کے وجود سے اور دوسروں کے وجود کی دست درازیوں سے بیگانہ ہو کر سو گئیں۔

صبح جوان ہو چکی تھی۔ مرد داڑھی، عورتیں ناشتہ بنا رہی تھیں۔ دسترخوان

لگا رہی تھیں ۔ چائے کے برتن سجا رہی تھیں ۔ کچھ مرد ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے ۔ کچھ عورتیں منڈلا رہی تھیں کہ اچھی جان نے غسل خانے سے سلطانہ کو آواز دی ۔ سلطانہ جانے لگی تو راجہ نے اس کے کان میں کچھ کہا ۔ وہ مسکرا کر چلی گئی اور راجہ بڑے کمرے سے بیٹھک میں گھس گیا ۔

"کیوں کپڑے مانگ رہی ہو جانی ــ سب گیلے ہو جائیں گے ــــ بیٹھک میں رکھ دیئے ہیں چلی جاؤ بدل لو ــ" سلطانہ نے دروازے پر کہا ۔

"سارا فرش خراب ہو جائے گا بیٹھک کا ۔" اچھی جان نے تامل کیا ۔

"کیوں خراب ہو جائے گا ــ پونچھ لو بدن ــ بال نچوڑ لو ــــ باہری دروازہ بند ہے اور جلدی کرو سب نہانے کو بیٹھے ہیں ۔

اچھی جان نے گردن باہر نکالی ۔ دروازہ بند تھا ۔ پردہ برابر تھا ۔ ہاتھوں میں بدن سنبھالتی نکلیں غڑاپ سے بیٹھک میں گھس گئیں اور راجہ کی باہوں میں پھنس گئیں ۔ سلطانہ نے قہقہہ لگایا رخسانہ اور دردانہ نے تکرار کی ۔ سب دروازے پر سمٹ آئے ۔ لڑکیاں بیٹھک کے دروازے پر ٹھٹھہ لگا کر کھڑی ہو گئیں ۔ راجہ نے ان کے دونوں ہاتھ زبردستی پہلوؤں پر ڈال دیئے ۔ جیسے مصور ماڈل کو دیکھتا ہے اس طرح دیکھنے لگا ۔

" بدن دیکھ رہی ہو سلطانہ کسی لڑکی کا بھی ہے ایسا ــ گورا پنڈا کنچن کایا ۔"

وہ اسی طرح کھڑی تھیں ۔ درجن بھر آنکھوں سے اپنے حسن کے قصیدے

سن رہی تھیں، شرما رہی تھیں، اٹھلا رہی تھیں۔

"سلطانہ تم جاؤ — ان کا گاؤن لے آؤ۔"

اور خود تولیہ سے ان کے بال خشک کرنے لگا۔ بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرنے لگا۔

"تو بہت بے شرم ہو گیا ہے۔"

انھوں نے اٹھلا کر کہا۔

"بے شرم۔ میں تمھیں لے کر کسی دن بھاگ جاؤں گا۔" راجہ نے گردن پر منھ رکھ دیا۔

"بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ سب کے سامنے دیوپے کھڑے ہو وہ کچھ کہہ رہی ہیں — کوئی کچھ کہہ رہا ہے۔" رخسانہ نے حسرت سے کہا۔

"یہ بات ہے تو لے کر نہیں بھاگوں گا لیکن چھوڑوں گا کبھی نہیں۔"

"اللہ راجہ تو ایسا کر کہ مجھے مار ڈال۔" وہ باہوں میں گھوم گئیں اور گال پر چپت ماری۔

"تم کو مار ڈالوں گا تو مجھے بھی مرنا پڑے گا۔" اس نے آواز کو دکھ سے بھگو لیا۔

"اے خدا نہ کرے میں۔ تجھ پہ قربان۔ تجھ پر صدقے۔" اچھی جان کے برہنہ بدن نے اسے لپٹا لیا۔ سلطانہ گاؤن لئے گم سم کھڑی انھیں دیکھ رہی تھی کہ ایک دھماکہ ہوا۔ اتنے زور کا ہوا کہ دروازے بج گئے، کھڑکیاں کھل گئیں۔ اچھی جان اس سے چھٹ گئیں۔ سب باہر نکل آئے۔ راجہ دروازے

کی طرف بڑھا تو کاظم نے پکڑ لیا۔ شور بڑھتے بڑھتے ہاہا کار ہونے لگا۔ گولیاں چلنے لگیں، چیخیں بلند ہونے لگیں۔ پکار مچ گئی۔ تکبیر کے نعرے بلند ہونے لگے۔ پھر کاظم آگیا۔

"رائٹ ہوگیا ہے ـــ مکان جلنے لگے ہیں۔ پیچھے والی گلی میں اور دو کانیں لٹنے لگی ہیں ـــ جماؤ ہو رہا ہے ـــ ٹکراؤ ہوگا" اس کا سانس پھولنے لگا۔

"اچھی جان ـــ قیمتی سامان اور کپڑے رکھ لو ـــ جلدی سے ـــ فوراً!" راجہ نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ایک سال میں تیسری بار یہ خونیں تماشہ ہو رہا تھا۔ پوری گلی، پورا محلہ، پورا علاقہ خوف کا ایندھن ہو گیا تھا۔ خوف کے کھلونوں سے کھیلنے والے خوف کے پنجوں میں چوہوں کی طرح بلبلا رہے تھے کسی کو کوئی اطلاع دینا مقصود نہ تھی، کوئی کسی کو مدد کے لئے نہیں پکار رہا تھا۔ لیکن سب چیخ رہے تھے۔ جیسے سب سب کی مدد کو آرہے ہوں جا رہے ہوں۔ حالانکہ وہ سب چیخ چیخ کر اپنے آپ کو تسلّی دے رہے تھے کہ سب کو صرف اپنا آپ پیارا تھا۔ کہیں آگ نہیں لگ رہی تھی لیکن سب جلے جا رہے تھے۔ کوئی دوکان نہیں لٹ رہی تھی لیکن سب لٹے جا رہے تھے۔ خوف کا جہنم روشن تھا۔ سب کچھ جل کر راکھ ہوا جا رہا تھا۔

آناً فاناً سوٹ کیس اور بیگز تیار ہو گئے۔ راجہ چند پہاڑیوں کے ساتھ آگیا۔ کمرے بند ہونے لگے۔ تالے پڑنے لگے۔ پڑوسیوں کو حقارت سے دیکھتے سڑک پر جانے لگے۔ پہاڑیوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ سڑک

پر موٹریں لگی تھیں ۔ ہوا سے باتیں کرنے لگیں ۔ ایک ہی ہلّے میں منٹو برج پار کر گئیں ۔ کوٹھی پر اتریں تو بھول گئیں کہ ابھی چند منٹ قبل کیا عالم تھا ۔ اچھا وقت پاتے ہی انسان اپنا برا وقت بھول جاتا ہے ۔ دوسروں کے برے وقت کا تو پوچھنا ہی کیا ۔

عورتیں کمرہ کمرہ جھانکتی پھر رہی تھیں ۔ مرد ٹٹولتے گھوم رہے تھے ۔ ہوسناک یادوں سے خون گرم ہونے لگا تھا ۔ کیا وقت ہوا ہے ۔ اچھی جان نے کاظم سے پوچھا اور ماسٹر روم میں داخل ہو گئیں ۔ راجہ نے گیارہ بجنے کی اطلاع دی ۔ ماسٹر روم اچھی جان کو ، اس سے ملا اندرونی کمرہ جس کا دروازہ دالان میں کھلتا تھا ناہید کو دے دیا ۔ ان کے مقابل کے دونوں کمرے زہرہ اور مشتری کو مل گئے ۔ اندرونی ورانڈے کے بازوؤں پر کھڑے ہوئے دونوں کمرے سلطانہ اور رخسانہ کے حصے میں آ گئے ۔ باہری دالان کا ویسا ہی ایک کمرہ دردانہ کے نام ہوا اور دوسرا ایمرجنسی روم میں تبدیل کر دیا گیا ۔

سب اپنا اپنا مختصر سامان اپنے اپنے کمروں میں سجا کر ہال میں آ گئی تھیں جہاں بیئر کا دور چل رہا تھا ۔ عورتوں کو وائن کے گلاس دیئے گئے جس کی مٹھاس نے چسکیوں میں لذت پیدا کر دی ۔ دوسرا گلاس بھی بے تکلف تھام لیا ۔ اچھی جان جتنی وائن پی رہی تھیں اس سے زیادہ بدن سے چھلکا رہی تھیں اور مرد اپنے ہاتھوں اور ہونٹوں سے چاٹ رہے تھے ۔ گلاس ان کے ہاتھ میں اور وہ دوسروں کے ہاتھوں سے چھلک رہی تھیں ۔

کاظم ماسٹر روم کے وارڈروب سے بیدنگ سوٹس نکال لایا۔ مرد عورتوں کو پہنا رہے تھے۔ چھیڑ رہے تھے۔ وہ پہن رہی تھیں اٹھلا رہی تھیں۔ پول پر پہنچیں تو پول پرستان بن گیا۔ نہاتے نہاتے دیکھا تو ان کے کپڑے رنگ برنگے کنول کے گلدستوں کی طرح پانی پہ تیر رہے تھے اور وہ مچھلیوں کی طرح ہاتھوں سے پھسلی جا رہی تھیں، باہوں سے نکلی جا رہی تھیں اور پکڑی جا رہی تھیں

اچھی جان کی سمجھ تو کئی دن سے خراب تھی۔ انھوں نے اپنی نتھ کی طرح اسے بھی راجہ کو مرمت کے لئے دے دیا تھا۔ لیکن آج تو آنکھیں بھی عجیب سی ہونے لگی تھیں۔ ہوتا کچھ تھا نظر کچھ آتا تھا۔ انھوں نے سوچا کہ یہ دونوں جڑاؤ ٹیکے بھی راجہ کے حوالے کر دیں۔ وہ یہی سب کچھ سوچ رہی تھیں کہ سلطانہ اور رخسانہ کے قہقہے گونجنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد سب کی آوازیں لیزم بجانے لگیں۔ نگاہ اٹھائی تو زہرہ اور مشتری اور ناہید سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں۔ ان سے مرد لپٹے ہوئے تھے۔" بے شرموں نے چار چار انگل کی چولیاں بھی اتار دی تھیں بالشت بالشت بھر کی چڈیاں بھی پھینک دیں۔" انھوں نے سوچا۔

"راجہ — راجہ جانی — چلو اب سردی لگنے لگی ہے۔"

وہ باہر نکلیں تو محسوس ہوا کہ کچھ کھو گیا ہے ان کا — کیا کھو گیا ہے — یاد نہیں آرہا — پھر یاد آگیا۔ وہ کھڑی ہو گئیں۔

"کیا کرتے ہو راجہ ؟"

انھوں نے اپنے آپ کو ہاتھوں میں چھپا لینے کی کوشش کی۔

"صوفیہ لارن ـــ میری صوفیہ لارن"

"کوئی کہہ رہا تھا۔ نہیں وہ کہہ رہے تھے ـــ لیکن وہ راجہ نہیں تھے، وہ کاظم نہیں تھے۔ انھوں نے کچھ کہنا چاہا تو ہونٹوں پر ہونٹوں کا قفل پڑا تھا۔ انھوں نے چلنا چاہا تو پیر ان کے قابو میں نہ تھے۔ ہٹانا چاہا تو ہاتھ دوسرے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے ـــ انھوں نے سپردگی میں پناہ ڈھونڈھ لی۔

فون کی گھنٹی بجی تو راجہ نے مشتری کو چھوڑ کر فون اٹھا لیا۔ ابھی وہ بات کر رہا تھا کہ دردانہ اپنے آپ کو چاند سے چھڑا کر آگئی اور اس کی گردن کی پشت پر ہونٹ رکھ دیئے۔ فون کریڈل میں رکھا۔

"یار میرے ـــ مخنچو کہاں ہے میرا۔ گھر نہ پہنچ گیا ہو"

"تو کپڑے پہن لے جلدی سے پرانی دلّی والے ـــ تیری ملائی کرادوں"

"کیا بکری کی جھول بھی پہننا پڑے گی ـــ برقعہ"

"چھوڑ ـــ برقعہ کیا کرے گی پہن کر ـــ یا اگر تو ڈرتی ہے تو ہلکا لے"

دردانہ کو دولہا بھائی کے حوالے کر کے اپنے گھر پہنچا تو بشارت نے اطلاع دی کہ تہ خانے میں سب بیٹھے اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ تمام صحن آدمیوں سے بھرا تھا۔ تہ خانے کے زینے کے سامنے مشینیں چل رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے آنکھوں میں روٹیوں کے خواب سجائے دبلے پتلے کمزور ہاتھوں میں پیسوں کی امیدیں باندھے پورے پکے آدمیوں کی طرح

کام کر رہے تھے۔ ان کے بوڑھے چہروں پر کمسن بدن عجیب سے لگ رہے تھے۔ وہ ان کی آنکھوں کی بوڑھی سنجیدگی اور پرانی بھوک سے بے نیاز سیڑھیاں اترنے لگا۔ ریاض نے لپک کر ہونٹوں پر کان رکھ دیئے۔ شیخ جی مارے گئے۔ ان کی بیوہ اور بیٹیاں میرے گھر ہیں۔ بلاقن بوا شیشے میں آتار رہی ہیں۔

لوہے کی پتیوں سے جڑی ہوئی لکڑی کی بڑی بڑی بیٹیاں دیواروں کے کنارے کنارے چھت تک چن دی گئی تھیں۔ بیچ میں لمبے چوڑے فرش پر چاندنی لگی تھی اور بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ اکثر کے چہروں پر چھوٹی بڑی داڑھیاں تھیں۔ سروں پر قسم قسم کی ٹوپیاں تھیں۔ کڑھے ہوئے نفیس کرتے بے شکن پائجامے پہنے، کندھوں پر رومال ڈالے، ہاتھوں میں قیمتی گھڑیاں اور انگلیوں میں بھاری بھاری انگوٹھیاں پہنے، فارن سگریٹ کے ڈبے اور ڈبیاں کھولے ننانوے لاکھ کے پھیر میں مبتلا بیٹھے تھے۔ وہ سلاما لیکم کہتا ہوا داخل ہوا۔ سب سے مصافحہ کیا۔ نوکروں کو ٹھنڈا لانے کا حکم دیا اور ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں۔ ہنسی مذاق ہوا۔ بوتلیں خالی ہوئیں۔ باہر چلی گئیں۔ دروازہ بند ہو گیا تب ایک صاحب جو کندھوں پر زرد شالی رومال ڈالے پانچ سو پچپن کا ڈبہ گود میں رکھے فیروزے اور نیلم کی انگوٹھیوں سے سجی انگلیوں سے طبلہ بجا رہے تھے کھسک کر آگے آئے، کھنکارے، سرمہ لگی آنکھیں اٹھائیں۔ بائیں ہاتھ کی مٹھی منھ پر رکھی سڑک پر دوا بیچنے والوں کی طرح کھنکارے۔ آخر کار بولے۔

”فساد کیوں ہوتے ہیں؟ اس لئے ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کی صنعت و

حرفت اور تجارت برباد کر دی جائے۔ گودام اور دوکانیں پھونک دی جائیں۔ ان کی ساکھ ختم ہو جائے اور دوکاندار سے زیادہ دوکان کی ساکھ ہوتی ہے۔ جب یہ جاتی رہی تو سب ختم ہو گیا اور پھر مسلمانوں کی دوکان کے بجائے ہندو کی دوکان اس کی جگہ بھر دے۔ بھرے پرے گھر پھونک دیئے جائیں۔ جوان عورتیں اٹھالی جائیں، ان سے عیش کئے جائیں اور وہ جوان جو مسلمانوں پر برا وقت پڑنے پر کام آتے ہیں، قتل کر دیئے جائیں توڑ دیئے جائیں۔ فساد اس لیئے ہوتے ہیں۔ بچی کھچی کسر پولیس کرفیو لگا کر پوری کر لیتی ہے۔"

انھوں نے سانس لی۔ آنکھیں پڑھیں جن میں تعریف اور تصدیق تھی۔

"رہی حکومت تو بنگلہ دیش بنوا کر اس نے ایک طرف پاکستان کا جھگڑا ختم کر دیا اور دوسری طرف ہم لوگوں کی کمر توڑ دی ــــ جب ہم ڈیپوٹیشن لے کر جاتے ہیں تو حکومت کی مشین کام کرنے لگتی ہے اور فساد روک دیئے جاتے ہیں۔ اس لیئے کہ جس کو جو کام کرنا تھا وہ کر چکا۔ تو اب فساد بند کر دیا گیا اس لیئے کہ ہندو کی تجارت بھی فساد سے متاثر ہوتی ہے۔ تو فساد ہمارے لیئے نہیں بند ہوا ہندو کی تجارت کی حفاظت کے لیئے بند ہوتا ہے۔ تو بھائیو اب فساد اس طرح نہیں ہوں گے جس طرح تقسیم کے بعد سے ہوتے آئے ہیں۔ اب فساد ہوں گے تو اس طرح کہ شروع تم کرو گے ختم ہم کریں گے یعنی ہم اگر نہیں چاہیں گے تو فساد ختم نہیں ہوں گے۔ کرفیو تم لگاؤ گے ہم کرفیو اٹھنے نہیں دیں گے۔ چاقو چلیں گے، گولی چلے گی، بم پھٹیں گے۔ ایک جگہ امن قائم ہو گا تو دوسری جگہ فساد برپا ہو گا۔ اور یہ کام ان سے لیا

جائے گا جو لٹ چکے ہیں، تباہ ہو چکے ہیں، جن کے گھروں کی عورتیں بے آبرو ہو چکی ہیں۔ بچے ذبح ہو چکے ہیں، بوڑھے توڑے جا چکے ہیں۔ جوان بند ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کے پیٹ میں روٹی ہو اور کل کی روٹی کا انتظام ہو۔"

راجہ نے پہلو بدلا۔ اپنی گردن باہر نکالی اور آواز پر دھار رکھی۔

" اس کی فکر مت کرو ــــ آج کی اور کل کی اور پرسوں کی روٹی کا انتظام ہم کریں گے۔ اپنی جیب سے کریں گے۔"

" لیکن ہم تمھاری یا کسی کی جیب پر بوجھ ڈالنا نہیں چاہیں گے۔" اسی شخص نے بڑے طنطنے سے کہا۔ ایک مولوی صاحب جو چاندی کی خلال سے دانت کرید رہے تھے دوسرے ہاتھ کی تسبیح رکھ دی اور کھسک کر آگے آگئے۔

" سنو راجہ میاں ــــ روپئے کا بندوبست اس طرح کرو کہ اس حکومت کو ایک دھیلہ انکم ٹیکس مت دو۔ اگر دس ہزار بنتا ہے تو آٹھ ہزار رشوت پر خرچ کر دو اور دو ہزار فساد کے نام پہ باہر نکال لو اور اسے جیسے مناسب جانو خرچ کرو۔ اس میں دو فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ آٹھ ہزار کا نقصان حکومت کو اٹھانا پڑے گا اور حکومت کا ایک افسر آٹھ ہزار میں خرید لیا جائے گا جو آج نہیں تو کل ہم کو سولہ ہزار کا فائدہ پہنچائے گا لیکن اس بڑے کام کے لئے ہم کو سچے دل سے عہد کرنا ہوگا۔"

" اجی تم عہدنامہ لکھو ہم اپنے خون سے انگوٹھا لگاتے ہیں۔"

کئی آوازوں نے گرمی سے اقرار کیا۔ مولوی صاحب پھر گرجے۔

"تم سب زکوٰۃ دیتے ہو ــــ زکوٰۃ کیوں دیتے ہو؟ اس لئے دیتے ہو کہ خدا کا حکم ہے۔ خدا کا حکم کیوں ہے؟ اس لئے ہے کہ وہ بندے جو غریب ہیں، بھوک کے ہاتھوں مر نہ جائیں اور امیر کے مال سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔ تو اب یہ زکوٰۃ صرف ان لوگوں کی دی جائے گی جو فساد میں برباد ہوتے ہیں یا جنھوں نے فساد میں ہماری اسکیم پر عمل کیا ہے۔ ایک بات اور ــــ ہم ان سے کیوں کہیں کہ ہم ان کو زکوٰۃ دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ زکوٰۃ پانے والوں کی سماج میں وہ عزت نہیں ہوتی جو دوسروں کی ہوتی ہے۔ اس لئے ہم زکوٰۃ ہی دیں گے لیکن زکوٰۃ کا نام نہیں لیں گے۔ امداد کا نام دیں گے اور ایسے لوگوں کے ہاتھ سے دلائیں گے جن پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہوتی۔"

مولوی صاحب آرام سے بیٹھ گئے ــــ ریاض نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔ کھنکارے اور شروع ہو گئے۔

"تقسیم کے وقت ہماری قیادت جن لوگوں کے ہاتھ میں تھی وہ یا تو خود زمیندار تھے یا زمینداروں سے وابستہ تھے یا زمینداروں کے چمچے تھے، اشراف زادے تھے اور ہم ان کے چاکر تھے، ان کے حکم کے پابند تھے۔ تقسیم کے بعد یہ پورا ڈھانچہ ٹوٹ گیا۔ رہی سہی کسر خاتمۂ زمینداری نے پوری کر دی۔ اب پورا مسلم سماج تتر بتر ہو چکا ہے۔ ٹوٹ چکا ہے۔ اور قیادت ہمیشہ پیسے کے بل بوتے پر چلتی ہے۔ تو آج ہمارے

پاس پیسہ ہے۔ قیادت خرید لینے کا موقع ہے تو ہم کیوں نہیں خریدتے؟"

راجہ نے تڑپ کر کہا۔

"ہم خریدیں گے۔ قیادت خریدیں گے اور اپنے بھاؤ خریدیں گے۔ اور اپنے طریقہ سے استعمال کریں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آج کے مسلم سماج کا سب سے بڑا مسئلہ فسادات ہیں۔ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ اگر جن سنگھ فسادات کو روکنے کی ذمے داری لے لے تو مسلمان، ایک ایک مسلمان جن سنگھ میں چلا جائے گا تو ہم کو اسی ہمالیائی مسئلے سے فائدہ اٹھانا ہے۔ جہاں کرفیو لگے وہاں کا پورا علاقہ بانٹ لیا جائے۔ ان کا کھانا ناشتہ کپڑے بستر ضرورت کی ہر چیز سپلائی کی جائے اور مفت بانٹی جائے۔ اتنا خیال رکھا جائے کہ جو ہماری قیادت علی الاعلان تسلیم کرتا ہے اسے مفت اور بڑی عزت سے دیا جائے جو تسلیم نہیں کرتا لیکن خاموش ہے اسے بھی مفت دیا جائے۔ جو قیادت تسلیم نہیں کرتا اور کبھی کبھی زبان بھی کھول لیتا ہے اسے پیسے سے دیا جائے، قیمت وصول کی جائے لیکن مناسب۔ اور جو ہماری مخالفت کرتا ہے، اپنی شرافت اور نجابت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے اسے تنگ کیا جائے۔

"نہیں"

ریاض نے چیخ کر کہا۔

"اسے موقع ملے تو فساد سے فائدہ اٹھا کر قتل کر دیا جائے۔"

پرانے زمانے کے رئیس اپنی اقدار، پرانی بدبودار سڑی ہوئی اقدار کے جال میں جکڑے ہوئے تھے۔ مسلمان مر رہے ہیں، لٹ رہے ہیں، بے آبرو

ہو رہے ہیں اور وہ اپنی اقدار کو زندہ رکھنے کے لئے دوسرے ہندوؤں کو پناہ دے رہے ہیں، ان کی حفاظت کر رہے ہیں، ان کی امداد کر رہے ہیں۔ ہم ایسی کسی قدر کو نہیں مانتے۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہندو ہندو ہے اور مسلمان مسلمان ــــ اور ہم کو اب وہی کرنا ہے جو ہمارے بہادر یہاں طے کریں گے، ہمارے پنچ ہم کو جو حکم دیں گے۔"

"بیشک یہی کرنا چاہیئے۔"

مولوی صاحب نے تائید کی۔

"میں تو یہاں تک کہوں گا کہ جو ہماری قیادت نہیں مانتا اس کو سامان دیا ہی نہ جائے اور اگر دیا جائے تو دگنی قیمت پر دیا جائے اور اس منافع سے اپنی برادری کے غریبوں کی مدد کی جائے یا ان کی مدد کی جائے جو ہمارے ساتھ ہیں، جو ہمارے پلان میں شامل ہیں۔"

ابھی مولوی صاحب سانس لے رہے تھے کہ راجہ نے اعلان کیا۔

"میں اعلان کرتا ہوں کہ چاقو سے زخمی کرنے والے کو ایک ہزار، قتل کرنے والے کو دو ہزار، آگ لگانے والے کو دو ہزار، بم پھینکنے والے کو دو ہزار، گولی سے قتل کرنے والے کو چار ہزار روپیہ دوں گا۔"

اور جو چھوٹی موٹی وارداتیں کرتے ہیں، افواہیں پھیلاتے ہیں، خبریں پھیلاتے ہیں، خبریں لاتے ہیں یہ بھوکوں مریں گے؟"

"بھوکوں کیوں مریں گے ریاض بھائی۔ جب ہمارے پاس آئیں گے تو اجرت پائیں گے۔ ایسے لوگوں کو فساد کے زمانے میں سو روپے روز

پر رکھ لیجیے۔"

"آگ لگانے کا مسئلہ ٹیڑھا ہے میاں راجہ ہمیں دیکھنا یہ ہوگا کہ آگ کہاں لگی۔ کن حالات میں لگی۔ اور اس سے کتنا نقصان ہوا۔ اور یہ بھی کہ اس آگ سے کرفیو لگنے یا کرفیو اٹھنے پر کتنا اثر پڑا ___ تو آگ لگانے والے کو ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد ہی روپیہ دینا ہوگا اور پھر پیٹ دینا ہوگا۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کہا بھائی ریاض ___ اب اٹھو اور اپنے انتظام میں لگ جاؤ۔"

گھڑی دیکھی تو آٹھ بج رہا تھا۔ دولھا بھائی دردانہ کو لئے ہوئے گوبچہ پر انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس نے سوچا۔ پڑے کی جانگھیہ نوٹوں سے بھری اور پتلون چڑھالیا۔ باہر نکلا تو سڑک پہچانی نہ گئی۔ آدمی کے نام پر پولیس کی ٹکڑیاں گشت کر رہی تھیں۔ اسٹریٹ لائٹ تک کالی معلوم ہو رہی تھی۔ ہر دروازہ بند تھا، ہر کھڑکی بند تھی۔ کہیں سے روشنی کی ایک کرن تک نہیں آرہی تھی، آواز کا ایک ذرہ تک دور دور موجود نہ تھا۔ کتے بلی تک خاموش اور ہراساں ___ اور یہاں کرفیو نہیں لگا ہوا تھا۔

مدھم سی روشنی میں وہ ٹاٹ کا پردہ ہٹا کر بکروں کے ڈھیر میں مینگنیوں پر پانوں رکھتا ریاض کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہوا۔ دروازہ بند ہوا تھا کہ بلاقن بوا ایک طرف سے نکلیں اور دعائیں دینے لگیں۔ چھوٹے میلے دھندلے چوکور کنوئیں کی طرح گھرے صحن میں آئیں۔ جوٹھے برتن

ہٹاکر راستہ بنایا اور اسے زینے پر چڑھا دیا۔ سامنے کے پتلے سے کمرے میں دونوں طرف دو پلنگ پھنسے ہوئے تھے وہ ان کے درمیان کھڑا ہوگیا۔ وہ سفید لٹھے کی شلوار اور کرتا پہنے دوپٹے کو داؤنی بنائے پلنگ پر بیٹھی وظیفہ پڑھ رہی تھیں۔ ان کے حسین چہرے پر سوگواری کی تاب تھی۔ روئی ہوئی آنکھیں اور بڑی ہوگئی تھیں اور آبدار ہوگئی تھیں۔ ان کے پیچھے ان کی دونوں بیٹیاں انھیں کے سانچے میں ڈھلی انھیں کی طرح موٹے جھوٹے کسیلے کپڑوں میں فانوسوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ غم کی شدت سے بے نیاز آنکھیں اٹھیں تو ہلکی سی اک نگاہ نے اس کی منصوبوں بھری آنکھیں جھکا دیں۔

"سلام علیکم —— میں آپ کا بیٹا ہوں —— عبدالنعیم —— آپ کو لینے آیا ہوں۔ آپ مجھے نہیں جانتیں لیکن میں آپ کو جانتا ہوں۔ شیخ جی مجھے بیٹا کہتے تھے۔ عید بقرعید پیسے بھی دیتے تھے۔ شیخ نہیں رہے —— لیکن میں زندہ ہوں۔ میری ماں مرگئی ہیں۔ میں جانوں گا خدا نے مجھے میری ماں لوٹا دی آپ چلیں گی تو میرے گھر میں رحمت آجائے گی برکت آجائے گی میں آپ کے پانؤں پڑتا، ہاتھ جوڑتا ہوں۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"مجھ بدنصیب کو گنہگار نہ کر —— مجھ بدنصیب کو تو رونا ہے تیرے در پر رولوں گی۔"

اور وہ رونے لگیں۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس نے انھیں سینے سے لگا لیا۔ وہ لگ گئیں۔ جب بلاقن لوا نے الگ کیا تو اس کا گریبان بھیگ چکا تھا۔

"جلدی کیجیے ورنہ کرفیو لگ جائے گا۔"

انھوں نے بلاقن کے ہاتھ سے برقعہ لے کر پہن لیا اور بیٹیوں کے پہننے کا انتظار کرنے لگیں۔

وہ سارے انتظامات سے فارغ ہوا تو گاڑی اٹھائی۔ گوبچے کے سامنے دولھا بھائی کی بغل میں دردانہ برقعے کو گاؤن کی طرح ہلکائے اپنے حسن وشباب کی بہار دکھلا رہی تھی۔ اس نے گاڑی پارک کی۔ چابی نکال رہا تھا کہ ایک لمبے چوڑے آدمی نے اپنی مونچھیں اسٹیرنگ پر رکھ دیں۔

"تمھارا انتظار کرتے رہے ہم لوگ۔"

"میں کام پر تھا — آنا چاہتا تھا لیکن آ نہیں پایا۔"

"کیا خبریں ہیں؟"

"سات دوکانیں جل گئیں — تین آدمی مارے گئے — زخمیوں کا حساب نہیں لگا ابھی تک — کرفیو لگا ہوا ہے۔"

"اس برقعے کے پاس جو آدمی کھڑا ہے اسے پہچانتے ہو؟"

"پہچانتا ہوں۔"

"نہ پہچانتے ہو — تو پہچان لو۔"

"پہچانتا ہوں — جھنڈے والان کا کباڑیا ہے۔"

"چھٹی کر دو اس کی — یہ ابھی جائے گا لال کنویں تک — حساب ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے — آپ جائیے — فون ہو جائے گا۔"
اس کو دیکھتے ہی دردانہ لپکی۔ دولہا بھائی بھی چونکے۔
"کہاں لے گئے تھے دولہا بھائی میری اتنی مارو سالی کو؟"
دولہا بھائی نے کھیسیں نکال دیں — دردانہ نے مسکرا کر اپنے بال جھٹک دیئے اور موٹر کی طرف اکیلی چلنے لگی۔
"ایک دوست ہے اپنا پرانا یار۔ اس کی بیوی سے ملانے لے گیا تھا ذرا۔"
دولہا بھائی نے منہ سکھا کر جواب دیا اور بنڈل سے بیڑی نکال لی۔
"اب تو گھر ہی جاؤ گے دولہا بھائی۔"
"نہیں ابھی ذرا لال کنویں جاؤں گا وہاں سے گھر — تم نسا خاطر رکھو پہاڑیئے بھی ہیں گھر پر اور میں بھی پہنچ رہا ہوں۔"
"اچھا — سلاما لیکم — ہاں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بشارت سے کہہ دینا۔"
"ٹھیک — سلاما لیکم۔"
گاڑی کا دروازہ کھولا تھا کہ ایک چھوٹے قد کا کالا شیر سے بدن کا ڈھول سا آدمی آ کر کھڑا ہو گیا۔
"کیا حال ہے وجے؟"
اس نے کھڑکی نے اندر منہ کر لیا۔ برقعے سے نکلتی دردانہ کو دیکھا۔
"بہت پتلا حال ہے میاں — کرفیو نے تو بالکل پانی کر دیا — شام

"تو کما لو — رات بھر میں — شاید کل اٹھ ہی جائے کرفیو۔"

"کیا کما لوں — منہ سے تو کچھ کہئے۔"

"گیند ایک ہزار — پنسل دو ہزار — کھلونا پانچ ہزار۔"

"نہیں میاں — سچ کہہ رہے ہو۔"

"تیرے سر کی قسم۔"

اس کا پورا چہرہ ہنس پڑا کھل گیا۔

"چکتا دا کون کرے گا؟"

اس نے واسکٹ کی جیب سے بنڈل نکالا آخری بیڑی منہ میں دبائی۔ اور گردن باہر نکال لی۔

"فون پر — فوراً ضرورت ہو تو بشارت کے پاس چلے جانا۔"

"ٹھیک ہے میاں — سلاما لیکم۔"

گاڑی چلی تو دردانہ نے ران پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اتنے گیند، اتنی پنسلیں اور اتنے کھلونے کیا کرو گے؟"

راجہ نے کمر میں بازو ڈال کر کھینچ لیا۔

"اگر تم ساتوں نے سات مہینے میں دو دو بچے بھی دیئے تو کھیل ڈالیں گے سب مل کر سال بھر میں۔"

"توبہ — توبہ۔"

گیٹ کھول کر چوکیدار نے اطلاع دی کہ مہمان لوگ ابھی تک شاپنگ کر کے نہیں آئے ہیں۔

وہ ہال میں داخل ہوئے۔ راجہ نے فریج کھول کر بوتل دردانہ کو پکڑا دی — اس کی انگلیاں بوتل کو اور راجہ کی انگلیاں اس کو کھول چکی تھیں۔

"کتنی کڑوی ہے۔" اس نے منہ بنا کر پورا چہرہ کڑوا کر لیا۔

"کتنی خوبصورت ہو تم۔"

اس کا چہرہ میٹھا ہو گیا۔

"اور کتنی بد نصیب ہوں۔" چہرہ اداس ہو گیا۔

"میرا کہنا مانو گی — تو خوش نصیب ہو جاؤ گی۔"

"اے تو بتا کیا کروں آخر؟" اس نے راجہ کی قمیص کے بٹن کھول دیئے۔

"کھچڑی پکا رہا ہوں — پک جائے تب بتاؤں۔ کھلاؤں گا سونے کا نوالہ۔ پلاؤں گا چاندی کا پانی۔"

"سچ کہہ رہے ہو کہ بہلا رہے ہو؟"

"تیری جان کی قسم۔"

"اچھا — چل پہلے فلم دکھا۔" وہ اسے کھینچتی ہوئی اچھی جان کے کمرے میں لے آئی۔

"کتنا اچھا کمرہ تو نے دیا ہے اچھی جان کو۔"

"اچھی جان اس کمرے سے کبھی اچھی ہے — تم سب اچھی ہو۔ بہت اچھی ہو — بس ذرا شرابی ہو — ورنہ ہیرا ہو۔"

وہ بیڈ پر لیٹ کر آئینوں میں اپنا سراپا دیکھنے لگی، دکھلانے لگی۔

راجہ نے سگریٹ دیا تو ہونٹوں میں دبا لیا۔ گلاس انگلیوں گھٹ رہا تھا۔ وہ ہاتھوں چڑھ رہی تھی۔ پورا بیڑ بدن کے سیلاب کی زد پہ تھا۔ فلم شروع ہوئی تو وہ تھمنے لگی ـــــ ساکت ہو گئی۔ دم بخود بیٹھی تھی۔ حیرت کے نیچے کچلی ہوئی سہمی ہوئی۔ یقین اور بے یقینی میں الجھی ہوئی۔ وہ اسے اپنے ہونٹوں اور ہاتھوں سے سلجھا رہا تھا کہ پورٹیکو آوازوں سے بھر گیا۔ وہ دروازہ کھول کر اسے ایمرجنسی روم میں لے آیا۔

"تو یہاں خاموشی سے بیٹھ میں تیرے کپڑے لاتا ہوں"

اور وہ ماسٹر روم سے ہال میں آ گیا۔ سب کے چہرے خوشی اور طمانیت سے چمک رہے تھے۔ بدن خوبصورت اور تنگ لباسوں سے مبالغے کے ساتھ ابلے پڑ رہے تھے۔ اچھی جان اس کہکشاں میں چاند کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس نے کاظم کو گھور کر دیکھا۔ وہ ایمرجنسی روم کی طرف چلا۔ اچھی جان نے اپنی باہیں گلے میں ڈال دیں۔

"تو کہاں تھا آخر؟"

"میں دردانہ کو اس کے مخنجو سے ملانے لے گیا تھا ـــــ پھر ساتھ ہی لانا پڑا کہ رائٹ کے زمانے میں اسے کیسے چھوڑ دیتا۔ اسے لینے گیا تھا۔ وہ آتی ہو گی" اس نے گھڑی دیکھی۔

"اور اس کا؟" سب آنکھیں اس پر لگی تھیں اور تشکر سے گیلی ہونے لگی تھیں۔

"مخنجو ـــــ وہ گھر کی چوکیداری کرے گا خوشی خوشی ـــــ اور صبح دوکان

پر بیٹھے گا...."

"خوشی خوشی" سلطانہ نے ٹکڑہ دیا۔ سب ہنسنے لگیں۔ اچھی جان نے پہلو بدلا۔

وہ سلطانہ کی کمر میں بازو ڈال کر باہر لے آیا۔ آسمان پر سیاہ بادلوں کے درمیان چاند چمک رہا تھا اور دور دور بیگن بولیا کی باڑھ میں جگنو دمک رہے تھے اور ہوا ٹھنڈی تھی جیسے برستے ہوئے پانی سے سینچ کر آرہی ہو۔ وہ پلٹ پلٹ کر ایمرجنسی روم دیکھ لیتا۔

"تیری سلطانہ نے تیری جانی تجھے دکھلا دی نا" سلطانہ نے اسے بھینچ کر اپنے اوپر انڈیل لیا۔

"کیا دکھلا دی آنکھیں روشن ہوئی تھیں کہ ہنگامہ ہو گیا"

"میرا سلطان کہے گا تو رات بھر دکھاؤں گی اسے"

"دیکھو یار جو قیامت بناؤ"

"دیکھ لینا یار ـــــ دیکھ لینا" وہ ٹہلنے لگے۔ تھوڑی دیر میں اچھی جان آگئیں۔

"کاظم کہاں ہے؟"

"ایسی لگاوٹ سے پوچھا ہے کہ چھری چل گئی کانوں پر" اور وہ جھینپ کر اس کے پاس آگئیں۔

"گیرج میں ہو گا ـــــ گاڑیوں میں کچھ محسوس کرتا ہے تو دیکھ لیتا ہے جاکر" ابھی وہ ٹہل رہے تھے کہ بوندیں پڑنے لگیں۔ سب لطف لیتے ہوئے

اندرونی وراندڑے میں آ گئے۔ پانی برسنے لگا تھا ـــ مہین مہین چھینٹیں اڑ کر ان کی کرسیوں تک آنے لگی تھیں۔ جب چھینٹیں تندرست ہونے لگیں تو سب پہلو بدلنے لگے۔

"کیا بجا ہے ـــ کچھ کھانا وانا ہی ہو جائے۔"

"کھانا لائے ہیں بھائی جان؟" جاؔن نے قریب آ کر کہا۔ سب اس کے ساتھ ہال میں داخل ہو گئے۔ میز پر بڑے بڑے ٹرے رکھے تھے۔ وہ نظر بچا کر ماسٹر روم سے ایمر جنسی روم میں آ گیا۔ کاظم اس کا دستر خوان بچھائے بیٹھا تھا۔ وہ آنکھوں سے پلا رہی تھی، ہاتھوں سے کھلا رہی تھی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اسے چھیڑ کر پوچھا۔

"بھوک لگ رہی ہے۔"

"ابھی نہیں لگ رہی ہے ـــ نیند آ رہی ہے۔" اس نے اکھلا کر کروٹ لی۔

"تو ہم لوگ کھانا کھا کر آتے ہیں پانچ منٹ میں۔" اور اس کا جواب سنے بغیر وراندڑے کے دروازے سے ہال میں آ گئے۔ سب اپنا اپنا کھانا لے کر کمروں میں چلے گئے تھے۔ اچھی جان اور سلطانہ ان دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔ برابر کے کمرے سے گلاسوں کے کھنکنے اور ناہید اور زہرہ اور رخسانہ کے چہکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کاظم نے چار گلاس بنا کر میز پر رکھے ایک پلیٹ پسند کی اور آنکھ جھپکتے کمرے میں چلا گیا۔

"بہت تھک گیا ہے نا!"

"تو اٹھ جا ــ قالین پر لیٹ جا ــ میں تیرا بدن دبا دوں۔"

"نہیں جانی ــ یہ ایسے نہیں جائے گی تھکن۔"

"پھر کیسے جائے گی آخر۔" اٹھلا کر پوچھنے لگیں۔

اس نے اچھی جان کو اپنے اوپر پھیلا لیا۔ ان کے بال جو پیٹھ پر ایک قطار میں پڑے تھے سہلانے لگا۔ ان کی میکسی کے وہ دو فیتے جو شانوں پر پھنسے تھے اور آگے سینے پر اور پیچھے پیٹھ پر بہت نیچے لباس کو سنبھالے ہوئے تھے کھل گئے۔ بریزیر سے نیلی نیلی رگیں جھلکنے لگیں۔ پینٹی سے کولھے کا تل آنکھ مارنے لگا۔ عبید نے اپنے منہ سے سگریٹ نکال کر ان کے لبوں میں لگا دی۔

"یار راجہ ــ دیکھ کیسی عمدہ پھوار پڑ رہی ہے۔ دالان میں بستر لگوا دے تو مزے آجائیں۔"

چاند نے بہت للچا کر کہا۔

"تو اٹھائے لاتے ہیں جا کر۔" جان نے تائید کی اور اٹھ پڑا۔

"نہیں بے اسٹور کے برابر جو کوٹھری ہے اس میں رضائی گدے بھرے ہوئے ہیں۔ چوکیدار کو پکار ابھی نکال دے گا۔"

"چوکیدار کی ایسی کی تیسی۔ تو کنجی بتا۔"

"کپ بورڈ میں کنارے رکھا ہو گا گچھا۔"

پھر تینوں لڑکیاں آئیں۔ اپنے اپنے زیوروں کے ڈبے اور کپڑوں کے بنڈل اس کے سامنے رکھ دیئے۔ وہ انھیں دیکھتا رہا۔ مسکراتا رہا۔ اچھی

جان چپ بیٹھی تھیں ۔

" خدا تم کو مبارک کرے ـــ لے جاؤ ۔" اچھی جان نے آنکھیں پونچھ لیں ۔ پھر وہ دونوں آگئیں ۔ اپنے اپنے ڈبے اور پیکیٹ اور بنڈلوں کے نیچے کچلی ہوئیں ۔ اس نے زیور دیکھے ، رسیدیں دیکھیں ۔ کپڑے اٹھا اٹھا کر آنکھے اور رکھ دیئے ۔ وہ سب لاد کر چلیں تو کاظم آگیا بریف کیس لئے ہوئے ۔ ان تینوں کو سنبھالے ہوئے جو اس کے پیچھے پیچھے شرماتے آرہے تھے ۔ اس نے بریف کیس کھول کر تین بڑے بڑے لفافے اچھی جان کے زانوؤں پر رکھ دیئے ۔ یہ دردانہ اور رخسانہ اور سلطانہ کا مہر ہے ۔ یہ لوگ شرما رہے تھے اس لئے میں لے کر آیا ہوں ـــ اکیاون اکیاون ہزار ـــ بری کے پچاس پچاس ہزار شادی کے وقت پیش کر دیئے جائیں گے ۔" اچھی جان آنکھیں جھکائے بیٹھی تھیں ، بیٹھی رہیں ۔

" اگر بری کا روپیہ ابھی مل جاتا تو میں ان لوگوں کے نام سے فکسڈ ڈپازٹ میں ابھی جمع کر دیتا ۔ انٹرسٹ ملتا رہتا   یعنی میں مانگ نہیں رہا ہوں ۔ اپنی رائے کا اظہار کر رہا ہوں ۔" اتنے میں گھنٹی بجی ۔ ایک آدمی اسکوٹر سے اترا اور بریف کیس کھول کر لفافے نکالنے لگا ۔

" بھائی ریاض نے بھیجے ہیں ۔" کاظم نے وصول کئے ، گنے اور اندر آگیا ۔

" یہ پچاس پچاس ہزار ان تینوں کے ہیں بری کے ہیں جن کے لئے میں پہلے پیش کر چکا ہوں ۔" اچھی جان مسکرائیں شرمائیں ایک لفافہ اٹھایا

"تو ناہید کا کیوں دے رہا ہے — ناہید کا اللہ رکھے — راجہ دے گا۔"

"میرا اور راجہ کا روپیہ الگ الگ نہیں ہے — جب جس کے پاس ہوتا ہے خرچ کر دیتا ہے پلیز اچھی جان اسے رکھ لیجئے۔ ناہید کی اور تمھاری شاپنگ سب راجہ ہی کی طرف سے ہے — میں تو صرف ساتھ چلا گیا تھا۔

فضا جذباتی ہونے لگی تھی۔ راجہ کے اشارے پر اچھی جان روپیہ اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ وہ بھی اٹھ پڑا۔ رخسانہ اور سلطانہ بھی آ گئیں۔ اس نے اچھی جان کی شاپنگ دیکھی اور خوش ہوا۔

"اچھی جان — ایک بات کہوں۔"

"تجھے یہ کہنے کی بھی ضرورت ہے۔" وارڈ روب کھلی چھوڑ کر آ گئیں۔

"تم جب میرے ساتھ اوپر آئے گئی ہو تو کاظم کی معشوقہ دیکھی تھی۔ کروڑپتی باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ یوروپ میں پڑھی ہے اور کاظم پر عاشق ہے لیکن جیسے ہی کاظم نے یہ کہا کہ یہ میرا یار ہے — وہ کس طرح ملی مجھ سے۔"

"ملی کیا تھی لپٹ گئی تھی۔ بس نہیں چلتا تھا نہیں تو وہیں ..!"

"تو زمانہ ایسی لڑکیوں کا ہے — رخسانہ اور سلطانہ تو خیر بالکل میرے قابو میں ہیں اس لئے کہ سمجھ دار ہیں لیکن لڑکیاں وہی کریں گی جو تم کرو گی۔ تم روپئے میں چار آنے شرماؤ گی تو وہ آٹھ آنے شرمائیں گی۔"

"ارے میں کہاں شرما رہی ہوں — میں نے تو تیرے لئے اتنی بے شرمی اوڑھ لی کہ ..."

"بہر حال آپ اتنا بھی شرمانا چھوڑ دیجئے۔ اس لئے کہ آپ کی تو گزر گئی۔ ان لوگوں کی پوری عمر پڑی ہے۔ اور اب خدانخواستہ ان کو ان سڑی ہوئی گلیوں کے کھنڈروں میں نہیں جانا ہے۔ اسی دنیا میں رہنا ہے — اس لئے آپ سے گزارش کر رہا ہوں۔"

"ارے آج تو گزارش وغیرہ کرنے لگا ہے تو — چکر کیا ہے — بے۔"

رخسانہ نے اس کی پشت کو ڈھانپ لیا۔ اتنے میں کاظم اور زماں آ گئے۔ گلاس ہاتھوں میں پکڑا دیئے۔ وہ اچھی جان کو بیٹھا پلاتا رہا۔

"تو جانی — صوفیہ لارن — آج تمھارا ڈانس ہو جائے۔" اچھی جان نے گلاس خالی کر کے کہا۔

"ہائے اللہ میں کہاں ڈانس کر پاتی ہوں۔"

"ہوں جھوٹ بولتی ہو جانی اور اپنے یار سے — ڈانس ہی تو کر رہی تھیں اشرف کے سامنے جب آفاق نے دیکھا ہے — یاد آگیا۔" سلطانہ بیٹھی گردن ہلاتی رہی۔

"ارے وہ ڈانس تھا — کولھے ہلا دیئے تھے۔"

"تو بس آج بھی کولھے ہلا دینا — آج ذرا زیادہ ہلا دینا — اور دیر تک ہلاتی رہنا۔"

وہ آئینے کے سامنے کھڑی بڑبڑ بڑبڑ کرتی رہیں۔ شرماتی رہیں۔

وہ ایک پہلو میں بیٹھ گیا۔ راجہ کے اشارے پر سب کے ساتھ اس نے بھی گلاس اٹھالیا۔ کھاپی کر اٹھے تو راجہ نے اچھی جان اور سلطانہ کو سنبھال لیا اور ماسٹر روم میں لے آیا۔ جان ایر جنسی روم میں چلا گیا۔ اچھی جان بیڈ پر لیٹنے لگیں تو سلطانہ نے ان کی میکسی اتار کر ہینگر میں لگائی اور وارڈروب کھول کر ایک گاؤن نکال کر کرسی پر ڈال دیا۔ اچھی جان کے ایک طرف سلطانہ لیٹ گئی، دوسری طرف راجہ نے نیم دراز ہو کر سگریٹ سلگالیا۔

"یار فلم لگاؤ"۔ سلطانہ نے اچھی جان کے اوپر سے ہاتھ گذار کر اسے چھیڑا۔ وہ اٹھ پڑا۔ فلم لگا دی۔ لائٹ نہیں بند کی اور اچھی جان کے پاس لیٹ گیا ___ وہ فلم کے ساتھ ساتھ سلطانہ کی انگلیوں کا کھیل بھی دیکھتی رہیں جو تھوڑے تھوڑے وقفے سے ان کے بدن پر رینگتیں اور ایک آدھ گرہ ڈھیلی کر جاتیں۔ راجہ آرام سے فلم دیکھ رہا تھا اور سگریٹ پی رہا تھا کہ چاند آگیا۔ سلطانہ نے اسے اپنے پاس بلالیا۔

"سلطانہ"۔

"ہاں سلطان کہو"۔

"ذرا ناچ دکھاؤ"۔

"یہ فلم ختم ہو جائے تو دکھلاؤں"۔ چاند اس کے پاس ہی قالین پر پاؤں رکھے بیٹھا تھا۔ سلطانہ کی انگلیاں اب تیز تیز چلنے لگیں اور ساری گرہیں کھلنے لگیں۔ کھل گئیں۔ جب فلم ختم ہوئی تو چاند اٹھ کر چلا گیا۔ راجہ نے دروازہ بند کر لیا۔ ناہید کے کمرے کا بند دروازہ دیکھ کر آیا تو اچھی جان

کھل چکی تھیں۔

"دیکھا اچھی جان کو — میری صوفیہ لارن کو"۔ انھوں نے کروٹ لے لی اور سلطانہ تھرکنے لگی — ناچنے لگی — اپنے آپ سے گذرنے لگی — گزر گئی — تھک کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ وہ اچھی جان کے بدن پر ہونٹوں سے پھول کھلا رہا تھا — سجدے کر رہا تھا اور وہ سو رہی تھیں گویا سو رہی تھیں۔ سلطانہ نے چٹخنی کھولی اور نکل گئی۔

"دروازہ بند کر لے"، گویا جاگ گئی تھیں۔

اس نے دروازہ بند کر لیا۔

جب ان کی بند آنکھیں کسی شرارت سے نہ کھلیں، کسی گستاخی سے بھی نہ کھلیں تو وہ اٹھا ایمرجنسی روم میں چلا گیا۔ دردانہ بچھی ہوئی تھی۔ جان اس پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے جان کو ماسٹر روم میں بھیج دیا۔ اس کو جگانے لگا۔ مشکل سے اٹھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا پھر لیٹنے لگی۔ اس نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے کھڑا کر لیا۔

"چل اب تھوڑا سا کھانا کھا لے"، وہ اسے سنبھالے ہوئے وراندے سے ہال میں آیا تو سب کمرے سو رہے تھے یا سونے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اسے اندرونی وراندے میں لے آیا تو ہوا کی تیزی اور خنکی سے اس کے رویں جھرجھرا گئے۔ اسے کرسی پر بٹھایا۔ جگ سے پانی لا کر منہ دھلایا تو آنکھیں کھلیں، چہرے کے خطوط کھلے، ہاتھ پاؤں کے مسلس کھلے۔

"کتنا پیارا ہے تو راجہ"۔

"چل پہلے کھانا ـــ میں کبھی تیری وجہ سے بھوکا مر رہا ہوں۔"

"تو ـــ تو مرے گا تو میں ستی ہو جاؤں گی تیری جان کی قسم ـــ تو چاہے مر کے دیکھ لے۔" اور وہ پنجوں کے بل کھڑی ہوئی اور اسے چٹ چٹ پیار کرنے لگی۔ پھر اس کے ساتھ کھانے کی میز پر آئی اور اسے نوالے بنا بنا کر کھلانے لگی۔

"تو بھی تو کھا۔"

"نا ـــ میں پہلے تجھے کھلا دوں گی پھر تیرے ہاتھ سے کھاؤں گی۔ ایک بات کہوں راجہ۔ یہاں سردی لگ رہی ہے۔ کمرے میں لے چل۔" وہ کمرے میں آ گئے۔ اس نے دروازے بند کئے۔ اسے پلنگ پر بٹھایا۔ خود پٹی پہ بیٹھ کر کھلانے لگی۔ جب وہ کھا چکا تو اسی طرح خود کھایا۔ ایک لمبی سی ڈکار لی۔ پلیٹیں اور گلاس بیڈ کے نیچے سرکائے۔ باتھ روم سے آئی اور اسے اس طرح لٹا لیا جیسے ماں بچے کو سلانے کے لئے چھاتی سے لگا لیتی ہے۔

وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تیرے کپڑے۔"

"لیٹ جا ـــ صبح لے آنا ـــ اب کروں گی بھی کیا کپڑوں کا۔"

"نہیں ـــ میں لئے آتا ہوں۔" اس نے دونوں شانے پکڑ لئے۔

"تو لیٹ جا میں ہی لئے آتی ہوں ـــ سامنے کمرے میں تو ہیں۔" اور وہ اٹھ گئی جیسے سر سے پاؤں تک ڈھکی ہو۔ اور کپڑے لے کر آ گئی۔

دروازہ بند کیا اور جس طرح لیٹی تھی اسی طرح لیٹ رہی۔

صبح جب آنکھ کھلی تو اچھی جان سفید شرارہ سوٹ پہنے، بالیوں میں بیلے کے پھول پروئے، بالوں میں سفید گلاب لگائے کھڑی تھیں۔ چہرے پر وہ انوکھی تاب اور آنکھوں میں وہ آسودہ چمک تھی جو آج سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"کیا دیکھ رہا ہے"۔ وہ قریب آگئیں۔ اس نے بازو پھیلایا تو اپنی کمر میں لپیٹ لیا۔

"تم تو شب بہ شب جوان تر ہوتی جاتی ہو۔ دن بہ دن حسین تر ہوتی جاتی ہو"

"چل جھوٹے"۔ زبان نے جو کچھ کہا چہرے کے رنگ نے تردید کردی اور جھک کر اس کے ہونٹ چوم لئے۔

"دردانہ کو چھپا کر کہاں رکھ لیا تمہارات میں؟"

"کیا کہہ رہی تھی ـــــ تمہارے گن گا رہی تھی کہ اتنی رات میں وہ آئی۔ سب سو رہے تھے۔ کسی کو جگانے نہیں دیا۔ خود کھانا کھلایا۔ بیٹھے رہے۔ پھر سلایا ـــ سلانے پر سب چھیڑنے لگیں"۔

"ہیں کہاں سب؟"

"سب کو پول پر چھوڑا تھا میں نے ـــ صبح ہوئی اور سب گھیر کے کھڑے ہو گئے۔ گھسیٹ لے گئے۔ وہ تو میں نے جب کہا کہ میرے سر دی لگ رہی ہے تب آنے دیا مشکل سے"۔

"کاظم نے تو چھوڑا ہی نہیں ہوگا۔"

"ایک کاظم — کاظم راجہ ہو رہے ہیں — وہ سب کاظم ہو رہے ہیں — ایک بات سچ سچ بتا — کیا واقعی میں ایسی ہوں جیسی تم لوگ کہتے ہو؟"

"تم ایسی ہو — کہ کیا بتاؤں کیسی ہو — بس جیسی ہو ویسی کوئی نہیں ہے۔" اس نے اچھی جان کو اپنے اوپر بچھا لیا۔

"اچھا اٹھ پڑو — جب تک تم اٹھو گے نہیں سب پانی میں پڑے رہیں گے۔ وہ اسے سنبھالے ہوئے پول پر آئیں تو پانی میں ہنگامہ ہو رہا تھا۔

"کاظم دردانہ سے ملے۔"

"کہاں ملے ابھی — بس ذرا سا دیکھا ہے۔" اس نے دردانہ کو کمر سے اٹھا کر اسے دکھایا۔

"اچھا کاظم — میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں — صوفیہ لارن تمہاری بہت خوش ہیں لیکن کبھی کبھی ایک فکر سی ان کے چہرے پر تیر جاتی ہے۔ یہ اگر اپنے گھر میں ہوتیں تو کوئی بات نہیں ہوتی لیکن یہ اب ہمارے ساتھ ہیں تو ان کی ہر فکر ہماری فکر ہے۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔" کاظم دردانہ کو لئے ہوئے باہر نکل رہا تھا۔

"پھر میں نے خواب دیکھا کہ میرے پیر صاحب مجھ سے کہہ رہے ہیں

کہ بس کر ڈال بس کر ڈال۔ میں نے کہا کہ سرکار نہ میرا باپ یہاں ہے نہ لڑکیوں کا باپ یہاں ہے، شادی کیسے کروں تو حکم ہوا کہ اگر وہ مر گئے ہوتے تو کیا ہوتا اور میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں چاہتا ہوں کہ اگر آج نہیں تو پرسوں شادیاں ہو جائیں سب کی۔" سب باہر آ چکے تھے اور اپنے آپ سے بے نیاز اس کا فرمان سن رہے تھے۔ کاظم اس کے پاس آ گیا۔

"راجہ —— عجیب بات ہے یار کہ آج صبح میں بھی یہی بات سوچ رہا تھا۔ تو نے میری بات چھین لی منہ سے۔ تو کہے تو آج انتظام کر لیں۔ بولو اچھی جان۔"

"کیا بولوں جو میرا راجہ کہے گا وہی سنوں گی وہی کروں گی۔"

"اگر کسی لڑکی کو کوئی اعتراض ہو اور وہ زبان سے نہ کہہ سکے، اچھی جان سے بھی نہ کہہ سکے تو اٹھے اور پول میں پھاند پڑے۔" لڑکیاں اٹھیں اور ورانڈے کی طرف مسکراتی لہراتی چلی گئیں۔ کاظم راجہ کے اور قریب ہو گیا۔

"مگر ایک شرط ہے —— اچھی جان کا نکاح بھی میرے ساتھ پڑھا دو۔"

"وہ اگر پڑھا سکتیں تو میرے ساتھ پڑھاتیں۔" وہ اور اس کے پہلو میں سما گئیں۔

"رخسانہ اور سلطانہ کا جھگڑا بھی بہت جلد طے کر لیں گے ہم لوگ۔"

"تو کہتا ہے میں چپ ہو جاتی ہوں لیکن یہ سمجھ نہیں پائی کہ ان کے

شوہر ہیں — جیسے کبھی ہیں — پھر؟"

"تم فکر نہ کرو — تھوڑے دنوں میں ہم عدالت میں ثابت کر دیں گے کہ یہ تینوں اپنی بیویوں کو طلاق دے چکے ہیں — رہی عدالت تو خرید لی جائے گی۔"

"خالی رخسانہ اور سلطانہ۔" دردانہ نے دکھ سے پوچھا۔ راجہ نے اسے کھینچ کر اپنے کپڑے نم کر لیے۔

"تیرے بغیر کیسے ہو سکتا ہے — چراغ کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے نا اس لیے تیرا نام رہ گیا تھا۔"

آناً فاناً پورا گھر شادی کا گھر بن گیا۔ گاڑیاں آنے لگیں، جانے لگیں۔ آدمیوں کی لین ڈوری چھوٹی بڑی ہوتی رہی لیکن لگی رہی۔ اچھی جان کاظم کے ساتھ لڑکیوں کو لے کر خریداری کرنے نکل گئیں۔ وہ سلطانہ کو لئے بیٹھا رہا، فون کرتا رہا، پرزے لکھتا رہا، ہدایتیں دیتا رہا۔ دو بج گئے تو دردانہ نے رات کا بچا کھچا کھانا ہیٹر پر گرم کیا۔ اس نے چلڈ بئر کی بوتل مگ میں انڈیلی، وہسکی کا تڑکا لگایا اور ماسٹر روم میں بیٹھ گیا۔ سلطانہ کو سپ کراتا رہا اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے نازنیں لقمے کھاتا رہا۔ کہ گھنٹی بجنے لگی۔ وہ آنے والوں کو لے کر ایمرجنسی روم میں چلا آیا۔ وہ تین تھے۔ ان کے بدن مضبوط، ہاتھ پیر کھردرے اور چہرے سخت تھے۔ آنکھیں پتھریلی اور نظریں چالاک — سرگوشیاں کر رہے تھے لیکن ماسٹر روم میں سنے جا رہے تھے۔ انھوں نے صوفوں میں دھنستے ہی شروعات

کر دی۔

"گیند پھینکے تو کبھی عود گئے لیکن اچھلے تین۔ پنسلیں پانچ چلیں۔ دو بکی تین کچی"۔ کھلونے بھی کئی بکے لیکن منافع دو ہی میں ہوا

"کھلونے بھی کئی بکے لیکن منافع دو ہی میں ہوا"۔ دوسرے نے اپنی مونچھیں مرچھائیں۔

"تیسرا ابھی گھاٹے میں ایسا نہیں ہے۔ شام تک منافع کی خبر آسکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ــــ یہ گن لو"۔ اس نے بریف کیس سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر پھینک دیں۔ بریف کیس کھولے بیٹھا رہا۔

"اور عابد تم ایسا کرو ــــ پانچ من آٹے کی روٹیاں اور ان کے برابر کی دال یا سالن جس میں سہولت ہو پکوا کر کرفیو والے علاقے میں بانٹ دو"۔

"جو حکم ــــ جاتے ہی بندوبست کرتا ہوں"۔

"اور تم شفیع۔ آٹے دال چاول اور ایسی ہی دوسری چیزیں کالی پک اپ پہ لاد کر گشت کرو۔ ضرورت مندوں کو بیچ دو۔ قیمت تگڑی وصول کرو۔ جہاں تک بنے کھانے کا خرچہ نکال لو ــــ رہا کرفیو پاس کا جھگڑا تو میں انتظام کر چکا ہوں۔ تم بشارت سے مل لو"۔

انھوں نے روپئے رکھے اور سلام کر کے نکل گئے۔ وہ اندر آیا تو سلطانہ مگ لئے بیٹھی تھی اور آدھا کر چکی تھی۔ اسے دیکھا تو گلاس اس کے منہ سے لگا دیا اور پلیٹ اٹھالی ــــ کھانا ختم ہوا تو چار بج رہے تھے۔ اس نے اٹھ کر

چٹخنی لگا دی اور اس کے سینے پر موجیں مارنے لگی۔

"فلم دکھاؤ راجہ جانی"

"بہت پسند آئی ہے؟" اس نے سلطانہ کو سمیٹ لیا۔

"ہاں بہت اچھی لگی"

وہ تھک کر سو گئی تو باہر نکلا، ہال کی لائٹیں جلائیں۔ کپ بورڈ کے چور خانے سے بنی ہوئی سگرٹیں نکالیں اور امپورٹڈ ڈبوں میں رکھ دیں۔ جن کی بوتلیں ایمرجنسی روم سے لاکر سوڈے کی بوتلوں میں بھریں۔ خالی بوتلیں چھت پر پھینکیں۔ ایل۔ ایس۔ ڈی۔ کے پاوڈر کی شیشی فریج کے سب سے اوپر کے خانے میں شراب کی بوتلوں کے پیچھے چھپائی، کپڑے پہنے۔ سگریٹ پیتا باہر نکلا تو ہلکی ہلکی بوندیں پڑنے لگی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ ٹہلتا رہا اور زور زور سے سوچتا رہا۔ تھک گیا تو صوفے پر دھنس گیا۔

پھر پورٹیکو میں روشنی بھر گئی۔ دونوں گاڑیاں آگئی تھیں۔ نمکین چہچہوں اور میٹھے قہقہوں کے درمیان وہ اندر آگئے۔ ابھی جان کے بال ایڈجسٹ ہو گئے تھے۔ نئے ہیر اسٹائل سے وہ اور جوان ہو گئی تھیں۔ گہری سرمئی فارن میکسی میں ان کے ٹاپ اور باٹم کے دونوں الگ الگ حصے بر بڑتر اور پینٹی کی ساری چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کے ساتھ نمایاں ہو گئے تھے۔ نمایاں تر ہو رہے تھے۔ اس سے زیادہ نمایاں ہونا ممکن نہ تھا۔ رخسانہ اور سلطانہ فارن جینز پر شوخ رنگوں کی چست قمیص پہنے تھیں جس کا تیسرا بٹن بند تھا۔ اس سے ہٹ کر خالص بلندی پر گوشت کے گلابی تکمے جھلک رہے تھے۔ زہرہ اور مشتری

اور ناہید اونچے اونچے سلیولیس ٹاپس میں پھنسی اور منی اسکرٹس میں کھلی نئی جوان ہوتی لڑکیوں کی طرح آپ ہی آپ کھلکھلائے دے رہی تھیں۔ بنڈل اس طرح سنبھالے تھیں کہ خود چھلکی پڑ رہی تھیں۔

"راجہ جانی سچ سچ بتا — صوفیہ لارن میرے برابر معلوم ہو رہی ہیں نا؟" دردانہ اس کے گھٹنوں پر ہچک کر بیٹھ گئی۔ رخسانہ اس کے پیچھے آگئی۔ کندھوں پر کہنیاں گاڑ دیں۔ ٹھڈی سر پر رکھ دی اور ہلکے ہلکے مٹکنے لگی۔ اس نے دردانہ کی آستینوں کے اندر ہاتھ ڈال کر بازو پکڑ لیے۔

اس نے اچھی جان کے بازو چوم کر اٹھا لیا۔

وہ چلیں تو بدن کے گروز میں چراغ جلنے لگے۔ دالان میں گدے بچھے تھے۔ چاندنی لگی تھی۔ باہر موسلا دھار پانی برس رہا تھا۔ بیچ کے در میں برف دان کے برابر بوتلیں رکھی تھیں، نمکین کی پلیٹیں دھری تھیں، کشتی میں گلاس بنے رکھے تھے۔ وہ جیسے ہی دروازے کی دہلیز پر آئیں، کاظم نے اٹھ کر سنبھال لیا کہ کمر پر کھڑی ہوئی شراب کی صراحیاں چھلک نہ جائیں۔ ٹانگوں پر بجے ہوئے کاک ٹیل کے قرابے ڈھلک نہ جائیں۔ کاظم نے ان کی ستی ہوئی کمر کے نیچے تکیہ لگا دی۔ عبید کشتی اٹھا کر ان کے سامنے خم ہوا۔ انھوں نے راجہ کے اشارے پر گلاس اٹھا لیا۔ سبھوں نے گلاس اٹھا لئے۔ مردوں نے اچھی جان کے گلاس سے گلاس ٹکرائے۔

"صوفیہ لارن کے نام"، کسی نے کہا اور ہونٹ بھیگنے لگے۔ سگریٹ سلگنے لگے۔ راجہ نے سلطانہ کے ہاتھ سے گلاس لے کر چاند کو دے دیا اور ٹانگیں جینز

کے باہر نکال لیں۔ گلاس ختم ہوتے ہوتے کاظم نے دالان کی لائٹیں آف کر دیں۔ آرکسٹرا کا ریکارڈ بجتا رہا۔ پروجیکٹر چلتا رہا۔ اس کی ہلکی روشنی میں تلواریں نیاموں سے نکلنے لگیں۔ جمدھر بے غلاف ہونے لگے۔ سب عریاں ہو گئے۔ اپنے اپنے ساتھیوں کے سینے سے لگ کر رقص کے نام پر ہم آغوش ہونے لگے تو روشنیاں تیز ہو گئیں۔ قدم بھی تیز ہونے لگے۔ ہاتھوں کی جنبشیں اور سانسوں کی لرزشیں بھی تیز ہونے لگیں۔ روشنی پھر کم ہو گئی۔ ساتھی پھر بدل گئے۔ روشنیاں پھر تیز ہو گئیں۔ نئے ساتھی نئے شوق اور نئے ذوق کے ساتھ بدن شاداب کرنے لگے۔ سیراب کرنے لگے ... گلاس بنتے رہے۔ سگریٹ سلگتے رہے۔ ختم ہوتے رہے، بجھتے رہے۔ فلم بدلتی رہی، ساتھی بدلتے رہے لیکن محفل برپا رہی۔ اچھی جان تھک کر بیٹھ گئیں۔ سلطانہ نیم دراز ہو گئی۔ رخسانہ لیٹ گئی۔ زہرہ اور ناہید اور مشتری اپنے ساتھیوں کے ساتھ ناچتی رہیں۔ حد سے گزرتی رہیں۔ گزر گزر گئیں۔ اس سے پہلے کہ یہ عریاں اور بے محابہ صحبت اور برہنہ اور بے تحاشہ قربت جان لیوا ہو جاتی راجہ نے آواز دی۔

"یاراں ــــ اب کھانا ہو جائے۔"

لڑکیوں نے سنی ان سنی کر دی۔ اپنے ہم رقص اپنے سینے سے لگائے، کولہے سے باندھے اسی طرح سرمستی اور بدمستی اور خود فراموشی کے ساتھ ناچتی رہیں۔ سلطانہ اور دردانہ کھانے کی پلیٹیں تقسیم کرتی رہیں۔ کھاتی اور کھلاتی رہیں۔ راجہ اٹھا۔ لڑکیوں کے بدن سے لپٹے ہوئے بدن

جدا کیے۔ اپنے پاس لاکر بٹھایا اور کھانا کھلانے کی کوشش کی ـــ انھوں نے تھوڑا سا کھایا اور بہت سا پیا اور جو ہاتھ میں آگیا اسے کھینچ کر کھڑی ہوگئیں۔ ٹوئیسٹ کرنے لگیں۔ جو جی چاہا وہ کرنے لگیں۔ جو مانگا گیا عطا کرنے لگیں۔ پورا فرش گلزار ہوگیا۔

"ہائے راجہ جانی کیا عیش کئے ہیں اشرف نے!" رخسانہ نے سسکاری لے کر راجہ کو مخاطب کیا۔

"دیکھ حرامزادی کلموہی زبان تھام لے اپنی!"

"جانی تم نے ہی تو کہا تھا ایک بار کہ یار خصم سے بڑا ہوتا ہے راجہ تو بہر حال اشرف سے بڑا یار ہے ـــ ہے نا ـــ بولتی کیوں نہیں!"

"یہ بھی کوئی بولنے کی بات ہے ـــ اس میں بھی کہنا ہے کچھ۔ راجہ نے ابرو اچکائے۔

"حبیب اچھے بھائی مال خریدنے ہر مہینے جاتے اور دس دس پندرہ پندرہ دن کے لئے جاتے اس لئے کہ ہماری شادیاں تو ہوئی نہیں تھیں اور آفاق اخلاق اسکول میں تھے۔ تو اچھی جان کے ٹھاٹھ ہو جاتے۔ شام ہوتی نہاتی دھوتیں سنگھار بناؤ کیا۔ ایسی ایسی نائیٹیاں لاتا تھا وہ ان کے لئے کہ کیا بتاؤں!"

"ایک نائیٹیاں ـــ کیسے کیسے گاؤن۔ جالی کے بڑے بڑے موزے پوری پوری رانوں تک ... میکس فیکٹر کی لپ اسٹک روز سینٹ اور جانے کیا کیا ـــ بھر دیتا تھا لاکر!" سلطانہ خاموش ہوگئی۔

"تو نایٹی پہنی۔ اس پر تنزیب کا کرتا اور روبیا کا بیٹی کوٹ ڈال لیا۔ مغرب کی نماز پڑھی۔ سب کو کھانا دانا دے دلا کر چھٹی کی۔ ہم سب ٹی وی کھول کر بیٹھ گئے۔ ایک بار یہ اٹھیں اور بیٹھک میں ___ پھر آواز پڑی۔ اے لڑکیو دروازہ بند کر لو ___ بہت شور ہو رہا ہے۔ جی بولانے لگا ہے میرا۔ ہم نے ادھر سے، انھوں نے ادھر سے دروازہ بند کر لیا اور دروازوں کی درازوں پر آنکھیں رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ آیا۔ لپٹا۔ چپٹا کر پیار لیے اور کرتا اور پیٹی کوٹ کھونٹی پر پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر نایٹی میں دیکھ کر اسے بھی ٹانگ دیا ___ اور ان کا مچلنا اور تڑپنا دیکھا کیا ___ دیر کے بعد اپنا تھیلا اٹھایا۔ مٹھائیوں اور پھلوں کے پڑے نکالے۔ ان کو کھلایا خود کھایا۔ اب پیاس لگی۔ آواز پڑی۔ اے لڑکیو ذرا ایک گلاس پانی دے جاؤ۔ لائٹ بجھائی، دروازہ کھولا، ہاتھ بڑھا کر گلاس لیا۔ دروازہ بند کیا۔ پانی اس نے پی لیا۔ یہ کیا کریں۔ پھر آواز آئی۔ ارے کوئی ایک کٹورہ پانی دے جاؤ۔ اے اچھی جان ابھی تو دیا ہے۔ ہاں وہ لڑھک گیا ایک کٹورہ اور دے جا۔ کٹورہ دیا۔ اسی طرح لیا اور دروازہ بند ___ ٹی وی کا پروگرام ختم ہو گیا۔ ہم لوگ اپنے ٹھکانوں پر لیٹ رہے لیکن نیند کہاں۔ پھر اٹھے اور جھانکنے لگے۔ ایک رات جو اٹھے تو دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا ہے اور جانی ناچ رہی ہیں اور ایسا ناچ رہی ہیں جیسا ناچنے کا حق ہوتا ہے۔" رخسانہ نے سانس لی۔

"کیا پہنے ہوئے تھیں؟" اس نے بائیں آنکھ دبالی۔

"اس کی نگاہیں پہنے ہوئے تھیں — باہیں پہنے ہوئے تھیں۔"

"جب ٹی وی سے کام نہ چلا تو وی سی آر خرید دیا۔ اس پورے علاقے میں سب سے پہلے ہمارے یہاں آیا — تب ان کو چین آگیا۔ ہم لوگ اِدھر اور یہ اُدھر۔"

"آفاق اخلاق نہیں ہوتے تھے؟"

"آفاق اور اخلاق؟ — اچھے بھائی سوار ہوئے اور غائب۔ تین تین دن صورت نظر نہیں آتی تھی۔ کسی وقت آیا بھی تو کپڑے بدلنے جوتے پہننے — ذرا بہت کھایا اور اڑنچھو۔"

"کتنی بار دیکھا تم نے ان کا ناچ؟"

"کتنی بار — ہزار بار دیکھا ہے۔"

"تجھ کو برا نہیں لگتا تھا کہ تیری بہن ... ؟"

"کیا برا لگتا — اور کیوں برا لگتا — اچھی جان اچھی جان تھیں اچھی جان ہیں۔ جو یہ کرتیں اچھا لگتا جو انھوں نے کیا اچھا لگا۔ جو کریں گی اچھا لگے گا۔"

"دیکھو راجہ — اشرف کا معاملہ یوں سمجھ لے کہ وہ میرا بچپن کا یار تھا۔ شادی ہو گئی اچھے بھائی سے۔ اچھے بھائی کی ہڈی بوٹی سے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی شادی نہیں ہو گی تو اس نے اچھے بھائی کو تیرے گانٹھ لیا۔ شراب میں جوئے میں کوٹھے میں بزنس میں ہر چیز میں وہ اس طرح شریک ہو گیا تھا کہ اچھے بھائی کی نکیل اس کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ پھر وہ ہوشیار

تھا۔ اچھے بھائی کو پلا کر دھت کر دیتا اور خود ہوش میں بیٹھا ہوا ہے۔

"تم کو بھی پلائی کبھی اس نے؟"

"مجھے سب سے پہلے تو اچھے بھائی نے تمھارے پلائی تھی ـــــ اس غریب نے تو بعد میں ضد کی ہے۔"

"بہت چاہتا تھا تم کو؟" راجہ نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"سب سے زیادہ چاہتا تھا۔"

"سب سے زیادہ ـــــ! کیا اس کے علاوہ بھی کوئی ...؟"

"کوئی ـــــ کتنے تھے ـــــ اور کتنے ہیں ـــــ جب نکلتی تھی تو آہیں سنتی تھی۔ واپس آتی تھی تو راستے میں دو دو چار چار جگہ پھول بچھے ہوتے۔ کچل کر آگے بڑھتی تو اٹھا لئے جاتے ـــــ لیکن اشرف کے علاوہ میں نے کسی کو منھ نہ لگایا۔ بیٹھک میں لیٹی ہوں اکیلی۔ کھڑکی سے پڑیا آ کر گری۔ کھولی تو روپئے۔ تحفے چلے آرہے ہیں۔ سوغاتیں برس رہی ہیں۔ گمنام ـــــ کہ آج تک نام نہیں معلوم۔"

"اچھے بھائی کو کبھی شک ہوا تم پر؟"

"اللہ جانے ـــــ ہوا کہ نہیں ہوا ـــــ لیکن اشرف کے لئے کبھی زبان نہیں کھولی۔ تو چپ کیوں ہو گیا رے ـــــ بول ـــــ منھ سے بول۔"

"میں سمجھتا تھا کہ تم مجھے بہت چاہتی ہو ـــــ پتہ چلا کہ ابھی تک میں اشرف کے برابر بھی نہیں ہو سکا۔" وہ اس کے پاس آ کر لیٹ گئیں۔

"کتنے دن ہوئے ہیں تجھے ملے ہوئے ـــ تیرا اور اشرف کا کیا مقابلہ
تو راجہ ہے وہ اشرف تھا۔"

"یہ تو بہلانے کی باتیں ہیں۔ تم نے آج تک ایک بار بھی اپنا ناچ نہیں
دکھایا مجھے۔"

"تو یقین مان مجھے ناچنا نہیں آتا ـــ ناچ یہ لڑکیاں خوب سیکھ گئی ہیں
دی سی آر سے۔ میں تو مٹک نیتی تھی۔ تو تیرے لئے بھی مٹک لوں گی۔"

"یعنی میں زیادہ سے زیادہ اشرف ہو جاؤں گا سال دو برس میں۔"

"پھر تو اشرف کو لے کر بیٹھ گیا ـــ دیکھ تو مجھے اشرف سے سو گنا پیارا
ہے تو یقین مان لے۔"

"کوئی ثبوت دو گی اس کا؟"

"ہاں کہہ تو اپنی کھال اتار کر جوتیاں بنا دوں تو پہن ڈال۔"

"اتنی پیاری پیاری ریشمیں ریشمیں کھال کی جوتیاں کہاں پہنوں
گا ـــ کتنے دن پہنوں گا اور کیا کروں گا پہن کر۔"

"تو بتا ـــ میں کیا کروں ـــ اچھا دیکھ میں ..."

"تو اپنا ناچ دکھا ـــ اور میرے یاروں کے سامنے دکھا ـــ اور
جب میں کہوں تب دکھا۔"

"تو ناچ کہہ رہا ہے ـــ میں تجھے عیش کراؤں گی ـــ ایسا کہ تو یاد
رکھے عمر بھر۔"

"سچی۔" اس نے راجہ کو کمر سے پکڑ کر اٹھا لیا اور ہونٹ چوس لئے۔

"سچی۔"

"تو اب اٹھو۔۔۔ چلیں ۔۔۔ سب تیرا انتظار کر رہے ہیں وہاں۔"

پورا ورانڈہ ایک حسین ریشمیں سرمئی اندھیرے میں لپکتے دھڑکتے برہنہ چندر بدنوں سے جگمگا رہا تھا۔ اچھی جان کے آتے ہی سب تھم گئے۔ سب رک گئے۔ راجہ نے اچھی جان کو بیچ میں کھڑا کر دیا۔ سلطانہ نے کیسٹ آن کر دیا۔ وہ ایک لمحے کو جھجکیں، شرمائیں لیکن راجہ کی آنکھوں کے ایک ٹہوکے پر جھک گئیں، تڑپ گئیں۔ کمر نے ایک جھٹکا لیا تو جیسے رقص کے بادل کی پوری چادر ٹوٹ کر گر پڑی۔ سب کچھ شرابور ہو گیا۔ جل تھل ہو گیا۔ گیند لٹوؤں کی طرح ناچنے لگی۔ حسن و شباب سے بھرے ہوئے گوشت کے قرابے گردش کرنے لگے۔ محرابیں کمانوں کی طرح کڑکنے لگیں۔ فراز نشیب ہو گئے اور نشیب فراز بن گئے۔ جیسے دنیا میں اس عورت کے بدن کی حرکت کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا اور اگر کچھ بچ بھی رہا تو بے معنی بے حقیقت کاظم کی انگلیاں جہاں تھیں وہیں رہ گئیں۔ منہ کھلا تھا کھلا رہ گیا۔ چاند اور جان اپنے آپ سے بے نیاز اس کی لرزشوں کے طلسم سے پتھر ہو چکے تھے۔ اور راجہ نوٹوں کے پہاڑ پر چڑھ رہا تھا۔ جب وہ تھم گئی تو جیسے ہر چیز تھم گئی۔ کاظم اٹھا۔ اسے کمر سے پکڑ کر اٹھایا۔ اپنے منہ کے برابر لب لا کر ایک پیار کیا اور لپیٹ کر ہال میں چلا گیا۔

"سلطانہ جانی کیا پیئے گی؟"

"جو سلطان راجہ پلائے گا۔" وہ اٹھ کر اسے اٹھانے لگی۔

"چاند ایک کاک ٹیل بنا لاؤ۔" وہ سلطانہ کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بال ہونٹوں سے سہلانے لگا اور وہ جھرجھریاں لینے لگی اور وہ اسے لرزتا ہوا دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا کہ چاند گلاسوں کی کشتی لے آیا۔ سب نے گلاس لے لئے۔ اچھی جان نے انکار کر دیا۔ اس نے ایک پہلو میں رخسانہ اور دوسرے میں سلطانہ کو لیا اور چاند اور جان کو اچھی جان کے پاس سونے کا حکم دیا اور لڑکیوں کے کمرے میں آ گیا جہاں فلم چل رہی تھی اور وہ اپنے ساتھیوں کی باہوں میں سو رہی تھیں۔ اس نے عبید کو فلم بند کرنے کا اشارہ کیا۔ تم لوگ یہیں سو جاؤ ـــ اس کمرے کا دروازہ بند کر لو۔" ہال میں آیا۔ کاظم دردانہ کو گلے میں پہنے صوفے پر لیٹا تھا۔ وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ لائیٹس آن کیں ہال کا دروازہ بند کیا اور کھڑکی کے پاس دونوں کے ساتھ کھڑا ہو کر بارش کا لطف لینے لگا۔

"ان میں کوئی ایسا ہے جو تم لوگوں کو ناپسند ہو؟"

"نہیں کوئی ایسا نہیں ہے ـــ سب بڑے اسمارٹ اور گلیمرڈ ہیں۔" رخسانہ نے کہا۔ سلطانہ نے تائید کی۔

"کچھ کھانے کو جی چاہتا ہے؟"

"نہیں یار کہاں تک کھلائے گا ـــ بس اب سو جا چل کر۔"

"کہاں چلوں سونے؟"

"چلے گا کہاں ـــ یہیں سو جا ہم دونوں کے پاس ـــ یا تیرا جی چاہے تو اچھی جان کے پاس۔"

"نہیں ۔۔۔ وہ سو رہی ہیں ۔۔۔ سونے دو ان کو ۔۔۔ آؤ لیٹ رہو
۔۔۔ میرے پاس۔"

وہ بیچ میں لیٹ رہا۔ سلطانہ اور رخسانہ ادھر ادھر لیٹ رہیں۔ اس کے پہلوؤں سے لپٹ لپٹ گئیں ۔۔۔ اور تھوڑی دیر میں گرفت ڈھیلی ہونے لگی۔ بس ٹھنڈے ہونے لگے۔ وہ سو چکی تھیں۔

صوفیہ لارن۔

انھوں نے سمجھنے کی کوشش کی لیکن ان کی سمجھ کئی دن سے خراب ہو چکی تھی۔ انھوں نے اسے بھی اپنی نتھ کی طرح مرمت کے لئے راجہ کو سونپ دیا تھا لیکن اب تو آنکھیں بھی کچھ عجیب سی ہونے لگی تھیں۔ دیکھتی کچھ تھیں نظر کچھ آتا تھا۔ پھر بھی انھوں نے کھول کر دیکھنا چاہا۔ لیکن روشنی کے باوجود کچھ ٹھیک سے نظر نہیں آیا وہ نہ راجہ تھا نہ کاظم ۔۔۔ شاید ۔۔۔ وہ کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھیں لیکن ہونٹ ان کے پاس کہاں تھے۔ وہ تو چھین لئے گئے تھے۔ انھوں نے ہاتھ اٹھائے تو کسی کی بغلوں میں پھنس گئے۔ اٹھنا چاہا تو پتہ چلا کہ ٹاپ کی طرح باٹم بھی ان کے قابو میں نہ تھا۔ کسی اور کے قبضے میں تھا۔ وہ سوچ سوچ کر تھک چکی تھیں۔ انھوں نے سوچنا بند کر دیا۔ پھر جیسے اسے گوشت کے قد آدم زندہ پارچے کو دیو قامت گرم گرم خوشبودار سلائیسر نے ڈھانپ لیا بند کر لیا۔ لذت اور اذیت اذیت اور لذت نے ان کے پورے وجود کو بھگو دیا شرابور کر دیا۔ نہلا دیا۔ وہ الگ ہوئے۔ بوسوں کی چادریں اڑھائیں اور چلے گئے ... انھیں سو جانے دیا۔

صبح جب آنکھ کھلی تو پورا کمرہ روشنی سے بھرا تھا اور بستر خالی تھا۔ اس نے سگریٹ سلگائی اور باتھ روم چلا گیا۔ واپس آیا تو بھی دور تک کوئی آواز نہ تھی۔ اس نے گاؤن کندھے پر ڈالا اور پول کی طرف چلا۔ چبوترے ہی پر تھا کہ قہقہوں اور کھلکھلاہٹوں کا آرکسٹرا بجنے لگا۔ انجن چل رہا تھا۔ پول میں پانی کی موٹی دھار گر رہی تھی اور دوسری طرف کی نالی ساری کوٹھی کو سیراب کرنے کے لئے پانی بھیج رہی تھی اور پول جل پریوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ سب اپنے اپنے ماضی کی محرومیوں کو ایک دوسرے کے ہاتھوں سے دھو دھو کر پھینک رہے تھے۔ باسی خوابوں کی گردنوں میں گرم گرم تعبیروں کے ہار پہنا رہے تھے۔ روزمرّہ کی سڑی بسی بے نمک زندگی کے داغ دھو رہے تھے۔ نئی چمکدار مدہوش اور ناقابل یقین صبح کی تازگی اور روشنی میں اس مستقبل کو دیکھ رہے تھے جس پر سیاہ پردہ پڑا تھا اور جس کے متعلق سوچتے سوچتے دل ہولنے لگتا تھا۔ اور جو تھیٹر کے پردے کی طرح اٹھنے لگا تھا۔ اٹھ رہا تھا۔ وہ منڈیر پر کھڑا ان کی مسرور آوازوں کو پرکھ رہا تھا اور ان کے کھرے پن سے خوش ہو رہا تھا کہ کسی نے اسے پول میں دھکا دے دیا اور قہقہوں، زندہ کھرے سچے اور پُرشوبہ قہقہوں نے اسے گھیر لیا۔ سلطانہ اس کے پاس کھڑی تھی، اس کا منہ دھلا نے لگی تھی۔ ابھی جان عبید اور قمر کے ساتھ ہنستی ہوئی آرہی تھیں، آگئیں بال ان کی پیٹھ پر چپک رہے تھے۔ چہرہ اور سفید اور سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں لال ہو رہی تھیں اور بدن پر جیسے تازگی کی قلعی ہو چکی تھی۔ اس نے

اچھی جان کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور چومنے لگا۔

"اتنی دیر سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے اب سردی لگنے لگی ہے۔ لیکن کوئی نکلنے نہیں دے رہا ہے۔" انھوں نے ناز سے کہا۔

وہ انھیں لئے ہوئے باہر نکل آیا اور منڈیر پہ کھڑا کر دیا اور ان کے گروز ہونٹوں سے سہلانے لگا ـــ ہاتھوں سے چومنے لگا۔

"اشتر اب چلو ـــ تم لوگ۔" انھوں نے مڑکر سب کو دیکھا جو سیڑھیوں کی طرف رینگنے لگے تھے۔ لڑکیوں کے بیدنگ سوٹ ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں تھے اور سیڑھیوں پہ شریر گھوڑیوں کی طرح مچل رہی تھیں۔ اچھی جان کنکھیوں سے دیکھ رہی تھیں اور وہ ان کا چہرہ جس پر دور دور تک کوئی ناگواری نہیں تھی۔ وہ اٹھا زہرہ اور مشتری کی گردنوں پر اپنے بازو رکھ دیئے اور انھیں لئے ہوئے ہال کی طرف آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ناہید کاظم کے بدن پر کھلی ہوئی تھی۔ دالان میں سبھوں نے اپنے اپنے بال خشک کئے اور کمروں میں چلی گئیں۔ باہری برآمدے سے آواز دی۔ دو آدمی ناشتے کے پڑے اور چائے کی کیتلی لے کر آگئے۔ دالان میں رکھ کر چلے گئے۔ عبید اور قمر نے چاند اور جان نے کھانے کی میز لگادی۔

سب ناشتے پر اس طرح ٹوٹ کر گرے۔ جیسے کئی دنوں کے بھوکے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد چاند نے کہا۔

"ہم لوگ شاپنگ کرنے جائیں گے۔" اس نے زہرہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

سلطانہ اس کی کرسی کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس کی گردن میں جھول گئی۔ رونے لگی۔ چومنے لگی۔

"تو نے کہا تھا ـــ میں نے کر دیا ـــ پھر روتی کیوں ہے حرامجادی۔" وہ کھلکھلانے لگی۔

وہ فون کر رہا تھا۔ سب تیار ہو چکے تھے۔ اس نے چونگا کریڈل میں ڈال دیا۔

"ابھی جان دردانہ میرے پاس رہے گی ـــ اس کا منجھو آنے والا ہے۔" وہ سب سوار ہونے لگے۔ وہ دردانہ کو لئے ہوئے ہال میں چلا آیا۔ باہر گاڑیوں کے انجن کھلے اور جیسے بند ہو گئے۔ اور وہ اس کی گود میں بیٹھ گئی۔

"میرے لئے کیا سوچا ہے تو نے؟"

"تیرے لئے بہت پہلے سوچ چکا ہوں۔ وہ جہاں تجھے لے جائے چلی جا ـــ جو کرائے کر دے۔ بس باقی کام میں کر لوں گا۔ ـــ تو فکر کیوں کرتی ہے۔" اس نے اپنے ٹاپ سے راجہ کا منہ چھپا لیا۔

وہ اس پر قربان ہو رہی تھی کہ سیڑھیوں پر قدموں کی آواز ہوئی۔

"کون ہے؟"

"ریاض۔" ایک بھاری آواز آئی۔ وہ دردانہ کو کمرے میں لے گیا۔ وی سی آر کھول دیا۔

"تو فلم دیکھ میں ابھی آیا۔"

"ہائے یہ فلم اکیلے دیکھنے والی نہیں ہوتی۔"

وہ باہر آیا تو ریاض دو آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ رسمیات کے بعد وہ انھیں بیگن بولیا کی ہیج کے نیچے گھاس پر لے آیا اور بیٹھ گیا۔ ریاض نے اپنے سخت چہرے پر چھائی ہوئی بڑی بڑی سخت تر مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔

"یہ بھگّا ہے اپنا چیلا نمبر ایک، مراد ہے چیلا نمبر دو یہ بمبئی جارہے ہیں۔ سب سمجھا دیا ہے۔" دونوں کنکڑوں پتھروں سے ڈھلے ہوئے کڑیل جوانوں نے بھیڑیوں کی طرح دانت نکال دیئے۔

"ریاست اور مجید کو پہچانتے ہو؟"

"خوب۔" دونوں اس طرح بولے جیسے ماں کی گالی دی ہو۔"

"بچو بمبئی پہنچ گئی ہوگی — یا پہنچنے والی ہوگی۔ اس کو سمجھا دو کہ آزاد پور والے مکان کا کچھ جھگڑا ہے قانونی۔ ان دونوں کا دلّی جانا مناسب نہیں ہے ابھی۔ اس لئے شمّن اور رشّن ان دونوں کو باندھ لیں جب تک میرا اشارہ نہ ہو دونوں وہیں رو کے رکھے جائیں۔"

"اور اگر نہ بندھ پائے اور چھوٹنے لگے؟" ایک پتھریلے آدمی نے پوچھا۔

"تو چھٹی کر دو۔"

"یہی پوچھنا تھا کہ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔" کنکریلے آدمی نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر ہم چلیں ــــ گاڑی چار بجے جاتی ہے"۔
ان کے اٹھنے کے بعد ریاض نے اس کے ہاتھ تھام لئے۔
"لڑکے کیسا کام کر رہے ہیں؟"
"دلیپ کمار ہو رہے ہیں ــــ بس یہ ہے کہ ایسے ہی کرتے رہیں"۔
"اس سے اچھا کرتے رہیں گے ــــ ارے بھائی بڑھیا کھانا، بڑھیا کپڑے، بڑھیا مکان اور ایسی عورتیں ــــ سالوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوں گی"۔
"کشن کا کیا حال ہے؟"
"عیش کر رہی ہے اور کرا رہی ہے ــــ بڑے دولہا بھائی دوکان پر بیٹھے رات کا انتظار کر رہے ہیں ــــ اچھی جان کا کیا حال ہے؟"
"ایک اچھی ــــ سب ایک سے ایک اچھی جانیں ہیں اور سب کا وہ حال ہے جو سوچا بھی نہیں تھا"۔
"کنواریاں بھی؟"
"پار ہوگئیں سب ــــ
"ارے نہیں ــــ
"تیری قسم ــــ
"تو میرا نصابہ کب کھلے گا؟"
"موقع سے کھلے گا ــــ پورا ڈرامہ کروں گا ــــ تب ــــ دونوں بڑی حرامی ہیں۔ بجّو بھی اور صوفیہ لارن بھی۔ بڑی ترکیبوں سے ران

کے نیچے آئی ہیں ــــ ابے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ تیری دال کبھی گلی۔"

"بس پیسے کی ذرا کمی ہے"۔

"تو فکر مت کر۔"

"فوراً کتنے کی ضرورت ہے؟"

"تین لاکھ میں کام چل جائے گا۔"

"بس ــــ شام کو آئے گا ــــ اتنے وقت کون ہے یہاں؟"

"دردانہ ہے ــــ چلے گا۔"

"چل اٹھ پڑ۔"

"نا تو بیٹھ ابھی ــــ میں ایک پیگ پلا دوں ــــ نہیں تو گڑ بڑ ہو جائے گا۔ تو اپنی مونچھیں کیوں نہیں منڈواتا ــــ آج منڈوا لے ــــ تو کل سے راجہ اندر بنا دوں تجھے۔"

"کم کرانے سے کام نہیں چلے گا؟"

"کم ہی کرا لے ــــ خنجر مار کہ رکھ لے پتلی پتلی سی ــــ جب میں بلاؤں تب آئیو۔"

وہ کمرے میں آیا تو وہ لیٹے لیٹے ڈانس کر رہی تھی۔ اس نے ایک گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے اٹھ کر لے لیا۔

"چڑھا جا ــــ ہلکی ہے۔" اس نے بڑا سا گھونٹ لے لیا اور زور سے منہ بنایا۔

"ہلکی ہے ۔۔ لکیر بن گئی آگ کی۔"

"ارے تو خود آگ کی بنی ہے تیرے لکیر کیا بنائے گی یہ بیچاری شراب ۔ پی جا ۔۔ پھر عیش کرے گی۔" اس نے گھور کر دیکھا اور گلاس اٹھا کر خالی کر دیا۔ "تیری طلاق کا جو کھیل میں نے کھیلا ہے اس میں میرا یار ہے ایک ہتھیلی پر جان لئے پھرتا ہے میرے لئے وہ آنے والا ہے ابھی ۔۔ ذرا اس کو ناچ دکھا دے اپنا ۔۔ دکھا دے گی میری جان؟"

"میرا راجہ جانی جس کو لے آئے گا اس کو دکھا دوں۔"

"اسے اتار دے ۔۔۔ ذرا دیکھنے کو جی چاہتا ہے تجھے ۔۔ ہاں بس ایسے لیٹ جا۔ تو لیٹ کے بھی بہت اچھا ناچتی ہے ۔۔ کوئی ہے باہر وہ ہی تو نہیں آگیا۔ تو لیٹی رہ میں دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ اسے لے کر کمرے میں آیا تو وہ ان کی طرف سے پشت کئے ایک پہلو پر لیٹی ہلکے ہلکے کمر چلا رہی تھی ۔ اس نے شانہ پکڑا تو تڑپ گئی ۔

"یہ ہے میرا یار ۔۔ اسے تو ناچ دکھا میں ابھی آیا۔" اس نے زور سے دروازہ بند کر لیا۔ شراب کی بوتلوں ۔ سگریٹ کے ٹنوں اور ڈرگز کا اسٹاک دیکھا۔ کمی بیشی کا حساب لگایا۔ روپئے کا میزان دیکھا۔ فلموں اور کیسٹ کا ڈھیر پرکھا۔ ہر طرف سے اطمینان کر کے ہال میں ٹہلنے لگا۔ دیر تک ٹہلتا رہا۔ تب ریاض نکلا۔ فریج کھول کر پانی کی پوری بوتل چڑھائی اور برانڈے میں آگیا۔

"کیسی ہے گھوڑی؟"

"سدھی ہوئی — لگام کی سچّی — رکاب پر پانوں رکھتے ہی چال چلنے لگی۔ میں آج ہی شیو کراتا ہوں — اچھی جان کے نام پر۔"

"اچھا تو اسے سنبھال میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے گاڑی اٹھائی اور آندھی کی طرح نکل گیا۔ دالان کی سیڑھیوں پر ہی بلاقن بوا مل گئیں۔ کھڑے کھڑے ساری رپورٹ سنا دی۔ اپنی کارگزاری بتا دی۔ وہ اپنے کمرے کی مسہری سے پشت لگائے بیٹھی تھیں اور کتابیں رسالے دیکھ رہی تھیں۔ دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا پڑا تھا۔ گال پر اڑتی لٹ میں چاندی کے تار چمک رہے تھے۔ غم کی سیاہ گھٹا بھوری ہونے لگی تھی اور چہرے کی زردی کم ہونے لگی تھی۔ اس کی آہٹ پر نگاہ اٹھائی۔

"ارے راجہ میاں — آئیے —"

انھوں نے پیپر سمیٹ لئے — دوپٹہ سر سے اوڑھ لیا۔

"میں آپ سے معافی مانگتا ہوں آنٹی! سچ۔"

"معافی — کس چیز کی؟"

"کہ آپ نے میرے گھر کو عزت دی اور میں باہر مارا مارا پھر رہا ہوں لیکن کیا کروں۔ سیکڑوں آدمی زخمی پڑا ہے۔ سیکڑوں جیل میں ہے۔ اور ان کے گھروں میں فاقے اگر میں گھر میں بیٹھا ہوتا۔"

"جانتی ہوں مجھے سب معلوم ہے — بلاقن بہن بتاتی رہی ہیں کہ تم فون کرتے رہے ہو — خدا تم کو اس کا اجر دے گا میاں — آؤ میرے پاس بیٹھو — تھکن سے چور چور معلوم ہوتے ہو۔"

دوسرے کمرے سے دونوں لڑکیاں آگئیں۔ ڈھیلے کرتے، تنگ پاجامے دوپٹے اوڑھے ہوئے۔ اس کو سلام کرکے کھڑی ہوگئیں۔ اس نے ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھے اور کان میں کہا۔

"جلدی سے تیار ہوجائیے ـــــ میں آپ کو شاپنگ کرانے لے چلوں گا۔"

"میں نے سن لیا ہے ـــــ ابھی اتنی مصروفیت ہے۔ تم اپنے آپ کو دوسرے کاموں میں ..."

"میں آپ سے آنٹی ابھی کچھ نہیں کہہ رہا ہوں ـــــ چلو جلدی سے برقعے پہن لو فٹافٹ۔"

وہ مسہری پر بیٹھی بیٹھی انھیں جاتا ہوا دیکھتی رہیں۔ ڈیوڑھی پر بلاقت بوا نے لڑکیوں کی ناپ کا پرزہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ لجاتی سہمی لڑکیاں نقابوں کے اندر اپنی وحشی آنکھیں چمکاتی رہیں۔ اس نے دونوں کو پچھلی سیٹ پر اپنے پہلوؤں میں بٹھالیا۔ گاڑی نئی دہلی کی سڑک پر آئی تو اس نے بڑی کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"جی چاہے تو برقعہ اتار دیجئے ـــــ یہاں کون دیکھ رہا ہے۔ آپ کا بھائی آپ کے ساتھ ہے۔"

"اماں سے تو نہیں کہیں گے آپ؟" چھوٹی نے کہا۔

"اگر آپ نہیں اتاریں گی تو میں آپ کی جھوٹ موٹ شکایت کردوں گا۔"

"ہائے اللہ ایسا غضب کبھی نہ کیجیے گا۔" بڑی نے گزارش کی۔

"تو اتار ڈالیے۔" وہ دونوں کسمساتی رہیں اور اس نے دونوں کو برقعے سے باہر نکال لیا۔ دونوں نے سنبھال سنبھال کر اپنے لمبے چوڑے دوپٹے اس طرح اوڑھ لیے کہ ساری سموچی چھپ گئیں۔ کھلی ہوا اور نئی فضا سے ان کے بدن کی جنبشوں میں چلبلاپن رینگنے لگا۔ چہرے پر چھائی ہوئی سوگواری کی بدلی چھٹنے لگی۔ جب وہ باری باری ان کے دوپٹے ذرا ذرا سے سرکا دیتا تو وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ برابر کر لیتیں۔ وہ ان کی چوٹیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا تو وہ آہستہ آہستہ کھنچی چلی آتیں اور اس کے شانے ان کے رخساروں کی لو سے دہکنے لگتے۔

"کھانا کہاں کھائیں گی میری بھینا؟"

اس نے بڑی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے پہلو میں سمیٹ لیا۔

"جہاں آپ کہیں گے کھا لیں گی ویسے ابھی بھوک نہیں ہے۔" اس نے اپنی کمر میں ہاتھ پڑا رہنے دیا۔

"چلیے آپ کو اوبرائے میں کھانا کھلاتے ہیں۔"

"اوبرائے، اللہ وہ تو بہت مہنگا ہے۔"

"تو میری بھینا جانی کہاں کی سستی ہے —— وہ اپنے منھ سے اگر کہہ دے تو سونے میں تول دوں۔"

"کس کو سونے میں تول دیں گے آپ؟"

"تم دونوں میں سے جو کہے گا۔" اس نے چھوٹی کی کمر بھی دبوچ لی۔

"اور جو دونوں کہہ دیں"

"تو دونوں کو تول دوں گا" وہ دونوں اس کے بازوؤں میں پھنسی بیٹھی رہیں۔ اوبرائے پر اتریں تو دونوں کے دوپٹے گاڑی پر رہ گئے۔ دو قدم چل کر بڑی چونکی تو چھوٹی نے ہاتھ دبا دیا۔ اوبرائے میں قدم رکھا تو بھولی بھولی صورتیں تحیر سے اور حسین ہو گئیں۔ کالی کالی وحشی آنکھیں اور قاتل ہو گئیں۔ سفید ململ کے کرتوں اور لٹھے کے پاجاموں میں بھی اس طرح چمک رہی تھیں کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ وہ شاپنگ سنٹر کے پاس سے گزریں تو ٹھٹک گئیں۔ عجیب عجیب قسم کے کپڑے، زیور، سینڈل اور گھڑیاں۔ وہ منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھیں۔ وہ سر سے پاؤں تک آنکھیں بن گئی تھیں اور خوبصورت اور قیمتی چیزوں کو نگلے لے رہی تھیں۔ بڑی کے گال کے پاس اس کے ہونٹ رینگ گئے۔

"تم کو کیا پسند ہے — تم نے زبان ہلائی اور میں نے خریدا"

اس نے آنکھیں جھکا لیں۔

"اچھا چلو کمرے پر سامان آجائے گا تم پسند کر لو — لیکن ٹھہرو۔ ذرا تم دونوں اپنے چپل اتارو"

سیلز گرل نے فوراً ناپ لے لی اور انگریزی میں دیئے گئے احکامات نوٹ کرتی رہیں۔ لاؤنج سے ہوتی ہوئی سوئمنگ پول پر آئیں تو پتھر ہو گئیں۔ یورپین جوڑے دو دو انگل کی چٹیں باندھے پول کے اندر اور پول کے باہر ہوسناک خوش فعلیاں کر رہے تھے۔ کچھ مردان کے قریب سے

گذرے تو اس طرح دیکھا کہ وہ لرز گئیں۔ بڑی نے پہلی بار راجہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چلیے"

اس کا حلق سوکھنے لگا۔ سانسیں تیز ہو گئی تھیں اور قدم بے طرح پڑنے لگے تھے۔ وہ انھیں سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ انھیں جوڑوں کے قریب سے گزرتا رہا۔ ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو کھل جا سم سم کا سماں نظر آ گیا۔ قالین اور فانوس اور آئینے کہ پوری پوری دیوار آئینے کی بنی ہوئی۔ فرنیچر اور پردے اور آرائشی سامان ایسا کہ فلموں میں بھی کبھی نظر نہ آیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر سب کچھ دیکھتی ہوئی باتھ روم میں داخل ہو گئیں۔ چینی کے ٹب کو کھڑی دیکھتی رہیں۔

"اللہ یہاں تو سردی لگ رہی ہے"

چھوٹی نے کہا اور باہر نکل آئی۔ وہ بھی پیچھے پیچھے آ گئی۔ پھر دروازہ کھلا اور ایک آدمی بہت سے لفافے کھانے کی میز پر رکھ کر چلا گیا۔ راجہ نے لفافے کھول کھول کر ڈبل بیڈ پر پھیلا دیئے۔ گھڑیاں، قیمتی پتھروں کے جگمگاتے زیور، مڈی، میکسی، ٹاپ، بیل باٹم، اسکرٹ، بیدنگ سوٹ، لنگی، گاؤن، ہاؤس کوٹ، میکسی، سینڈلوں کی عجیب عجیب قسمیں۔ وہ دونوں کے بیچ میں دونوں کے کولھوں پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

"باجی وہاں تالاب پر ایک عورت یہی سوٹ پہنے لیٹی تھی"

چھوٹی نے ایک بریزئر اور پینٹی اٹھا کر دکھائی اور جلدی سے ڈال دی جیسے وہ شعلوں کی بنی ہوں۔ لیکن باجی زیور کا سیٹ دیکھتی رہیں۔

"تم کو شاید یہی پسند ہے"۔ راجہ نے وہ سیٹ اٹھایا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور سنگار میز کے سامنے لا کر خود پہنانے لگا۔ وہ شرماتی رہی مچلتی رہی لیکن پہنتی بھی رہی۔ جب اس نے کرتے کے بٹن کھولے تو اس نے ہاتھ پکڑ لیے۔

"میری بھینا یہ نکلس چمک اٹھے گا تمھاری سفید سفید صراحی دار گردن پر"۔

اس نے بٹن کھلوا لیے۔ پھر اسی کے ہاتھوں سے سینڈل پہن لیے۔ گھڑی بندھوالی۔ آئینے کے سامنے وہ کھڑی اپنا آپ دیکھ رہی تھی اور راجہ چھوٹی کو سجا رہا تھا۔ انگلیوں سے ہلکی ہلکی میٹھی میٹھی شرارتیں بھی کرتا جا رہا تھا۔ پھر دونوں کو آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا۔ آئینے کے عکس کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"ان میں سے جو میرا کہنا مانے گا میں اس کی شادی ایک شہزادے سے کرا دوں گا"۔ وہ دونوں شرما گئیں۔ پھر چھوٹی چہکی۔

"اگر دونوں کہنا مان لیں آپ کا تو؟"

"تو دونوں کی شادی کرا دوں گا"۔

"شہزادے سے؟"

چھوٹی نے تصدیق چاہی

"شہزادے سے ــــ اب یہ بتاؤ کہ ان میں سے تم دونوں کو کون کون سے کپڑے پسند ہیں ؟"

دیر تک اصرار ہوتا رہا ــــ پھر آواز آئی ۔

"پسند کریں تو پہنیں گے کہاں ــــ اماں دیکھیں گی تو قیمہ بنا ڈالیں گی دونوں کا ۔"

"پہلی بات ! اماں دیکھیں گی کیسے تم برقعہ پہن کر جاؤ گی ، اتار کر اپنے بکس میں رکھ دینا ۔ دوسرے یہ کہ میں آج تم سب کو اپنے گھر لے جاؤں گا ۔ میرے پاس رہو گی ۔ جب گھومنے نکلو گی تو برقعے کے نیچے یہ پہن لو گی ۔ یا موٹر میں رکھ لیں گے ــــ گھر کے کپڑے موٹر میں اتار دیئے ، یہ پہن لئے خوب گھومے پھرے ۔ جب گھر پہنچے تو اپنے کپڑوں میں اتر گئے ۔"

دونوں نے ایک دوسری کو دیکھا ۔ دونوں کی آنکھیں ہامی کے انتظار میں دہک رہی تھیں ۔

"ایک بات اور ــــ کپڑے میں اپنے پاس ہی رکھ لوں گا بلکہ تم چاہو گی تو اسی کمرے میں رہیں گے ۔ یہ کمرہ مستقل طور پر میرے پاس ہی رہتا ہے ۔

"سچی ؟" دونوں نے کہا ۔

"ہاں سچی ۔"

"کیا کرایہ پڑتا ہے اس کا ؟"

"ایک ہزار روپیہ روز ۔"

"یہ کمرہ کیوں لیا آپ نے جب آپ کے پاس گھر ہے؟"
"اپنی بھینا کے لئے لیا ہے ___ اچھا چلو تم دونوں نہا لو۔ پھر کپڑے پہنو ___ پھر کھانا کھاؤ ___ ایک بج چکا ہے"۔
وہ دونوں سر جھکائے کھڑی رہیں ٹس سے مس نہ ہوئیں۔
"اچھا باجی ایسا کرو کہ کپڑے لے لو اور یہیں رکھ دو۔ کل جب راجہ بھائی کے ساتھ آئیں گے تو پہن لیں گے"۔
باجی نے اثبات میں گردن ہلا دی۔
"بیوقوفو ___ جب تک پہنو گی نہیں تب تک پتہ کیسے چلے گا کہ یہ تمھارے فٹ ہیں یا نہیں ___ تم یہ بید نگ سوٹ لے جاؤ باتھ روم میں پہن کر دیکھ لو۔ اس کا جو نمبر ہوگا اس نمبر کے کپڑے میں خرید کر کچھ یہاں رکھ دوں گا کچھ گھر لئے چلوں گا۔"
"ہاں باجی یہ ٹھیک ہے"۔ اور اس نے وہی بید نگ سوٹ اٹھا لیا جو پوپل پر کسی کو پہنے دیکھ چکی تھی اور باجی کا ہاتھ پکڑ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ اس نے الماری سے کیمرہ نکال کر ایڈجسٹ کیا کہ چھوٹی نے گردن باہر نکالی۔
"راجہ بھائی دروازہ بند کیسے ہوتا ہے۔ اس میں سٹکنی تو ہے ہی نہیں"۔
"اس میں سٹکنی نہیں ہوتی۔ بند کرلو بند ہوگیا، کھول لو کھل گیا"۔
یہ کہتے کہتے وہ اندر چلا گیا۔ بڑی کرتا اتار چکی تھی۔ اس نے گھوم کر پورے کرتے سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ وہ اس کے پاس گیا۔ آہستہ سے

دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے تو جیسے ہاتھ جل گئے۔

"مجھ سے شرماتی ہے۔ اپنے بھائی سے۔ میں تیرا سگا بھائی نہیں ہوں لیکن تیرا بھائی ہوں، تیرا محافظ ہوں اور وہ چھوٹی کو سمجھا کر باہر آگیا۔ مین سوئچ سے سارے پوائنٹ آن کر دیا۔ لاؤنج کے دروازے کے بڑے سے شیشے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں اسے نہیں دیکھ سکتی تھیں اور وہ اس طرح دیکھ سکتا تھا جیسے وہ اپنے آپ کو دیکھ سکتی تھیں۔ وہ کپڑے پہنتی رہیں اتارتی رہیں اور کیمرے کی پوری ریل خالی ہو گئی۔ جب وہ باہر نکلیں تو ان کے چہرے تمتمائے ہوئے تھے اور کھانے کی میز بھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں راجہ کی بغل میں بیٹھ گئیں۔ وہ ان دونوں کو بڑا اصرار کر کے اپنے ہاتھ سے کھلاتا رہا۔ وہ ہنس ہنس کر مسکرا مسکرا کر کھاتی رہیں۔ اس کی چھیڑ چھاڑ سے خوش ہوتی رہیں کہ دروازہ کھلا اور وہی آدمی جس نے موٹر کھولا تھا تین پیکٹ بیڈ پر لاکر رکھ دیئے۔ راجہ نے زیورات کے ڈبے کھولے اور ان کی گود میں رکھ دیئے۔ آدمی کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ نیپکن سے ان کے ہاتھ منہ پونچھے تاکہ وہ زیور دیکھ سکیں۔ وہ دونوں کو لپٹائے بیٹھا رہا اور وہ دونوں زیوروں میں کھوئی رہیں۔

"یہ تیسرا کس کے لیئے ہے؟"

"میری اپنی پیاری سی آنٹی کے لیئے۔"

"ہائے اللہ کتنا بھاری ہے ان کا سسٹ۔" دونوں ہنس دیں۔

جب دہلی دروازہ آگیا تو اس نے دونوں کو پہلوؤں سے جدا کیا۔ دوپٹے اوڑھائے برقعے پہنائے۔

"اماں سے کہنا کہ ایک ایک چیز کے لئے چار چار دوکانیں دیکھی ہیں راجہ بھائی نے تب سودا لیا ہے ــــ اسی میں اتنی دیر لگ گئی ورنہ ہم تو کب کے آگئے ہوتے۔"

"اور کھانا؟" چھوٹی نے لقمہ دیا۔

"کھانا کہاں کھایا ــــ چاٹ کھائی ــــ آئس کریم چاٹ لی۔ بس۔"

وہ دونوں مطمئن ہوگئیں۔

لڑکیاں سامان سے لدی پھندی پہنچیں تو بی بی کے زرد چہرے پر سرخی سی جھلک گئی۔ زیور کا تیسرا ڈبہ کھولا تو ہاتھ کانپ گیا۔

"یہ مجھ بدنصیب کے لئے۔" انھوں نے اپنی آواز کا ہاتھ پکڑ لیا ورنہ ڈھے جاتیں۔

"نہیں اپنی آنٹی کے لئے جس میں مجھے اپنی ماں نظر آتی ہے۔"

وہ دیر تک چپ بیٹھی رہیں۔ پھر ڈبہ بند کیا پہلو میں رکھ لیا عصر کی نماز کے لئے اٹھ پڑیں۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ ــــ مجھے آپ کا جی ماندہ سا نظر آتا ہے اک ذرا فرصت ملے تو میں لیڈی ڈاکٹر خود لے کر آؤں ــــ اور ہاں جناب کل سے آپ کے اسکول کھل گئے ہیں ــــ آپ اسکول جائیں گی میرا ملازم آپ کے ساتھ جائے گا۔ آپ کے ساتھ آئے گا۔

"اور بلاقن بوا ـــ درزن کو بلائیے تمام کپڑے سلنے کو دیدیجئے۔ اور تاکید کردیجئے کہ جلد سے جلد دے دیں۔ دگنی سلائی دوں گا۔ اور ذرا ادھر آئیے۔" بلاقن بوا سے مسہری کے نیچے سے لوہے کی پیٹی نکلوائی کھولی اور ایک چابی نکال لی۔ دیر تک کھڑا الماری میں کچھ ڈھونڈتا رہا پھر بند کرکے بتولن کے ہاتھ سے چائے کی پیالی لے لی۔ مڑکر دیکھا سب پی رہی تھیں۔ آنٹی نے اشارہ کیا لڑکیاں نمکین اور بسکٹ کی پلیٹیں لے کر اس کے پاس آگئیں۔ وہ انھیں لے کر آنٹی کے پاس آگیا اور اپنے ہاتھ سے اصرار پر اصرار کرکے ان کو کھلانے لگا۔ وہ سرخ سے سرخ تر ہوتی رہیں اور کھاتی رہیں۔ وہ اٹھ کر باہر گئیں تو چھوٹی نے قریب آکر چپکے سے کہا۔ کل آئیے گا ـــ اللہ بولئے جلدی سے۔ کوشش کروں گا ـــ نہیں ضرور آؤں گا۔ اچھا۔

کوٹھی کے گیٹ مین نے اطلاع دی کہ گاڑیاں ابھی واپس نہیں آئیں۔ ڈرائنگ روم سے وہ کمرے میں داخل ہوا تو ریاض دردانہ کی فلم دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی دیکھنے لگا۔

پوری کوٹھی میں رجگہ ڈانس کر رہا تھا۔ کیسٹ پر چیختی ہوئی مغربی دھن بج رہی تھی۔ نام نہاد لباسوں میں کھلے ڈھکے کسے بندھے بدن تال بے تال ٹھمک رہے تھے۔ ہال میں سہاگ پوڑوں، شہانوں، شہانے جوڑوں، دہکتی پگڑیوں اور بھڑکتی شیروانیوں کے ڈھیر لگے تھے۔ عطر سہاگ اور مہندی اور زعفرانی جوڑوں کے ڈبے اور بنڈل اور پیکٹ جمے ہوئے تھے۔ راجہ

ایمرجنسی روم میں بیٹھا ہوا دردانہ، اچھی جان، سلطانہ اور رخسانہ کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ آئیں تو وہ بیڈ پر کھسک کر دیوار سے لگ گیا۔ اچھی جان اس کے پہلو میں بیٹھ کر سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ سلطانہ اور رخسانہ دوسرے پہلو میں اس طرح بیٹھی تھیں جیسے ساز پر سنگت دینے والی بیٹھتی ہیں۔ راجہ نے آواز کو سنجیدہ کیا۔

"کاظم کہہ رہا تھا کہ تم چاہتی ہو جب نکاح ہو تو تمھارے بھائی اور بھتیجے بھی شریک کر لیئے جائیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس طرح راز فاش ہو جائے گا۔ زہرہ اور مشتری اور ناہید کا کچھ نہیں بگڑے گا لیکن سلطانہ اور رخسانہ اور دردانہ اور خود تمھارا معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔"

"میرا — اور میں نے کاظم سے یہ نہیں کہا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ جی چاہتا ہے۔"

"اور تمھارا نہیں تو کیا میرا معاملہ کھٹائی میں پڑے گا — کاظم کیا تم کو چھوڑ دینے پر رضامند ہو جائے گا اور اگر وہ ہو بھی جائے تو کیا میں رضامند ہو جاؤں گا — رہی جی چاہنے کی بات تو میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میرا باپ ہوتا، میرا بھائی ہوتا، میرے عزیز ہوتے لیکن اگر وہ سب ہوتے تو پھر یہ سب کچھ نہ ہو پاتا جو ہو رہا ہے۔ راز فاش ہونے کا ایک نقصان یہ بھی ہو گا کہ اس کوٹھی کی رجسٹری بھی جھگڑے میں پڑ جائے گی۔ کیا حاجی جی اتنی بڑی کوٹھی تمھارے نام ہونے دیں گے۔"

"یہی میں نے ان سے کہا تھا ــــ اور ان کی سمجھ میں آگیا۔"
سلطانہ نے لقمہ دیا۔
"دیکھ راجہ میں اپنا سب کچھ تجھے سونپ چکی ــــ تجھ پر وار چکی ــــ ہاں جی چاہنے کی بات منہ سے ضرور نکلی تھی۔ تو اسے بھول جا اور وہ کر جو کر رہا ہے۔"
"تم کرنے کہاں دیتی ہو ــــ میں تو پورا پہاڑ الٹ دوں۔ لیکن تم اگر ساتھ نہ دو تو خاموش رہو۔"
"میری جان ــــ تو جو کرنا چاہتا ہے کر ــــ میں اب سانس نہ لوں گی۔"

"دیکھو ایک بات سمجھو ــــ جیسا کاظم ہے جوان تندرست خوبصورت اور دولت مند عاشق ــــ ایسی ہی بالکل ایسی ہی کوئی عورت اچھے بھائی پر عاشق ہو جائے تو اچھے بھائی چھوڑ دیں گے اس کو تمہارے لئے؟"
"اُس کو نہیں چھوڑیں گے اِن کو چھوڑ دیں گے کھڑے کھڑے۔"
سلطانہ نے تڑپ کر کہا۔
"اور یہ بھی کہ زہرہ اور ناہید کو چھوڑو خود تم کسی مرد کے ہاتھ سے بچی ہو ان چند دنوں میں۔ ہر مرد ہر عورت کو جی بھر کے لوٹ چکا تو اب شادی کا فائدہ ان کو نہیں تم کو ہوگا وہ بہر حال مرد ہیں ان کا جی بھر جائے اور وہ دوسرے کھیت پر اڑ جائیں تو میں کہیں کا نہیں رہا۔ میرے دوست میرے ہاتھ سے گئے اور میری سسرال کی آبرو بھی باندھ لے

گئے — پھر — مرد میں بھی ہوں۔ شیطان مجھ میں بھی چھپا ہوا ہے۔ وہ جاگ جائے اور میں دوسری لڑکیوں کے چکر میں پڑ جاؤں تو تمھارا کیا ہوگا۔ ان کا کیا ہوگا۔ تو میں چاہتا ہوں کہ اگر خدانہ کرے کبھی ایسا ہو بھی جائے تو تم کو، تمھاری کسی بہن کو روٹی کی تکلیف نہ ہو۔ سب کے پاس بینک میں اتنا روپیہ ہو کہ اس کے سود سے زندگی گزار سکیں۔"

"کتنی دور تک دیکھتا ہے میرا راجہ۔"

اچھی جان نے کہا اور اس کو باہوں میں گھسیٹ کر چوم لیا۔

"جہاں تک مذہب کا سوال ہے تو مذہب میں میرا اس طرح تمھارے پاس بیٹھنا بھی ناجائز ہے تو جب ناجائز کام ہو ہی رہا ہے تو اس طرح ہو کہ قانون ہمارے ساتھ ہو۔ اچھے بھائی اباجی کے ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ کب آئیں گے نہیں معلوم۔ دردانہ کا میاں بمبئی چلا گیا۔"

"کب؟"

سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"آج — شام کی گاڑی سے اڑ گیا — اڑا دیا گیا۔"

"ہائے اللہ تیرے منہ میں گھی شکر۔"

سلطانہ دلار کرتی کرتی اس کی گود میں پھیل گئی۔

"تو اچھے بھائی اور وہ تینوں سمجھ لو گئے — جب آئیں گے تو ان کے ساتھ ان کی عورتیں ہوں گی اس لئے کہ وہاں پیسہ پانی کی طرح بہتا ہے اور عورتیں کچے پکے بیروں کی طرح ڈھیریوں میں ملتی ہیں اور ان

عورتوں کو تم دیکھ لو تو تمھاری بھوک پیاس اڑ جائے مرد تو مرد ہیں۔

"تیری بھوک پیاس اڑی تھی؟"

سلطانہ نے ران میں چٹکی لی۔

"نا — میں اپنی بھوک پیاس تو اپنی جانی کے پلّو میں باندھ کر گیا تھا۔ اس نے اچھی جان کے سینے پر سر رکھ دیا۔ انھوں نے پیشانی کا بوسہ لے لیا۔

"تو جاناں میرا پروگرام یہ ہے کہ کل دن میں تم چاروں کے نکاح پڑھا دیئے جائیں گے۔ پہلے خاموشی سے تمھارا اور بعد میں ان تینوں کے..."

"راجہ جانی اگر کسی طرح یہ راز فاش ہو گیا تو میرے بھائی اور بھتیجے..."

"پھر وہی ... میں صرف قانونی مضبوطی کے لئے کاظم اور زماں اور عبید کی دولت میں حصہ لگانے کے لئے کر رہا ہوں اور بہت ہوشیاری سے کر رہا ہوں۔ اچھے بھائی اور دولھا بھائیوں کے سادے کاغذ پر دستخط موجود ہیں میرے پاس۔ ان کو طلاق نامہ بنا دیا جائے گا۔ آفاق کی اجازت مجھے حاصل ہے۔ وکیل اور گواہ اور عدالت میری جیب میں ہیں۔ تم صرف خاموشی سے تماشہ دیکھو — دیکھو گی نا!"

اس نے اچھی جان کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر لیا۔

"جو تو دکھائے گا وہ دیکھوں گی — لیکن مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"اچھا چل تیرے ڈر کی خاطر تیرا نکاح میں اپنے ساتھ پڑھا

لوں گا۔ مجھ پر تو پورا بھروسہ ہے نا کہ تیرا نکاح فاش نہیں ہوگا؟"

"تو کیا کہہ رہا ہے راجہ جانی ـــ میں تجھ سے کتنی بڑی ہوں پھر ناہید کا کیا ہوگا؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں تو سن رہی ہے۔ یہ کبھی سن رہی ہیں۔ میں تیرے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ میں نے تجھ سے پہلے دن کہا تھا کہ آج سے تیری تمام فکریں میری ہیں ـــ تو میں تیرے ڈر کی خاطر یہ کر رہا ہوں اور یہی کروں گا تاکہ تو ہنستی رہے، مسکراتی رہے اور مجھے عیش کراتی رہے ـــ تو میری معشوق ہے ـــ معشوق بڑی ہو یا چھوٹی معشوق ہی ہوتی ہے ـــ چل میری ایک پپّی لے لے ـــ ہاں ـــ ایسے ـــ سب راز میں رہے گا ـــ مہینوں برسوں راز میں رہے گا۔ جب ہر طرح سے اطمینان ہو جائے گا تب اعلان ہوگا ـــ تو میرے دوستوں پر بھروسہ کر ـــ ایک بار میں دغا کر سکتا ہوں خدانخواستہ وہ نہیں کر سکتے خدا کے فضل سے ـــ یاد رکھ شادی کے ادارے کا سارا جھگڑا اولاد کی وجہ سے ہوتا ہے، نسل چلانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پارسائی وارسائی کا یہ جو چکر ہوتا ہے اس کا سبب بھی اولاد ہی ہے ـــ تمھارے یہاں اولاد نہ ہونا اچھے بھائی کے لئے بری بات ہو سکتی ہے لیکن ہمارے یہاں یہی خوبی ہے تمھاری اور تمھاری بہنوں کی۔ ہم لوگ عورت سے عورت کے لئے شادی کر رہے ہیں، عورت نام کی بکری سے شادی نہیں کر رہے ہیں جو ہر سال بچے ڈالنے کا فرض انجام دیتی ہے۔ تو بولتی کیوں نہیں؟"

اس نے اچھی جان کے پلے ہوئے کولھے پر ایک زور کی دھپ لگائی۔

"میں کیا بولوں — تو بول تو رہا ہے — تو جو کچھ کہہ رہا ہے میری سمجھ میں آ رہا ہے — لیکن میری تجھ سے پہلی اور آخری التجا ایک ہی ہے کہ جب تک میں نہ کہوں میری اور ان تینوں کی شادیاں مکمل راز میں رہیں۔"

اچھی جان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گال پر رکھ لیا۔

"تو کہے تو میں اپنے خون سے لکھ دوں — یا جس سے کہے اس کے خون سے لکھوا دوں۔"

اس نے زہرا کی کمر سے بازو نکال لیا۔

"طلاق ناموں اور نکاح ناموں کی کمی بیشی جو ہے اسے آج ہی دیکھ بھال لو۔ سب کام پکّا ہونا چاہیئے۔"

دولھنوں کے چہروں پر سنجیدگی کی پرچھائیں سی لرز گئی۔ کاظم نے اپنے چہرے پر تفکر پیدا کرنے کی کوشش کی اور سوچتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم ریاض کو میرے ساتھ کر دو تو میں ...."

"وہ سب میں کر چکا ہوں۔ شام کو ریاض آئے گا۔ تم اچھی جان اور سلطانہ کو لے کر آجانا۔"

"کہاں؟"

دونوں نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"وہ جو ہمارے حضرت جی ہیں ان کے چیلے ہیں ایک۔ دوبئی کے وہ کبھی تاجر ہیں۔ دلی کی عدالتیں ان کی جیب میں پڑی رہتی ہیں۔ لیکن ہیں بہت ایماندار۔ کچھ سوال جواب کریں تو تم دونوں جواب دے لینا۔ بڑے شرعی آدمی ہیں۔ سوچ سمجھ کر بات کرنا۔

دونوں پھر ناشتہ کرنے لگیں۔

"دردانہ اور رخسانہ تم دونوں گھر پر ہی رہنا۔"

"ہائے کیا اکیلی رہوں گی آج کی شام؟"

"نہیں بھائی اپنے اپنے میاؤں کی بغل میں رہنا۔"

دونوں مصنوعی چہلیں کر رہی تھیں کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ زمان نے لپک کر ریسیور اسے پکڑایا۔

سہاگ رات جس کی کوکھ سے تہذیب جنم لیتی ہے اچھی جان کے گھر اس طرح آئی جیسے سہالک میں کسی جنکشن پر ٹرین آتی ہے کہ جس کو جہاں سیٹ ملی ڈھیر ہو گیا۔ ابھی رات آدھی بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک ایک آدمی رخصت ہو گیا۔ رنگین کاغذوں اور سنہرے تاروں اور خالی پیکٹوں اور سنہری اچکنوں اور زرتار صافوں اور کمھلائے پھولوں کے ڈھیروں کے ساتھ اچھے بھائی اور ان کے ہم زلفوں کے ساتھ گذاری ہوئی زندگیوں کی تمام اچھی بری یادوں کو سمیٹ کر ایک کونے میں ڈھیر کر دیا گیا جن پر راجہ اور اس کے ساتھیوں کے جوتے پیپر ویٹ کی طرح رکھ دیئے گئے۔ دولھنوں کو صرف یہ معلوم تھا کہ

ان کے جگمگاتے کمروں کے ریشمی بستروں کے مہکتے تکیوں کے نیچے بینک کی کتاب اور نکاح نامہ رکھا ہے۔ لیکن جس طرح یہ نہیں معلوم تھا کہ نکاح نامے پر کس کا نام ہے اسی طرح یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کے بستر پر مچلتے ہوئے دولھا کا کیا نام ہے۔ اس لئے کہ راجہ نے ان کی شناخت اور پہچان ان سے مانگ کر اپنی جیب میں رکھ لی تھی۔

صبح جوان ہونے لگی تھی۔ جب وہ نہا دھو کر سج بن کر ڈائننگ ٹیبل پر آئیں جو ان کے وارڈروب کی طرح بھری ہوئی تھی۔ اچھی جان کا بلیچنگ کیا ہوا بدن سرخ ہاؤس کوٹ میں جھمجھما رہا تھا۔ کاظم اس کے پہلو میں بیٹھا کانٹے میں انگور پرو رہا تھا۔ اچھی جان نے انگور منھ میں رکھ لیا۔

"کاظم — راجہ کہاں ہے؟"

راجہ کے گھر میں قدم رکھتے ہی بلاقن نے دبوچ لیا" کل رات دونوں نے فلمیں دیکھی ہیں"

"کھٹی میٹھی"

"ارے وہ کڑوی کسیلی"

"کہاں ہیں؟"

"اوپر ہی ہیں تینوں۔ کپڑے سل کر آئے ہیں انھیں میں ..."

اس نے الماری سے ایک بٹلی نکالی اور سیڑھیاں چڑھ گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہوگئیں۔ اس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ادھر آجائیے ذرا آئینے کے سامنے مجھے اپنا قرض اتارنا ہے۔"

"قرض؟"

"ہاں ــــ میں دو دن سے اپنی ماں کے زیور ڈھونڈ رہا تھا۔ آج ملے ہیں۔"

وہ اسٹول پر بیٹھ چکی تھیں۔ اس نے بڑا سا طوق پہنا کر ایک ہاتھ میں دونوں کڑے، دوسرے میں درجن بھر چوڑیاں اور کانوں میں چار چار گھر کے بندے ڈال دیئے۔ اور وہ چپ بیٹھی رہیں نہ زبان ہلی نہ ہاتھ چلے۔ بس اتنا ہوا کہ آنکھیں آبدار ہو گئیں۔ وہ انھیں دیکھتا رہا۔

"بس اٹھئے برقعہ پہنئے ــــ میں نے ڈاکٹر سے وقت لے لیا ہے۔"

"مجھے کیا ہوا میاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"یہی میری ماں کہتی تھیں ــــ قبر جانے سے ایک دن پہلے تک کہتی رہیں۔ ایک، کھو چکا ہوں دوسری کو اس طرح کیسے ...!"

"چلی جائیے اماں جان۔"

دونوں نے اصرار کیا۔ ایک برقعہ لے آئی۔ دوسری سینڈل پہنانے لگی۔ وہ بت بنی کھڑی رہیں۔

"ارے تم کالج نہیں گئیں۔"

"یونیفارم کہاں ہے؟"

"ہوں تمھاری نہیں میری غلطی ہے ــــ آج ہی یونیفارم سلتی ہے۔ اماں جان کے ساتھ چلو گی میڈیکل انسٹی ٹیوٹ۔"

انھوں نے ماں کی طرف دیکھا۔

"نہیں تم لوگ گھر میں رہو ــــ کورس کی کتابیں نکالو کچھ پڑھو لکھو۔"

ان کے چہرے کھِل گئے۔

اس نے گاڑی روک کر جوس پلایا اور اصرار کر کے برقعہ اتار دیا۔ وہ دوپٹے میں برقعے کی طرح چھپ کر بیٹھ گئیں۔ نظریں نیچی کیے۔

"میں نے اپنے گھر تار بھی دلوایا خط بھی بھیجا لیکن کوئی جواب..."

"آپ فکر نہ کریں۔ رایٹ کی وجہ سے سب نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ دو ایک دن دیکھ لیجئے پھر میں خود چلا جاؤں گا۔"

"تم چلے جاؤ گے کہاں؟"

"آپ کا خط لے کر آپ کے گھر۔"

آنکھیں شکر گزاری سے بھیگنے لگیں۔

سفید کوٹھی کی سفید دیواروں اور دروازوں اور فرنیچر کے سفید کمرے میں ایک ادھیڑ عمر کی بھاری بھرکم عورت گلے میں آلہ ڈالے بیٹھی تھی۔ وہ اسٹول پر بیٹھ گئیں۔ وہ آنکھیں اور زبان دیکھتی رہی۔ نرس نے ٹمپریچر لے لیا۔ پھر دوسرے اندھیرے کمرے میں لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ پہنچی۔ راجہ کو روک دیا گیا۔ کپڑے اتار دیئے گئے۔ ایک ایپرن پہنا دیا گیا جو گھٹنوں سے بالشت بھر اونچا تھا اور بازو کھلے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ وہ میز پر لٹا دی گئی۔ مشین اس کے قریب آگئی۔ دور ہو گئی۔ ایپرن بھی اتر گیا۔ مشین پھر قریب آگئی۔ نیچے اتار لی گئی۔ ایپرن پھر پہنا دیا گیا۔ لائٹ آن ہوئی۔ راجہ اندر آگیا۔ وہ لیڈی ڈاکٹر کے پیچھے چھپ

گئی۔ راجہ آنکھیں نیچی کیے کھڑا تھا۔

"ارے اپنے شوہر سے پردہ کرتی ہو۔ بیوقوف۔"

وہ لرز کر رہ گئی اور چاروں طرف اپنے کپڑے دیکھنے لگی۔ لیڈی ڈاکٹر نے اس کا بازو پکڑا اور اپنے کمرے میں لے آئی۔ اسٹول پر بٹھا دیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"تم نے بہت اچھا کیا کہ لے آئے۔ مرض سخت ہے مگر اچھی ہو جائیں گی۔ ایک ہفتہ لگے گا لیکن نرسنگ ہوم میں رہنا پڑے گا۔ پانچ سو روپے روز وارڈ کے ہوں گے اور ایک اسپیشلسٹ کو بھی دکھلانا چاہوں گی۔ دو سو روپے اس کے ہوں گے — ٹسٹ سارے ہوں گے — وہ الگ۔"

"میں کتنا روپیہ جمع کر دوں؟"

"چار ہزار۔"

اس نے بیگ کھولا۔ گڈی نکالی — اور روپے گننے لگا۔

وہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں سن رہی تھیں لیکن کچھ بھی نہ دیکھ رہی تھیں کچھ بھی نہ سن رہی تھیں۔ ایک نرس چھوٹے سے گلاس میں ایک دوا لے کر آئی۔ بدمزہ اور بدبودار۔ اس نے پی لی۔ دو چار گولیاں جو اس نے دیں پانی کے گھونٹ سے اتار لیں۔

ان کے ساتھ کون رہے گا۔ دن میں نرس رہے گی۔ رات میں خود رہوں گا۔

اس نے کہیں دستخط کیے، کہیں کرائے۔ کچھ رسیدیں پھاڑ کر لے

دے دیں ۔ نرس انھیں اٹھا کر ایک تیسرے کمرے میں لے گئی ۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر دکھایا ۔

" تم کو اس برتن میں، یورین اور اس میں اسٹول دینا ہے ۔ اس پر لیٹ جاؤ چپ چاپ —— جب یورین مل جائے گا تب پھر ٹسٹ ہوگا۔"

" میرے کپڑے ۔"

" کیا کپڑے کپڑے لگائے ہے ۔ یہاں کون ہے ۔ یہ تیرا ہسبنڈ ہے ۔ اور عورتیں ۔"

اس نے بڑی حسرت سے راجہ کو دیکھا ۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا ۔

" کیوں پریشان ہو رہی ہو آنٹی ؟"

" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں کل آکر داخل ہو جاؤں ؟"

" نہیں ہو سکتا کہ گھر پر ان دواؤں کا ری ایکشن ہوا تو جب تک یہاں آؤ گی ٹیں ہو جاؤ گی اور سارا روپیہ ضبط ہو جائے گا ۔"

اور نرس نے نکل کر دروازہ بند کر دیا ۔

" تم کہو تو میں بہنوں کو لے آؤں ۔"

" نہیں —— ان کو وہیں رہنے دو اور تم بھی وہیں رہو ۔ میں یہاں ۔"

" یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری آنٹی اکیلی پڑی رہے نرسنگ ہوم میں ۔"

اور اس نے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے جو جل گئے ۔ وہ کانپ گئیں ۔ بیشانی چومی تو سنبھل گئیں ۔

" تمھارا جی چاہے تو تم باہر بیٹھ جاؤ ۔"

"نہیں میں تمھارے پاس بیٹھوں گا۔"

وہ چپکلی سے ایپرن کو تھامے ہوئے تھیں۔ پھر لیڈی ڈاکٹر آگئی۔

"تم ان کا سامان لے آؤ — یہ پرچہ ہے — نرس بیگم صاحبہ کو لٹاؤ — لے جاکر۔" اور دروازہ بند کرلیا۔

وہ اٹھیں تو لہرا گئیں۔

"میں بہنوں کو لے کر شام میں آتا ہوں۔"

"نہیں سات بجے سے آٹھ بجے تک تمھارے علاوہ کوئی آسکتا ہے۔ نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔"

نرس نے حکم سنایا اور اس کا بازو تھام لیا۔ راجہ چلا گیا۔ وہ میز پر لیٹی تو سارا کمرہ روشن ہو گیا۔ نرس باہر چلی گئی۔ لیڈی ڈاکٹر فوٹو گرافر کی طرح اسے دیکھتی رہی۔ پھر ایک دروازہ کھلا اور وہ آگیا اونچا پورا بیکا مرد۔ سفید پتلون، سفید قمیص، قلموں کے بال سفید ہونے لگے تھے۔ اس سے آنکھیں ملیں تو وہ مچل گئیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے دونوں شانے پکڑ کر دبا دیئے۔

"چپ چاپ لیٹو — یہ ڈاکٹر ہے — رانیوں کے لڑکے پیدا کراتا ہے۔"

اس نے اپنا سر ڈال دیا۔ اس کے گرم ہاتھ اس کی آنکھوں سے زیادہ شریر تھے اور وہ دونوں کے رحم و کرم پر تھی۔ لیڈی ڈاکٹر سے انگریزی میں کچھ کہا اور وہ چلی گئی۔ اس نے مشین اور اونچی کر دی۔ اسے اٹھا

کر کھڑا کیا — کمرے میں چلاتا پھراتا رہا۔ جب وہ تھکنے لگی تو اسے لے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا جس میں ایک چوڑا سا بیڈ پڑا تھا۔ سامنے کا دروازہ دالان میں کھلا تھا۔ دیوار کے نیچے پھولوں کی باڑھ لگی تھی۔ وہ قالین پر کھڑی تھی لیکن پنڈلیاں جیسے لرزی جا رہی تھیں۔ سر گھوما جا رہا تھا۔ ہاتھ پیر سن ہو رہے تھے۔

"کیا نام ہے تمھارا؟"

"سلمیٰ۔"

"تمھاری طرح ہی خوبصورت ہے۔"

اس نے اپنی پوری طاقت مجتمع کر کے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ "ڈاکٹر صاحب میں ایک بدنصیب عورت ہوں۔ مجھ پر رحم کیجیے۔ میری بیٹیاں ہیں۔"

"بیٹیاں — تم جھوٹ بولتی ہو۔ میں نے سیکڑوں بچے پیدا کرائے ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے پیٹ پر جھریاں پڑ جاتی ہیں، جھائیاں ہو جاتی ہیں، کھال لٹک جاتی ہے جھول جاتی ہے۔ پیٹ نکل آتا ہے۔ اب تم اپنے آپ کو دیکھو۔ کہیں سے تم ماں معلوم ہوتی ہو۔"

وہ دیکھنے لگی۔

"تمھاری بیٹیاں اگر ہیں تو کیا حرج ہے۔ میں اپنا آپریشن کرا چکا ہوں۔ تمھاری بیٹیاں میری بھی بیٹیاں ہوں گی۔ دیکھو میں تمھیں خراب کرنا چاہتا تو کر چکا ہوتا۔ یہ جھگڑا ہی کیوں پالتا۔ لیکن میں کھرا اور مرد

آدمی ہوں شاعر وائر نہیں ہوں جو تم کو لچھے دار باتوں کے جال میں پھانس لوں۔ میں بالکل ایمانداری سے کہتا ہوں کہ ایک عمر سے تمھاری جیسی عورت کے انتظار میں تھا۔ تم آج ملیں اتفاق سے تقدیر سے تو میں نے تمھارے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا" اس کو کچھ تسلی سی ہوئی۔

"کیا سر چکرا رہا ہے؟"

"ہاں — دیر سے چکرا رہا ہے"

"یہ دوا ذرا تیز ہوتی ہے۔ لیٹ جاؤ" اس نے لٹا دیا لیٹ گئی۔ اس نے سینے سے لگا لیا لگ گئی۔ پھر آنکھیں بند ہونے لگیں۔

جب آنکھ کھلی تو وہ آرام کرسی پر بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ دھوئیں کے چھلے بنا رہا تھا۔

"اٹھو — کھانا کھاؤ"

اس نے ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا۔

"ایک بات کہوں؟"

"تم جو کچھ کہتے ہو وہ اگر سچ ہے تو میرے کپڑے مجھے دے دو"

"ادھر آؤ" اس نے کھڑکی کھولی۔ سامنے اس کا سوٹ سوکھ رہا تھا" میں نے دھو کر پھیلا دیا ہے۔ سوکھ جائیں پہن لینا"

"مجھے کچھ دے دو"

"میں کیا دے دوں۔ نہ میں شادی شدہ ہوں نہ بدچلن کہ عورتوں کے کپڑے میرے گھر میں ہوں — ہاں تم میرا گاؤن پہن سکتی ہو لیکن پہلے

کھانا کھاؤ۔"

وہ کھانے کی میز کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

"ایک بات بتاؤ — تم جیسی میرے پاس لیٹی تھیں ویسی ہی اٹھی ہو۔"

"ہاں۔"

"یہ میری سچائی کا ثبوت ہے یا بدمعاشی کا؟"

"آپ مجھے گاؤن پہنا دیجئے پھر جو آپ کہیں گے وہ..."

"سچ مچ۔" پہلی بار اس کے لہجے اور الفاظ میں سکون محسوس ہوا۔ اس نے لپک کر الماری سے گاؤن نکالا اور جلدی سے اس کے شانوں پر ڈال دیا۔ اس کے ہونٹوں کی لکیر لمبی ہوگئی۔ وہ اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ جو اس نے کھلایا کھا لیا۔

"آپ راجہ میاں کو کب سے جانتے ہیں؟"

"جب وہ ننگا پھرا کرتا تھا — اس سے شریف لڑکا پوری دلّی میں نہیں۔ آج تک میں نے کیا کسی نے اسے کسی لڑکی کو پلٹ کر دیکھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ کبھی کبھی مجھے ڈر لگنے لگتا ہے۔"

"کیا؟"

"کہ وہ مرد ہے یا نہیں۔"

اس نے اپنے ابرو اوپر چڑھائے لیکن آنکھیں اطمینان سے جھک گئیں۔

"سچ کہہ رہا ہوں مجھے ڈر ہے — اچھا اب اٹھو تم ہاتھ منہ دھو۔

تم سے باتیں کرنا ہیں بہت سی۔ وہ اس کے پہلو میں اس طرح چلی جیسے برسوں سے چلتی آئی ہو۔

"میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ جو مرض تم کو ہے اس کا معالج پوری دلی میں ایک ہے۔ یعنی میں۔ اگر تم نہ آئیں میرے پاس تو ہفتے دس دن میں..."

"کیا مرض ہے مجھے؟" اس نے بے نیازی سے پوچھا۔

"پہلی بات یہ کہ فیصلہ پرسوں ہو گا کہ تم کو کیا مرض ہے۔ دوسری یہ کہ اس کے بعد بھی جب تک تم رو بہ صحت نہ ہو گی تم کو بتلایا نہیں جائے گا۔

"اللہ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

"میں نے تمھاری ضد پوری کر دی تم میری ضد پوری ہونے دو۔" اس نے گاؤن اتار کر کونے میں پھینک دیا۔ اس نے اٹھ کر الماری کھولی اور ایک خوراک اور پلا دی ــــ اور اسے اپنے پہلو میں سمیٹ لیا۔ تھوڑی دیر بعد بڑی بڑی باتیں معمولی معلوم ہونے لگی تھیں۔ اندیشوں کے ارنے بھینسے کیڑے مکوڑے سے ہونے لگے تھے اور امیدیں گزوں بڑھنے لگی تھیں کہ گھنٹی بجی۔ اس نے گاؤن میں آستینیں ڈالیں اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے سوچا کہ دروازے میں سٹکنی لگا دے لیکن وہ لیٹی رہی۔ وہ ہڑبڑایا ہوا آیا۔ اسے بازو سے پکڑ کر جلدی سے اٹھایا اور ایک دوسرے کمرے میں لے جا کر گوڈریج کے پلنگ سے ایپرین اٹھایا اور اسے باندھنے لگا۔ "دیکھو راجہ آگیا ہے ــــ تم کو میرے سر کی قسم اس سے کسی بات کا ذکر

نہ کرنا۔ اس ایپرین میں تو وہ تمھیں دیکھ ہی چکا ہوگا۔"

وہ اس کی گھبراہٹ سے خوش ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد دستک ہوئی۔ وہ سمجھ گئی لیکن لیٹی رہی۔ پھر وہی دروازہ کھلا جس سے ڈاکٹر گیا تھا۔ راجہ کے قدموں کی چاپ کے ساتھ ڈاکٹر کی آواز آئی۔

"انجکشن لگنے کے بعد سے سو رہی ہیں ــــ میں نے ان کو اسی کمرے میں اسی لئے رکھ لیا ہے کہ ان کو آرام ملے اچھا میں ذرا چلتا ہوں۔ آپ جب جانے لگئے گا چوکیدار سے فون کرا دیجئے گا ــ بائے۔"

چٹخنی لگنے کی آواز آئی۔ پنڈلیوں پر ہاتھ سرسرائے تو اسے محسوس ہوا جیسے وہ کچھ تبدیل ہو رہی ہے۔ کہیں میٹھی میٹھی آگ سی روشن ہو رہی ہے ــــ ایک اذیت ناک لذت ایک لذت ناک اذیت ــــ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"ارے راجہ تم ــ کب آئے؟" راجہ نے اس کا منہ سونگھ لیا۔ الکوحل کی بو سے خوش ہوا۔ "تم بولتے کیوں نہیں ــ لاؤ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

اس نے لفافے سے پھل نکال نکال کر اس کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ وہ سنگترے کا چھلکا اتار رہی تھی کہ راجہ نے اس کا چھلکا ایپرین اتار دیا۔ اس کا منہ ایک لمحے کے لئے کھلا ــــ اس نے فرش پر ایپرین کو دیکھا پھر منہ چلنے لگا۔ پھر نگاہ واپس آگئی۔ وہ کھاتی رہی۔ راجہ کچھ کہتا رہا۔ وہی کچھ کہہ رہا تھا جو ابھی ڈاکٹر کی زبان سے سن چکی تھی۔ آواز، لہجہ،

الفاظ مختلف تھے لیکن مطلب ایک۔ یہ مطلب بھی عجیب چیز ہے کسی عورت پر کوئی نگاہ پڑے مطلب ایک۔ ادھر مطلب پورا ہوا ادھر نگاہ پھر گئی۔ تو اگر جلدی سے مطلب پورا کر دیا جائے تو نگاہوں کی موٹی موٹی پھولی پھولی مکھیوں سے نجات مل جائے۔

"ایک بات کہوں"۔

"اور اتنی دیر سے کیا کر رہے تھے میرے راجہ"۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ تم میرے ساتھ گھر چلو مجھے اس کی سالے کی نگاہ بری لگ رہی ہے"۔

"کیا تم لوگوں کی نگاہوں میں فرق ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم مجھے کوئی تمیز نہیں ــــ میں پردے کی بیٹھنے والی نگاہیں کیا جانوں۔ دو دو نقابوں کو چیر کر آتے آتے نگاہ کمبخت جو تھائی بھی نہیں رہ جاتی اور شوہر ایسا دیا خدا نے کہ لالٹین کی روشنی میں بھی کبھی جمپر نہ اتارنے دیا ــــ تم کہتے ہو تو چلو تم میرے راجہ ہو ــــ آج سے ــ سچ"۔

اور اس نے راجہ کی گردن میں باہیں ڈال کر گال چوم لئے اور راجہ جو اسے تول ناپ کر بچنت ہو چکا تھا کھل گیا۔ دوسرا کمرہ کھول کر برقعہ اور پرس اٹھا لایا۔ پرس میں زیور اور پیسے موجود تھے اسی طرح۔

"میرے کپڑے ڈاکٹر نے دھو کے پھیلائے تھے ابھی سوکھے نہیں ہیں ــــ کیا پہنوں ــــ"

"میں کپڑے لایا ہوں اپنی رانی کے لئے"۔

"اے سچ ـــ اتنا چھوٹا سا راجہ اور اتنی بڑی سی رانی۔ کیا جوڑ ملایا ہے بھان متی نے۔"

"یہ میکسی پہن کر برقعہ ڈال لو۔"

"اے میں تو ایسے ہی برقعہ ڈال لیتی اگر میرا راجہ کہتا ـــ سچ ـــ تم بھا گئے ہو مجھے۔ پہلی بار زندگی میں پہلی بار کوئی مرد ملا ہے تمھارا ایسا۔"

اور اس نے پھر چوم لیا۔

گاڑی اوبرائے کے برابر آئی تو اس نے راجہ کی ران پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ کون سی عمارت ہے؟"

"اوبرائے۔"

"اللہ اس میں کبھی گیا ہے تو ـــ بڑے ذکر اذکار سن رکھے ہیں۔"

"کیا سنا ہے؟"

"سنا ہے یہاں ناچ ہوتا ہے مردوں اور عورتوں کا۔"

"ہوتا ہے لیکن یہاں نہیں ہوتا۔"

"کہاں ہوتا ہے بھلا؟"

"کئی جگہ ہوتا ہے پوری دلّی میں ـــ تم دیکھو گی۔"

"اگر چرا کے دکھا دے تو مزہ آجائے زندگانی کا۔"

اور اتنے زور سے چٹکی لی کہ وہ اچھل پڑا۔

"دکھلا دوں گا۔"

"وعدہ ـــ مرد کا وعدہ۔"

"چل دیکھوں گی تیرا وعدہ۔"

گاڑی دروازے پر رکی تو وہ نیچے تلے قدم رکھتی ڈیوڑھی میں داخل ہوگئی۔ کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ دونوں اپنی اپنی مسہریوں پر سورہی تھیں۔ وی سی آر کا پلگ سوئچ بورڈ میں لگا تھا۔ نیچے قالین پر بلاقن بوا سو رہی تھیں۔ اس نے زینے پر راجہ کا ساتھ دیا۔

"کیا پیو گی؟"

اس نے برقعے سے نکال کر پوچھا۔

"جو میرا راجہ پلائے گا پی لوں گی۔"

"پی لوگی۔"

"پلا کر تو دیکھے۔"

"اگر لڑکیاں آگئیں اوپر۔"

"کیوں آئیں گی۔ بلاقن کے ساتھ بھیج دے فلم دیکھنے شرابی چل رہی ہے۔"

وہ فریج کھول رہا تھا کہ اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"ذرا رک جا — میں نہالوں۔"

"اوہوں میں نہیں — ہم نہالیں۔"

"چل یوں ہی سہی۔"

باتھ روم کا دروازہ بند ہوا تو وہ کھل گئی۔

"تجھے میری کون سی بیٹی پسند ہے۔"

وہ ٹب میں اترتے اترتے تھم گئی ــــ وہ ہل گیا۔

"دونوں"۔

"خیر ہوئی کہ تو نے مجھ کو بھی شامل نہیں کر لیا ــــ ایک بات بتا"۔

"سچ کہہ رہا ہوں ــــ جس سے تم کہو گی اس سے شادی کر لوں گا"۔

"جہیز کیا لے گا؟"

"جہیز ہی میں تو میں نے تم کو لے لیا"۔

انھوں نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"سال میں تو جس دن سچ بولتا ہے وہ آج ہی کا دن ہے"۔

"تم یہی سمجھ لو"۔

"اس کو کیا دے گا؟"

"جو تم کہو"۔

"سوچ لو"۔

"اجی سوچتے ہیں نامرد ــــ میں مردوں کا مرد ہوں"۔ وہ چپ رہیں۔

"سات لاکھ دے سکتے ہو؟"

"میرے ساتھ آ"۔

وہ اسے لئے ہوئے بڑے کمرے میں آ گیا۔ اسے بیڈ پر بٹھا دیا۔ بیڈ کے نیچے سے جھک کر لمبا چوڑا سوٹ کیس نکال کر کھول دیا۔ پہلے سات نکال لے پھر میرے ساتھ ٹب میں لیٹ"۔

"نا ــــ یہ تو بلیک ہوگا"۔

اس نے سوچا ــــ پھر مسکرا کر بولا۔

"واہٹ چاہتی ہے"

"ہاں پورا واہٹ"

"پھر میں کبھی تم سے واہٹ میں جہیز وصول کروں گا"

"کوڑی کوڑی وصول کراؤں گی"

اس نے الماری کا لاکر کھولا۔ چیک بک نکالی اور چیک لکھ دیا۔ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اسی طرح کھڑی رہی۔

"پہلے رسید لکھو کہ تم نے شیخ راقم کی بیوہ سلما خاتون سے سات لاکھ روپئے میں ہیرے کا ایک ہار خریدا ہے اور یہ چیک اس کی قیمت میں دیا ہے"

اس نے پیڈ کا کاغذ پھاڑ کر لکھ دیا۔ ٹکٹ لگا دیا۔

اس نے دونوں کاغذ اپنے پرس میں ڈال لئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹب میں اتر گئی۔

باہر نکلا تو ہانپ رہا تھا۔ وہ اپنے سوٹ کیس کے پاس تھیں تو اس نے دبوچ کر گھسیٹ لیا "پورا میک اپ کرو گی آج؟"

اور سنگھار میز کے سامنے بٹھا دیا۔

"ایک شرط ہے"

"بلاقن نہیں آئے گی یہاں یا مجھے باہر لے چل"

"منظور دونوں منظور"

کہتا ہوا لنگی کی مرّی لگاتا وہ نیچے اتر گیا۔ اس نے چیک چور خانے میں رکھ دیا۔ جب واپس آیا تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ اس نے ساری لائیٹس آن کر دیں۔ اس کے میک اپ کا جائزہ لیا۔ ذرا سا گہرا کر دیا۔ فریج سے بوتل اور بیگ سے فلم نکالی۔ فلم کے ساتھ ساتھ گلاس چلنے لگے۔ دو گھونٹ چڑھانے کے بعد وہ بولی۔

"تو مجھے بیہوش کرنا چاہتا ہے"

"نہیں تو — ہوش میں رکھنا چاہتا ہوں"

"تو میرا گلاس بھی تو ہی خالی کر"

اس نے گلاس اٹھا کر خالی کر دیا۔

فلم ختم ہونے سے پہلے وہ اس کے زانو پر ڈھیر ہونے لگی۔ اس نے اٹھا کر تکیے پر رکھ دیا۔ نیچے سے کھانے کی کشتی بنا کر لایا۔ دونوں نے بھوکے گھوڑوں کی طرح کھایا۔ وہ پانی پی کر تکیے پر ڈھیر ہو گئی۔ اس نے غسل خانے سے کیمرہ لا کر ایڈجسٹ کیا اور چھتیس پوز لیے۔ کیمرہ، ٹائمنگ اور ریل نکال کر بیگ میں رکھ دی اور دوسرے کمرے میں جا کر فون اٹھا لیا۔ نمبر ملائے۔ دیر کے بعد ریاض کی آواز آئی۔

"کیا حال چال ہیں؟"

"انڈے دے دیئے دونوں نے"

"چاندی کے یا..."

"اجی سونے کے اور دو دو اور بطخ کے برابر برابر"

اس نے حوض خاص کا نمبر ملایا تو کاظم نے اٹھایا۔

"تمھارے یہاں کا کیا حال ہے؟"

"سب فٹ فاٹ ہے — شام کو حضرت جی کے دو مرید یہاں آگئے آپ کو پوچھتے آپ تھے نہیں۔ دردانہ اور رخسانہ نے ان کی وہ خاطریں کی ہیں کہ نہلے پڑے ہیں دونوں۔"

"کھانا ہو گا۔"

"ہونے والا ہے۔"

"تو بس کھانا کھلا کر رخصت کر دو۔"

جب وہ غافل ہو گیا تو وہ اٹھی۔ بیگ سے ریل نکالی۔ باتھ روم میں جا کر پوری لائٹیں آن کیں۔ ریل کھول کر خراب کی۔ بند کر کے پوری احتیاط سے اسی جگہ رکھ دی۔ گھڑی دیکھی۔ دو بج رہا تھا۔ ننگے پاؤں نیچے اتری۔ بیٹیوں کو دیکھا۔ ان کے سوٹ کیس کھولے۔ ان کے سوٹ دیکھے۔ تہ کیے رکھ دیے۔ اوپر چلی آئی۔ اسی طرح اس کے سینے سے لگ کر سو گئی۔

اس کی چھیڑ چھاڑ سے آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ نہائی۔ اس کے ہاتھ سے میک اپ کرایا۔ اس کی پسند کی امپورٹڈ میکسی پہنی جو کمر کے اوپر منڈھی ہوئی تھی اور نیچے لہریں لے رہی تھی۔ آدھی ننگی پشت بالوں سے چھپائی۔ اسٹول سے اٹھی ہی تھی کہ بتولن چائے اور ناشتے کی کشتی دالان کی میز پر رکھ کر چلی گئی۔ اس نے ٹی کوزی ہٹا کر ایک چمچ شکر ڈال کر چائے بنائی۔ اس کی پیالی اس کے ہاتھ میں دی اور ناشتے کی پلیٹیں سامنے لگا دیں۔

وہ ناشتے کے ساتھ انصاف کر رہا تھا۔ وہ ساتھ دے رہی تھی۔

"تم نے میرے مکان کے متعلق کیا سوچا؟"

"جو کہو وہ سوچ دوں۔"

"میں اسے بیچنا چاہتی ہوں۔"

"بک جائے گا۔"

"کتنے میں بھلا بک جائے گا؟"

"جتنے میں چاہو گی۔"

"سچ بتاؤ۔"

"سچ ہی کہہ رہا ہوں۔"

"ایک لاکھ میں بک جائے گا؟"

"ڈیڑھ لاکھ میں بک جائے گا۔"

"تو بات کرو۔"

"ہو جائے گی۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"کہاں جا رہا ہوں؟ ایک سو ایک کام پڑے ہیں کل سے اور میں تمھارے کولھے سے لگا بیٹھا ہوں۔"

اور وہ کھڑا ہو گیا۔

"کب آؤ گے؟"

"جب آپاؤں گا۔"

"شام تک؟"

"شاید۔"

اس کے نکلتے ہی وہ باتھ روم میں گھس گئی۔ باہر نکلی تو چہرے پر
بیوگی تھی لباس پر غریبی۔ بیڈ کے نیچے سے اس کا سوٹ کیس نکالا۔ ربر بینڈ
میں بندھی ہوئی گڈیوں میں سے تھوڑے تھوڑے نوٹ نکال کر ایک گڈی
بنائی۔ پرانے پرس میں رکھی۔ چیک بک اور رسید کاغذ میں لپیٹ کر بریزیر
میں دبائی اور برقعہ اٹھا کر نیچے اتر گئی۔ لڑکیوں سے تھوڑی باتیں کیں کچھ
ہدایتیں دیں اور کھڑی ہو گئی۔

"اے جی کہاں سویرے سویرے؟" بلاقن بوا نے راستہ کاٹا۔

انھوں نے بلاقن بوا کے کان میں کہا "کل سے تکلیف ہے ڈھیروں۔ ذرا
بقائی والوں تک جا رہی ہوں۔"

گھر سے نکلتے ہی متھرا داس بیرسٹر کی حویلی پر اتر پڑیں۔ رکشے کا کرایہ
ادا کیا۔ ڈیوڑھی کے برابر والے کمرے میں جمنا داس کچہری لگائے بیٹھے تھے۔
وہ سوالیہ نشان بن کر کھڑی ہو گئیں۔ وہ کرسی سے اٹھے۔

"آپ؟"

"میں آپ کے استاد شیخ راقم علی کی بیوہ ہوں۔"

"ارے آپ نے یہ کیا کیا ماسٹرنی جی آپ تو عدت میں ہیں۔"

"بیشک ہوں بیٹا لیکن بپتا ہی ایسی پڑی۔"

"ارے آپ نے جھوٹوں خبر کر دی ہوتی۔ آدھی رات کو آتا، ننگے پاؤں آتا۔"

"تم بیشک آجاتے۔۔۔ لیکن پیچ پڑ جاتے۔"

"آئیے اندر چلئے ۔۔۔ دیکھو جی ۔۔ اب جو کچھ ہوگا کچہری میں ہوگا۔"

اس نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ بیوی کو بلا کر لایا۔ نوکروں کو حکم احکام دیئے اور سامنے اسٹول کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"حکم ماسٹرنی جی، حکم کیجئے۔"

"تم جانتے ہو شیخ جی کے باپ بڑے آدمی تھے۔"

"ہاں کبھی بڑے آدمی تھیں ماسٹرنی جی۔ ہم سب جانتے ہیں۔"

"ان کے خاندان کی دھروہر تھی میں نے بیچ دی تیری بہنوں کی کالی تقدیر اجالنے کے لئے۔" اور دونوں کاغذ دے دیئے۔

"اب تم بیٹا یہ بتاؤ کہ اس چیک کی قانونی حیثیت کیا ہے؟"

"چیک چیک ہے ماسٹرنی جی ۔۔۔ وصول ہوگا۔"

"اگر وہ مکر جائے؟"

"جی کیا فرمایا آپ نے ۔۔۔ مکر جائے ۔۔۔ تو گھر کھدوا کے ہل چلوا دوں گا ہل ۔۔۔ ماسٹر جی زندہ ہوتے تو اور بات تھی۔ اب آپ ہیں میری ماں اور وہ ہیں نہیں ۔۔۔ سمجھ لیا آپ نے۔"

"بنواری!"

"ہاں جی۔"

"جو کچھ لانا ہے جلدی لاؤ اور گاڑی لگواؤ۔"

"تو بیٹا بینک چلوں تمھارے ساتھ؟"

"ابھی چلتا ہوں ابھی ذرا منھ جُٹھال لیجئے پہلے آپ۔"
بیوی تسلیاں دیتی رہیں۔ اصرار کر کر کے کھلاتی رہیں۔ پان پیش کیا تو ٹھنڈی سانس بھری۔
"کبھی کھاتی تھی — اب بیوہ ہوگئی ہوں اچھا نہیں لگے گا۔"
اتنے میں وہ گاؤن لے کر آگیا۔ بیوی نے شانہ پکڑ لیا۔
"سنئے رائے صاحب جو ماسٹرنی جی کہیں گی وہی ہوگا۔"
"اجی وہی ہوگا — بھگوان چاہیں گے ابھی ہوگا۔"
اس نے ان کو پیچھے بٹھایا خود ڈرائیور کے پاس بیٹھا اور بینک پر اتر پڑا۔ چیک پیش ہوا۔ انگوٹھا لگا۔ دستخط بنے۔ شناخت اور تصدیق ہوئی۔ چیک کیش ہوگیا۔ بیرسٹر کے مشورے پر ڈھائی ڈھائی لاکھ لڑکیوں کے نام اور دو لاکھ ان کے نام جمع ہوگیا۔ کتابیں مل گئیں۔ وہ انھوں نے اسی کو سونپ دیں اور دعائیں دیتی رکشے پر سوار ہوگئیں۔ بقائی والوں کے یہاں سے دوائیں بندھوائیں اور مرے مرے قدموں سے گھر میں داخل ہوئیں تو جانماز پر دیر تک سر ڈالے پڑی رہیں۔ اٹھیں تو لڑکیاں مڈی اور چوڑی دار پہنے ان کے پہلوؤں میں بیٹھی تھیں۔ اس نے دونوں کو لپٹا کر پیار کر لیا۔
کھانا کھا کر کمر سیدھی کی تو آنکھ جھپک گئی۔ لڑکیاں انتظار کر رہی تھیں کہ یہ سوئیں تو فلم لگے۔ بلاقن بوا پنکھا لگائے باہری دالان میں نماز کی تیاری کر رہی تھیں کہ راجہ آگیا۔ اس نے دونوں کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور زینے میں گھس گیا۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ ___ ایک شہزادے سے ملا دوں تم کو۔"

"ہائے اللہ ___ ہم تو آپ کے ساتھ بس گھومنے جائیں گے ہاں۔"

"اچھا جاؤ چپکے سے ٹاپ اور اسکرٹ نکال لاؤ دونوں۔"

"اور جو اماں جان ...؟"

"اجی وہ سو رہی ہیں۔ پھر تم کو برقعہ پہنا کرلے چلیں گے۔ دروازہ پر گاڑی لگی ہے۔ جلدی کرو۔ وقت بہت کم ہے۔"

عذرا سوچتی رہی۔ نجمہ لپ چھپ گئی اور سب کچھ نکال کرلے آئی۔ ایک غسل خانے میں گھس گئی، دوسری دوسرے کمرے میں اور وہ اپنے کمرے میں اپنا بیگ بناتا رہا۔

دونوں نے ڈیوڑھی میں سینڈل پاؤں میں ڈالے اور پردہ لگی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر اس کے پہلوؤں میں بیٹھ گئیں۔ بوڑھے ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی تو ٹرانسسٹر بجنے لگا۔ انھوں نے ڈھیلے ڈھالے موٹے جھوٹے برقعے اتارے تو آنکھیں چوندھیا گئیں۔ اس نے بیچ کی درازیں کھینچ دیں۔ بیگ سے تھرمس اٹھا کر ایک ایک کپ بھر کر دونوں کو پلایا۔ جو بچا وہ خود انڈیل لیا۔

جب آزاد پور کی کوٹھی پر وہ اتریں تو سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"ہائے اللہ یہاں کیوں آپ آ گئے؟"

"ارے یہاں فلمیں بہت عمدہ ہیں اور شہزادہ بھی تو یہیں آئے گا ___ اور اگر تم فلم نہ دیکھو تو کہیں اور چلیں لیکن پھر شہزادہ نہیں آئے گا ہاں۔"

"نہیں جی میں کہیں نہیں جاتی — آپ مجھے فلم دکھائیے — یہ جائیں تو جائیں۔"

فلم لگی — تو تھوڑی ہی دیر میں دونوں کے ہوش اڑ گئے۔ کبھی آنکھیں بند ہو جاتیں کبھی کھل جاتیں۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہ پائی تھیں کہ دروازہ کھلا اور ایک گورا چٹا ٹین ایجر قمیص پتلون پہنے کمرے میں آگیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کر دی

"آؤ — چاند آؤ —" ان سے ملو یہ عذرا ہیں یہ نجمہ ہیں — دروازہ بند کر لو۔ ادھر ہی آجاؤ۔"

وہ نجمہ کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ لائٹس آف ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ عذرا کو اٹھا لایا۔ نجمہ نے آنکھوں کے گوشے سے بھی نہ دیکھا کہ وہ چاند کی انگلیوں کا جادو دیکھ رہی تھی۔ عذرا کمرے میں آتے ہی اس کے اشاروں پر ناچنے لگی۔ تھوڑی دیر میں وہ خود اس کے اشاروں پر ناچنے لگا۔

جب وہ گاڑی میں بیٹھے تو سڑک پر قمقموں کی قطاریں روشن ہو چکی تھیں۔ عذرا کی آنکھوں سے آسودگی اور فتح کی مستی ٹپک رہی تھی۔ نجمہ کی آنکھیں بھڑک سے انگارہ بنی ہوئی تھیں۔

گھر پہنچا کر وہ اپنے کمرے میں کپڑے تبدیل کر رہی تھیں۔ بلاقن بوا چائے کی کشتی لے کر نیچے آرہی تھیں۔

"تم کھانا لگواؤ — عذرا اور آنٹی کو خوب عمدہ بنا کر دودھ کا گلاس پلا دینا — سمجھ گئیں چھوٹی کو نہیں بڑی کو۔

"ہاں سمجھ گئی میاں سمجھ گئی۔"

وہ زینے سے نکلا ہی تھا کہ آنٹی نے آگے بڑھ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیئے۔

"اللہ آنکھیں پتھرا گئیں انتظار کرتے کرتے۔"

"ہوں — میں اپنے کتنے کام چھوڑ کر بھاگم بھاگ آیا تو رانی صاحبہ قیلولہ فرما رہی تھیں۔ مجبوراً عذرا اور نجمہ کو لے کر گھمانے چلا گیا۔"

"تو جگا لیتے — اچھا ایک پپّی دو جلدی سے۔"

"اور یہ پہنے کیا ہو؟"

"کس کے لئے پہنتی اب تم آئے ہو — تو سج بن لوں گی — چلو ایک شاور لے لو — پھر کھانا کھاؤ — تم نے دوپہر میں بھی کہاں کھایا ہوگا۔"

وہ اس کے ساتھ گھسٹتی ہوئی کمرے میں آگئیں۔ اس کو ان ڈریس کیا اور باتھ روم میں ڈھکیل دیا۔

جب وہ باہر نکلا تو سلما رانی بن چکی تھی۔ صبح والی میکسی اور میک اپ اور زیور پہنے اس کی باہوں کے حصار میں کسمسانے لگی، مچلنے لگی۔ زینے پر آہٹ ہوئی اور ہاتھوں سے پھسل گئی۔ وہ فریج کھولے گلاس بنا رہا تھا۔ صحن میں کھانا لگ رہا تھا۔

"آج میں نہیں پیوں گی۔" اس نے شانے پر ہلکے سے کاٹ لیا۔

"کیوں؟"

"کل کا خمار ابھی تک نہیں اترا ہے سارا دن پڑی رہی ہوں۔ تولیہ

کی طرح نچوڑ کر ڈال دیا تھا تم نے۔"

"اچھا میرے ساتھ ہی شریک ہو جانا۔" آواز میں فخر تھا۔

جب زینے کا دروازہ بند ہو گیا تو اس نے بڑے ناز سے بڑے دلار سے کھانا کھلایا۔ اپنے ہاتھ سے ہاتھ دھلائے اور کمرے میں لا کر بیڈ پہ لٹا دیا۔ ہلکے ہلکے پیر دبانے لگی۔ اس نے ہاتھ تھام لیے۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"کیا؟"

"تمھارا پیر دبانا۔"

"کیوں تم ہی تو ہو جس کے پیر دبانا مجھے زیب دیتا ہے۔ کتنی محبت کی ہے تم نے مجھ سے کتنا پیار لنڈھایا ہے مجھ پر۔" اس نے ایک پیر اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اٹھا اور فلم لگا دی۔ ابھی تھوڑی سی ہوئی تھی کہ بتولن بوا دودھ کا ایک گلاس لے کر آ گئیں۔ راجہ نے اٹھ کر لے لیا اور اس کے منہ سے لگا دیا۔ وہ گھونٹ گھونٹ پیتی رہی۔ وہ پلاتا رہا۔ پھر اٹھا زینے کا دروازہ بند کیا۔ دو چار فون کیے۔ اس کے پاس آیا تو وہ نیند یلی آنکھوں سے فلم دیکھ رہی تھی۔ وہ ٹہل کر نیچے آ گیا۔ بلاقن بوا دالان میں کھانا کھا رہی تھیں۔ اسے دیکھا تو سینی اٹھا کر دوسری طرف چلی گئیں۔ دونوں اپنے اپنے بیڈ پر لیٹی تھیں۔ عذرا سو چکی تھی، نجمہ جاگ رہی تھی۔ اس کے قدم رکھتے ہی سر اٹھا دیا۔ وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ ہاتھ بڑھا کر عذرا کے تلووں میں گدگدی کی لیکن وہ اسی

طرح پڑی رہی بے سدھ۔ اس نے اٹھا کر بٹھا لیا۔

"کیا بات ہے؟"

"سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"تھوڑا سا ٹھنڈا پی لو ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

اس نے فریج کھولا۔ خانے میں لیٹی ہوئی سوڈے کی بوتل سے ایک انگل گلاس بھرا اور ایک کین انڈیل دیا۔ وہ اسی طرح بیٹھی تھی گم سم۔ وہ اسے آہستہ آہستہ پلاتا رہا۔ وہ پیتی رہی۔ گلاس رکھ کر وہ اسے دوسرے کمرے میں لے آیا۔

"ایک بات پوچھوں سچ سچ بتاؤ گی۔"

"ہوں۔"

"چاند اچھا ہے کہ میں۔"

دیر کے اصرار کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

"چاند اچھا نہیں ہے۔"

"یعنی میں اچھا ہوں۔" اس نے گردن جھکا لی۔ پھر ایک بازو سے اسے سمیٹ کر گود میں بٹھا لیا۔

"میں نے چاند کو اس لئے بلایا تھا کہ شاید تم کو پسند آئے لیکن تم نے اسے پسند نہیں کیا ــــ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم مجھے پسند کرتی ہو ورنہ میں اس سالے کو گھر میں گھسنے بھی نہیں دیتا۔ کون سی فلم دیکھو گی جلدی سے بتاؤ ۔ آج میں خود تم کو فلم دکھاؤں گا، جلدی بولو۔"

"کوئی بھی۔"

"خانۂ خدا لگا دوں۔"

"نہیں ــــ وہ کئی بار کی دیکھی ہوئی ہے ــــ لیکن اماں جان!"

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ــــ وہ سوگئی ہیں۔"

"ورنہ آپ انھیں سے باتیں کرتے رہتے بیٹھے۔"

باقی لفظ اس کے ہونٹوں سے دوسرے ہونٹوں نے چھین لئے۔

فلم شروع ہوئی تو اس نے خود اٹھ کر دروازہ بند کر لیا اور اس کی گود میں آکر بیٹھ گئی۔

جب فلم ختم ہوئی تو اس کے کمسن جسم کی لذتوں کے حصول کا سبق شروع ہو چکا تھا۔

دوسری فلم لگی تو اس نے پہلے سبق کا آموختہ پڑھ لیا اور وہیں فرش پر اس کے بازو میں سوگئی۔ جب غافل ہوگئی تو بازو آزاد ہوگئے۔ سر کے نیچے گوشت کے بجائے روئی کا تکیہ آگیا۔

اس نے زینے کا دروازہ بند کیا۔ فریج کھول کر کچھ کھایا۔ کمرے میں آیا تو وہ اسی کروٹ سو رہی تھیں۔ گھڑی دیکھی بارہ بج چکا تھا۔ وہ بھی ان کو لپیٹ کر سوگیا۔

فون کی گھنٹی بجی۔ بجتی رہی۔ آنکھ کھلی تو اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ بمبئی سے ٹرنک کال تھا۔ اور وہ پورے حواس کے ساتھ بیدار ہو چکا تھا۔

"کون ہے رفیق ؟"

"ہاں جی ــــ راجہ میاں"

"ہاں ــــ راجہ ــــ بولو"

"حضرت جی آج شام پہنچ رہے ہیں دہلی۔ آپ کے پاس"

"سنا ــــ حضرت جی پہنچ رہے ہیں"

"سنا"

"سب چار آدمی ہیں"

"سنا"

"سنا"

"کوئی حکم"

"ہاں بچو سے کہو سب کے ساتھ فوراً سوار ہو جائے۔ فوراً۔ بلکہ تم خود سوار کراؤ چاروں کو"

"سمجھا"

"سمجھ گیا"

"فوراً عمل کرو"

اس نے فریج کھول کر پانی پیا اور فون لے کر بیٹھ گیا۔ دیر تک مختلف نمبر ڈائل کرتا رہا اور احکامات دیتا رہا۔ تاکید کرتا رہا۔ ابھی وہ ریسیور لئے بیٹھا تھا کہ سگریٹ ڈبے سے نکل کر منھ میں لگ گئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ روشنی میں سارا بدن چمک رہا تھا۔ بازو میں پڑی لٹ میں چاندی کے تاروں

پر نظر جم گئی۔

"کون آرہا ہے میرے راجہ؟"

"میرے پیر آرہے ہیں — حضرت جی۔"

"اللہ اس بالی عمر میں مرید بھی ہوگیا میرا یار۔"

"تم سے ملاؤں گا تو آنکھیں کھل جائیں گی۔"

"جس کی آنکھیں تم نے کھول دیں اس کی اب کیا کھلیں گی۔"

"رانی۔"

"جانی۔"

"یہ سفید بال تمھارے اچھے نہیں لگتے مجھ کو۔"

"کالے کرالوں — کہو تو مہندی لگالوں آج ہی منگاکر۔ خوب چڑھتی ہے مجھ پر۔"

"تم بنی ہو چڑھنے کے لئے — بس ذرا سا ڈر لگتا ہے۔"

"کیا؟"

"کہیں دولتی نہ مار دو — کمر سمیٹ کر پھینک نہ دو — گردن گھما کر کاٹ نہ لو۔"

"جو ڈرتا ہے وہ کچھ کر نہیں پاتا۔"

"اچھا سنو — میں چاہتا ہوں تم بھی تیار ہو جاؤ۔ عذرا، نجمہ کو اسکول چھوڑتا نکل چلوں گا تمھارے ساتھ۔"

"کہاں؟"

"تم کو زبان سے رانی کہا ہے تو رانی بنا بھی تو دوں۔"

"میں نکلوں تو لیکن۔"

"ارے ڈاکٹر کے یہاں جاؤ گی تم۔"

"ایک بات کہوں۔ تم ان کو اسکول چھوڑ آؤ۔ پھر چلو میرے ساتھ۔"

"جیسی تمھاری مرضی۔"

وہ نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے آتا جاتا رہا۔ چھوٹی سے چھوٹی بات پر غور کرتا رہا۔ سوچ سمجھ کر فیصلے کرتا رہا۔ نو بجتے بجتے سب مکمل ہو گیا۔ لڑکیاں یونیفارم پہنے کھڑی تھیں۔ وہ ان کو لے کر گاڑی میں اترا اور آزاد پور کی کوٹھی پر اتر گیا۔ ورانڈے میں وہ دونوں سجے بنے بیٹھے تھے۔

"عذرا — ان سے ملو یہ ہیں زماں اور یہ قمر۔"

"اور یہ نجمہ ہیں۔"

"یہ لو اپنے کپڑے تبدیل کر لو۔"

وہ دونوں الگ الگ کمروں میں چلی گئیں اس نے لڑکوں کو قریب بلایا۔

"فیکٹری سے ابھی نکلے ہیں دونوں ماڈل۔ بہت احتیاط سے گیئر بدلنا نہیں تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ کتنا روپیہ دیا ہے تم کو کاظم نے؟"

"پانچ پانچ ہزار۔"

"ٹھیک شاپنگ جانی پہچانی دوکانوں پر کرنا۔ ٹیکسی اسکوٹر بھی دیکھ بھال کر لینا اور اوراپنے کی طرف مت جانا۔ ہرگز۔

لڑکیاں ڈرائنگ روم میں میکسان پہنے جگمگا رہی تھیں۔

"ابھی تم لوگ جی چاہے فلم دیکھو — جب دوکانیں کھل جائیں تو شاپنگ کرادیں گے۔ اور دیکھو بھائی میری بہنوں کا خیال رکھنا۔ اچھا بائے۔ اور ہاں سنو۔ پورے سات دن ہیں تمھارے پاس۔"

سلما نیچے ہی اپنے کمرے میں ایک ایک ہتھیار سے لیس سفید ساری میں جھجھا رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی برقعہ پہن لیا۔

"بلاقن بوا میں ڈاکٹر کے یہاں جا رہا ہوں انھیں لے کر۔"

ان کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ سوار ہو گئے۔

"کہاں چلو گے؟"

برقعے سے نکلتے نکلتے پوچھا۔

"ڈاکٹر کے پاس بھی لے چلوں گا لیکن پہلے اوبرائے تو دیکھ لو۔"

"ڈاکٹر — بیچارہ — اچھا ہوا تم نے پال لیا۔ بمبئی پہنچ گیا ہوتا غلطی سے تو مونگ پھلی بھی نہ بیچ پاتا — اوبرائے تو سنا ہے رات میں دیکھنے کی چیز ہوتا ہے۔

"دن میں بھی دکھاؤں گا — رکاب میں پاؤں تو رکھنے دو۔"

اور اس کے ننگے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ ڈھلک آئی۔

لاونج کو دیکھتی جب کمرے میں داخل ہوئی تو ایک مرد نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

"یہ کاظم ہیں میرے یار — موتیوں کا بزنس کرتے ہیں۔"

" اور یہ ہیں رانی ___ میری رانی ___ میری جان "۔ کمر پر ہاتھ رکھ دیا۔

" جانتا ہوں "۔ اطمینان سے گردن ہلا کر کہا۔

" تم جانتے ہو!" اس نے حیرت سے پوچھا۔

" ہاں جتنا میں جانتا ہوں اتنا آپ بھی نہیں جانتے۔ یہ بھی مجھے جانتی ہیں پہچانتی نہیں ہیں "۔

" میں!" اس نے اپنے بلاؤز کے گریبان پر انگلی رکھ لی۔

" ہاں تم "۔

" تھوڑا سا پتہ نشان بتاؤ "۔

" تم سفید گھوڑے پر سوار ایک ڈاکٹر کے بستر پر اپنی چال دکھا رہی تھیں۔ میں نے بھی کاوے کاٹے ہیں ___ کمر جتنی لچکدار ہے اتنی ہی مضبوط ہے "۔

وہ سر سے پاؤں تک سوچ رہی تھی۔

" تو یارانہ بہت پرانا ہے کنوار پنے کا "۔ راجہ نے کمر پر ہونٹ رکھ دیے۔

" اچھا خیر سنو ___ تم ان کو موتیوں کا ایک سٹ خرید دو اور تھوڑی سی شاپنگ کرا دو۔ تم جانتے ہو کہ دوکاندار مجھے مونڈ لیتے ہیں۔ بیگ سے روپے کی گڈی نکالی تو کاظم نے ہاتھ پکڑ لیا۔

" آپ کی رانی ہیں تو آخر میں بھی تو ان کی پرجا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں سب ہو جائے گا لیکن معاملے کی بات سن لیں۔

" کہو "۔

"میں یار کی تلوار لیتا ہوں تو ننگی لیتا ہوں کہ کبھی کبھی میان سے نکالتے نکالتے ہاتھ زخمی ہو گیا۔

راجہ نے اسے ساری کے میان سے نکال دیا۔ وہ اپنے آپ میں سمٹ گئی۔

"اب میں جاؤں۔"

"نا — ایک بات آپ کے سامنے آپ کی رانی سے کہہ دوں۔"

"جلدی سے کہہ بھی چکو یار۔"

"میں یاروں سے یاری میں ڈنڈی نہیں مارتا — تو رانی جان یہ راجہ میاں ہیں شہزادے لیکن سوار ہیں اناڑی۔ گھوڑی پر بیٹھے تو سیدھی چال چلے اور اتر گئے۔ میں ہوں سوار، چابک سوار — ٹیڑھی چال چلتا ہوں۔ لگام کے اشارے پر۔" اور اس نے ٹکس پر دھپ لگا دی۔

"نہیں تو دوڑا دوڑا کر گھوڑی کی جان نکال لیتا ہوں۔"

راجہ کے نکلتے ہی اس نے چٹخنی چڑھا دی۔

بھر بھر آنکھیں دیکھتا رہا۔ پھر اسے گڑیا کی طرح زمین سے اٹھا لیا۔ دیوان پر رکھ دیا۔

"اب تم سے بھی معاملہ ہو جائے۔"

رانی نے جواب میں صرف اسے دیکھ لیا۔

"خاصے موتیوں کا سٹ دس ہزار میں بھی آتا ہے اور لاکھ دو لاکھ میں بھی — راجہ میاں نے دس ہزار کی گڈی نکالی تھی لیکن تمھارا کچا ساتھ ہے۔

کل جب راجہ کا جی بھر جائے گا اور تم لڑکیوں کا جہیز جوڑنے بیٹھو گی تو میری شاپنگ تمھارے کام آئے گی۔ بولو منظور ہے۔"

اس نے پھر آنکھیں اٹھائیں۔ لیکن اب آنکھوں میں ایک جذبہ تھا ایک سپردگی تھی جسے کاظم نے پڑھ لیا۔

حوض خاص پہنچتے تین بج گئے۔ کوٹھی کے گیٹ ہی پر اتر پڑا۔ لان سے ایک ایک پودے تک سب کی حجامت بن چکی تھی۔ پیتل کے گملے سونے کے ہو چکے تھے۔ باقی رنگے ہوئے تھے ہفت رنگ۔ فرش چمک رہے تھے، ستون اجالے گئے تھے۔ دیواریں نئی نئی لگ رہی تھیں۔ دروازے ابھی پینٹ کئے معلوم ہو رہے تھے۔ قالین پردے پوششیں سب بے داغ۔ فریج بھرا ہوا۔ پاس ہی پنچ رنگی شرابوں کے کریٹ رکھے ہوئے۔ تمام کمرے اسٹار ہوٹلوں کی طرح سجے ہوئے۔ ایک ایک منتخب اور نیا سا۔ باتھ روم ڈرائنگ روم بنے ہوئے۔ چبوترے سے اترا تو پول کے پاس کنجوں میں وہ لیٹی ہوئی تھیں۔ گردنیں اٹھا کر دیکھا اور مسکرادیں۔ وہ ہاتھوں پیروں میں گجراتی مہندی لگائے لیٹی تھیں۔

"گھر پسند آیا؟"

"میری جان کی کون سی ادا ہے جو پسند نہیں۔"

"جانی اب دھو ڈالیں کالی ہونے لگی ہے مہندی۔"

سلطانہ چہکی۔ اچھی جان نے نہار نہار کر اپنے ساتھ سب کے ہاتھ پاؤں دیکھے اور نل کے نیچے بیٹھ گئیں۔ وہ دھوئے مانجھے پول

کو چھلکتا ہوا دیکھتا رہا۔ اچھی جان نے اپنے خون کبوتر سے ہاتھ اس کے سامنے کر دیئے۔ اس نے چوم لیئے۔

" اور سب کہاں ہیں ؟"

اچھی جان نے منہ لٹکا لیا۔

"صبح سے نکلی ہیں تینوں زہرہ مشتری اور ناہید۔ پھر ابھی فون آیا کہ وہ آگرے گئی ہیں۔"

" تو اس میں حرج کیا ہے۔ دن ہیں ان کے گھومنے پھرنے دو۔ یہاں میں اکیلا تھوڑی ہوں۔ تم چاروں تو میرے ساتھ ہو۔"

"کب آئیں گے حضرت جی ؟"

اس نے گھڑی دیکھی۔

" ابھی وقت ہے ـــ تم لوگ آرام سے میک اپ کرو۔"

" بیوٹیشین آنے والی ہیں چار بجے ـــ پانچ بجے تک سب تیار ہو جائیں گے۔"

" ہاں اچھی جان تم نے زبان ہاری ہے مجھ سے کہ تم مجھے عیش کراؤ گی ـــ میری زندگی بھر کے سارے عیش حضرت جی پر وار دو، نچھاور کر دو۔ اور سلطانہ تم نے کہا تھا کہ تم میرے گھوڑوں کی لید اٹھاؤ گی۔ تو اب حضرت جی اور ان کے دوست آرہے ہیں ان کے ناز اٹھا لو ـــ دردانہ اور رخسانہ سے مجھے کچھ بھی نہیں کہنا ہے اس لئے کہ میں ان سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں اور وہ قول ہار چکی ہیں۔

"تو اتنا پریشان کیوں ہے میرے سلطان۔ ان کو آنے تو دے۔ پلکوں میں سجالوں گی، چھاتیوں پر بٹھالوں گی۔"

"ایک بات اور ـــ سلطانہ جے پوری گھا گھرا اور چولی پہنے گی سرخ، اچھی جان اودی میکسی، دردانہ سلیکس اور ٹاپ سبز اور رخسانہ ساری سلیولیس فرینچ شیفون والی ہفت رنگ ـــ پیٹی کوٹ بالکل حباب۔"

"اللہ اتنا سوچ لیا۔" اچھی جان نے حیرت سے کہا۔

"سبب ہے سوچنے کا ـــ وہ بہترین ہوٹلوں کے بہترین سوٹ اور ان کے عیش تو چھوڑ دو۔ وہ جو بزنس میں میرے دشمن ہیں چاہتے ہیں کہ اگر حضرت جی ان کے گھر اتر پڑیں تو کنواری کنواری بہنیں اور بیٹیاں تھال میں مرغ مسلم کی طرح سجا کر پیش کر دیں۔ سب اس تاک میں بیٹھے ہیں، چالیں چل رہے ہیں، داؤں لگا رہے ہیں۔ اور اگر ایسا ہو جائے کہیں خدانخواستہ تو میں دیوالیہ ہو جاؤں ـــ بھنگی بن جاؤں۔ اس لئے اگر تم سے کبھی چھپاؤں تو پھر کس سے کہوں۔"

سب ہال میں آ چکی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے قربان ہو جانے کا جذبہ ٹپکنے لگا تھا۔

"یہ آمنے سامنے کے چاروں کمرے ان کو دے دو۔"

"مردوں کا سامان ہٹا دوں؟" رخسانہ نے پوچھا۔

"نا ـــ مردوں کا سامان سب لگا رہنے دو بالکل اسی طرح۔ بس مردوں کو ہٹا دو۔"

"ارے تم ان سے کہہ دو ـــ کافی ہے اتنا۔"

"نہیں ـــ وہ میرا ساتھ دیں گے۔ آخر یاری کس دن کے لئے ہوتی ہے۔"

"اور دیکھو۔"

"ابے دکھانا تھو تھنا پھلائے کھڑا ہے اور دیکھو دیکھو کر رہا ہے۔"

دردانہ نے جڑ دیا۔

"تم سب بڑے بڑے گھروں کی بیگمات ہو لیکن میری دوست ہو ـــ جو کچھ کرو گی اپنے شوہروں سے چھپا کر میری دوستی میں کرو گی۔ خود کچھ نہیں کرو گی۔ جو کچھ میں چاہوں گا وہ کرو گی ـــ ٹھیک ہے ـــ اب میں چلتا ہوں ان کے آنے سے دس منٹ پہلے آجاؤں گا اور وہ چھ بجے سے پہلے نہیں آئیں گے۔"

ایروڈروم پر کسٹم آفیسر کی دوستی کے صوفے پر لیٹ رہا۔ ریلیکس ہوتا رہا۔ گھنٹی بجی تو وہ باہر نکلا۔ تھوڑی دیر میں وہ چاروں نظر آنے لگے۔ لپک کر پیشوائی کی۔ حضرت جی نے اپنے دوستوں سے تعارف کرایا، مصافحے کرائے۔ ان کو کسٹم پر چھوڑا خود اس کے ساتھ کنارے آگئے۔

"کتنے دنوں کے لئے آئے ہیں آپ؟"

"کتنی راتوں کا انتظام ہے تیرے پاس؟"

"چار راتیں تو آپ دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں ـــ خوبصورت تھیں۔ اور کبھی ایک آدھ رات ہے کوئی؟"

"پانچ سات راتیں اور بھی ہیں۔"

"پانچ سات ــــ تو اپنے باپ کی طرح جھوٹ بولنا سیکھ گیا۔"

"آزمائیے گا۔"

"مگر یہ کیسے؟"

"میں نے ان کی دوستیاں خرید لیں۔ ان کے شوہروں کی دوستیاں خرید لیں۔ شوہروں کو ان کی محبوباؤں کے ساتھ یوروپ بھیج دیا ہے ایک مہینے کے لئے۔"

"کتنے آدمی ہیں وہ؟"

"سات بھیج چکا ہوں۔ جب سے آپ گئے ہیں اسی مہم پر ہوں۔ کل تو میں نے دوبئی آپ کو تار دیا ہے۔"

"میں یوروپ سے آ رہا ہوں۔"

"کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا ہوں۔ ابّا خفا ہو کر بمبئی چلے گئے۔"

"کیوں؟"

"ان کا ہر چیک ڈس آنر ہو گیا۔ رسوائی کے خوف سے چلے گئے۔"

"کتنے کے پیٹے میں آ گیا؟"

"پچیس تیس لاکھ کے ارد گرد۔"

"بس ..."

"ان کو میں نے یہ نہیں بتلایا کہ آپ کون ہیں اس لئے تحائف کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔"

"تو پریشان مت ہو ــــ کل صبح ہونے دے شام تک بیٹھا روپیہ گنتا

رہے گا۔ ہیں انھیں چاروں جیسی نا ...“

”ابھی چند منٹ میں آپ خود دیکھ لیجئے گا ۔ جی خوش ہو جائے گا۔ میں چلتا ہوں ۔ گاڑیاں کھڑی ہیں “

”ڈرائیور موجود ہیں ؟“

”ہاں تو چل ۔۔ گسٹ ہاؤس ہی تو آنا ہے “

”جی گسٹ ہاؤس ہی میں حوض خاص کے “

”ہاں حوض خاص ۔۔ یاد کر رہا تھا نام ۔۔ ہاں رائٹ کبھی تو ہوا یہاں “

”میں نے اس لئے نہیں کہا کہ آپ کہیں گے کہ بھیک مانگ رہا ہے ۔ دونوں گودام لٹ گئے ۔ دونوں گاڑیاں جل گئیں ۔ امداد مانگنے والوں سے منھ چوری الگ “

اس نے اشارے سے اپنے ساتھی کو بلایا ۔ اس کا وی آئی پی بیگ لے کر کھولا ۔

”لو ۔۔ اس میں انڈین کرنسی ہے ۔ آج کام چلاؤ ۔ صبح سب ٹھیک ہو جائے گا “

”کسٹم ہو گیا ؟“

کسی نے خبر دی اور سب ایک ساتھ موٹروں میں بیٹھ گئے ۔

وہ گاڑی میں دھڑک رہا تھا ۔ آئینے میں دیکھا تو ان تینوں کی گاڑی اس کی کوٹھی کی طرف مڑنے کے بجائے سیدھی نکل گئی ۔ اس نے حضرت جی

سے تشویش کا اظہار کیا۔ انھوں نے غور سے اسے دیکھا۔"یہ میرے ملازم ہیں۔ اکبر پیں ان کے کمرے ریزرو ہیں — بات یہ ہے کہ تمھارے یہاں کے نوکر چور، جھوٹے اور نافرمان ہوتے ہیں۔ تکلیف بھی ہوتی ہے اور نقصان بھی"

وہ پورٹیکو میں اترا۔ آدمی نے دونوں سوٹ کیس ڈرائنگ روم میں رکھ دیے۔ وہ ان کو لئے ہوئے سیدھا اچھی جان کے کمرے میں چلا گیا۔ حضرت جی نے دیکھا۔ سفید رنگ، پورا قد، گداز بدن جھمپاتی میکسی سے ابلا پڑ رہا تھا۔ موتیوں کا سٹ زندہ ہو گیا تھا۔ دھار دار ابرو، لشکارے مارتی آنکھیں، ترشے ہوئے ہونٹ۔ وہ کھڑے دیکھتے رہے۔ جھک کر شانے کے کرو پر ہونٹ رکھ دیے۔ کمر میں ہاتھ ڈالا اور راجہ کے پیچھے پیچھے دوسرے کمرے میں آئے۔ ناف کے نیچے چپکی ہوئی ہفت رنگ ساری ہم رنگ بلاؤز کے گہرے چاک سے آدھا آدھا سینہ ابلتا ہوا۔ کمر اتنی گہری کہ امرالقیس کے پورے کلیات کی رحل بن جائے۔ ترشا ہوا سفید چہرہ زیوروں کے ہالے میں جگمگا رہا تھا۔ انھوں نے کولھے پر اپنے ساتھ لیا پھر تیسرے کمرے کا پردہ ہلا تو آنکھوں کے پردے نکل پڑے۔ مہندی سے رنگے ہاتھوں کے اوپر کہنی تک سونے کی چوڑیاں بھری ہوئی، بازو پر بازو بند بندھے ہوئے۔ بالشت بھر کی چولی میں دونوں جہان سمائے ہوئے۔ لہنگے سے بالشت بالشت بھر نکلی ہوئی سڈول چمکدار سفید پنڈلیاں۔ راجہ نے آنچل ہٹایا تو کالی آنکھیں سیاہ ہیروں کی طرح چمک اٹھیں۔ بڑی سی

نتھ لمبے لمبے جھمکے چار انگل کی کمر پر کردھنی۔ انھوں نے جھک کر ناف پر پیار کرلیا۔ اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے کولھوں کی جنبش پر لہنگے کی لہریں گنتے رہے۔ سبز ویلویٹ کا سلیکس، سبز بروکیڈ کا ٹاپ، ہونٹوں پر سبز لپ اسٹک، ناخنوں پر سبز پالش، آنکھوں کے گرد سبز غبارہ، بالوں میں سبز پن، سبز جڑاؤ کے موٹے موٹے زیور نے اس کی سرخ و سفید رنگت کو قیامت بنا دیا تھا۔ ہاتھ ٹاپ پر سے گذرتا ہوا سلیکس کی الاسٹک میں ڈوبنے لگا تو وہ دوہری ہوگئی اور سب ہنس دیئے۔ وہ بھی ہنس دی۔

"میرا کمرہ کون سا ہے؟"

"سب آپ ہی کے کمرے ہیں۔"

وہ پہلے کمرے کی طرف جھرمٹ میں چلے۔ سب کو کمرے کے اندر کر دیا۔ راجہ نے کان پر ہونٹ رکھے۔

"یہ تو پریاں ہیں پریاں ــــ ان کے چھلکے اتار دے تو صبح تیرا جی خوش کردوں۔"

اس نے ذرا تامل کے بعد کہا۔

"میں ڈرنکس لاتا ہوں۔ پلاتا ہوں ــــ پھر"

"جلدی کر جلدی۔"

وہ کمرے میں داخل ہوا تو اچھی جان کو بیڈ پر بٹھا دیا۔ انھوں نے ان کو اپنی گود میں چڑھایا تو وہ مچلنے لگیں۔ مچلنے کھیلنے لگیں۔ ٹرالی آئی تو بستر کی چادر ادھر سے ادھر ہٹ گئی تھی۔ انھوں نے حضرت جی کی مدد کی۔

میکسی مسہری کے تکیے پر جھولنے لگی۔ اور وہ حضرت جی کی باہوں میں تھمنے لگیں۔ کاک ٹیل کا ایک گھونٹ پلا کر سلیکس کو گھسیٹ لیا۔ ایک گھونٹ پلا کر گلاس راجہ کو پکڑا دیا۔ موزوں کی طرح سلیکس کھینچ کر جوتوں کے پاس ڈال دیا۔ تھوڑی دیر اسے تھپکا اور ساری کھولنے لگے، بلاؤز اتارنے لگے کہ پیٹی کوٹ خود ہی سرک گیا تھا۔ ہاتھوں سے سجدے کرتے رہے، ہونٹوں کو میٹھا کرتے رہے۔ اسے بھی بیڈ پر رکھ دیا۔ راجہ کے ہاتھ سے گلاس لے کر ہونٹ بھگو دیئے۔ پھر چوس لئے۔ سلطانہ کو دبوچا تو پورے قالین پر میٹھا میٹھا رن سا پڑنے لگا۔ جہاں دوپٹہ پڑا تھا وہیں چولی آ گئی۔ وہیں گھا گھرا گر پڑا اور بچا کھچا گلاس اٹھایا۔ پانی کی طرح چند گھونٹوں میں خالی کیا۔

"راجہ!"

"جی۔"

"اب تو جا۔"

انھوں نے گھڑی دیکھی۔

"۹ بجے تک آجانا۔"

اس نے چار جوڑ آنکھوں سے ایک ہی منت کی اور دروازہ بند کر دیا۔ چٹخنی لگ گئی۔ وہ کھڑا رہا۔ پھر فلم کے چلنے کی آوازوں نے کلکاریوں اور سسکاریوں کو نگل لیا۔ وہ فون اٹھا کر اندرونی دالان میں آ گیا۔ نمبر ڈائل کرنے لگا۔ کسی سے کچھ کہا کسی سے کچھ سنا۔ آرام کرسی پر لیٹ کر

سگریٹ سلگا رہا تھا کہ حضرت جی کا بیگ یاد آیا۔ لپک کر اٹھا لایا۔ گنتا جاتا تھا اور خوش ہوتا جاتا تھا۔ پورا پنچانوے ہزار نکلا۔ بیگ بند کیا اور ننانوے کے پھیر میں پڑ گیا۔

نو بجنے والا تھا کہ کھانا لے کر اسکوٹر آ گیا۔ وہ میز سجا رہا تھا کہ حضرت جی دروازہ کھول کر آ گئے۔ اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

"یہ کہاں سے ڈھونڈ لایا تو میرے لئے۔ میں تو پریاں سمجھا تھا۔ یہ تو حوریں ہیں حوریں —— فرق جانتا ہے؟"

"میں کیا جانوں —— میں نے تو انھیں ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

"پری ہر بات نہیں مانتی حور ہر بات مانتی ہے۔ جیسی صورت دار ہیں ویسی ہی لذت دار —— مجھے تو یورپ میں بھی ایسی آرام دہ اور فرمانبردار اور آرام دہ نازنینیں نہیں ملیں لیکن تو نے تو سات کہی تھیں —— باقی تین کہاں ہیں؟"

"ان کے شوہروں کو کل ہی اڑاتا ہوں امریکہ —— پرسوں وہ بھی حاضر ہو جائیں گی۔"

"دیکھ عورت اس وقت مزے میں قاتل ہو جاتی ہے جب مقابلے میں دوسری عورت بھی ہو اور اس کی ٹکر کی ہو —— یہ چاروں تو شیرنیاں ہیں شیرنیاں۔"

"میری محنت کا اجر مل گیا۔"

"اجر تجھے کل ملے گا انشاء اللہ —— سود در سود در سود کے ساتھ۔"

"میں کھانا لگواؤں؟"

"باتھ روم سے آجاؤں"۔

اس نے چاروں کے چہرے پڑھے۔ ایک ایک خط وخال دیکھ لیا۔ ایک ایک زیر وزبر تک پر غور کیا۔ کہیں سے کوئی ناگواری، ناخوشگواری کی رمق تک محسوس نہ ہوئی۔ اچھی جان آگئیں۔

"کیا کچھ شکایت کر رہے تھے؟"

"نہیں ہرگز نہیں ___ بلکہ وہ مطمئن تھے"۔

"تجھ کو اطمینان ہوا یا نہیں؟"

سلطانہ نے پوچھا۔

"مجھے تم پر پہلے ہی سے اتنا بھروسہ تھا۔ کہنے کی بات دیگر ہے۔"

"ابھی تو ہم ان کے ساتھ ساتھ چلے ہیں ___ جب وہ ہمارے ساتھ چلیں گے تب دیکھنا کیا کہتے ہیں"۔

"ہاں رخسانہ سچ کہتی ہے ___ تم نے کہا تھا نا کہ ہم کچھ نہ کریں۔ تو ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ وہی کیا جو اس نے کہا"۔ اچھی جان نے تسلی دی۔

سب اس طرح کھانے کی میز پر بیٹھیں کہ اچھی جان اور سلطانہ اس کے پہلوؤں میں تھیں اور وہ دونوں سامنے۔ وہ کھانا کھاتے رہے۔ کسی کے چمچہ کسی کے کانٹا چبھوتے رہے، کسی کے ہاتھ سے کھاتے رہے، کسی کو اپنے ہاتھ سے کھلاتے رہے۔

"آپ سوئیں گے کس کمرے میں؟"

سبھوں نے تشویش سے حضرت جی کو دیکھا۔

"ایک کام کر — اس دالان میں فرش لگوا دے اور اگر یہ مناسب نہ ہو تو ایک کمرہ خالی کر دے۔ سب ساتھ سوئیں گے۔ بلکہ کمرہ ہی خالی کرا۔ دن میں دالان میں کیسے رہیں گے۔ اس نے باہر سے آدمی بلائے۔ آناً فاناً پورے کمرے کا فرنیچر ادھر لگا کر فرش بچھا دیا گیا۔ چاندنی سجا دی گئی۔ تکیے رکھ دیئے گئے۔ بوتلوں اور گزک کی کشتیاں پہنچا دی گئیں۔

حضرت جی نے دیکھا، مسکرائے، اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"جا — صبح تک تیری چھٹی"

اور دروازہ بند کر لیا۔

وہ فون اٹھا کر مخالف سمت کے باہری کمرے میں آ گیا۔ پھر اوپرائے کے نمبر ڈائل کئے۔ کاظم نے اٹھایا۔

"کیا حال ہے؟"

"سلور گھوسٹ — رولس رائس"

"کہاں ہے؟"

"میری بغل میں لیٹی ہے"

"فون دے دو"

"ہلو راجہ"

"ہلو — رانی سونا نہیں میں آ رہا ہوں"

"کتنی دیر لگاؤ گے؟"

"بس آیا ہی سمجھو۔"

اس نے فون رکھ دیا۔

آزاد پور کا نمبر ڈائل کیا۔ گھنٹی بجتی رہی۔ دیر تک کسی نے نہیں اٹھایا۔ باہر کے دروازے میں تالا ڈالا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

دروازے پر تھپکی دی۔ کاظم نے چٹخنی گرادی۔ اس نے داخل ہوکر چڑھا دی۔ کھانے کی میز پر لفافوں اور پیکٹوں کا انبار لگا تھا۔ اس نے پوری روشنیاں آن کر دیں۔ وہ ڈبل بیڈ پر ایک طرف لیٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں اور بڑی ہوگئی تھیں، لال لال ڈوروں سے سج گئی تھیں۔ چہرے پر سرخی آگئی تھی۔ ابرو بنوائے گئے تھے۔ بال ایڈجسٹ ہو چکے تھے۔ پنڈلیاں اور چکنی اور چمکدار ہوگئی تھیں۔ کلائیاں بھی سنوری ہوئی تھیں۔

"راجہ ــــ میں آج گھر نہیں جاؤں گی ــــ وہ یہ سب دیکھیں گی تو کیا کہیں گی۔"

"وہ تو سو بھی چکیں کب کی۔ میں نے گھر ہی سے تو فون کیا تھا۔"

"کوئی تمھیں پوچھنے آیا تھا۔ بیرہ نے بتایا تھا ــــ میرے ساتھ چلو ــــ" وہ دونوں باہر نکل آئے۔ کمرہ لاک کیا۔

"کیا حال ہے؟"

"کھانا تو رولس رائس ہے سلور گھوسٹ ہے ــــ تمھارے لئے آرڈر دے کر بنوائی گئی ہے۔"

"لڑکیوں کی کچھ خبر ہے؟

"ہاں چھے بجے فون آیا تھا قمر کا ــــ لیٹ شو کا پروگرام تھا۔"

"میں نے کہہ دیا تھا کہ فون کر کے سونا۔"

"یہ جگتی رہے گی اس وقت تک ؟"

"یہ ؟ ــــ جگتی نہیں رہے گی جگاتی رہے گی ــــ اور صبح تک اور دونوں کو۔"

"سچ کہہ رہے ہو ؟"

"تمھاری جان کی قسم فریک عورت ہے۔ میں تو اکبر دلال کا دس برس جوڑی دار رہا ہوں ــــ اس کا دیا ہوا علم ہے۔ آج تک تو ہاتھ جھوٹا نہیں ہوا۔"

"یعنی ؟"

"یعنی یہ کہ اس کی گدی پر ہونٹ رکھ دو ــــ بس یہ کنوئیں میں پھاند جائے گی تمھارے اشارے پر ــــ پاگل ہو جائے گی۔"

"آج تم نے چانڈو پی تھی ؟"

"کیوں ؟"

"باتوں سے معلوم ہو رہا ہے۔"

اور لاک میں چابی ڈال دی۔

"کون آیا تھا ؟"

"ارے وہ حضرت جی کو پوچھنے آیا تھا۔"

"ہاں وہ آئے نہیں تمھارے حضرت جی ــــ پیر جی ــــ کہاں آئے۔ ایروڈروم ہی پر تو گذر گیا سارا دن۔

وہ کپڑے دیکھنے لگا۔ جیسے وہ چاہتا تھا ویسے ہی تھے:
"اس کی ناپ کہاں ملی؟"
"فٹنگ روم میں۔"
اس نے کروٹ لی اور منہ چھپا لیا۔
"اللہ کاظم کیمرہ نہیں ہے جو اس پوز کو پکڑ لوں۔"
"کہتے تو آگیا ہوتا۔"
"ہاں میں نے یہ سٹ تمہاری طرف سے خریدا ہے۔"
اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔
"اور اپنی طرف سے؟"
"اپنی طرف سے یہ خریدا ہے ـــ کلچرڈ موتی ہیں لیکن کم لوگ پہچان سکتے ہیں۔ یہ بریزیر ہے یہ پینٹی۔"
وہ اب بھی مسکرا رہی تھی۔
اس نے ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا۔ "پہنو ـــ ابھی پہنو ورنہ کچا کھا جاؤں گا۔"
کاظم نے پہنا دیا۔ سٹ بھی پہنا دیا۔
"دونوں کے موتیوں کا سائز اور آب دیکھو بس اتنا ہی فرق ہے جتنا گنگا اور جمنا میں۔"
"سٹ کتنے کا ہے؟"
"چوبیس ہزار کا۔"
"اچھا ہے ـــ میزان بتاؤ۔"

"ابھی بتا دوں۔"

"ابھی بتاؤ۔"

"صبح بتا دوں گا ـــ ادھر دیکھو۔"

کاظم ٹویسٹ کر رہا تھا۔ وہ اس کا ساتھ نباہ رہی تھی۔ بہت اچھا نباہ رہی تھی۔ کبھی کبھی پیر غلط پڑ جاتے لیکن چمک تڑپ میں فرق نہ آتا۔ وہ دیکھتا رہا خوش ہوتا رہا۔ سوچ سوچ کر خوش ہوتا رہا۔ کاظم پسینے پسینے ہو گیا۔ تھک گیا۔ تھم گیا۔ وہ اسی طرح ناچتی رہی۔

"دو گھنٹے کی مشق پر یہ حال ہے۔"

"دو گھنٹے اللہ کی قسم .... ناچی تھی میرے ساتھ۔ پھر کھانے کے بعد یہاں ناچی گھنٹہ بھر۔ یا اب کھڑی ہوئی ہے۔"

اس نے اٹھ کر کمر تھام لی۔ فریج سے ایک بادیہ اٹھا کر اس کے منھ سے لگا دیا۔

"یہ کیا پلایا؟"

"یہ دوسرے مرغ کی یخنی ہے ـــ راجہ میاں یہ ان عورتوں میں ہے کہ تین دن جی کی خوشی اور سونے کا نوالہ دے دو تو سانڈنی ہو جائے۔ میں نے ایک کلو دودھ، چار گلاس جوس، آدھا کلو دہی، چار انڈے، آدھا کلو مچھلی، ایک مرغ کی یخنی پلائی ہے۔ صبح سے اب یہ دوسرا پیالہ ہے۔ میں اسے تین دن میں جیسلمیر کی سانڈنی نہ بنا دوں تو مونچھیں منڈا دینا۔"

"تقریباً اب بھی منڈی ہوئی ہیں ـــ خیر ناچ دیکھو۔"

"تم کہو تو اب میں چلو صبح پانچ بجے کا اٹھا ہوں ___ اور اس نے تو نچوڑ لیا ہے۔"

وہ منہ کھولے سنتا رہا۔

"چلے جاؤ۔ صبح جلدی آجانا۔"

"دیکھو فریج میں ابھی بہت سامان ہے۔ اسے خوب کھلاؤ، خوب پلاؤ۔ یہ سونے کے انڈے کے برابر کا ہیرا دے ڈالے گی۔ میری مان لو۔"

وہ چلا گیا تو اس نے تھم کر دیکھا اور پھر ناچنے لگی۔ اس نے بڑھ کر کمر تھام لی۔ لیکن وہ اسی طرح تھرکتی رہی جیسے چابی کی موٹر فرش کے بجائے مٹی میں چل رہی ہو۔

"تم کو معلوم ہے آج میں نے کھانا نہیں کھایا۔"

"اتنی دیر سے کیوں بتایا ___ میں ابھی کھلاتی ہوں اپنے راجا کو۔ اپنے بلما کو۔"

پینٹی اور بریزیر اتار کر ڈبے میں ڈالی اور فریج سے سامان نکال نکال کر کافی ٹیبل سجا دی۔

"تم نے کیا کھایا؟"

"میں نے ___ کھانا تو یاد نہیں ویسے چرائی خوب کی ہے۔ دودھ، دہی، جوس، یخنی پی ہے۔"

"لو بھوک لگ رہی ہو گی۔ آؤ۔"

"ایسی بھی نہیں لگ رہی ہے کہ تمھارے منہ کا نوالہ چھین کر کھا لوں۔"

"منہ کا نوالہ نہ کھاؤ ۔۔ ہاتھ کا نوالہ کھالو۔"

وہ اس سے لپٹ کر بیٹھ گئی ۔۔۔ دونوں نے میز صاف کر دی اور اٹھ گئے ۔ اس نے فون اٹھا لیا ۔

"کھانے کو کیا مل سکتا ہے ۔۔ بھیج دو۔"

دستک پر دروازہ کھولا ۔ پورے دو مرغ کشتی میں رکھے تھے اور بھاپ اٹھ رہی تھی ۔ اس نے دروازہ لاک کر کے دو گلاس بنائے ۔ اس کا ہاتھ پکڑا ۔ اس نے سٹ کا ڈبہ بند کیا اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی ۔ آدھ گھنٹے میں کشتی صاف اور دونوں گلاس ختم ہو گئے ۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کے بدن میں چھپ کر سو گئے ۔

صبح جب آنکھ کھلی تو وہ نہا دھو کر فارغ ہو چکی تھی اور اپنی شاپنگ سنبھال رہی تھی ۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے ناشتے کا اتنا بڑا آرڈر دیا کہ وہ اس کے پاس آ گئی ۔

"کیا تم رات بھر بھوکے رہے ؟"

"ہاں کچھ تھوڑی سی بھوک رہ گئی تھی ۔"

وہ چپ کھڑی رہی ۔ شرمندہ سی ۔

"تم نے مجھ کو ناحق بٹھا لیا ۔"

"فضول باتیں نہیں کرتے ۔"

وہ باتھ روم چلا گیا ۔

واپس آیا تو پوری میز سجی تھی ۔

اس نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

"ناشتہ کراؤ ــــ مگر ایک شرط ہے اتنا ہی کھلاؤ گی جتنا کھاؤ گی"۔

وہ میز ہی پر تھے کہ کاظم آگیا۔ اس کے اٹھتے ہی کاظم کو حکم دیا۔ پانچ دن تک سونے کا نوالہ کھلاؤ اور اس کے جی کو مٹھی میں لئے اور صرف ناچ بتاتے رہو ــــ بلکہ میں جانوں تم آج آگرہ چلے جاؤ اسے لے کر۔ یہاں رہے گی تو بچیوں میں بھی دل اٹکا رہے گا۔ وہاں اطمینان سے رہے گی۔ اور دیکھو اسے ابھی خرچ نہ کرنا۔ دعوت ہو جائے پھر سب مل کر کھائیں گے۔ وہ اٹھا اور اسے کمرے اٹھا کر آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا۔

"راجہ میاں آج کچھ مانگنے کو جی چاہتا ہے"۔

"مانگ کر دیکھو"۔

"پانچ روز کے لئے رانی مجھے دے ڈالو"۔

"کیا کرے گا؟"

"رانی کو مہارانی بنا دوں گا اور ایسا ناچے گی کہ بائسکوپ والیاں دیکھ لیں تو شرما جائیں"۔

"مرد کی زبان ہے"۔

"مرد کی زبان ہے راجہ میاں ــــ لیکن آگرہ لے جاؤں گا"۔

"لے جاؤ"۔

"بچیوں کو آپ دیکھیں گے؟"

"تم نہ بھی کہتے۔ یہ نہ بھی کہتیں تو بھی دیکھتا"۔

وہ اٹھا۔ دونوں گالوں پر پیار کیا اور چلا آیا۔
گھر پہنچا۔ بلاقن بوا سے خیریت پوچھی۔ دونوں سے باتیں کیں۔ ناشتہ کرایا۔ کپڑے پہنا کر نیچے لڑکوں کے پاس لایا اور کچھ ہدایتیں دیں اور چلتے چلتے پلٹا۔
"پیسے کتنے ہیں تمھارے پاس؟"
وہ چپ رہے۔
اس نے بیگ کھول کر موٹی سی گڈی پھینکی جو تھام لی گئی۔
"اور دیکھو یہ میری جانیاں ہیں دونوں کو کوئی تکلیف نہ ہو — اور جو یہ کہیں وہ خرید دینا۔ جہاں یہ کہیں وہاں لے جانا — اچھا بائے"!
گیٹ مین نے پھاٹک کھول کر اطلاع دی کہ تین میاں آئے تھے ٹیکسی میں — تھوڑی دیر میں واپس چلے گئے۔
پول پر جشن ہو رہا تھا — ایک آدم چار حوّائیں خلط ملط ہو رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر حضرت جی نے سلطانہ کو اتارا اور اس کو ساتھ لے کر اپنے کمرے میں آگئے۔ سرہانے رکھے ہوئے دو سوٹ کیس دکھائے۔
"ان میں پچاس لاکھ ہیں — تم نے بینک سے کتنا نکال کر خرچ کیا؟"
"بینک ہی میں تو سارا روپیہ تھا"
انھوں نے بریف کیس سے چیک بک نکالی دستخط کیے۔
"رقم تو خود لکھ لے"!

اور پرستان چلے گئے۔

اس نے چیک کو چوما۔ دونوں سوٹ کیس اٹھا کر گاڑی میں ڈالے چیک جیب میں رکھ کر پارلیمنٹ اسٹریٹ پر گاڑی پارک کی اور سوچ سمجھ کر پورے تیس لاکھ روپیہ اپنے حساب میں جمع کرایا۔ ہر طرح کا اطمینان کر کے گاڑی اٹھائی اور سوٹ کیس سیف میں انڈیل دیئے۔ ابھی بارہ بجا تھا لیکن اس نے کھانا مانگ لیا۔ خوب سیر ہو کر کھایا اور سو گیا۔

آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا پھیل رہا تھا۔ اٹھ کر ساری لائیٹس آن کیں اور ٹب میں لیٹ رہا۔ شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ دیر تک کھڑا رہا۔ توال لپیٹ کر باہر نکلا۔ ململ کا کڑھا کرتا اور لٹھے کا کھڑکھڑاتا پائجامہ پہنا۔ امپورٹڈ وہسکی کا پٹیالہ پیگ بنایا اور اپنے حسابات کے رجسٹر دیکھتا رہا۔ جوڑتا گھٹاتا رہا۔ میزان بناتا رہا مسکراتا رہا۔ اٹھ کر دوسرا پیگ لیا۔ کرتے پر عطر چھڑکا۔ سگریٹ کا نیا ٹن اور سونے کا لائٹر ہاتھ میں لے کر زری کا جوتا پہنا اور سو سو روپئے کی گڈیوں پر قدم رکھتا نیچے اترا۔ گاڑی پر بیٹھتے ہی ہوا پر اڑنے لگا۔ گیٹ پر لائٹیں آف کر دیں۔ پورٹیکو میں اترا لیکن دروازہ نہیں بند کیا۔ ڈرائنگ روم کے دروازے بند تھے، پردے کھنچے تھے۔ وہ ایمر جنسی روم سے داخل ہو گیا۔ اچھی جان کے کمرے کا تھوڑی دیر معائنہ کرتا رہا۔ گھڑی دیکھی تو نو بجنے میں کسر تھی۔ آگے بڑھا۔ سفید چاندنی پر حوروں کے ڈھیر پڑے تھے۔ ان کے درمیان حضرت جی سجے ہوئے تھے۔ صبح ہی کی طرح سب پڑے تھے۔ سلطانہ لطیفے سنا رہی تھی۔ آوازے

نشہ ٹپک رہا تھا لہجہ بدن کی دلالی کر رہا تھا۔ الفاظ میں مرد کے لیۓ بارود بھری تھی۔ جب حضرت جی نہ سمجھ پاتے تو انھیں اپنے بدن سے سمجھانے لگتی۔ وہ محظوظ ہوتا رہا۔

گیٹ پر گاڑی میں بیٹھا کھانے کا انتظار کرتا رہا۔ ٹھیک ۹ بجے اسکوٹر آگیا۔ اس نے آدمیوں کو ہدایتیں دیں اور ایکسیلیٹر دبا دیا۔ موریہ کے سامنے پارک کیا۔ لاؤنج سے گذر رہا تھا کہ ہیڈ ویٹر بشیر کھڑا ہوگیا۔ علیک سلیک کے بعد اس نے پوچھ لیا کہ بھائی اکبر کہاں ہیں؟ اس نے کاؤنٹر کی طرف انگلی اٹھائی۔ وہ کیا بیٹھے ہیں۔ اس نے غور سے دیکھا۔ لمبا تڑنگا ڈیل، بھیانک سا ادھیڑ چہرہ، بڑی بڑی مونچھیں۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا۔

"میں کاظم کا دوست ہوں۔"

"معلوم ہے ـــ کیا خدمت کروں؟"

"کل آپ تکلیف کر سکتے ہیں گھر آنے کی دس بجے تک؟"

"کتنے بجے ـــ دس بجے ـــ ضرور آجاؤں گا اللہ چاہے گا۔"

"تو پھر اجازت دیجئے۔"

"ارے کچھ ٹھنڈا گرم؟"

"جی نہیں شکریہ میں جلدی میں ہوں ذرا۔"

"اتنی سی بات کے لئے اتنی تکلیف۔ آپ نے بھی کمال کیا۔"

"اچھا سلام الیکم ـــ آپ تشریف رکھئے آپ تشریف رکھئے۔"

گاڑی میں بیٹھ رہا تھا کہ

"راجہ بھائی — راجہ بھائی"

دونوں بھاگتی ہوئی ایک طرف سے آرہی تھیں۔ وہ دونوں ان کے پیچھے تھے ہنستے مسکراتے۔

"ارے تم یہاں"

"ہم کھانا کھانے آئے تھے"

"کھا لیا؟"

"پے منٹ بھی کر دیا انھوں نے"

"کون ہیں یہ تیرے؟"

وہ شرما گئیں۔

"اچھا چل — بیٹھ"

"میرا سامان"

دونوں لپکے گاڑی سے بنڈل اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیئے۔

"اچھا صبح فون کروں گا تم کو — بائے"

"کتنی دیر ناچیں میری جنیاں"

"بہت دیر ناچیں — پیر دکھنے لگے"

"شاپنگ کیا کی؟"

"ابھی گھر تو چلیئے — سب دکھاؤں گی آپ کو" عذرا نے چہک کر کہا۔

"لنچ کہاں لیا تھا؟"

"سڑک پر۔" نجمہ چہک اٹھی۔

"کیا مطلب؟"

"خوب چاٹ کھائی خوب آئس کریم کھائی نجمہ نے۔"

"اور تم نوالے گنتی رہیں... راجہ بھائی اس نے تین پلیٹیں تو گول گپے کھائے ہیں اور..."

"کھانے کو نہیں ٹوکتے بھائی غلط بات۔"

"ارے رو کیئے ـــ دہلی گیٹ آگیا۔"

"برقعے نہیں پہنائیے گا نئے خریدے ہیں۔"

"ہاں بھائی ضرور پہناؤں گا۔"

وہ تینوں سیدھے اوپر چلے آئے۔ اس نے خود برقعے اتارے۔

"ارے تم بھیگ رہی ہو پسینے میں ـــ عجیبی بو ـــ آرہی ہے ـــ چلو نہاؤ تم دونوں۔"

وہ دونوں چلی آئیں۔ اس نے پوری لائٹیں آن کیں۔ دیر تک نہلاتا رہا۔

اس نے سکنڈ سیکس پر بنی ایسی اسکینڈی نیوین فلم لگا دی جس میں پارٹنر مرد کے بجائے عورت ہوتی ہے۔ فریج کھولا۔ تین گلاسوں میں دو دو انگل جن انڈیلی اور "کین" سے لبریز کر دیا۔

"تم لوگوں کو جوس پلایا تھا؟"

"نہیں ـــ جوس تو نہیں پلایا۔"

"پھر کیا کھلایا پلایا گدھوں نے اچھا چلو یہاں آؤ۔"

وہ جلدی جلدی اپنا سامان رکھ کر آگئیں۔

"کچھ کھاؤ گی؟"

"نہیں بھوک بالکل نہیں ہے۔"

"اچھا چلو یہ جوس پیو — دو گھونٹ بڑے بڑے لے لو تو میں یہ ٹن بھی ڈال دوں۔ انھوں نے بڑے بڑے گھونٹ لے لئے۔ اس نے ٹن انڈیل دیا۔ دیکھو آہستہ آہستہ پینا — محفلوں میں تم جلدی سے پی لو گی اور دوسرے پی رہے ہوں گے تو تم کو برا لگے گا — آؤ — شاپنگ صبح دیکھ لیں گے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے گلاس لے کر اس کے دونوں طرف بیٹھ گئیں۔ فلم شروع ہو گئی — تو — وہ دونوں دیکھتی رہیں — گلاس ختم ہو گئے تو ان کے ہاتھوں سے لے لئے گئے۔ ان کو پتہ بھی نہ چلا۔ وہ اس طرح کھو گئی تھیں جیسے سب کچھ نارمل ہو — پھر نجمہ اٹھی۔ سوئچ آف کر دیا — دونوں اس سے اور قریب ہو گئیں۔ اس کی انگلیوں کو شرارتوں کا کوئی جواب نہ ملا۔

صبح آنکھ کھلی تو وہ دونوں اس کے بازوؤں میں سو رہی تھیں — دیر تک وہ ان کو گدگداتا رہا۔ ستاتا رہا — وہ ہنستی رہیں مچلتی رہیں — اس کے ساتھ ہی اٹھ پڑیں۔ نہا کر نئی نئی میکسیاں پہن لیں۔ دروازے کی زنجیر کھولی اور چہکتی مٹکتی نیچے اتر گئیں — ناشتے کے ساتھ آئیں۔ اس کے پاس بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ واش بیسن پر ہاتھ دھو رہا تھا کہ بھائی اکبر کے

آنے کی خبر ملی۔ اس نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں نے ایک نجومی کو بلایا ہے — اگر وہ تیار ہوا تو تمھارے ہاتھ دکھاؤں گا۔ وہ ہاتھ دیکھ کر چہرہ دیکھ کر سب بتا دیتا ہے۔"

"پہلے میں دکھاؤں گی اپنے ہاتھ۔"

"نہیں پہلے میں دکھاؤں گی — ہر بات میں تم پہل کر لیتی ہو۔"

"ہاتھ بعد میں دکھانا — پہلے وہ تیار تو ہوں — ایک ایک ہزار روپیہ میں نے دینے کو کہا ہے۔"

"ایک ایک ہزار۔"

"اور کیا۔"

وہ نیچے ڈرائنگ روم میں اسٹول پر بیٹھا تھا۔

"بھائی اکبر آپ ادھر آئیے میرے پاس — مجھے بات بھی خفیہ کرنی ہے۔"

"حکم کیجیے۔ حکم۔"

"تڑسے کہہ دوں؟"

"بالکل۔"

"میرا راز راز رہے گا۔"

"پھانسی کے پھندے اور بندوق کی نال کے سامنے۔"

"عزت آبرو کا معاملہ ہے۔"

"کاظم کی آبرو آپ کی آبرو پر صدقے اور کاظم کی آبرو پر میری آبرو

قربان ـــ بلا دھڑک کہئے ـــ میں مرد ہوں ـــ جوانی میں میرے نام کا ڈنکا بجتا تھا ـــ اب بوڑھا شیر ہوں ـــ لیکن اچھے اچھے جوانوں پر ہاتھ ڈال دوں تو پھپٹھا کر رہ جائیں۔"

"معاملہ عورت کا ہے۔"

"عورت ـــ اس نے مونچھیں برابر کیں۔ آنکھیں بند کیں۔۔ آہستہ سے بولا۔

"تب آپ خود فرما دیجئے۔"

"کیا ٹھنڈی اور سوئی ہوئی لڑکی کو اس کے بدن کے کسی خاص حصے کو چھو لینے سے چوم لینے سے جگایا جا سکتا ہے۔"

اس نے نگاہ بھر کر دیکھا۔ منہ اس کے قریب لے آیا۔

"وہ خود نہیں جاگے گی سوتوں کو جگانے لگے گی۔کسی پنڈت سے پوچھ لیجئے۔ وہ بتا دے گا کس رات کس موسم کس مہینے کس دن کس پن کس چھن کا کس عورت پر کیا اثر ہوتا ہے۔"

"آپ بتا سکتے ہیں؟"

"دیکھنا شرط تو ہے ہی ـــ چھونا بھی پڑے گا ـــ سہلانا بھی پڑے گا ـــ مسلنا بھی پڑے گا۔"

"میں آپ کو ہاتھ دیکھنے کے بہانے ملا دوں گا ـــ اور چلا آؤں گا ـــ آپ اپنا کام کر کے مجھے آواز دے لیجئے ـــ آئیے میرے ساتھ آئیے۔"

بھائی اکبر بیڈ روم میں بیٹھ گئے۔ وہ دوسرے کمرے میں عذرا کے پاس

آیا ــ نجمہ کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"دیکھو پہلے تم ہاتھ دکھاؤ۔ دو دو ہزار پر تیار ہوئے ہیں۔"

دونوں کو لے کر وہ کمرے میں آیا ــ انھوں نے سلام کر لیا۔

"آئیے ــ میرے پاس آئیے میں آپ کے ہاتھ دیکھوں گا ــ میرے سامنے بیٹھئے۔ اس نے پہلے عذرا پھر نجمہ کے ہاتھ تھام لئے ــ اور آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"اچھا پہلے میرے لئے نیچے سے ایک ایک گلاس پانی تازہ لائیے۔ گلاس خوب مانجھ لیجئے گا۔ میرے دانت خراب ہیں۔"

وہ دونوں پھرکیوں کی طرح نکل گئیں۔

"یہ لڑکیاں نہیں ہیں راجہ میاں ــ آگ کے بوٹے ہیں۔"

"ان کی آگ کہاں چھپی ہے ــ بس یہ بتا دیجئے۔"

"انشاءاللہ بتا دوں گا۔"

وہ دونوں گلاس لے کر آگئیں۔ اس نے دونوں گلاس چڑھا لئے۔

"ہاں تو بی بی لوگ دیکھئے جیسے میں بٹھاؤں گا ویسے بیٹھیں گی آپ۔ جو میں کر دوں گا وہ کرائیں گی آپ ــ ہاں گڑبڑ نہیں ہونے کا۔ منھ سے بولئے منظور ہے۔"

وہ کھی کھی کرتی رہیں۔

"منھ سے بولو ــ کہو منظور ہے۔"

"منظور ہے۔"

"تو پہلے آپ پانی لائی تھیں ۔ آپ ادھر بیٹھئے مسہری پر پیر اٹھا کر اور آپ راجہ میاں کے ساتھ جائیے۔ تھوڑی دیر میں بلاؤں گا۔"
نجمہ اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی۔ راجہ نے "خانۂ خدا" لگا دی اور آواز ذرا بڑھا دی۔ دروازے کی درازہ پر کان رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ چند منٹ گذرے تھے کہ وہ کھلکھلانے لگی۔ پھر قہقہے لگانے لگی ۔۔ بے محابہ قہقہے ۔۔ پھر چپ ہوگئی ۔۔ چند منٹ بعد آواز آئی۔

"آپ ہی آئیے راجہ میاں۔"

وہ دالان کے دروازے سے داخل ہوا تو وہ بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی۔ بال بکھر گئے تھے میکسی سمٹ گئی تھی اور آنکھیں تیر رہی تھیں۔

"آپ نے کون سا لطیفہ سنا دیا کہ یہ اتنا ہنسی ؟"

"معمولی سا لطیفہ سنایا تھا جس پر ان کا یہ حال ہوگیا۔" چائیے ایک گلاس ٹھنڈا پانی آہستہ آہستہ پی لیجیے نہیں تو پھندہ پڑ جائے گا اور دوسری بی بی کو بھیج دیجیے۔ اس کو بھی دیکھ لوں ۔۔ ساتھ ہی بتا دوں گا۔"

وہ کمرے میں دروازے کے پاس ہی لیٹ گئی۔

"نجمہ اب تم جاؤ ۔۔ دکھا دو جا کر۔"

وہ چلی گئی۔

اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں تھام لیے۔

"کیا ہوا کیسی طبیعت ہے ؟ ۔۔ اٹھو فریج سے کچھ لے لو۔"

"آپ لا دیجیے۔" اس کا سانس قابو میں نہیں تھا۔

پانی کا گلاس منہ سے لگا کر دیکھا تو آنکھیں ایسی لگیں جیسی پہلے کبھی نہیں لگی تھیں۔

"اور؟"

"ہاں — لا دیجئے۔"

وہ دھم سے لیٹ گئی۔ دوسرا گلاس پی رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"آجائیے راجہ میاں۔"

وہ ہنسی کا انتظار کر رہا تھا کہ بلاوا آگیا۔

وہ کمرے سے بال سنبھالتی نکلی — ٹکرائی — آنکھوں سے مسکرا کر دیکھا اور چلی گئی۔ اس کے پیچھے پیچھے بھائی اکبر اٹھے۔

"آئیے نیچے چلیں۔"

بیٹھتے ہی انھوں نے فیصلہ سنا دیا۔

"دونوں کی جان ان کی گدّیوں میں ہے۔ بالوں سے شروع ہوتی ہے اور گدی پر ختم ہو جاتی ہے — اور ایک نصیحت میں آپ کو کئے جاتا ہوں۔ چھوٹی سے شادی ہرگز نہ کیجئے گا۔"

"کیوں؟"

"بس کہہ دیا — آپ میرے سامنے کے بچے ہیں — میری نواسیاں اتنی ہی بڑی ہوں گی۔ لیکن اگر میں چاہتا تو دونوں کو خراب کر دیتا۔ اتنی ہی دیر میں — اچھا اب اجازت دیجئے۔"

"آپ کبھی کبھی شغل کرتے ہیں؟"

انھوں نے آنکھیں جھکا لیں۔

"میرا ایک ہی شغل ہے۔"

"کس وقت بیٹھتے ہیں؟"

"وقت نماز کا ہوتا ہے میاں —— شراب کا وقت نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو وہی جب مل جائے۔"

"تو کل آپ کھانا بھی میرے ساتھ کھائیں —— یہ فیس نہیں ہے، محبت ہے، عقیدت ہے —— میں نے کبھی آپ کا نام نہیں لیا۔"

اور ایک لفافہ ان کی جیب میں ڈال دیا۔

"گھر پر بلا کر گنہگار کرتے آپ ہی کو دیکھا —— اچھا خدا آپ کو جیتا رکھے۔"

اس نے چپل زینے پر چھوڑ دیئے۔ ننگے پاؤں چوروں کی طرح چلتا دروازے پر آگیا۔ فلم بند ہو چکی تھی۔

"باجی —— یہ کون تھا؟"

"جادوگر تھا —— اس کی آنکھیں دیکھی تھیں تم نے؟"

"اور ہاتھ —— معلوم ہوتا تھا انگلیاں مسالہ پیسنے والی سل سے کاٹ کر بنائی گئی ہیں۔"

"کیوں بلایا تھا راجہ بھائی نے؟"

"کیا معلوم!"

"میں پوچھوں گی"

"نا — مت پوچھیو خفا ہو جائیں گے"

"اللہ بالکل جادوگر تھا"

نجمہ نے نگاہوں کا نشانہ لے کر آہستہ سے راجہ کے ہاتھ تھام لئے۔

"سوچ رہی ہوں کہ کیا پہنوں کہ تم کو اچھی لگوں"

"اتنا چاہتی ہو مجھ کو"

"پھر کس کو چاہوں؟ — ان قصائیوں کو جو موقعہ پاتے ہی ذبح کر ڈالتے ہیں"

"کون؟"

"دونوں — اکبر بھی کاظم بھی"

"اب تجھ کو ہاتھ نہیں لگائیں گے"

"سچ — وعدہ کرو"

"مگر ایک شرط ہے جو میں کہوں گا وہ کروگی۔ جو میں کراؤں گا وہ کروگی"

"کوئی ایسی بات میں نے اب تک کی ہے جو تم نے نہ کہی ہو؟"

"تو ایسا لباس پہنو کہ نہیں بھی پہنے ہو اور پہنے بھی ہو"

"ایسا لباس ہوتا ہو تو لا دیجئے پہن لوں گی تمھاری خاطر"

وہ اٹھا۔ الماری سے ایک ٹرانسپیرنٹ نگلجی لے آیا۔ اس نے دیکھی۔

"فارن ہے؟"

"اور لیٹسٹ ہے ــــ چلو پہلے نہلاؤں گا۔"

"چلو۔"

"چلو کہاں یہیں باتھ روم میں نہلاؤں گا۔"

دیر کے بعد باہر نکلے۔ دیر تک میک اپ ہوتا رہا۔ لائٹس آن ہوگئیں تب وہ اسٹول سے اٹھ پائی۔ اس سے لگی لگی فریج تک آئی۔ جو کچھ اس نے کھلایا کھالیا۔ جو پلایا پی لیا۔ باہر قدموں کی چاپ ہوئی۔ اس نے پردہ کھینچ دیا۔ گردن نکال کر دیکھا۔

"کون ہے؟"

"کوئی آواز نہ تھی۔"

"تم تو ابھی تک نہائے بھی نہیں ــــ جلدی سے باتھ روم جاؤ۔ میں اوپر جارہی ہوں ــــ ذرا ہاتھ پیر کھول لوں۔ نہیں تو ناچوں گی کیسے۔" عذرا نے کہا۔
"یہاں سے گاؤن پہن لوں۔ وہاں پہنچ کر۔"

"نہیں ــــ ایسے ہی۔"

"ارے کوئی آگیا تو کیا غضب ہوگا۔"

"کس کی مجال ہے جو آجائے گا ــــ چل میں تجھ کو زینے تک پہنچاتا ہوں۔"

"ارے تم لوگ لیٹے ہوئے ہو بھائی ــــ اٹھو گے نہیں ــــ گھومنے گھامنے نہیں چلو گے۔" اس نے کہا۔

وہ ٹس سے مس سے نہیں ہوئیں۔ اس نے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔ سہلاتا رہا۔ گدی پر گدگدیاں کیں۔ وہ دونوں خاموش پڑی رہیں۔ اس کے ہاتھ دکھ گئے۔

موٹر ڈرائیونگ سیکھنے کو کہہ رہی تھیں دونوں ــــ اچھا اٹھو اپنا ٹویسٹ دکھاؤ مجھے۔"

"راجہ بھائی ــــ ہم سونا چاہتے ہیں ــــ دونوں ــــ آپ گھوم آئیے۔"

وہ تھوڑی دیر چپ بیٹھا رہا۔"

"ارے ہاں سنا ہیں تو بتانا ہی بھول گیا۔۔۔ یہ جو آئے تھے بھائی اکبر نجومی بہت بڑے استاد ہیں ڈانس کے۔"

"ڈانس کے؟"

نجمہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ عذرا نے بھی کروٹ لے کر آنکھیں کھول دیں۔"

"ہاں بھئی ان کی سکھائی ہوئی لڑکیاں فلم میں ٹویسٹ کر رہی ہیں۔"

"فلم میں!"

نجمہ کے دونوں ابرو پیشانی پر چڑھ گئے۔

"اگر تم سیکھنا چاہو تو میں بات کروں۔"

"اللہ مجھے سکھلا دیجیے۔"

"صرف تمھیں کیوں؟"

"مگر سنٹیاں مارتے ہیں ــــ ذرا سی غلطی پر۔"

"مارنے دیجیے ــــ چوٹ تو ہمارے لگے گی آپ کو کیا۔"

"کب بلا دوں ــــ ٹھیک ٹھیک بتلاؤ۔"

"آج بلا دیجیے۔" عذرا نے آہستہ سے کہا۔ نجمہ کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ وہ کچھ سوچتا ہوا اٹھ پڑا۔ ڈیوڑھی سے نکل کر گاڑی کا پٹرول چیک

کہ نے گیریج کی طرف نکلا تو سامنے فتو حلوائی کی دوکان پر شطرنج ہو رہی تھی۔ اور بھائی اکبر گھٹنوں پر جھکے چالیں بتا رہے تھے۔

"ارے بھائی اکبر — آپ یہاں"

"یہ فیضو اپنا چیلہ ہے — اس نے روک لیا — تو رک گیا"

"تو ہم سے اچھے بھائی فیضو ہیں کہ آپ ان کے روکے رک گئے"

"ارے کیا بات کر رہے ہو بھائی راجہ"

"آئیے آپ میرے ساتھ آئیے"

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے پوچھ لیا۔

"آپ رہتے کہاں ہیں آج کل؟"

"رہنے کو پوری دلی پڑی ہے — کہیں پڑ رہا — اس لئے کہ گھر تو بنایا نہیں"

"ایک بات کہوں مانیں گے؟"

"مانیں گے کیا مان لی کہہ دیکھو"

"یہیں رہ جائیے"

وہ چپ ہو گئے۔

"میری خاطر — میرے فائدے کی خاطر — اور اب قول بھی ہار چکے"

وہ چپ بیٹھے تھے — اس نے گھنٹی بجائی ایک عورت سامنے آگئی۔

"پانی لے آؤ خوب ٹھنڈا اور دو گلاس"

کپ بورڈ سے وہسکی کی بوتل نکال کر بڑھا دی۔

"اپنے ہاتھ سے کھولیے آپ۔"

جب ایک گلاس ہو گیا تو اس نے اکبر کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"بہت دن ہوئے ایک بزرگ تھے۔ دن رات یادِ الٰہی میں ایک کرتے تھے۔ ایک بار ایک یہودن کو دیکھا اور عاشق ہو گئے۔ یہودیوں نے شرط لگائی کہ اگر پیر صاحب ہمارے سور چرائیں تو یہودن مل جائے گی۔ وہ سور چرانے لگے۔"

"سات برس تک چرائے۔"

اکبر نے لقمہ دیا۔

"آپ نے سنا ہے یہ واقعہ پاک کتابوں میں لکھا ہے۔ اب پوچھئے میں کیوں سنا رہا ہوں۔"

"بتاؤ۔"

"میرے پیر ہیں مکّے مدینے سے آئے ہیں۔"

"کہاں ٹھہرے ہیں؟"

"ملاؤں گا آپ کو وعدہ کرتا ہوں ــــ تو وہ ان لڑکیوں پر عاشق ہو گئے ہیں۔"

"ہاں جی قدرت کا کھیل ہے۔"

"اور آپ جانتے ہیں ان لوگوں کا شوق کیا ہوتا ہے۔ عورت سے وہ مانگتے ہیں جو عورت نہیں دیتی۔"

"عام طور پر نہیں دیتی۔"

"جی ہاں اور میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں ــ ان کو آپ دیکھ ہی چکے

تو اب میری عزت آبرو آپ کے ہاتھ ہے ۔۔۔ بتائیے کیا کروں "
اس نے گلاس ختم کر کے رکھ دیا۔
"کتنے دن زیادہ سے زیادہ ہیں جی دتی میں اور ۔۔"
"حد سے حد سات دن ۔۔۔ میں نے دونوں لڑکیوں کے نام سے ایک ایک لاکھ روپیہ بنک میں جمع کرا دیا ہے۔
"ایک ایک لاکھ ۔۔۔ اتنا پھونک ڈالا ۔۔۔ مجھے آپ ایک ہزار دیتے تو میں ان دونوں کو ننگی لے جاتا بھرے بازار سے ملاقات کرانے "
"اب یہ بتائیے کہ آپ کو کچھ ڈانس وانس سے بھی شوق رہا ہے میرا مطلب واقفیت رہی ہے "
"اجی آپ کیا بات کر رہے ہیں۔ پانچ برس کی عمر سے کوٹھوں پر رہا ہوں۔ اور ان کی چلمیں بھری ہیں جو پاد تے بھی سر تال میں تھے"
"آج کل ٹویسٹ کی دھوم ہے "
"ہاں جی دیکھتا ہوں ۔۔۔ اچک پھاند ہے "
"لڑکیاں سیکھیں گی یہی "
"سکھا دوں گا "
"نہیں ۔۔۔ یہ آپ سے ملنے ملتے رہنے کا بہانہ ہے۔ اب آپ تیجیے۔ میں آپ کے لیئے کمرہ ٹھیک کرا دوں "
انھوں نے گلاس بھر لیا ۔۔۔ چسکیاں لیتے رہے سوچتے رہے۔ وہ آیا تو بولے۔

"ایک پیچ ہے راجہ میاں"۔

"کوئی پیچ نہیں ہے اکبر بھائی۔ میں کچا گوشت دے رہا ہوں۔ آپ میرے مطلب کی ہانڈی اتار دیجئے۔ سات دن میں بوٹی کھا کر دیکھئے کچی ہے کہ گلی ہے۔ نمک مرچ مسالہ ٹھیک ہے یا کم زیادہ ــــ ساری ذمہ داری مجھ پر ــــ آپ کا نام زبان پر کسی کی نہیں آسکتا۔ میرا نام آیا تو آیا کرے ــــ اور ہاں اکبر بھائی چار دن تو پورے چوبیس گھنٹے آپ کے پاس ہیں ــــ اس کے بعد کمی بیشی ہوتی رہے گی"۔ ان کا چہرہ تمتما گیا۔

اس نے زینے پر روک لیا۔

"مجھ سے بے شرم ہو جائیں"۔

"بے شرم نہیں بے حیا"۔

اس نے صحن ہی سے آواز دی اور وہ دونوں دروازے پر آگئیں۔

"لو ــــ بڑی منتوں سے بلا کر لایا ہوں"۔

ان کے چہرے کھل گئے۔

انھوں نے نجمہ کے ننگے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ لرز گئی۔

"کچھ تھوڑا بہت جانتی ہو یا شروع سے پڑھاؤں"۔

اس نے صرف آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔

"اچھا بھائی ــــ یہ آپ کی شاگرد ہیں۔ جب تک میں نہیں آؤں گا آپ انھیں کے پاس رہئے ــــ اور دیکھو کھانا دانا قاعدے سے کھانا اور کھلانا"۔

"آپ کہاں چلے ؟"

"میں بہت ضروری کام سے جا رہا ہوں ــــ اکبر بھائی ۔"
اور وہ نیچے اتر آیا ۔ بلاقن بوا سے کچھ کہا سنا اور گاڑی نکال لی ۔
پورٹیکو میں اترا تو دیکھا پورا دالان ہال کے فرنیچر سے بھرا ہوا ہے ۔
اور پورا ہال آوازوں سے چھلک رہا ہے ۔ وہ چپل اتار رہا تھا کہ اچھی جان
آ گئیں ۔ آج کچھ پہنے ہوئے تھیں ۔ فتح سے چہرہ کھلا ہوا بدن تابناک ۔

"اتنی دیر کر دی ــــ آؤ دیکھو حضرت جی نے پورے ہال میں فرش
کرا دیا ہے ۔ حضرت جی نے سلام کے جواب میں اپنی لنگی برابر کی ۔ اونچے گاؤ
سے ابھرے ۔ اسے اپنے پاس جگہ بنا کر بٹھا لیا کہ وہ تینوں بھی آ گئی تھیں ۔
اور اپنی کم سنی کا پریمیم وصول کر رہی تھیں ۔

"کب آئیں تم تینوں ؟"

حضرت جی کی بغل سے زہرہ کی آواز آئی ۔

"نو بجے آ گئے تھے ہم لوگ ــــ آپ کو پوچھتے اترے ــــ بیٹھے انتظار
ہی کر رہے تھے ۔"

"کھانے کا اسکوٹر ۔" وہ لپک کر باہر گیا ۔ پورٹیکو ہی میں اتروا لیا اور حکم
دیا کہ اب کھانا گیٹ پر موجود آدمیوں کے ہاتھ میں دے دیا کرو ۔

آزاد پور کی پوری کوٹھی بہت دنوں بعد اس طرح دیکھی تو اچھی لگی ۔
گھنٹی کی آواز پر وہ چاروں ایک کے پیچھے ایک آ گئیں ۔ لپٹ گئیں ۔ چوم چوم
کر ڈھیر کر دیا ۔ صحن تک سارے بلب جل رہے تھے اور ان کی روشنیوں میں

وہ الخصوص پرکھ رہا تھا۔" سفر کے بہت فائدے سنے تھے۔ پہلی بار معلوم ہوا کہ سفر سے روپ آجاتا ہے۔" وہ بجو کے بیڈ پر اس طرح پڑا تھا جیسے طشتری میں مٹھائی رکھی ہو اور چار بڑی بڑی موٹی موٹی مکھیاں لپٹی جا رہی ہوں۔

پوری پانچ راتیں ان چاروں کی اُمڈتی ہوئی، برستی ہوئی برہنہ مجنتوں کے قہقہوں سے روشن رہیں۔ پورے چار دن بے محابہ خود فراموشیوں کے پھولوں سے مہکتے رہے۔ اٹھا تو چاروں نے اس طرح رخصت کیا جیسے وہ پاکستان سے لڑنے جا رہا ہو۔ اس کے اور اس کی دنیا کے درمیان فون سے رابطہ قائم رہا تھا۔

حوض خاص پر اس طرح گیا جیسے ڈاکیہ جاتا ہے۔ اور ایسے خالی تھا۔ گھر میں سب کچھ اسی طرح تھا۔ وہی بوڑھی چالاک لالچی عورتیں، ان کی جھوٹی بناوٹی دعائیں اور فرضی فکریں زینے سے نکلا تو تبدیلی نظر آئی۔ پہلی بار ان کی آنکھوں میں خوش آمدید سی نظر آئی، دلاسائی کی مدھم سی چمک دکھائی دی۔ ہونٹ کچھ اور گلابی سے لگے۔ بھائی اکبر کھادی کا صاف صاف کرتا پاجامہ پہنے دیوار سے لگے بیٹھے تھے۔ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

" میں نے کہا تھا کہ آج میری جنیوں کا راجہ آئے گا — آگیا — آگیا۔"

" ہاں آگیا۔"

اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ دونوں سچ مچ مسکرا رہی تھیں۔

"اپنے کمرے میں جاؤ ——تیار ہو کر آؤ۔"

وہ چلی گئیں ——اس نے ابرو اچکائے۔

"آپ کی دیگچیاں تیار ہیں —— دونوں —— اور خدا کا شکر ہے کوری کی کوری ہیں۔ جیسی آپ چھوڑ گئے تھے —— تین دن میں دیوار کی مکھی بنا دوں گا۔ تم چاہو گے تو عمر بھر بچہ نہیں پیدا ہونے دیں گی۔ اتنا ڈر گئی ہیں۔ اتنی نفرت پیدا کر دی ہے۔"

اس نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"لیکن جو کچھ مجھ پر گذر گئی —— وہ میں ہی کچھ جانتا ہوں ——تین دن میں تم اپنے دسترخوان لگا لو۔"

وہ اٹھا فریج کھولا تو سفیدے کی بوتلیں ڈھیر تھیں۔ پیچھے پیچھے وہ بھی آ گئے۔

"یہ منگانے کی کیا ضرورت تھی بھائی صاحب۔"

ان کو بھائی صاحب سن کر ایسا لگا جیسے "سفید گھوڑے" کی لگام مل گئی ہو۔ مونچھیں برابر کرتے ہوئے بولے۔

"تمہاری وہسکی اب لگتی نہیں منہ کو میاں راجہ۔"

وہ کشتی اٹھانے لگا تو روک دیا۔

"وہی لائیں گی اور ایسے پلائیں گی جیسے پلانے کا حق ہوتا ہے اور خود بھی ہونٹ بھگو لیں گی۔ میں نے مصلحتاً پھونک پھونک کر قدم رکھا ہے کہ

کہیں عادی نہ ہو جائیں اس عمر میں ۔"

وہ دونوں کمرے میں بیٹھ گئے ۔

" ارے کیا کر رہی ہو تم لوگ ۔۔ چلو ۔"

انھوں نے گھنگھروؤں کے جوڑے جھنکا دیئے ۔

"کسی کو یاد کیا ؟"

" میرے علاوہ دنیا میں ان کا کوئی نہیں ہے ۔۔ آپ دھیرے دھیرے ہو رہے ہیں ۔"

ان کے اندر پہنچتے ہی سسکاریوں کی آوازیں آنے لگیں ۔ جسم بڑھنے لگا ۔
" اللہ چھوڑ دو ۔۔ جو کہو گے ۔۔ تمہاری جان کی قسم جو وہ کہیں گے سچ ۔۔ ہاتھ نہ لگا ۔۔ میں کبھی ۔۔ ہاتھ ہٹا لو ۔۔ میری جان ۔۔ ہاتھ ہٹاؤ ۔"

وہ دونوں کو لئے ہوئے اندر آئے ۔ نجمہ کو اس کی گود میں بٹھا دیا ۔ اس نے دیکھا تو دیکھا نہ گیا ۔ عذرا ان کی گود سے نکلی اور کشتی اٹھا لائی ۔ ہاتھ بڑھا کر انھوں نے نجمہ کو گود سے کھینچ لیا ۔ گھنگھرو باندھ دیئے ۔ کھڑا کیا ۔ کمر پر ہاتھ رکھے تو وہ ہاتھ سے نکل گئی ۔ انھوں نے اسے چھوڑ دیا ۔۔ عذرا نے ہاتھ لگنے کا موقع نہ دیا ۔

" بس تھکی ہوئی ہو ۔۔" وہ اٹھے ۔ بریزیر ٹھیک کی ، پینٹی برابر کی دونوں کی ۔

" بمبئی جا رہی ہیں یہ میرے ساتھ ۔ آپ تھوڑا روپیہ دے دیں گے ۔"

"تھوڑا ــــ یہ جتنا کہیں گی اتنا دیدوں گا ــــ لیکن کیوں جا رہی ہیں؟"

"مجھ سے دو لڑکیاں مانگی ہیں فلم والوں نے ناچنے والی تو یہ آپ کی جانیاں ہیں اس لئے میں ساری دلّی چھوڑ کر ان ہی کو لے جاؤں گا۔"

"آپ لے جائیں گے تو یہ فلم میں لے ہی لی جائیں گی ــــ کتنے دنوں میں ارادہ ہے ــــ جانے کا؟"

"ذرا ان پر بوٹی چڑھ لے۔ ذرا ان کو ناچنا آجائے۔"

"مجھے ناچنا نہیں آتا؟"

"آتا ہے ــــ جیسا میں چاہتا ہوں، جیسا فلم والے چاہتے ہیں ویسا ابھی نہیں آتا ــــ مہینہ بھر میں اللہ چاہے گا یہ تیار ہو جائیں گی۔"

"لیکن بھائی صاحب فلم والے ان کو چھوڑ دیں گے ــــ اگر بچہ وچہ ہو گیا تو کیا ہوگا۔"

"بچہ کیسے ہو جائے گا ــــ ہاں یہ چاہیں گی تو ہو جائے گا۔"

"تو یہ کیجئے ــــ بچے کا کوئی نام لیتا ہے تو گو موت چیخ پکار، ڈاکٹر ہسپتال سب ایک ساتھ گھوم جاتے ہیں آنکھوں میں۔"

"اجی نہیں گولیاں کھلاتا رہوں گا۔"

"تو یہ فلم والوں کو خوش کیسے کریں گی؟"

"انگلیوں پر نچائیں گی انگلیوں پر ــــ ایسا گُر بتا دیا ہے ان کو۔"

"ایسا بھلا کون سا گُر ہے بھائی صاحب؟"

"ابھی دکھا دیں گی سب داؤں۔ پہلے گلاس اٹھائیے گرم ہو گیا ہوگا۔"

انھوں نے ایک ایک گھونٹ لے کر گلاس ان کی طرف بڑھا دیئے۔

انھوں نے سپ کر لیا — راجہ نے دونوں کو کھینچ کر پورا گلاس انڈیل دیا۔ وہ کوک کی طرح پی گئیں۔ اکبر نے عذرا کو اٹھا کر فرش پر لٹا دیا۔ نجمہ بیٹھے بیٹھے ہلنے لگی۔ گھنگھروؤں کی ہلکی ہلکی چھم چھم میں دونوں گم بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر کسی نے بریزیر کے ہک کھول دیئے، پینٹیوں کو سرکا دیا۔ لیکن وہ اسی طرح اسی بے نیازی اور بے حجابی کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اپنے بدن کا مفہوم سمجھاتی رہیں۔ اکبر عذرا کو گود میں بھر کر دوسرے کمرے میں چلا گیا تو نجمہ اس کی طرف سرکنے لگی۔

جب عذرا ابھی اسے فتح کر چکی تب نجمہ نے فرش پر پلاسٹک کا دسترخوان بچھایا اور بھائی صاحب نے کھانا لگایا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

"یہ روز یہی کرتے ہیں۔"

"میں اپنے لئے کرتا ہوں پھر یہ بھی کہ لڑکیاں کھلی ڈھکی پڑی ہوتی ہیں۔ نوکروں کا بلانا اچھا نہیں لگتا — میں کھانا خود ہی لے آتا ہوں اور ان کا جو کام ہے وہ ان سے لیتا ہوں۔"

وہ اسی طرح کھانے پر بیٹھ گئیں۔ کھانے لگیں۔

"میاں راجہ تم نے ان کو فلم نہیں دکھائی — لیکن یہ تم کو فلم دکھائیں گی دونوں — اور بتا بتا کر دکھائیں گی۔"

"آپ کو کتنی دکھائیں اب تک؟"

"کچھ یاد نہیں ___ اور میری بات بھی الگ ہے کہ یہ میرے معشوق ہیں دونوں ___ کیوں سچ کہہ رہا ہوں نا؟"

"ہاں ___ بالکل سچ"۔

دونوں نے کھاتے کھاتے جواب دیا۔

"تو میری کون ہوں گی؟"

"آپ کی بھی معشوق ہوں گی"۔

"یہ کیسے؟"

"یہ ایسے کہ دو عاشق اور دو معشوق ___ میں بیویاں تھوڑی کہہ رہا ہوں جو ٹھوں ٹھوں کرتے بچوں کو دودھ بھی پلاتی جاتی ہیں اور شوہروں کو بھی برتتی جاتی ہیں۔ آپ کو سودا منظور ہے ___؟"

"بالکل"۔

"میں تو ان کو لے کر اڑ گیا ہوتا"۔

"کیا واقعی؟"

"تمھاری جان کی قسم"۔

"اگر میرے پاس اتنا پیسہ ہوتا کہ دو مہینے بمبئی میں فلیٹ لے کر ان کو رکھ پاتا ___ انھوں نے اپنے گہنے لا کر مجھے دے دیئے ہیں۔ میرے پاس رکھے ہیں"۔

"اور اماں جان ان کی؟"

"تم نہ ان کو جانتے ہو ___ اور نہ ان کی اماں جان کو ___ تم نے ان کو

ڈاکٹر کے یہاں بھیجا تھا لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ؟"

"ہاں بھیجا تھا۔"

"لیکن وہ کسی کے ساتھ اٹک کر میرے ہوٹل آگئی تھیں۔"

"آپ نے خود دیکھا؟"

"اجی تصویریں ہیں میرے پاس ان کی ایسی ایسی کہ یہ اگر دیکھ لیں تو منھ پر تھوک دیں۔"

"آج کل معلوم ہے کہاں ہیں — آگرے میں میرے بھائی کے پاس پڑی عیش کر رہی ہیں۔"

"ایک بات کہوں آپ سے ہاتھ جوڑ کر — اب یہ راز کسی اور کو نہ معلوم ہو۔"

"اجی زبان کٹوا لیجیے گا۔"

"اور وہ تصویریں حاصل کر لیجیے ورنہ ان کی فلم کا معاملہ بھی۔"

"اجی وہ مع نگیٹو کے میرے بھائی کے پاس ہیں۔ اپنے ہی پاس سمجھو۔"

وہ اس طرح سن رہی تھیں جیسے کسی رنڈی کا ذکر ہو رہا ہو۔

فلم کیا شروع ہوئی مقدمہ پیش ہوا۔ دو گھنٹے میں صفائیاں ہو گئیں۔ شہادتیں گذر گئیں۔ فیصلہ بھی سنا دیا گیا۔ یعنی اکبر کا ایک ایک لفظ جیت گیا۔ وہ دونوں راجہ کی مٹھائی پر مکھیوں کی طرح چپٹ گئیں۔

صبح ہوئی تو دونوں راجہ کے پہلوؤں سے اٹھیں۔ اس کے ہاتھوں سے

غسل کیا۔ اس کے بدن سے خشک ہوئیں۔ اس کی مرضی کا میک اپ کیا۔ اس کی پسند کے کپڑے پہنے اور کمرے میں ریاض کرنے لگیں۔

راجہ نے اکبر کو اپنے پاس بٹھا لیا۔

"ان کی ماں کا ذکر آپ سے کاظم نے کیا تھا؟"

"ہاں ــــ مجھ سے مل کر گئے ہیں دونوں۔ پرسوں ٹرنک کال آیا تھا۔ میں نے اپنی ذمہ داری پر اس کو روک دیا۔ آج آرہی ہوگی یا آچکی ہوگی۔"

"وہ اگر یہاں آئی تو؟"

"اگر وہ یہاں آئے گی تو دو کے بجائے تین ہو جائیں گی۔"

"وہ ذرا دوسرے قسم کی عورت ہے۔"

"ہاں ہے ــــ وہ تو کاظم جیسے لونڈے کے ہاتھ سے نہ نکل پائی ــــ میری ران کے نیچے آجاتے تو ساری عمر تلوے چاٹتی رہے ــــ دیکھو تم نے مجھے بھائی صاحب کہا ہے۔ بس نسا خاطر رہو ــــ تمھارا سارا کھیل تمھاری مرضی کے مطابق چلتا رہے گا ــــ اور جگہیں بہت ہیں۔ جس ہوٹل میں چاہو گے کمرے کھل جائیں گے ــــ کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں ان تینوں کو ایک ساتھ رکھنا بھی نہیں چاہتا اور ان میں سے جو میرے گھر سے نکلی میرے ہاتھ سے نکل گئی اور یہ کسی قیمت پر منظور نہیں ہے۔"

"حاجی جی کب آئیں گے؟"

"جب میں چاہوں گا۔"

"تو بن گیا۔۔ نیچے جو یہ عورتوں کا ڈھیر لگا ہے۔ اسے صاف کر دے۔ اس کو نیچے رکھ دے میرے ساتھ ۔۔۔ تو یہاں رہ ان کے پاس۔ ہوں یہ ہو سکتا ہے۔"

"لیکن وہ نیچے تمھارے قابو میں رہے گی؟"

"اب بھی یقین نہیں راجہ میاں ۔۔۔ اٹھئے ۔۔۔ کوڑہ ہٹائیے۔ اور اکبر کا تماشہ دیکھئے۔ مگر ایک شرط ہے۔ آپ درمیان میں نہیں آئیں گے۔"

"حضرت جی کی آمد پر بلاقن بوا سے لے کر بتولن تک سب کو ان کے کھڑکانوں پر بھیج دیا گیا۔ موٹی موٹی رقمیں ٹٹوؤں میں رکھتے ہی پیروں میں پہیے لگ گئے۔ باورچی خانہ تہہ خانہ والی عمارت کے پیچھے خالی کوٹھریوں میں منتقل ہو گیا۔ باہر کھلنے والا بند دروازہ کھول دیا گیا۔ اس طرف کے چوڑے چکلے راستے پر قنات لگ گئی۔ حکم ہوا کہ کل سے باورچی کھانا پکائیں گے اور قنات کے ادھر سے کشتیاں اور سینیاں پکڑا دیا کریں گے۔ پرانے باورچی خانے کو وقتی ضرورت کے لیے کر دیا گیا کہ دودھ اور چائے وقت پر ملتی رہے۔

دسترخوان پر کریم کا کھانا لگا۔ کاظم نے برتن خالی کر کے ڈیوڑھی پر کھڑے آدمیوں کو پکڑا دیئے۔ بلاقن اور بتولن بوا کے کمروں میں اکبر اور کاظم کے لئے پنکھے رکھ دیئے گئے۔ وہ معائنہ کر کے اوپر آیا ہی تھا کہ کاظم آگیا۔

"آپ چاہیں تو حوض خاص کا ایک چکر لگا لیں ۔۔۔ یہاں کے لئے میں اکیلا کافی ہوں۔"

"پہلے یہ بتا اور سچ سچ بتا کہ رانی کیسی ہے؟"

"اب رانی کہاں ہے — رانی اوپر ائے تک تھی — آگرے سے مہارانی ہو کر آئی ہے۔"

"دیکھو میں اُسے دیکھنے کے لئے تڑپ رہا ہوں — حوض خاص کو مار گولی۔"

"ارے گھر میں گنگا جمنا بیٹھی ہیں اور آپ پیاس سے بلک رہے ہیں۔ ارے کپڑے پہن لئے تم لوگوں نے۔"

"جی آ رہے ہیں۔"

"تو ان کو لے کر نکل — میں انتظار کروں گا — الماری کھول سفاری پہن لے۔ جلدی کر یار۔"

وہ ایک لباس سے نکلا دوسرے میں چلا گیا۔ خوشبو میں بس گیا۔ جوتے باندھ رہا تھا کہ وہ ہاتھوں میں برقعے لئے آگئیں۔

"بوجھو — یہ کون ہیں۔"

بھولے بھولے چہرے اٹھے — کالی کالی آنکھیں جھپکیں۔ ناز سے لدی آواز نے کہا۔

"تمھاری اماں جان جن کو آگرے میں لئے پڑی ہیں ان کے چھوٹے بھائی ہیں یہ اور تمھارے گرو بھائی اکبر کے بھی چھوٹے بھائی ہیں سنبھل کے رہنا ان کے پہلو میں نہیں تو لیہ کی طرح نچوڑ کر پھینک دیں گے۔"

"نہیں بھائی آپ کیوں ڈرا رہے ہیں — یہ تو کلیوں کے گلدستے ہیں گود میں بکھرنے والے۔"

اور اس نے دونوں کو سمیٹ کر اتنے پیار کئے کہ برقعے گر گئے۔ انھوں نے جھک کر اٹھائے۔ اسکرٹ برابر کیا۔ ٹاپ دیکھا۔ آئینے کے سامنے لپ اسٹک درست کی اور اس کے پہلوؤں میں سج کر چلی گئیں۔ اس نے ایک سگریٹ سلگائی اور سیڑھیاں اتر گیا ــــ دور تک سناٹا تھا۔ وہ اندرونی دالان میں ٹہل رہا تھا کہ چونک پڑا۔

دالان میں بھائی اکبر ایک برقعے کے ساتھ کھڑے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمرے میں آگئے۔

" اتنی دیر لگا دی آپ نے "۔

"جیسلمیر سے آرہا ہوں "۔

"جیسلمیر سے "۔

" اور کیا سانڈنی لے کر آرہا ہوں "۔

برقعہ اترا ــــ جیسے کیلے کا چھلکا اتر گیا۔ لال بھبو کا بدن پر سیاہ بالوں کا ڈھیر لگا ہوا۔ گنبد اور بلند، محرابیں اور خوبصورت، ستون اور سیک اور سجل۔

کمر دیکھئے ــــ سو سو کوس کا دھاوا کرے تو بھی سینک کی طرح کھڑی رہے پنڈلیوں کی چاندی میں لوہا ملا ہوا ہے۔ اس نے کمر میں بازو ڈال دیا۔

" سب لوگ کہاں پھینک دیئے اٹھا کر "۔

آواز میں چمک اور لہجے میں اعتماد۔

اکبر نے بالوں میں ہاتھ رکھا تو مچلنے لگی۔

"پورا گھر خالی ہو گیا ہے تمھارے لئے کہ جس کی سیج پر چاہو لیٹ جاؤ۔"

اور بھائی اکبر نے سامان اٹھا کر کمرے میں رکھ دیا اور اسے اٹھا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ بالوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر جو انگلیاں نچائیں تو مچھلی تڑپنے لگی۔ وہ راجہ کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ باہر نکل کر دروازہ بند کر لیا۔

"یہ سب کچھ تو نے میرے لئے کیا ہے؟"

"نہیں ـــ اپنے لئے ـــ میں نے پہلی بار عورت دیکھی ہے نا ـــ تم جیسی حسین اور ..."

"تو نے مجھے کاظم کو کیوں سونپ دیا تھا؟"

"پھر تو ایسی کیسے ہوتی جیسی ہے۔"

"میں کیسی ہوں آخر؟"

"پوری دلی میں تجھ جیسی ایک نہیں ہے۔"

"اے وہ ـــ کیا سبق سنایا ہے میرے مٹھو نے۔"

اور وہ زور سے ہنس دیں۔

"پہلے یہ بتاؤ ـــ کھانا بھی کسی نے کھلایا یا صرف ۔"

"کھا چکی ہوں ـــ سچ ۔" کتنی بے نیازی ہے۔

"ناچنا کتنا سیکھ لیا؟"

"اس سے پوچھ جسے گرد بنا کر بھیجا تھا۔" آنکھیں مسکرا دیں۔

"تو بھی تو کچھ بتا۔"

"جس دن پہنچی ہوں اس کے دوسرے دن مفلرز کے فلور پر گئی تھی، کوئی ساتھ نہ دے پایا۔" غرور آواز سے نکل کر بدن پر پھیل گیا۔

"دوسروں کے ساتھ ناچی تھی؟" حقارت سی آ گئی نگاہ میں۔

"اس نے نچایا تھا میں ناچی تھی —— وہ بیٹھ کر میرے قدم دیکھ رہا تھا۔" سارے مسلس جیسے تن گئے۔

"اب؟"

"اب کاظم کتراتا ہے میرے ساتھ کھڑے ہوتے۔"

اور ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچ لیا۔

"کہاں نچائے گا —— اتنی تیاریاں کیوں کرا رہا ہے —— اچھا یہ بتا تیرے وہ آئے کیا کہتے ہیں پیر جی —— اے تو یہ حضرت جی۔ پیر جی کو چھوڑ نہیں آئے ابھی تک۔"

"جہاں کہوں گا ناچنا پڑے گا —— ہاں یہ میں نے بتا دیا۔"

"جب ناچنے کا وقت آئے گا ناچ دوں گی —— اب لیٹ بھی جا آ کر۔ (قیمت وصول کر)

"یہ خالی برقعہ پہن کر تو کیسے آ گئی؟" (جیسے ٹاپ اور اسکرٹ پہن کر کنواریاں آتی ہیں۔)

"ارے اتنا تو موٹا اور ڈھیلا ہے —— کیا نظر آیا ہوگا —— کسی کو۔" (تیری بلا سے۔)

"عذرا اور نجمہ بہت خوش ہوں گی تم کو دیکھ کر۔" (بنا رہا ہے۔ بدھو)

"وہ تو اوپر سوتی ہوں گی تمھارے پاس" گولی سی داغ دی۔
"نہیں بلاقن کے ساتھ اپنے کمرے میں سوتی تھیں۔ (اتنا جھوٹ!)
"دونوں اسکول گئی ہوں گی پڑھنے" (ریپیٹ کر رہی ہے حرامزادی)
"نہیں آج چھٹی ہے ــــ گھومنے گئی ہیں" پھنس گیا بیچارہ۔
"کاظم کے ساتھ" چکرویو میں آگیا ــ اپنے ہاتھوں۔
"شاید" (ہتھیار ڈال دیے ــــ بزدل نے)
"اکبر کو کب سے جانتی ہو" (پھنک رہا ہے ــــ نامرد)
"وہ میرا یار تھا بچپن کا" (اور جل ــــ مرجا جل کر)
"شیخ جی کو معلوم تھا؟" (ابے وہ مرد تھا۔ اسے معلوم کرنے کی ضرورت کیا)

"بیٹیاں تک جانتی تھیں؟" (پوری دلی چھانتا پھر بدنفس)
"کہ تم اس کی معشوق ہو"
"ابھی سال بھر پہلے تک وہ بیٹیوں کو اپنی گود میں بٹھاکر ٹافی کھلاتا تھا"

"اور تم دیکھتی تھیں؟" (ہاں جیسے اب دیکھ رہی ہوں)
"تو نہیں سمجھے گا ــــ وہ میرا معشوق جو تھا"
"کاظم کو کب سے جانتی ہو؟"
"جب اکبر نہیں ہوتا تھا تو کاظم کو نکیل پکڑا دیتی تھی سانڈنی جو ہوں"۔
"تم ــ تم غصے میں بول رہی ہو" (نہیں جانی بڑی خوش ہو رہی ہوں)

"نہیں میں تو بالکل تمھارے پہلو میں لیٹی تم کو بہلا رہی ہوں۔"

"میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔" (ڈھیر ہو گیا سالا)

"ارے۔"

اس نے باہوں میں سمیٹ لیا۔ پیشانی اٹھا کر چوم لی۔

"میرا بھولا بھالا راجہ۔"

"میں اب کبھی اکبر اور کاظم کے متعلق کچھ نہ پوچھوں گا۔"

"تجھے سب کچھ پوچھنے کا حق ہے میری جان۔"

"نہیں ــــ سچ ــــ مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

"اچھا ادھر آ ــــ دیکھ میں نے تیری خاطر بالوں میں مہندی لگائی۔ نظر کبھی ڈالی تو نے۔"

وہ زینے سے تیز تیز چلتی آئی اور کمرے میں گھس گئی۔ ڈریسنگ ٹیبل تک پہنچتے پہنچتے اس نے اکبر کو سونگھ لیا۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر وہ اپنا سراپا دیکھنے لگی جیسے جانتی ہی نہ ہو کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے ــــ اکبر کی آنکھ اس پر لگی تھی دوسری زینے پر ــــ اس نے ذرا سا سوچا اور کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں قدم رکھا تو وہ لہرا گئی۔

"ہائے اللہ تم یہاں ــــ کب آ گئے۔"

"اب تو ہم آ ہی گئے۔"

اس نے کمر سے اٹھا کر ایک پیار لیا اور زانوؤں پر بٹھا لیا۔

"مجھ سے ایک سودا کر لے۔"

"سودا — وہ کیا؟"

"تیری بھانجیاں دونوں میری مٹھی میں ہیں۔" وہ ہنس پڑی۔

"بھانجیاں کون؟" اس کا چہرہ دھواں ہو گیا۔

"وہی جن کو تو بیٹیاں کہتی ہے — مولوی بشیر کی بیٹیاں جن سے تیری بہن بیاہی تھی اور جو تیری آگ میں جل کر مر گئی اور جب مولوی بشیر کو تو نے چوس کر مار دیا تو شیخ صاحب کے گھر بیٹھ گئی اور شاہدرے سے اٹھ کر یہاں بس گئی دلی میں — تیری چھوٹی بہن آغا کو بھی جانتا ہوں فرید آباد والوں کو عیش کرا رہی ہے۔ اس سے چھوٹی منڈی ہاؤس میں نوکری کرتی ہے یعنی نام کی نوکری — کرتی تو جو ہے وہ تو بھی جانتی ہے۔ تیرا پہلا یار جس نے تیری نتھ اتاری صغیر تھا جس کے ساتھ تو دلی کالج میں پڑھتی تھی اور لیلیٰ مجنوں کا ڈرامہ کھیلتی تھی جو اب جامع مسجد پر بساط خانے کی دوکان لئے بیٹھا ہے — ادھر دیکھ۔"

"یہ ہتھیلی نہیں ہے دلی ہے پرانی یہ لکیریں نہیں ہیں گلیاں ہیں۔ یہ نشان نہیں ہیں محلے ہیں۔ سمجھی۔"

"اللہ تم تو پورے گائیڈ ہو۔"

اس نے مٹک کر کہا۔

"پورا شہر گھما دیا شاہدرے تک کا اور معاملے کا یکہ دروازے پہ ہی کھڑا چرخ چوں کر رہا ہے۔"

"معاملے کی بات یہ ہے کہ تو میرا خیال کریں تیری بھانجیوں کا خیال

کروں۔"

"واہ — دونوں میٹھے۔"

"کیا کہا؟"

"کہا یہ کہ میں باغبت کا خربوزہ تمہاری چھری پر گر پڑوں پھر۔"

"جواب میں تمہاری چھری ان دو کچریوں پر گر پڑے کیوں۔"

"نا — میری توبہ — میرا مطلب یہ ہے کہ میں تیری بھانجیوں کو بچا کر رکھوں گا۔"

"کس سے بچاؤ گے — راجہ سے یا کاظم سے یا ریاض سے — وہ خراب ہو چکی ہیں بھائی اکبر — ان کو بچانے کی صرف ایک ترکیب ہے کہ کسی بیوقوف کے سر منڈھ دو — اگر تم یہ حامی بھرو تو کچھ بات ہے۔ رہی میں تو تم میرے پوچھے بغیر مجھے ہلکان کر سکتے ہو — لیکن اگر تم معاملے کی بات کرنا چاہتے ہو تو آج پوری رات پڑی ہے — تم تو اکبر ہو۔ اتنی بات تو گلی کے لونڈے بھی جانتے ہیں کہ زور زبردستی اور راضی خوشی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے — میں نے کاظم کو دو مٹھیاں دی ہیں۔ تم پر پوری گودی انڈیل دوں گی۔"

دیر تک دونوں چپ بیٹھے رہے۔ پھر اکبر نے اسے بیڈ پر بٹھا دیا۔ خود نیچے چلا گیا۔ بہت خاموشی کے ساتھ اور وہ آئینے میں اپنے جسم کی تقدیر پڑھتی رہی — تھکنے لگی تھی کہ وہ آ گیا۔ سفاری میں دولہا بنا ہوا۔

"ایک چکر پڑ گیا ہے۔"

"کیا؟"

"فون آیا ہے کہ ایرو ڈرروم پر کوئی پارٹی میرا انتظار کر رہی ہے۔ میں جا رہا ہوں تم نیچے آرام سے رہو — اکبر ہیں — کاظم لڑکیوں کے ساتھ اوپر ہی رہ جائے گا — لڑکیوں کو کچھ پتہ نہ چلنے پائے گا۔ میں رات میں کسی وقت آسکوں گا — بس افسوس یہ ہے کہ تمھارا ناچ نہیں دیکھ پایا — آج بھی۔"

"رات میں دیکھ لینا — میں ساری رات انتظار کروں گی۔"

"سچ؟"

"میں کوشش کروں گا — آؤ — میں تمھیں پہنچا دوں — آگے چلو — ناچ کے نام پر کچھ تو ہو۔"

راجہ کے نکلتے ہی اکبر نے ڈیوڑھی میں تالا ڈال دیا۔ سامنے کے دروازے بند کر دیئے۔ پچھلے دالان میں پنکھے کے نیچے بٹھا دیا۔ خود سامنے بیٹھ گیا۔

"اتنا احسان میں کر چکا ہوں تم پر کہ راجہ کو یقین دلا دیا کہ تمھاری بھانجیاں آج تک کنواری ہیں۔"

"اور اس نے یقین مان لیا۔"

"بالکل مان لیا۔"

اس نے اکبر کے سینے پر اپنا گال رکھ دیا۔

"ایک احسان کر دو — تو سچ مچ احسان ہو۔"

اکبر نے اس کے بالوں کو سونگھ لیا۔

"کیا کہ دوں — بتا؟"

"ایسے نہیں پہلے یہ بتاؤ کہ اگر نہ کر سکو تو کسی سے کبھی کہو گے نہیں"

"نہیں کہوں گا"

"راجہ سے کبھی نہیں — کاظم سے کبھی نہیں"

اس نے اسے اٹھا کر اپنے زانوؤں پر بٹھا لیا — گھنگھور آنکھوں سے دیکھا — گردن چوم لی۔

"تو راجہ اور کاظم کا نام ایک سانس میں مت لے۔ کاظم میری ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور راجہ میری بوتل کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے دوسری بات یہ کہ آج مجھ سے جو بات کر اس میں چھل کپٹ کا مال مسالہ مت لگا۔ میں یہ کیسے مان لوں کہ میری کوئی کچی بات تو اپنے یار کے کان میں نہیں ڈال دے گی — اور دیکھ تیری ایسی عورتیں کتنی میری ٹانگوں کے بیچ سے نکل گئیں — اور میں جہاں کھڑا تھا وہاں سے ٹلا نہیں ہوں"

اس نے ذرا سا آگے سرک کر اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر لیا۔

"کیسے یقین کرے گا تو؟"

وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھی رہی۔

"جیسے کہوں گا ویسے یقین دلائے گی؟"

آنکھیں اسی طرح اس کی آنکھوں میں پڑی رہیں۔

"جیسا کہے گا — ویسا کر دوں گی"

"اچھا اتر پڑ نیچے"

"کچھ آہٹ مل رہی ہے۔"

دروازہ کھلا ــــ تو کاظم کھڑا تھا ان دونوں کو سمیٹے ہوئے۔

ان کو زینے پر چڑھا کر کاظم کو پکار لیا۔

"راجہ کب تک آئے گا ــــ گھر۔"

"اب تو وہ کل ہی آپائے گا ــــ حضرت جی کے پاس ہے نا۔"

"تو جا ریاض کو اپنے ساتھ لے کر آ۔"

"جا کر کیا کروں، فون کئے دیتا ہوں۔"

"جلدی کر ــــ مگر ان لونڈیوں کا کیا حال ہے؟"

"دھت ہیں ــــ چال نہیں دیکھی ــــ جیسے پورے دنوں سے ہوں۔"

"تو فون کر میں ٹھیک کر آتا ہوں۔"

"خیریت ہے ــــ تم کچھ۔"

"ابے تو تو جانتا ہے کہ جب مہم پر ہوتا ہوں تو ایسا ہو ہی جاتا ہوں۔"

"مگر مہم کیا ہے؟"

"ہے ــــ بڑی ہے ــــ ریاض کو آنے دے ــــ اور ڈیوڑھی بند کر لے۔"

اوپر پہنچا تو وہ برقعوں سمیت مسہری پر پڑی تھیں۔ اس نے سینڈل اتارے تو آنکھیں کھول دیں ــــ مسکرا دیں اور برقعہ اتروا لیا ــــ اس نے ٹاپ اور اسکرٹ اتار کر چادریں ڈال دیں۔

"پانی پیو گی؟"

"پلا دونا"

اس نے فریج کھولا — ایک ایک لیموں کاٹ کر گلاسوں میں نچوڑا۔ مکھن کے سلیب سے دو ٹکڑے کاٹے۔ دونوں کو مکھن ملا کر پورے گلاس انڈیل دیئے۔ اور دیر تک بیٹھا تھپکتا رہا۔ وہ آہستہ آہستہ غافل ہونے لگیں۔

نیچے آیا تو دالان میں دونوں بیٹھے تھے۔ اس نے بھیڑیئے کی طرح چوکنی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

"مرغی انڈا دینا چاہتی ہے — میں نے بھانپ لیا ہے ... سونے کا کہیے تو ٹھیک ورنہ ایسی کی تیسی"

تینوں دیر تک گومگو کی حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر اکبر اٹھ پڑا۔ اپنے کمرے میں کرتا اتار کر ٹینٹ میں کمانی دار چاقو لگا باہر آگیا۔

"جا — نکال سفیدے کی دو بوتلیں فریج سے اور تو کاظم ٹیپ بنا لے۔ کیمرہ بھی فٹ کر لے۔ اندر کمرے میں رکھ لے"

جب وہ پہنچے تو پوری کرسی اس کے حسن سے جھمجھا رہی تھی۔ اس نے بڑی ادا سے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور پہلو بدل لیا۔ ریاض نے پوری کرسی اٹھا کر اسے چوم لیا۔ وہ ہنستی رہی۔

"چھوڑ دے یار ان نخروں کے لئے ساری رات پڑی ہے"

اکبر نے اسے کھینچ کر قالین پر رکھ دیا۔

"ہاں اب معاملے کی بات کر — بچی — یہ سب اکبر ہیں۔ بڑا اکبر میں، منجھلا اکبر کاظم، چھوٹا اکبر ریاض — اسے گرہ میں باندھ لے — اب بول —

اور کھول راز کی بات۔"

"میرے پاس بھائی اکبر کون سا راز ہے کس کا راز ہے جو کھولوں۔ ہاں تم کو میرے سب راز معلوم ہیں ___ رہیں بھانجیاں جن کو میں نے بیٹیوں کی طرح پالا وہ میری طرح تمھاری ٹانگوں میں سو چکیں اور بھائی تم کہہ چکے کہ تین اکبر ہیں تو میرا جواب ہے کہ تین سلما ہیں۔ بڑی سلما میں ہوں، منجھلی سلما عذرا ہے چھوٹی سلما نجمہ ہے ___ تینوں اکبر تینوں سلما کو بانٹ لیں دنیا کو دکھانے کے لئے۔ دو اکبر دو سلما سے نکاح پڑھا لیں۔ جب جی چاہے کھلے خزانے یا چوری چھپے جیسے تم چاہو۔ ہر سلما کے کمرے میں تین دروازے پھوڑ لو ___ اکبر کمائیں تو سلما کھائیں سلما کمائیں تو اکبر کھائیں ___ ایک بات اور ___ تم لوگ جس کی گود میں کہو گے، جتنی دیر کے لئے کہو گے، جیسے کہو گے۔ بیٹھ جاؤں گی۔ کسر پاؤ تو ٹینٹ سے چاقو کھول کر پیٹ میں بھونک دو ___ بس یہ نہ کرو کہ کمائیں بی فاختہ اور کھائیں میاں کوّے۔"

"تو کہہ چکی۔"

"بالکل کہہ چکی۔"

"تو چل اوپر چل ___ کیمرہ اٹھالے کاظم اور تو بوتلیں سنبھال۔"

سب فرش پر بیٹھ گئے ___ اکبر اور کاظم اور سلما نے عذرا اور نجمہ کو اٹھالیا اور فرش پر لٹا دیا۔

کیمرہ تین جوڑ ہاتھوں میں گشت کرتا رہا باری باری اور ہر اکبر باری باری ہر سلما کے ساتھ بارہ بارہ فوٹو کھنچواتا رہا۔

"جاؤ پہلے ان دونوں کو سلا دو اٹھا کر ـــــ پھر کیمرہ میرے کمرے میں پہنچا دو ـــــ" جب دونوں آ گئے تو اکبر بولا۔

"تمہارا پیٹ"

"مجھے معلوم ہے بھائی اکبر"

"اور تمہارے فوٹو ہمارے پاس ضمانت ہیں۔ تمہاری وفاداری کی ـــــ شوقین عورت ہو کہیں گرنے لگو تو ڈر کر سنبھل جاؤ گی ـــــ ان دونوں کے نام راجہ نے کتنا روپیہ بنک میں ڈالا ہے؟"

"ایک کوڑی نہیں ڈالی ـــــ زیور خرید دیئے ہیں، کپڑے خرید دیئے ہیں"

"ٹھیک کہتی ہے یہ" کاظم نے تصدیق کی۔

"سالا بہت جھوٹ بولتا ہے ـــــ اچھا لڑکیاں ابھی بہت کچی ہیں۔ ان کو ہوا تک نہ لگے ابھی ـــــ ٹھیک"

"بالکل ٹھیک"

"تمہارے کسی راز کی ہوا نہیں لگے گی راجہ کو ـــــ اکبر زبان دیتا ہے تم کو ٹھیک ـــــ جو ناچ تم راجہ کو دکھانے والی تھیں وہ ہم تینوں کو دکھاؤ اور اس نے گھنگھرو اٹھا کر پھینک دیئے۔ وہ پہننے لگی۔

"ابھی نہیں ـــــ تھوڑی سی پی لو ـــــ تھوڑی سی پلا لو ـــــ ریاض تڑپ رہا ہے تمہارے لئے پہلے ریاض کو پلاؤ ـــــ وہ اٹھی اور بوتل لے کر اس کے زانوؤں پہ بیٹھ گئی۔

"ایک بات اور — ہم سب کے سامنے تم کو اسی طرح برتیں گے جس طرح راجہ چاہے گا اور اکیلے میں تم ہماری جانی ہو — اور تم تینوں راجہ کا دل اپنی مٹھی میں رکھو — وہ گائے نہیں سرا گائے ہے — جو دودھ نہیں چاندی دیتی ہے۔ تم بھی اس کو دوہنے آئی ہو — ہم بھی اس کو دوہنے آئے ہیں — جو جتنا دودھ لے اتنا ہی سب کا فائدہ ہے۔ کیوں بھائی اکبرو ٹھیک ہے؟"

دونوں اکبروں نے تصدیق کر دی۔

"ہاں تو مہارانی میری شروع ہو جائیے۔"

"اور اگر وہ جاگ گئیں؟"

"تو جگائیں گے ان کو بھی رات بھر۔"

ریاض نے سفیدے کا گلاس بھرا دو گھونٹ اسے دے کر خالی کر دیا۔ کولھوں پر ہاتھ جما کر کھڑا ہوا تو اس کے کرنٹ لگ گیا — وہ دونوں دلوار سے لگے خالی گلاس لئے آنکھیں بچا رہے تھے — ریاض تھک کر بیٹھا تو کاظم نے کھڑے کھڑے دو گھونٹ دیئے — گلاس اچھال کر تھوڑی دیر ساتھ دیا اور بوتل اٹھالی — اکبر نے آدھا گلاس پلا کر کمر پر تھپکی دی! اور وہ شروع ہو گئی — اکبر تھک گیا تو زمین سے اٹھا کر فرش پہ بیٹھ گیا۔

"اکبر — میری جان۔"

اس نے زور سے پکارا۔

ہاں — میری سانڈنی بول۔"

"تو نے سب ثبوت لئے — اب میں خود دیتی ہوں تم کو — لو گے، مگر چھاتی چاہئے ہاتھ بھر کی۔

"چڑھ گئی سولی پر۔"

"اتار لوں۔"

"نا ذرا چھو لینے دو اچھی لگ رہی ہے۔"

"نکال نا ثبوت۔"

"نیچے چلو — میرے ساتھ۔"

تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا — اکبر کے اٹھتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔

"چل نیچے چل — پھر تجھے۔"

"ابھی نہیں — میں زینے سے آواز دوں گی تب آنا۔"

زینے سے آواز آئی — اکبر کے اٹھتے ہی سب اٹھ پڑے۔ بند کمرہ کھلا پڑا تھا۔ وہ اس میں داخل ہوئے — سیف کھول دیا اس نے۔

پانچ جوڑ آنکھیں کبھی روپیہ دیکھتیں کبھی آنکھیں۔

"نکال لو زندگی بھر کے لئے ایک بار — مصیبت پڑے تو میرا نام لے لینا — اقرار کر لوں گی عدالت میں — اپنے اکبر کے لئے اپنی سلما کے لئے۔"

"کیا کہتے ہو تم دونوں۔" اکبر گرجا۔

"ہم کیا جو تم کہو گے وہ ہم کریں گے۔"

"نکال لو اٹھارہ لاکھ گن کر نئی نئی گڈیاں۔"

ایک سواسی گڈیاں نکال ہی گئیں۔

"ایک اور نکال لے رنگ پانی کے لئے۔"

"ایک کیا نکالے گا ــــ پوری دو سو کر لے۔"

"ہاں جی ٹھیک کہتی ہے۔"

"کیمرہ کہاں ہے تیرا نکال ـــ ایک تصویر اور لے لے میں نوٹ لادے لیتی ہوں تم دور ہٹ جاؤ ـــ تم کو عذرا کی قسم، نجمہ کی قسم اور آخر میں سلما کی قسم۔"

اکبر نے اسے گود میں اٹھالیا۔ چوم لیا۔

کاظم نے نوٹ سمیٹ کر گٹھڑی بنائی۔ الماری بند کر دی۔

ریاض نے دروازہ بند کر دیا کمرہ بند کر دیا۔

"کنجی مجھے دو ـــ اور اوپر چلو۔"

اس نے کنجی بیگ میں زپ کھول کر اسی جگہ رکھ دی۔

"جا ـــ کاظم ـــ سارے ہینڈل اور دستے رومال سے پونچھ کر آجا۔ بھگو لینا ذرا ـــــ اور تو ریاض یہ گٹھری اٹھالے جا اپنے گھر۔ اور تو آج سے نہ رانی نہ مہارانی نہ سلما ہماری ملکہ ہے ـــ ملکہ۔" اس کے بالوں میں اکبر نے اپنا منہ چھپا لیا۔

جب وہ دونوں واپس آئے تو وہ دونوں تھکے تھکے پیروں سے ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے۔

"ڈیوڑھی میں تالا لگا کر بھیجا تھا ریاض کو۔"

"اور کیا"

"تالا ڈال کر آئے ہو؟"

"اب بھیا ــ تم اکبر ضرور ہو لیکن مچھلی کو تیرنا تو نہ سکھاؤ"

"گھڑی دیکھ کیا بجا ہے؟"

"ابھی تو بارہ بھی نہیں بجا"

"جب گٹھری رکھی موٹر میں تو کوئی تھا؟"

"گٹھری نہیں رکھی موٹر میں آٹے کی بوری رکھی تھی"

"اور جب اتاری؟"

"تب بھی کوئی نہیں تھا"

"اتاری کس نے تھی؟"

"رکھی بھی ایک نوکر نے ــ اتاری بھی نوکر نے۔ آٹا رکھتے میں بھی گرا، اتارتے میں بھی گرایا گیا"

"باقی آٹا کہاں ہے بوری کا؟"

"چاول کی بوری خالی کر کے بھر دیا ــ چاول خالی پیپے میں ڈال دیئے۔ اور کچھ ــ بس اب میری ملکہ کو تخت پر بٹھالے ــ میں شہزادیوں کو جگا کر لاتا ہوں"

وہ جب آئیں تو جیسے روشنی بڑھ گئی ــ اکبر نے چند منٹ میں ان کے چابی بھر دی ــ وہ ناچتی جاتیں اور اماں جان کو دیکھتی جاتیں ــ حیرت سے دیکھتی جاتیں ــ قدموں کا نظام بکھر جاتا ــ وہ پھر سنبھل کر شروع

ہو جاتیں۔

دھوپ ان کے جسموں پر گدگدی کرتے کرتے تھکنے لگی تب وہ اٹھے۔ اور جب اٹھے تو سب اٹھ پڑے ـــ تینوں نے باری باری ملکہ کے بدن پر اپنے ہونٹوں کا سجدہ پیش کیا اور نیچے اتر گئے جیسے وہاں ان کا انتظار ہو رہا ہو۔ اکبر نے ایک بار پھر تفصیلات کی فہرست پر غور کیا۔ جب چول پر چول بیٹھ گئی تب ناشتہ لانے کا حکم دیا۔ قنات کے پاس تینوں نے برتن سنبھال لئے ـــ زینے سے نکلے تھے کہ وہ گاؤن سنبھالتی دوڑ پڑی۔

"کیا کر رہے ہو یہ تم لوگ ـــ یہ تمھارا کام نہیں ہے ـــ میں کیا مر گئی ہوں"

"تو جس دن مر گئی ـــ اللہ قسم بیوہ ہو جاؤں گا ـــ میں کیا سب"

وہ دونوں بھی ہنس دیں۔ سب نے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا اور کرایا ـــ بچی کھچی کسر فریج سے پوری کر لی ـــ اور چائے کی پیالی لے کر بیٹھ گئے۔

"ابے دس بج گئے، کمال ہے" اکبر بولا۔

"کمال کیا ہے چار بجے تو سوئے ہیں" نجمہ نے جواب دیا۔

پھر نہانے دھونے کا چکر شروع ہو گیا ـــ گیارہ بجتے بجتے فون آیا کہ راجہ شام سے پہلے نہ آ سکے گا ـــ اکبر نے سنا تو ہنس دیا۔ کاظم کو آواز دی۔

"جاؤ ـــ دونوں کو پبلک اور ماڈرن اسکولوں کے یونیفارم خرید دو۔ ذرا ڈھیلے اور نیچے اور دو دو جوڑے"

"اور بہنوں کیا میں جانے کے لئے۔"

"مڈی اور چوڑی دار اور چوڑیاں دو دو ۔ اور میک اپ ہرگز نہیں۔"
نجمہ بڑبڑانے لگی تو دونوں نے گھور کر دیکھا ــــ وہ چپ ہو گئی۔
وہ برقعے پہنتی نکلیں تو اکبر نے سلما کے زانو پر ہاتھ رکھ دیا۔
"رات ان کا سبھاؤ دیکھا ـــ مردوں کے مرد بونے بن گئے مٹی کے۔"
"ہاں ـــ دین ہے اللہ کی۔"
"اب تم اٹھو ـــ اپنے جوڑے دکھاؤ دھراؤ۔"
"کیا کروگے؟" اس نے چٹکی لے لی۔
"اڑتالیس سال کی عمر میں دولھن ملی ہے تو دیکھ بھی لوں۔"
سرخ اطلس کا جمپر، سرخ غرارہ، سونے کا سٹ، ایک ہاتھ میں بھرواں کڑے دوسرے ہاتھ میں بارہ موٹی موٹی چوڑیاں پہنے۔ سر پر سرخ اور سنہرے چوڑے حاشیے کا دوپٹہ پہن اوڑھ کر سلیم شاہی جوتیاں چمکاتی آئی تو وہ دیکھتا رہ گیا۔ کیمرہ لاکر ریل نکال کر پھینکی ـــ اسے بیڈ پر بٹھا دیا اور پوز پر پوز لیتا رہا۔ اکیلے بھی اور اپنے ساتھ بھی ـــ ریل ختم ہو گئی۔ دوسری لگالی ــــ جب کوئی انداز نہیں بچا تب اس کی اکیلی تصویریں لیتا رہا۔
وہ چلاتی رہی لیکن اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ دھلائے ــــ کھانا کھلایا اور کھایا۔ برتن اٹھا رہا تھا کہ ریاض آ گیا۔ اسے دیکھا تو جہاں کھڑا تھا کھڑا رہ گیا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تم کو آج دیکھا ہے۔" اور ہونٹ چوم لیے۔

"لگتا کیا ہے بے ـــ دیکھا ہی آج ہے ـــ سورج روز نکلتا ہے لیکن بعض دن نیا معلوم ہوتا ہے ـــ اس دن سورج کا روپ نیا ہوتا ہے یا آنکھ کی نظر نئی ہوتی ہے۔"

ریاض نے کیمرہ اٹھا لیا اور تصویریں لینے لگا ـــ ان گنت تصویریں۔ وہ تھک گئی لیکن پوز دیتی رہی۔ کیمرہ بند ہو رہا تھا کہ وہ دونوں آگئیں ـــ ماڈرن اسکول کی یونیفارم پہنے۔

"آپ لوگ کیا دیکھ رہے ہیں اس طرح؟"

نجمہ نے اٹھلا کر پوچھا۔

"پورے اسکول میں دو ہی چار نکلیں گی ان جیسی۔"

چپکے سے اکبر نے کہا۔ ریاض نے گردن ہلائی۔

"وہ بھی مشکل سے۔"

دونوں نے اٹھ کر دونوں کو سینے سے لگا لیا اور چومتے چومتے نڈھال کر دیا۔

"اب چھوڑو کھانا کھانے دو۔" سلمانے حکم دیا۔

انھوں نے چھوڑ دیا تعمیل ہوگئی۔ کاظم نے بڑا سا بنڈل اکبر کے آگے ڈال دیا۔ اس نے کھولتے کھولتے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"تمھارے لئے کرتے اور پائجاموں کا کپڑا لایا ہوں ـــ اپنی رانی کے ساتھ نکلوگے تو راجہ لگوگے" اکبر کی نگاہ جھک گئی۔

لڑکیاں کھانا کھاتی رہیں ـــ سلمانے اسی وقت ناپ لے کر پائجامے کاٹ دیئے ـــ اور دونوں میں بانٹ دیئے کہ مشین پر بیٹھ جائیں کسی وقت وہ اسی وقت نیچے اتر گئیں۔

جب شام ہوگئی اور فطرت کا میک اپ بدل گیا تو انھوں نے بھی اپنے جوڑے بدل لیئے۔ میکسیاں چڑھ گئیں۔ عیاریوں کے "ماسک" پہن لئے ـــ اور اس چاندی کے دیو کا انتظار کرنے لگیں جس نے قید کر لیا تھا۔

رات شروع ہوئی تھی کہ وہ آگیا۔ کاظم نے سیڑھیوں پر روک لیا۔

"کیا ہوا جو کل شام سے یہ شام ہوگئی" (باخبر رہنے کی فکر تھی)

"کچھ نہیں ـــ کچھ بھی نہیں ـــ حضرت جی کو خیال آیا ـــ کہ ان کی محفل کو گرم رکھنے کی خاطر میں دور رہتا ہوں تو انھوں نے کل بلا لیا اور اب آنے دیا۔"

"وہ کس طرح رہے ہیں؟"

"جیسے ڈھابلی میں مرغا رہتا ہے ـــ سات مرغیوں میں" الکوحل کی مہک سے لفظ معطر تھا۔

"کہاں ہے میری جان ـــ اور جنیاں ـــ اور ان کا گرد؟"

"جہاں تمھارا حکم تھا وہیں ہیں"

"کب سے پی رہے ہو؟"

"کل شام سے آج دوپہر سے آج رات تک ـــ حضرت جی پلاتے رہے

— اپنے ہاتھ سے بنا بنا کر — ہم پیتے رہے — ان کا ڈرائیور ہم کو چھوڑ گیا۔"

کمرے میں داخل ہوا — تو کاظم نے اشارہ کر دیا۔

"کہاں کہاں سے پی کر آ جاتے ہو — میں شام سے پورا میخانہ لئے بیٹھی ہوں تمھارا انتظار کل سے کر رہی ہوں۔"

"کل سے انتظار کر رہا ہے میخانہ — تو لاؤ — سب پلا دو۔"

اس نے کاظم کے ہاتھ سے کاک ٹیل کا پورا گلاس لے لیا۔

"تم پیو — میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔"

کاظم نے ٹیپ لگا دیا۔

"کتنا روپیہ دیا اس بار حضرت جی نے ؟"

اس نے سوچا (کتنا کم کروں)

"تیس لاکھ۔"

"تیس لاکھ !"

"کیا بہت ہے یہ ؟" وہ اپنی چالاکی پر خوش ہوا۔

"بہت کم ہے یہ تو — دس پندرہ تو تم خرچ ہی کر چکے ہو گے۔"

"ہاں — کل وہ شاپنگ کرانے جا رہے ہیں — تم سب انتظام کر دو۔ میں ساتھ جاؤں گا ان کے کہا ہے انھوں نے۔"

"نہیں تم ساتھ مت جاؤ — مجھے بھیج دو — تمھاری شان کے خلاف انھوں نے کوئی بات کہہ دی تو ساکھ خراب ہو جائے گی۔ پھر وہ جو کچھ دیں گے

تم کو تھوڑی دیں گے۔ کسی اور کو دیں گے۔ تم کو تیس لاکھ دے چکے اور تم تھک بھی چکے ہو۔"

"تم پیلے ہو رہے ہو — اپنا نہیں تو ہم سب کا خیال کرو۔"

"ہاں آج سارے دن بدن میں درد ہوتا رہا، سر میں بھی ہوتا رہا۔"

"میں یہیں رہ جاؤں گا۔"

"نہیں — تم یہاں رہو گے تو سلما سے لپٹے رہو گے اور لڑکیوں سے چمٹے رہو گے — میں تم کو نہیں رہنے دوں گا یہاں۔"

"سمجھے۔"

"کیا تم یہاں نہیں رہو گے — وہیں رہو گے یا وہاں رہو گے؟"

"بولو نا — کیا سو گئے — کچھ تھوڑا سا کھا لو — راجہ — اے راجہ۔"

ٹیپ بند ہو گیا۔

"ریاض تم جاؤ بھائی کے لئے زری کا بہترین جوتا، چھڑی، چاندی کی ڈبیہ، بھوپالی بٹوہ، شمامۃ العنبر کی بڑی والی قلم اور مہندی لے کر آؤ اور تم جو پائجامہ سل گیا ہے وہ اور ایک عمدہ کرتا کھنگال کر ڈال دو۔"

"ڈال چکی — لیکن بات کیا ہے۔"

"بات کیا ہو گی کل شاید باہر نکلنا ہو — تو تمھارے ساتھ اچھے لگیں گے اس طرح چلتے ہوئے۔ دونوں کے سب یونیفارم لاؤ یہاں باتھ روم میں — ٹب میں ڈال کر نکال لو — بس کافی ہے — ڈال دو تار پر ایسے ہی سوکھ جائیں گی صبح تک — اور ایک برتن مجھے دے دو میں کلیجی نہاری لے

آؤں لپک کر ـــــ اور سنو جب تک میں نہ آؤں اس کے پاس ہی رہنا۔"
جب ریاض سارا سامان لے کر آگیا ڈیوڑھی میں تالا پڑگیا تو اس نے سلمیٰ سے کہا کہ بھائی کو اوپر سے بھیج دے اور خود لڑکیوں کے ساتھ کھانا کھالے ہم لوگ ذرا اس کے پاس بیٹھیں گے ـــــ اور تھوڑی سی لے بھی لیں گے۔"
اکبر سفیدے کی بوتل ہاتھ میں لئے آیا اور ابرو سمیٹ کر پوچھا "کیا بات ہے ـــــ کیا زیادہ طبیعت خراب ہے ـــــ کہاں لیٹا ہے؟"
"آپ یہیں ہمارے پاس بیٹھ جائیے ـــــ" وہ دونوں منہ سے منہ ملائے سرگوشیاں کرتے رہے۔ سوچتے رہے، بولتے رہے۔ جب بوتل ختم ہوگئی تو اٹھ گئے۔
کمرے کا فرش اجال دیا گیا تھا اور وہ تینوں قرینے سے لیٹی تھیں۔ ان کو دیکھتے ہی سلما نے تشویش سے خیریت پوچھی۔
"نہیں جی ـــــ یہ بلاوجہ پریشان ہوگئے ـــــ وہ زیادہ پی گیا ہے سو رہا ہے۔" اکبر نے تسلی دی۔
کاظم فون لے کر باہر چلا گیا ـــــ سلما کو اکبر اٹھالے گیا ـــــ ریاض دونوں کے پاس لیٹا گل چینی کرتا رہا۔
صبح بعد میں ہوئی وہ پہلے اٹھ پڑے۔ چائے پی کر اکبر حجام کے یہاں چلے گئے۔ ریاض اور کاظم نے راجہ کو اٹھا دیا۔ دہی پلا کر غسل کرایا۔ کپڑے بدلے۔ وہ کہاں کہاں کرتا رہا ریاض نے اسے گاڑی میں ڈال لیا۔ ایک دوست

ڈاکٹر کے مطب پر گاڑی روکی ۔ اس کو کچھ صحیح اور کچھ غلط حال بتایا۔ نیند کا انجکشن بنوایا۔ گاڑی سے راجہ کے اترتے ہی ڈاکٹر نے انجکشن لگا دیا اور کچھ گولیاں اور مکسچر پکڑا دیا۔ کاظم گھر چلا آیا۔

راجہ آزاد پور پر اترا تو سہارا دینا پڑا۔ بجو کے کمرے میں پہنچا تو مسہری پر لیٹتے ہی ڈھیر ہو گیا۔ بجو کو اونچ نیچ سمجھاتے سمجھاتے ڈرا دیا کشن سے کچھ باتیں کیں اور سوار ہو گیا۔

بھائی اکبر بہت کلوز شیو بنوا کر مہندی لگائے بیٹھے تھے کہ کپڑے استری ہو کر آ گئے۔ کاظم نے نہا دھو کر راجہ کی وارڈ روب سے بہترین سفاری نکال لیا۔ عمدہ جوتا پہنا۔ کف لنگ لگائے۔ سگریٹ کاٹن اور سونے کا لائٹر ہاتھ میں لے کر نیچے اترا تو سلما ہلدی کا ابٹن مل رہی تھی۔

ایک گھنٹے کے اندر کناٹ پلیس پہنچنا ہے — تم ریاض فون پر بیٹھے رہو میرا فون پاتے ہی سوار ہو جاؤ۔"

گیٹ میں قدم رکھتے ہی اچھی جان نظر آ گئیں اور سارے بدن کی ایک نظر میں بلائیں لے لیں۔ قریب آئیں تو جیسے روٹھ گئیں۔

"کتنے دن ہو گئے یہ صورت دکھائے۔"

"اتنی ہی راتوں کا جرمانہ قبول۔"

وہ ہنس دیں۔ گال پر ایک چپت ماری۔

"اندر چلو۔"

"اندر کیا چلوں — وہاں تو مرغا ککڑوں کوں بول رہا ہوگا۔ یہاں کیا

کر رہی تھیں؟"

"وہ — ادھر مالی لگے ہیں — انھیں کام بتانے آئی تھی۔"

اس نے حضرت جی کو دالان میں دیکھا وہ دیکھ رہے تھے — مالی اور پھاٹک آڑ میں ہو چکا تھا — اس نے اچھی جان کو روک کر خوب خوب گہرے پیار لیے۔ پھر چونک پڑا۔

"غضب ہو گیا۔"

"کیا ہوا؟"

"حضرت جی نے دیکھ لیا۔"

"تو کیا میں ان کی نکاحی بیوی ہوں۔"

"پھر بھی برا ہوا — اچھا میری مدد کرنا — میں سنبھال لوں گا۔"

"چھوڑو۔"

وہ پورٹیکو سے دالان میں آگئیں۔ ہال کے فرش کو چونک کر دیکھا۔ حضرت جی کے کمرے سے زہرہ نکلی تو اس نے جھک کر کمر پر دانت چبھو دیئے اور پھر جیسے ڈر کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے گالوں پر چپتیں لگائیں — اس کو یقین تھا کہ اس بار بھی حضرت جی نے کنکھیوں سے دیکھ لیا ہے۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی سلام کو جھک گیا۔

"یہ کون ہے تمھارا؟"

حضرت جی نے بھیڑیئے کی طرح مسکرا کر پوچھا۔ اچھی جان کا چہرہ کڑا ہو گیا۔

"میں کاظم ہوں ــ اس سے قبل جب آپ آئے تھے تو میں حاضر ہوا تھا۔ یہ میری یار ہیں۔ میں نے ہی ان سب کی دوستی صرف آپ کی خاطر راجہ کی گود میں ڈال دی تھی ــــ راجہ کسی ضروری کام سے باہر گیا ہے۔ میں آپ کو باہر لے جانے کے لئے آیا ہوں۔"

"تم نے بتایا نہیں۔"

انھوں نے اچھی جان کو چبھتی نظروں سے دیکھا۔

"یہ ــــ میرا معشوق ہے۔"

اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گال پر رکھ لیا۔ حضرت جی نے کاظم کو کچھ احترام سے دیکھا۔ اچھی جان باہر نکل گئیں۔

"تم گاڑی لگواؤ میں چل رہا ہوں۔"

"حضور شاپنگ کرنے کس طرف چلیں گے؟"

"کناٹ۔"

اس نے دردانہ کو گاڑی پورٹیکو میں لانے کے لئے گیٹ پر دوڑا دیا۔ اور خود فون اٹھا لیا۔

وہ گاڑی پارک کر رہا تھا کہ ٹیکسی سے وہ اتری۔ سرخ و سفید رنگ پر آسمانی شیفون کی ساری نے موتیوں کی آب میں پر لگا دیئے تھے۔ وہ گوگو لگائے راجہ صاحب کا انتظار کر رہی تھی۔ کہنے کو کھڑی تھی لیکن سارا بدن جیسے کسی مدرا کا آموختہ پڑھ رہا تھا ــ کاظم نے اترنا چاہا تو حضرت جی نے روک لیا۔

"یہ کون ہے؟"

"یہ پوری کہکشاں ہے۔"

"کیا؟" — انھوں نے چشمہ اتار لیا۔ وہ راجہ کے ہاتھ سے پان کھا رہی تھی۔

"یہ رانی ہے — ایک ریاست کی اپنے راجہ شوہر کے ساتھ ہے۔ اس کی دو بھانجیاں ہیں — دہرہ دون میں پڑھتی ہیں — ایک سے ایک نگینہ — اور چار سالیاں ہیں — چار سمندروں کے موتی۔"

"کیا بہت بڑی رانی ہے؟"

"نہیں بہت بڑی نہیں ہے — لیکن رانی ہے۔"

"پولیٹکل پل۔"

"ہے لیکن ایسا کوئی خاص نہیں ہے۔"

"حکم ہو تو تعارف کراؤں — میری دوست ہے مگر رانی ہے حضرت جی اس لیے ڈر لگتا ہے۔"

وہ اتر پڑے اور سیدھے اسی طرف چلے۔ راجہ اپنا بیگ بند کر رہے تھے۔

"ارے راجہ صاحب۔"

"ارے کاظم۔"

"رانی بھابھی آداب — راجہ صاحب حضرت جی سے ملئے۔ یہ ہمارے پیر ہیں اور آج کل ہم پر رحمت بنے ہوئے ہیں۔

دونوں نے جھک جھک کر سلام کیئے۔ رانی نے ہاتھ چومے تو چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"کیسے تکلیف کی رانی بھابھی نے۔" رانی نے چشمہ دوسرے ہاتھ میں لیا۔

"تین دن سے پڑی ہوں شاپنگ کے لیئے — آج نکلے بھی ہیں تو عجلت مچا رہے ہیں۔" اور انھوں نے پیک تھوکنے کے بہانے دیر تک بیک پوز دیئے رکھا۔ آنچل گرا اٹھا پھر گرا۔

حضرت جی چلے تو سب چلے — دوکان تھلکے کا انتظار کر رہی تھی۔ پہنچ گئی۔ سب لوگ اوپر پہنچائے گئے۔ چھوٹا سا کوزی کمرہ — ٹھنڈا اور اندھیرا۔ حضرت جی نے رانی کو اپنے پاس ہی سیٹی پر بٹھالیا — راجہ نے ہیرے کے سٹ کی فرمائش کی — کولڈ ڈرنکس پیش ہوئیں — ایک گھونٹ لیتے ہی حضرت جی نے کاظم کو دیکھا۔ اس نے اپنا کان پیش کر دیا۔

"اس کو اٹھالے چلو۔"

"جو حکم — جان پر کھیل جاؤں گا۔"

"اور سٹ منگاؤ۔"

سٹ آنے لگے۔ کھلنے لگے۔ رانی دیکھنے لگیں — کوئی پسند نہیں آیا۔ منیجر آیا ہاتھ جوڑے اور چند منٹ کی مہلت مانگی کہ ڈاکوؤں کے ڈر سے قیمتی سٹ دوکان پر نہیں رکھے جاتے — کولڈ کی کشتی پھر آگئی۔

"آپ دونوں میرے ساتھ لنچ پر چلیں گے — کاظم کو میں عزیز رکھتا

ہوں اور آپ دونوں اس کے بھائی ہیں، بھابھی ہیں۔"

راجہ اٹھا — ہاتھ باندھے۔

"حضور کا لنچ تبرک ہے لیکن مجھے پارلیمنٹ پہنچنا ہے — میں کسی دن حاضر ہو کر حضور کے ہاتھ سے ایک ٹکڑا لے کر کھا لوں گا۔ یہ البتہ حضور کے قدموں میں حاضر رہیں گی۔"

راجہ نے رانی کو منانا شروع کیا۔ وہ انکار کرتی رہیں۔ پھر سوٹ آ گئے۔ راجہ نے جلدی جلدی دیکھنا شروع کیا — لیکن کوئی بھی پسند نہیں آیا۔

منیجر پھر حاضر ہوا اور پھر وقت مانگا۔ راجہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بیگ کھولا — چیک بک سے ایک لیف پھاڑی — ایک بڑی موٹی سی گڈی نکالی اور رانی کے ہاتھ میں تھما دی۔ حضرت جی نے ہاتھ بڑھا کر چیک اور نوٹ اٹھائے۔ راجہ کا بیگ چھینا اور اس میں ڈال دیئے۔

"یہ ہمارے دوست کی بھابھی ہیں اور دوکان پر ہمارے ساتھ آئی ہیں — آپ ہماری توہین کر رہے ہیں — آپ پارلیمنٹ جائیے۔"

راجہ نے ہاتھ جوڑے اور گڑگڑاتا رہا لیکن حکم حکم تھا۔ کاظم نے پوچھا۔

"آپ پارلیمنٹ سے کب تک آئیں گے؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ بارہ بھی بج سکتے ہیں رات کے اور پانچ بجے بھی آ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں رانی بھابھی کو پہلے پہنچاؤں گا حضرت جی کو بعد میں

سرکار یہ مناسب ہے ؟"

سرکار نے گردن ہلادی۔ راجہ نے ہاتھ جوڑے ایک قدم الٹا چلا اور باہر نکل گیا۔ اس بار جو سٹ آئے ان میں سے ایک پسند کیا گیا۔ حضرت نے اپنے ہاتھ سے ساری کا آنچل ہٹایا اور نکلس پہنا دیا ___ وہ نگاہیں نیچی کئے بیر بہوٹی کی طرح شرماتی رہی ___ بل آیا ___ حضرت جی نے دیکھا ___ سات لاکھ ___ چیک بک نکلی ___ لیف ہاتھ میں پھینک دی اور کھڑے ہوگئے زینے میں اس کی کمر پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ سیڑھیاں اترتی رہی ___ لیکن سمٹ سمٹ کر ___ نیچے ___ سیلز گرل کے ساتھ ٹوائلٹ چلی گئی۔ حضرت جی نے اس کا کان طلب کیا۔

" جال میں تو آگئی ___ ذبح کرنے میں جلدی کرو۔"

" آج ہی ؟"

" ابھی۔"

" عزت آبرو پر کھیلنا پڑے گا۔"

" کھیل جاؤ ___ سوچو مت ___ اوبرائے لے چلو۔"

باہر آئی تو روشنی سی ہوگئی۔ وہ آگے چل رہی تھی کہ اسے حکم تھا۔ حضرت جی کی نگاہیں اس کی بیک کا طواف کر رہی تھیں۔ اس نے رک کر حضرت سے عرض کی۔

" اوبرائے کے بجائے اکبر مناسب ہوگا۔"

" اس نمبر پر فون کردو ملازموں کو کہ ایک کمرہ خالی کر دیں۔"

کاظم آیا تو حضرت جی اس پر جھکے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ وہ شوفر کے پاس بیٹھنے لگا تو حکم ملا — وہ رانی کے پاس بیٹھ گیا۔ رانی حضرت جی کے پہلو میں دھنس گئیں۔ ایک جگہ گاڑی رکی۔ کاظم اتر گیا۔ دیر کے بعد دو گلاس جوس لایا۔ ایک حضرت جی کو دے کر آنکھ دبا دی۔ انھوں نے ایک گھونٹ لے کر گلاس رانی کے ہونٹوں سے لگایا تو اس نے ہونٹ کھینچ لئے۔

"تبرک ہے — رانی بھابھی۔"

اس نے پی لیا — خالی گلاس کاظم نے تھام کر دوسرا حضرت جی کو دے دیا۔ حضرت جی نے تھوڑا سا پی کر اس کے ہونٹ سے لگا دیا۔

وہ بیٹھنے لگا تو حضرت نے رانی کو اپنے پہلو پر انڈیل کر جگہ بنا دی۔ گاڑی رینگتی ہوئی انڈیا گیٹ کے سامنے آئی تو حضرت جی نے اسے سمیٹ کر سیاہ بادل دکھائے — دکھاتے رہے وہ دیکھتی رہی۔

"جوس اور پلاؤ کہیں روک کر۔"

"جوس کا پورا تھرمس ہے — میرے پاس۔"

"بہت خوب — لاؤ مجھے دے دو۔"

وہ کپ میں انڈیلتے ایک گھونٹ خود پیتے باقی اسے پلا دیتے۔ دوسرے کپ پر اس نے ہاتھ پکڑا تو انار کا عرق اس کے بازو اور گریبان پر گر پڑا — حضرت جی دیر تک معذرت کرتے رہے اور اس کے گریبان اور پہلو کو رومال سے صاف کرتے رہے۔ رانی نے پوری آنکھیں کھول کر ہونٹوں میں دراز سی پیدا کی تو وہ بیقرار ہو گئے۔

"ڈرائیور سے کہو کہ جلدی پہنچے۔"

وہ اسی پوز میں دیر تک بیٹھی رہی اور وہ اسے سمیٹے دیکھتے رہے۔ آنکھوں سے پیتے رہے۔

حضرت جی گاڑی سے اس طرح اترے جیسے دنیا سے بے نیاز ہوں۔ کاظم کے ساتھ رانی داخل ہوئی ــــ تو ذرا سا ڈھیک گئی ــــ اور ہوسناک نگاہوں سے حضرت جی کو دیکھا۔ وہ بڑھے تو اس نے آنکھ سے منع کر دیا۔

"کیا بات ہے۔ کچھ چکر سا آ رہا ہے۔"

"تم لیٹ جاؤ میں ایک گولی دیتا ہوں ــــ کھا کر پانی پی لو۔"

اس نے ڈبل بیڈ پر لٹا دیا

"یہ آپ کے کمرے ہیں ــــ کوئی ناگوار بات ہوئی آپ کے لئے تو میری ناک کٹ جائے گی ــــ آپ بیٹھے رہیں میں اپنے آپ ہی کو داؤں پر لگاتا ہوں۔"

وہ بیٹھ گئے ــــ اسے پسندیدگی سے دیکھتے رہے۔ اس نے رانی کو سہارا دے کر گولی کھلائی پانی پلایا تو پھندہ پڑ گیا ــــ اور پانی گر پڑا۔

"ساگون کے ٹب میں ایک پری ہے۔" حضرت جی نے سوچا۔

ذرا سی کشمکش کے بعد اس نے بلاؤز اتار لیا ــــ ساری کھول لی۔

"میں اسے کھنگال کر ڈال دوں۔"

اس نے تکیے میں چھپے منہ سے کوئی جواب نہ دیا اور وہ بظاہر مطمئن ہو گیا۔

اس نے حضرت جی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آج پہلا دن ہے — اور رانی ہے یہ — آج صرف کھیلئے — کل ذبح کرا دوں گا اپنے ہاتھ سے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے — تم اس کمرے سے بوتل اٹھا لاؤ۔"

وہ شغل کرتے رہے اور وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پوز دیتی رہی۔

"اس کے بچہ نہیں ہوتا ہے — لاکھوں روپیہ خرچ کر چکی ہے — اسی سلسلے میں مجھ سے بہت بے تکلف ہو گئی — ورنہ میری مجال ہے کہ ساری کھول لوں — گولی مار دی جائے کھڑے کھڑے۔"

"اچھا۔"

"آپ نے راجہ کو دیکھا ہے۔"

"شاندار آدمی ہے۔"

"جی نہیں — خونی آدمی ہے۔ بیسوں کو گولی سے اڑوا دیا۔ مقدمے چلے، ریاست تباہ ہوئی لیکن شان میں فرق نہ آنے دیا۔ اس لئے اگر اس کے کولھے کا ایک بوسہ مل جائے تو ان سات عورتوں کی سات راتوں سے زیادہ قیمتی ہے — اور میں اسی اولاد نہ ہونے کا چکر چلا کر آپ کا کام بنا دوں گا۔"

حضرت جی نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کرسی سے پگھل کر اس کے گلاس میں آ گئے ہوں — ہاتھ بڑھا کر فرنچ روبیا کے پیٹی کوٹ کا پائینچہ چڑھا دیا اور پنڈلی پر ہاتھ پھیرتے رہے — اس نے ہاتھ پکڑ لیا — ٹرانسپیرنٹ بریزیر کی طرف ہونٹ بڑھائے اس نے روک دیا — وہ بیٹھ کر پھر پینے لگے۔

کاظم جب کھانے کا سامان اس کمرے سے لاکر اس کمرے میں لگا چکا تو حضرت جی نے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ کاظم نے آواز دی اس نے آنکھیں کھول دیں ــــ حضرت جی سارے سموچے ڈوب گئے ــــ پھر وہ تڑپ کر اٹھی اور غصے سے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ بلاؤز اور ساری دھوکر پھیلا دو۔ اس نے گھگھیا کر گذارش کی۔

"ہاں رانی صاحب آپ ہی نے کہا تھا۔"

حضرت جی نے گواہی دی ــــ وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر اٹھی باتھ روم میں گھس گئی ــــ باہر نکلی تو شانوں پر تولیہ پڑی تھی لیکن ہر قدم پر بدن کا ایک نہ ایک پیالہ چھلک جاتا ــــ حضرت نے اسے پلنگ پر اپنے پاس بٹھالیا۔ کاظم نے کھانا سروع کیا۔ حضرت جی نے ایک لقمہ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے ہونٹ ہٹا لئے۔ حضرت جی نے مضبوط لہجے میں کہا۔ آج پورا کھانا اپنے ہاتھ سے تمھیں کھلاؤں گا اور نہیں کھاؤ گی تو بھوکا بیٹھا رہوں گا۔ اس نے مسکرا کر نظریں جھکا لیں ــــ پھر کاظم کی طرف دیکھ کر روکھی ہو گئی۔ کاظم اپنی پلیٹ اٹھا کر جانے لگا تو اس نے اٹھ کر ہاتھ پکڑ لیا اور کرسی پر بٹھا دیا ــــ حضرت نے لقمہ اپنی پلیٹ میں رکھ لیا۔ یہ کاظم جو ہے یہ پوری دنیا میں میرا سب سے پرانا اور سب سے چہیتا اور سب سے زیادہ بھروسے کا آدمی ہے ــــ یہ تمھارے خلاف کسی سے بھی ایک جملہ کہنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا ــــ میں اس کی قسم کھاتا ہوں۔

رانی نے جھک کر حضرت جی کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تو تولیہ گر پڑی۔ وہ اٹھانے لگی تو حضرت جی نے ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے نوالہ اٹھایا۔ اس نے

ہونٹوں کی دراز ذرا دیر سے کھولی اور بڑے ناز سے لیا۔ حضرت جی نے خوش ہو کر اپنے بازو میں باندھ لیا ــــ وہ شرماتی رہی کھاتی رہی۔

"کاظم نے ابھی بتایا کہ دنیا میں تمھیں صرف ایک دکھ ہے ــــ اولاد کا دکھ۔"

اس نے بڑے دکھ، بڑی حسرت بڑی منت سے دیکھا۔ تھوڑی دیر دیکھتی رہی جب آنکھیں کچھ آبدار ہو گئیں۔

"کاظم نے سچ کہا۔"

"کاظم نے اپنے لئے کچھ نہیں مانگا تمھارے لئے اولاد مانگی۔"

اس نے کاظم کو بڑے پیار سے دیکھا۔

"اگر تم سات دن تک میرے ہاتھ سے کھاتی رہو جو میں کھلاؤں اور پیتی رہو ــــ جو میں پلاؤں ــــ تو تمھارے اولاد ہوگی اور جلد ہوگی بہت جلد ہوگی۔"

"آپ سچ فرما رہے ہیں حضرت جی؟ ــــ حضرت جی۔"

وہ ان کے دونوں ہاتھ چومنے لگی۔

"میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں ــــ اور کسی سے قسم پہلی بار کھا رہا ہوں۔"

"میں اپنا سب کچھ آپ پر نچھاور کر دوں گی ــــ آپ اگر صرف ایک بار ماں بنا دیجئے ــــ ماں بنا دیجئے۔" وہ رونے لگی۔ حضرت جی نے کاظم کو اشارہ کیا اور رانی کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔

"لو یہ پیو — شراب ہے۔"

"یہ شراب نہیں ہے آب حیات ہے میرے لئے۔"

ہر سپ پر جھجکتی رہی — منہ بناتی رہی پیتی رہی۔ تھوڑی سی پلا کر حضرت جی نے کھلانا شروع کر دیا — جب بریزیر کا ہک کھلا تو کاظم اٹھ کر جانے لگا — اس نے لڑکھڑا کر ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں تو جائے گا نہیں — یہ آقا ہیں میرے اور تو میرا دوست ہے — جانی دوست — تیرا ابھی مجھ پر حق بنتا ہے آج سے ..."

کاظم نے جھک کر اس کے گال تھام لئے اور آنکھیں چوم لیں۔

"رانی نشے میں تو نہیں کہہ رہی ہو۔"

اس نے ہاتھوں سے چہرہ نکال لیا۔

"نشہ — رنڈیاں نشہ کرتی ہیں — رانیاں وفا کرتی ہیں۔ تو جانتا ہے کہ راجہ مجھے پلاتا ہے — مجھے کڑوی لگتی ہے لیکن پیتی ہوں — میرا نشہ میری نیند ہے۔"

حضرت جی کے دونوں برہنہ بازو اس کے پیٹ پر بندھ گئے۔ رانی نے گردن اٹھائی۔ حضرت جی نے اپنے ہونٹوں سے اس کے ہونٹوں کی دراز بند کر دی۔

اس نے حضرت جی کے ہاتھ سے ڈنر کھایا۔ کاظم نے کپڑے پہنائے ساری باندھتی جاتی کھلتی جاتی — تھک کر ہاتھ پکڑ لئے۔

"حضرت جی صبح تو ہوگی نا۔"

"صبح تک جیوں گا کیسے تیرے بغیر"

"آج جانے دیجئے — کل کچھ کروں گی وعدہ کرتی ہوں"

ڈیوڑھی پر سب کھڑے تھے۔

"بھائی اکبر — مبارک ہو — پہلے اس کا منھ چوم لو — کیا ایکٹنگ کرے گی ہیما مالنی تیری جانی کے سامنے — سارے سموچے چھپے فنٹے کو مروڑ کر پانچ روپئے کے نوٹ کی طرح چولی میں ڈال لیا"

"سچ ؟"

"تمھاری سب کی جان کی قسم — پورے دس بجے چھوڑا ہے — ارے ہاں — ان کا کیا ہوا راجہ جی کا"

"راجہ جی — گئے"

"کہاں ؟"

"منصوری"

"منصوری"

"ہاں جی — بڑا ساتھ دیا سالیوں نے بھی میں ایک کہتا وہ چار لگاتیں۔ پھر میں نے ترپ چال چلی ڈاکٹر ملہوترا ہے اپنا — حاجی جی کا ڈاکٹر"

"ہاں"

"اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگا کہ حاجی جی حج کرنے گئے اور یہ غلط صحبت میں پڑ گیا — اس کو دلّی سے بھیج دیجئے تو جان بھی بچ جائے گی اور آبرو بھی — وہ تم جانتے ہو کیسا دھانسو ڈاکٹر ہے۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا سگار

چباتا رہا پھر اٹھائی تھری سیٹڈ۔ اتر پڑا آزادپور —— خوب دیکھا بھالا —— کھڑے کھڑے گاڑی میں پیسٹ کر ڈال دیا —— بچاری بکو کسی بند مٹھی اٹچی بنی جو باہر آئیں تو ان کو چشمہ اتار کر دیکھا اور انگلی اٹھا کر اندر بٹھا دیا —اپنے سامنے چلتا کیا۔"

اس نے کچھ گڑبڑ ....."

"گڑبڑ —اور ملھوترا سے وہ ہاتھ مارتا کہ راج پاٹ نکل جاتا۔ زمان اور عمر اور عبید تک کو ڈانٹ پلا دی ہے کہ جہاں میں نے کہا ہے وہیں ٹھہروگے۔ اور کوئی خرافات ہوئی تو تم تینوں کو بند کرا دوں گا کھڑے کھڑے۔"

"بھائی اکبر آج سے یہ سالا تمھارا منجھلا اور میرا بڑا بھائی ہوگیا۔"

"تو کیا یہیں کھڑے کھڑے مار ڈالو گے سب لوگ۔"

"چل بھائی چل —— کھانا دانا ہو جائے۔"

"کیا کھانا نہیں کھایا کسی نے ؟"

"میری بادشاہ رانی کے بغیر کون کھا سکتا تھا۔"

"یہ تو کھا کر آئی ہیں۔"

"کھا آئی ہوں گی —— پاس تو بیٹھ جائیں گی کھاتا دیکھ کر خوش تو ہو جائیں گی —خوش تو کرتی جائیں گی۔"

اکبر نے دیر کے بعد اسے گود سے اتارا۔

"چل بھائی چل —— نکال سفیدے کی بوتل۔"

"اور حمیدے کی مورتیں۔"

عذرا اور نجمہ کو چور چور کر کے سلا دیا اور نیچے اتر آئے۔ اکبر نے ٹینٹ سے چاقو نکال کر پھینک دیا "ماوزر" لگا لیا۔

"کتنے دن میں آئے گا راجہ؟"

"کم سے کم دس دن میں"

"ہوں کھول سیف"

سلما کھول کر کھڑی ہو گئی۔

"روپیہ سب گن ڈالو پہلے"

"بیالیس تینتالیس بنتا ہے"

"بھر لو بکسوں میں"

"خالی کر دو سالی کو ـــ بینک میں بہت ہو گا سالے کے پاس۔ زیور رانیاں پہنیں گی ہماری"

"ہائے اللہ یہ تو ہیرے کا سٹ معلوم ہوتا ہے" سلما نے منھ کھول کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے نہیں ـــ ہئی ہے ہیرے کا ـــ حاجی جی لائے تھے ـــ عرب سے ـــ راجہ کی دولھن کے لئے"

"تو راجہ کی دولھن کو پہنا دو ـــ ہم بھی دیکھ لیں ذرا راجہ کی دولھن"

تین زیور تین جوڑ ہاتھوں نے مزے لے لے کر پہنائے اور مزے لے لے کر پہنتی رہی ـــ پھر وہیں قالین پر ڈھیر ہو گئی۔

صبح نئی نئی سی لگی۔ ناشتہ مزے دار دودھ خالص۔ عذرا اور نجمہ نے

خوب مالش کی — ابٹن ملا — وہ مہندی لگائے بیٹھی رہی — دیر تک ٹب میں لیٹی رہی — باہر نکلی تو سب تیار تھے۔

گیٹ کھلتے ہی حضرت جی پورٹیکو سے نکل آئے۔ تیز تیز قدموں سے پاس آکر گھڑی دکھائی — اور گیٹ کے باہر آگئے — دو چار انھیں دور سے دیکھتی رہیں۔ گاڑی میں پہلی بار آگے اس کے پاس بیٹھے۔ میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیجیے۔

"کیوں ؟" ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

راجہ کو گورنمنٹ نے ایک ڈیلیگیشن میں بھیج دیا ہے۔

"وہ گیا"

"اڑا کر آرہا ہوں — ایروڈرروم سے — ورنہ کیا مجال تھی کہ آٹھ بجے حاضر نہ ہو جاتا — جب ہم لوگ پہنچ لئے ہیں اس کے بھی بہت دیر بعد آیا۔ سامان درست کرتا رہا — بہت دنوں سے کوشش کر رہا تھا — اس کا خیال ہے کہ آپ کی دعا سے مراد پوری ہوئی"

"کتنے دن میں واپس آئے گا ؟"

"دس دن سے کم کیا لگیں گے — رانی کو حکم دیا ہے کہ ریاست پر چلی جائے"

"پھر — پھر کیا ہوگا ؟"

"وہ نہیں گئی نہیں جائے گی — آپ پر مرمٹی ہے"

"تو سچ کہہ رہا ہے ؟"

"سوچ کر بتائیے کہ آپ سے کب جھوٹ بولا ہوں"۔

انھوں نے پھر ہاتھ پیٹھ پر رکھ دیا۔

"اب مسئلہ یہ ہے کہ رانی کو رکھا جائے تو کہاں رکھا جائے ـــ اس لئے کہ ہوٹل میں اتنے دنوں رہنا چھپے گا نہیں۔ راجہ مشہور آدمی۔ بڑے بڑے لوگ جانتے ہیں پہچانتے ہیں"۔

"اتنی بڑی دلی میں رکھنے کی جگہ نہیں میرے لئے ـــ کوٹھی خرید لے۔ جس قیمت پر ملے خرید لے"۔

"وہ تو خرید ہی لوں گا ـــ مسئلہ اس وقت تک کا ہے جب تک کوٹھی ملتی نہیں ـــ سمجھتی نہیں ہے"۔

"اس پر میں نے تجھے اختیار دے دیا"۔

"یہی سننا چاہتا تھا سرکار کی زبان سے"۔

"یہ کیا سرکار درکار کہتے رہتے ہو حضرت جی کافی ہے"۔

اس نے اتر کر دروازہ کھولا وہ باہر نکلے۔

"ارے یہ تو راجہ کا مکان ہے"۔

"اور کیا کر سکتا تھا ـــ اسی مکان پر اپنا قابو تھا"۔

"یہ گیا کہاں راجہ؟"

"لالچی آدمی ہے ـــ کہیں زیادہ پیسے نظر آگئے ہوں گے"۔

وہ زینے پر رک گئے۔

"کوئی رہتا نہیں ہے گھر میں؟"

"پیسہ خرچ کرتے تکلیف ہوتی ہے اسے"۔

"فرش پر بیٹھے گا — یا"۔

فرش ہی ٹھیک رہتا ہے"۔

شرارت سے مسکرا دیئے۔

"آؤ — یہ میرے یار ہیں — ریاض"۔

حضرت جی نے مسکرا کر مصافحہ قبول کیا۔ وہ کھڑا رہا — پھر الٹے پیروں چلا گیا۔

اس نے امپورٹڈ شرابوں کا کریٹ لاکر سامنے رکھا۔

"کیا پسند فرمایئے گا اس وقت؟"

انھوں نے خوش ہو کر دیکھا۔ فرنچ شمپین اور اٹیلین بیئر کی بوتلیں نکالیں۔ اس نے فوراً فریج میں رکھ دیا۔

"ساتھ کوئی خاص چیز لینا پسند کرتے ہیں آپ؟"

"صرف ٹانگیں سفید اور تندرست — کچی نہیں ذرا گلی ہوئی"۔

وہ گردن جھکائے مسکراتا رہا۔ حضرت جی نے پیٹھ پہ دھپ لگائی اور اپنے پاس بٹھا لیا — وہ پھر اٹھا — چنے ہوئے سگرٹوں کے ٹن کشتی میں بھر کر لایا اور سامنے رکھ دیئے۔ انھوں نے ایک ڈبہ اٹھا کر کھول لیا۔ لائٹ دے رہا تھا کہ دہلیز پر سینڈل کھلنے لگے — سفید ریشم کا کامدار غرارہ سوٹ۔ ہیرے کا سٹ — بازو پر بازوبند — بال کھلے ہوئے — بائیں طرف جڑاؤ چاند لگا ہوا — ایک ہاتھ میں پائنچے سنبھال کر اٹھائے تو پیروں

میں پڑے سونے کے کڑے اور چھڑے چمک گئے۔ اس نے جھک کر سلام کیا۔

جواب میں صرف نگاہ۔

مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو وہ کھڑے ہو گئے ــــ سینے سے لگا لیا۔ دیر کے بعد باہیں کھلیں ــــ چہرہ اٹھایا ــــ پان سے سرخ ہونٹ ذرا سا کھل گئے ــــ آنکھیں گزوں گہری ہونے لگیں۔ آہستہ سے گال پر گال رکھ دیا ــــ بیٹھے تو زانو پر بٹھا لیا۔ دیکھتے دیکھتے چھکنے لگے گلاس سے ایک گھونٹ لے کر اس کے لبوں سے لگا دیا ــــ اس کی آنکھوں نے انکار کیا تو ہاتھ نے کمر سے پھسل کر مٹھی باندھ لی ــــ آنکھوں نے تکلیف کا اظہار کیا مٹھی کھل گئی۔ گلاس ہونٹوں سے لگ گیا۔

فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ــــ کاظم نے نمبر ملا دیا۔

"اکبر ہوٹل"۔

وہ دیر تک عربی بولتا رہا ــــ ریسیور کاظم کو دے کر ٹن کی طرف دیکھا۔ کاظم نے سگریٹ نکال کر پیش کی، لائیٹ دی۔ انھوں نے ایک کش لیا۔ پورا دھواں اس کے منہ پر چھوڑ دیا ــــ اس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"تم نے منہ نہیں بنایا" حضرت نے پوچھا۔

"مجھے سگار اور اچھے سگریٹ کی خوشبو اچھی لگتی ہے"۔

وہ بہت آہستہ آہستہ گردن ہلاتے رہے۔

"اور الکوحل"۔

وہ بھی گوارہ لگتی ہے۔

ہونٹوں نے ہونٹوں کا مصافحہ کر لیا۔

شام ہو گئی — وہ سینے پر بچھی رہی — زانوؤں پر سجی رہی — پہلوؤں سے لگی رہی — باتھ روم کے لئے اٹھی تو حضرت جی نے اسے اور قریب کر لیا۔

"پوری زندگی میں پہلی عورت ہے جس سے اپنا شوق پورا کرتے ڈر لگتا ہے کہ کہیں دھتکار نہ دے۔"

"ڈر تو لگتا ہو گا لیکن آپ کے پاؤں کے نیچے اس کی چوٹی ہے۔ اولاد —— پھر آپ پر مرتے بھی لگی ہے — میں نے ایسی آنکھیں کبھی نہیں دیکھیں اور یہ بھی کہ اگر کچھ ہوا تو میں ذمے دار — میں جواب دے لوں گا —— آپ عیش کیجئے — میں جاتا ہوں۔"

"کہاں؟"

"کچھ کاروبار دیکھ لیتا۔"

"چھوڑ — تیرا کاروبار میں دیکھ لوں گا۔"

خود اٹھ پڑے۔ وہ باتھ روم سے نکلی تو دوسرے کمرے میں لے کر چلے گئے۔ ایک ایک زیور اتارا — اور اسے صرف کپڑوں میں دیکھتے رہے۔ پھر ایک ایک کر کے وہ بھی قالین پر گرنے لگے — اور باتھ روم لئے چلے گئے۔ باہر نکلے تو پوچھا۔

"آپ کہاں سونا پسند کریں گے؟"

"جہاں یہ سلائے گی سو جاؤں گا۔"

"تو آپ بتا دیجیے آپ کہاں سوئیں گی تو میں ویسا انتظام کروں؟"
اس نے کاظم کو دیکھ کر حضرت جی کے سینے پر سر رکھ دیا۔ دیر کے بعد سر اٹھایا۔

"تھوڑے سے پان منگوا دیجیے ـــ منہ کڑوانے لگا ہے۔"
وہ آخری سیڑھی پر رک کر زیر گاڑی ڈھونڈھنے لگا۔ جیبوں میں زینے کی زنجیر لگ گئی۔ قدموں کی دھمک اسی کی تھی۔
پان بنوا کر لایا تو زنجیر بند تھی ـــ وہ مسکراتا نیچے چلا آیا۔ پچھلے دالان میں سفیدے کی بوتلیں کھلی پڑی تھیں اور میدے کی مورتیں ریاض کر رہی تھیں۔

"کچھ چاہیے ان کو؟" بھائی اکبر نے پوچھا۔
"اس وقت تو وہ جنت میں داخلے کی تیاری کر رہے ہیں۔"
"تو میرا بھی پاس پورٹ بنوا دے حوضِ خاص کا ـــ اکیلی پڑی ہوں گی بیچاری حوریں۔"
"اور ہمت کر جا ـــ تو یاروں کے بدلے چکا دوں زندگی بھر کے بڑے احسان جھیلے ہیں۔"
"اللہ قسم۔"
"تین کو تو جانتا ہوں ـــ اور ملا بھی چکے ہیں ریاض۔"
"دو اور ہیں ـــ میرے یار ـــ تیرے یار۔"
"تیار ہو جاؤ ـــ پاسپورٹ افسر تمھارے ساتھ۔ میں تو پیشکار ہوں۔"

اس نے ریاض کو دیکھا ــ اور فون پر بیٹھ گیا۔ وہ اٹھا تو بھائی اکبر نے بھی دو نمبر ملا لئے۔

وہ پان لے کر اوپر گیا تو زینہ بند تھا۔

وہ چلتے چلتے پھیل گئے۔ بھائی اکبر نے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"مان جاؤ پیشکار صاحب ــ ابھی تو مغرب کی اذانیں ہو رہی ہیں۔ ہماری پیشی کرا دو اور ادھر سے کریم کا کھانا لئے چلے آؤ۔"

"دیکھ میں ہوں ہاتھ پیر کا آدمی۔ مجھے باتیں بنانا کم آتی ہیں اور تو ہے بڑی چکنی زبان کا ــ چلا چل ــ کچّا مت کھیل۔" ریاض نے کہا۔

"اور یہاں کون رہے گا؟"

"بٹھا دے مولا بخش کو ــ وہ زمین سے تیل نکال لے گا۔"

"اچھا تم گاڑی نکالو ــ لڑکیاں ہیں اس لئے۔"

"لڑکیاں ــ؟ ابے پاگل ہوا ہے ــ سانڈنیاں کہہ سانڈنیاں۔ جا جلدی سے پان دے کر آجا۔ میں ان کو سمجھائے دیتا ہوں۔"

سیڑھیوں پر تھا کہ زنجیر کھل گئی ــ لپک کر آگے بڑھا۔ حضرت جی جا رہے تھے۔ اسے دیکھا تو رک گئے۔

"لیٹ گئی۔"

"اٹھ جائے گی ــ آپ پرواہ نہ کریں ــ یہ پان لے لیجئے ــ میں کھانے کا انتظام کرنے کریم تک جا رہا ہوں۔"

"تو میں دروازہ بند کر لوں؟" انھوں نے خوش ہو کر پوچھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے اکبر سے پوچھا۔

"راجہ صاحب تمھارے کیسے یار ہیں — اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ جیسی یاری ہو ویسی خاطر کرداؤں۔"

"میرے یار جیسے یار ہیں، ویسے یار خوش نصیب یاروں کو ملتے ہیں۔ چالیس چالیس برس کی یاریاں ہیں ان کے پیچھے — بیوی بچوں کے بجائے — آواز دوں تو سر ہتھیلی پر رکھ کر چلے آئیں — زمین پر پانوٴں ماردیں تو پانی نکل پڑے — اور لاکھ روپئے کی بات یہ کہ میرے یار ہیں۔"

"پیسے کوڑی میں کیسے ہیں؟"

"بھائی سچی بات یہ کہ مجھ کو تو اب بھی خرید لیں"۔

"اور بات چیت عادت اطوار؟"

"اس میں بھی مجھ سے اچھے ہیں۔"

"تمھارے ہنر میں؟"

"اس میں تو میاں منھ میں خاک، پوری دلّی میں ایک بھی جوڑ کا نہیں ہے میرے — کلکتہ بمبئی میں ہو کوئی ایک آدھ تو نام تک نہیں سنا — اور اکبر کو کہیں پوچھ لو — میرا مطلب جو میری گلی ہے۔"

"اب ایک بات کہوں — ساتوں کو داب لو — ایسا کہ عمر بھر تمھارے نام پر پھڑپھڑاتی رہیں — راجہ آدے تو اس کے منھ پر تھوک دیں تمھار آنکھ کے اشارے پر۔ جیسے ان لونڈیوں کو باندھ لیا ہے تم نے اس سے تگڑا اور چوکس بند باندھ دو ساتوں کی کمر پر کہ کوٹھے مرضی سے ہلیں۔"

"لونڈیوں کو تو میں نے باندھا ہے خالی، کہا کہاں ہے کیس دون میاں تو تم ہاتھ لگانے کو ترس جاؤ۔"

"اچھا مجھے یہیں چھوڑ دو اور تم دونوں جلدی سے آجاؤ۔"

ریاض نے اسٹیرنگ لے لیا۔ اس نے دوسری ٹیکسی لی اور پھاٹک پر اتر پڑا۔ پہلی ہی تھپکی پر دروازہ کھل گیا۔ اچھی جان نے اس کے شانوں کے اوپر دیکھا ___ سمٹیں ___ پھر دروازے کے اندر کر لیا۔

"کوئی نہیں ہے۔"

اور ان کی باہوں میں پھسل گیا۔

"سب کو اگر نہیں تو رخسانہ اور سلطانہ کو فوراً بلالو۔"

"خیریت ہے۔" انھوں نے اپنی چولی درست کر لی۔ سلطانہ آگئی۔

"ایروڈروم سے آرہا ہوں ___ راجہ کو جہاز پر بٹھا کر۔"

"کہاں گیا ہے راجہ؟"

رخسانہ نے پوچھا۔

"بمبئی گیا ہے ___ بڑا غضب ہو گیا۔ لاکھوں روپے کا مال کسٹم والوں نے پکڑ لیا۔ حضرت جی بھی ساتھ گئے ہیں ___ مال سے زیادہ فکر یہ ہے کہ کہیں وہ بند نہ ہو جائے۔"

"راجہ؟"

سناٹا ہو گیا ___ تم سے اور سلطانہ سے اور رخسانہ سے خاص طور پر بنا بنا کر کہا ہے کہ اس وقت جو مہمان آرہے ہیں یہ سب کے سب اس وقت

حضرت جی سے زیادہ مقدم ہیں۔ بہت بھاری پارٹی ہے گجرات کی۔
اس میں ایک راجہ صاحب آرہے ہیں وہی سرغنہ ہیں سب کے ۔
اور وہ اگر راجہ کا ساتھ دے جائیں گے تو ٹھیک ورنہ سمجھو ہتھکڑی پڑ گئی۔"
"ہائے اللہ۔"
"اور یہ بھی کہ ان کو معلوم بھی نہ ہو کہ تم ان کی خاطر راجہ کو بچانے کے لئے کر رہی ہو ورنہ وہ کھیل جائیں گے۔"
"ہاں اور کیا یہیں ڈیرہ ڈال دیں گے؟"
سلطانہ بولی۔
"تم لوگ بظاہر ان کو میرے مہمان میرے دوست کی طرح برتنا مگر مطلب وہی نکالنا ہے ۔ راجہ صاحب کو نہیں معلوم ہے کہ میرا اور راجہ کا کیا رشتہ ہے ۔ سمجھ رہی ہو؟"
"خوب سمجھ رہی ہوں ۔ کوئی بچّہ ہوں ہیں۔"
"بس وہ لوگ آئے اور میں چلا۔"
"آج بھی نہیں رکو گے؟"
"آج کیسا رکنا کہاں کا رکنا۔ دنیا اندھیر ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں راجہ کو کتنا چاہتا ہوں۔ اس لئے بھی کہ تم راجہ کو مجھ سے زیادہ چاہتی ہو۔"
"یہ گوڑی کہاں سے لائے؟"
سلطانہ نے اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔
"دیکھ راجہ لونڈا ہے کھیلنے کھلانے والا اور تو مرد ہے مرنے مارنے

والا۔ اتنی بات تو زہرہ بھی جانتی ہے، ناہید تک مانتی ہے۔ تو یار یاروں سے ڈنڈی نہ مارا کر ہاں۔ اچھا ذرا ادھر گھوم۔ بہت دن ہوئے تجھے چوما نہیں ...!"

"بس بس ۔۔۔ فون لاؤ۔"

"تو یہاں سے کہاں جائے گا؟"

"میں ایروڈروم جاؤں گا کچھ لوگوں کو لیتا ہوا۔ یہی تو رات ہے۔ ہمارے پاس پھر کاغذات مکمل ہو جائیں گے۔ ہاں یہ بتاؤ کسی چیز کی ضرورت ہے ۔۔۔ شراب ہے؟"

"شراب ویسی ہی رکھی ہے۔ دو ایک دن تو پیا حضرت جی نے اس کے بعد تو کبھی کبھی ہونٹ بھگو لیتے ہیں۔"

"شراب کے ناخن ہوتے ہیں جن سے ہک، بٹن اور گرہیں کھولی جاتی ہیں اور جب سب کھلا پڑا ہو تو شراب کی کیا ضرورت ہے؟"

"اے سلطانہ اللہ قسم کاظم اس کی باتوں میں نہ آنا۔ بنیے جھاڑ کر پیچھے پڑی ہے حضرت جی کے۔"

"سن کاظم کمبخت نہ پیتا ہے نہ پلاتا ہے ڈھلکا تا رہتا ہے بیٹھا ہوا۔ نہ کام کا نہ کاج کا بدن کے سود بیاج کا۔"

"یہ کون سی مثل ہے بھائی سلطانہ؟"

"ابے یہ میں نے بنائی ہے۔ معافی سن۔ ایک آدمی سے اس کی دوستی ہے اس کو قرض دیتا ہے۔ سود میں اس کی بیوی کو سہلاتا ہے۔ اللہ قسم

اتنے دن سے نہ کپڑے پہن سکتی ہوں، نہ آرام سے سو سکتی ہوں نہ باہر نکل سکتی ہوں۔"

"اچھا کپڑے ویڑے پہنے گی یا یونہی مٹکتی رہے گی۔ کیوں بیچارے مہمانوں کو تکلیف پہنچاؤ گی یہ جھنجھٹ پال کر۔"

اچھی جان نے پیٹھ پر ایک دو ہتڑ مار دیا ہلکا سا۔

"چل ــ بال ٹھیک کر۔"

"اللہ کاظم میرا ایک کام کر دے۔"

"جہاں میرا منجھو گیا ہے وہیں حضرت جی کو بھجوا دے بمبئی سے اور راجہ کو بلوالے جلدی سے۔ بیچارہ سفید سفید بھیڑ ایسا بیٹھا اچھا لگتا ہے۔ ٹُر ٹُر دیکھتا رہتا ہے۔"

وہ فون کر کے آیا تو سب اپنے اپنے کمروں میں پہنچ چکی تھیں۔ وہ اچھی جان کے کمرے میں پہنچا تو ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھ پڑیں۔

"تم خود ہی سب سے ملا دینا۔ میں اب باہر نہیں نکلوں گی۔ شام سے انتظار کر رہی ہوں اور سب سے کرا رہی ہوں۔"

"اچھی جان جو آرہے ہیں یہ مرد ہیں۔ خوشبو سونگھتے چلے آئیں گے خود ہی۔" انھوں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

کہ گاڑی دھیج سے رکی آکر۔

اس نے بھائی اکبر کو سلطانہ سے ملا دیا دوسرے کو رخسانہ سے تیسرے کو اچھی جان سے۔ باقی کام ریاض نے کر لیا اور وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔

ڈیوڑھی میں تالا ڈال کر وہ نجمہ عذرا کو دیکھنے گیا تو کھڑا ہو گیا۔ دونوں اسی طرح وی سی آر کے سامنے ناچ رہی تھیں ـــــ تمام بدن پسینے کے موتیوں سے بھر گیا تھا۔ وہ چپ چاپ واپس چلا آیا۔ کھانے کے برتن اٹھا کر زینے پر پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صحن میں تھا کہ اس کا پورا ہوسناک قہقہہ آ کر لگا۔

اس کو میز لگاتے دیکھ کر وہ اٹھی ـــــ پھر سمٹ گئی۔ حضرت جی نے سہارا دے کر اٹھایا۔ باتھ روم لے گئے۔ وہاں سے ہاتھ منہ دھلا کر میز پر لے آئے۔

دونوں کے چہروں پر فتح لکھی ہوئی تھی۔ دونوں بات بات پر کھلے پڑ رہے تھے۔ وہ دونوں کے درمیان بیٹھی حضرت جی کے ہاتھوں سے کھانا کھا رہی تھی اور حضرت جی کے گلاس سے پانی پی رہی تھی۔

میز سے اٹھے تو دیر تک اس کا ہاتھ ہاتھ میں لئے صحن میں ٹہلاتے رہے اور اسی کی طرح پیک تھوکتے رہے۔

"اچھا ـــــ حضور والا مجھے اجازت دیجئے۔"

"کہاں جاؤ گے ـــــ یہیں رہ جاؤ میرے پاس۔"

"حضرت جی دونوں میں ایک مراد ملی آپ کو اور۔"

وہ اندر بھاگ گئی ـــــ اس نے حضرت جی سے رخصت لی اور نیچے چلا آیا۔

دونوں کو کھانا کھلاتے کھلاتے پوچھا۔

"پہلے اچھا لگتا تھا یا اب؟"

"اب"۔

"راجہ کے ساتھ اچھا لگتا تھا یا اب؟ (دونوں کے ابرو مل گئے۔)

"اب"۔

جب عذرا برتن رکھنے گئی تو اس نے نجمہ سے پوچھا۔

"تو راجہ سے شادی کرے گی یا؟" بہت اصرار کیا بہت اصرار کیا تو چپکے سے بولی۔

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ ہاتھ دھونے چلی گئی ___ اور وہ سناٹے میں بیٹھا رہا ___ خواب میں بھی اس کے کانوں میں "اکبر سے" گونجتا رہا ___ دو بجے کے قریب دستک ہوئی۔ باہر نکلا تو مولا بخش کھڑا تھا۔

"بھائی ریاض"۔

گھبرا کر تالا کھولا ___ اندر لایا ___ حال پوچھا۔

"ابے تو نے دیکھا نہیں گاڑی سے آٹھ آدمی اترے تھے ___ میں دردانہ کے پاس رہا تھوڑی دیر ___ کباب میں ہڈی بنا کب تک پڑا رہتا ___ ٹیکسی لی چلا آیا"۔

"حال کیا ہے؟"

"کیا معلوم میں نے دوسرے کمرے میں جھانکا بھی نہیں۔ دردانہ پہلے تو بڑی اچھی طرح ملی ___ لیکن چلتے وقت روکا بھی نہیں۔ نکلتے ہی ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کر لیا"۔

"چل ادھر چلا جا دونوں کے بیچ میں ــ سو جا تھکا ہوا ہے۔"

صبح وہ اٹھا تو ریاض بیٹھکیں نکال رہا تھا۔ اس کو دیکھا تو رک گیا۔

"آرام سے اٹھ ــ شیریں بھون سے ناشتہ آ رہا ہے۔"

"مجھ کو رانی پوچھے تو کہنا ابھی آتا ہوں اور فون کر دینا۔"

باتھ روم سے نکلتے ہی سیدھا جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

گیٹ مین سو رہا تھا۔ اندر پہنچا تو سارا لان ان کے دوستوں سے بھرا ہوا تھا۔ بھائی اکبر نے اسے بلا لیا۔

"ان سے ملو ــ یہ شرما ہیں ــ میرے یار نمبر ایک۔" نگاہ اٹھی۔ سیاہ رنگ، چیچک کے داغ لیکن شان معمولی بدن، معمولی کپڑے لیکن ایک بات۔

"یہ میرے یار نمبر دو ہیں، گپتا۔ کام بھی نمبر دو کا ہی کرتے ہیں۔"

ہاتھ میں ہاتھ دیا تو سٹرانسی میں پھنس گیا۔ دبلا پتلا لمبا ــ ٹھکا ہوا آدمی ــ بالکل معمولی۔

"یہ میرے یار نمبر تین ہیں سنگھ۔" جتنا اونچا اتنا ہی چوڑا کالا ــ پیشانی پر آڑا نشان۔ سارے بدن پر بالوں کا جنگل ــ سونے کا دانت دور سے نظر آتا۔ ہاتھ دبایا تو معلوم ہوا کہ انگلی پس گئی۔

"یہ نمبر چار ہیں بلونتا ــ" میانہ قد، معمولی رنگ، معمولی بدن معمولی کپڑے۔ لیکن سب ملا کر غیر معمولی، ہاتھ اتنا گرم اور سخت جیسے بخار ہو۔

"یہ اختر ہیں ــ دبلا لمبا گنجا آدمی سفاری پہنے کھڑا تھا۔ ہنسا تو معلوم ہوا شیر ہنس دیا۔ ہونٹ بند کیے تو بگلا بھگت۔

"یہ سلطان ہے ــــ مجھ سے چھوٹا مگر مجھ سے کھوٹا ہے"۔ معمولی قد، معمولی بدن، بہت گورا رنگ، بھورے بال، بہت عمدہ سوٹ پہنے ہوئے لیکن ہر چیز مانگے کی معلوم ہوئی سوائے آنکھوں کے کہ اگر وہ خالی دیکھتا رہے تو آدمی ڈر کر بھاگ جائے۔

"یہ ہیں میرے یار۔ اپنے یاروں کو بلالے جتنے ہوں۔ میں ایک کو چھوڑوں گا ــــ یا لاشیں ملیں گی یا گرد۔ سمجھ گیا"۔

"میر امنا ــــ جب تم نے ماؤزر کا نام سنا ہو گا تب ہمارے یار ماؤزر پھینک چکے تھے"۔

"نہیں بھائی ــــ یہ ہے اکبر بادشاہ ہم اس کے پیچھے رتن ہیں"۔ کسی نے کہا ــــ وہ نمبروں میں گڑبڑا گیا تھا۔ اندر کی طرف جانے کو مڑا تو تھوڑی دور چل کر اکبر نے روک لیا۔

"یہ بھی پرستان ہے اچھا خاصا"۔ اس کی آنکھیں اور چمکنے لگیں۔

"تو اکبر سے اندر ہو جاؤ"۔

"ہو جاؤ ــــ کیا مطلب۔ ہو چکے ــــ دوپہر سے پہلے کوئی بستر سے اٹھ سکے تو مونچھیں منڈوا دوں پیشاب سے ــــ اپنے گھر جاؤ چپ چاپ تین دن بعد آنا یہاں تو پہچانے جاؤ گے ــــ ورنہ کوئی بات نہ کرے گی"۔

وہ سب کو سلام کر کے چلنے لگا تو آواز آئی جیسے کان پر پتھر لگ گیا۔ "کوئی کام ہو تو اس نمبر پر رنگ کر لانا ــــ بادشاہ سے بات بعد میں

بعد میں کرنا۔ اس نے سگریٹ کی ڈبیا کا ٹکڑا پکڑا دیا۔
"مجھے ایک کوٹھی چاہیے جو قیمت ہو گی میں دوں گا۔"
"کہاں چاہیے؟"
"کسی بھی پاش علاقے میں۔"
"بڑی چاہیے یا چھوٹی؟"
"بہت بڑی نہ ہو۔"
"بول بھائی گیتا یہ تیرا ڈپارٹمنٹ ہے۔"
"مل جائے گی۔"
"کب مل جائے گی؟"
"ایسے مل جائے گی، کہہ جو دیا۔"
"تم چپ رہو اکبر بادشاہ بات ہم سے ہو رہی ہے اس کی۔"
"تم کب چاہتے ہو۔"
"سات دن میں مل جائے۔"
"سات دن میں تو سات کوٹھیاں مل جائیں گی۔"
"تو تین دن میں مل جائے۔"
"رجسٹری کس کے نام ہو گی؟"
"اہلیہ اکبر علی کے نام۔"
"ارے واہ اکبر بادشاہ ـــ کیا سونے کی بنی ہے جو اس طرح چھپا کر رکھ چھوڑا ہے؟" کسی نے کہا۔

"لعل کی بھی بنی ہوگی تو تیری ران کے نیچے ہوگی ـــ تھوڑا صبر کرے بیس پچیس دن اور۔"

"جا ــ اپنا کام کر۔"

اپنے کام پر پہنچا ـــــ تو ریاض باتھ روم میں تھا اور وہ دونوں ڈبل بیڈ پر اینڈ رہی تھیں۔ اوپر گیا ـــ تو دروازہ کھلا تھا۔ ورانڈے کی میز پر ناشتہ ڈھیر تھا اور حضرت جی اس کی پنڈلیاں دبا رہے تھے ـــ اور وہ تکیوں میں منہ چھپائے پڑی تھی۔ اسے دیکھا تو مسکرا دیئے ـــ بڑھنے لگا تو ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ اور آہستہ سے بولے۔

"ابھی سو رہی ہے۔"

اور اس کا پیار دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔

"جب کسی چیز کی ضرورت ہو ـــ تو گھنٹی بجا دیجئے گا۔" اس نے بھی چپکے سے کہا۔ حضرت جی نے گردن ہلا دی۔ اس نے نیچے آکر نمبر ملایا ـــــ بھائی اکبر کو بلایا۔

"تم وہاں بیکار پڑے ہو تو یہاں آجاؤ ـــ ہاں میں نے راجہ سے دور تک دیکھنا سیکھ لیا ہے۔" فون رکھ دیا ـــ دونوں کو گدگدا گدگدا کر اٹھایا۔ ریاض کے ساتھ بیٹھ کر سب نے ناشتہ کیا۔ دونوں لڑکیوں کو گڑیوں کی طرح سجایا، برقعے پہنائے اور سہیلیوں سے ملنے بھیج دیا۔ ریاض کو اونچ نیچ سمجھا کر آزاد پور دوڑا دیا۔

اکبر نے آتے ہی پوچھ لیا کہ نیا چکر کیا ہے۔"

"ہم چاہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کشمیر اور پنجاب کے بعد بنگال بھی فتح کریں۔"

"کیا چاہتا ہے تو ذرا پھر سے کہہ کے دیکھ۔" انھوں نے جوتا اتار لیا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ نہا لیں، شیو کر لیں اور راجہ صاحب بن جائیں۔"

ابھی وہ اپنے حمام میں تھے کہ اللہ اللہ کر کے گھنٹی بجی۔

چکن کا سفید کرتا، سفید چوڑی دار، سفید شیفون کا پورا دوپٹہ کانوں، بالوں اور ہاتھوں میں سفید پھول پہنے مسند سے لگی بیٹھی تھیں حضرت جی نے اسے دیکھا۔۔ دیکھتے رہے پھر پوچھا جانتے ہو کہ یہ کون ہے۔

"آپ بتا دیجیے تو میں بھی جان لوں گا۔"

"یہ حضرت جان ہے۔"

"حضرت جان؟"

"ہاں ۔۔ یہ رانی ہو گئی کہیں اور کی ۔۔ میری حضرت جان ہے۔ سمجھ گئے؟"

"جی ۔۔ حضرت جی ۔۔ اور حضرت جان۔"

انھوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

کوٹھی کے سلسلے میں کچھ کیا۔

"کوشش کر رہا ہوں۔"

"جلدی سے کوشش کر ڈال ۔۔ مجھے ۔۔۔"

اور زبان داب لی۔

"جا تھوڑی سی کوشش اور کر ڈال۔"

"یہ نمبر کس نے دیا تھا؟"

"شرما نے۔" اکبر بادشاہ نے پاجامے میں ازار بند ڈال لیا تھا۔ اس نے شرما کو فون کیا۔ معافی مانگی اور پوچھا کہ کوٹھی کب مل سکتی ہے تو جواب ملا کہ شام پانچ بجے آدمی پہنچ جائے گا خبر لے کر ـــــ وہ صوفے پر دھنس گیا ـــ اور سگریٹ سلگالی۔

اکبر بادشاہ نے ٹیکسی میں بیٹھ کر سوال کیا۔ اس نے منھ سکھا لیا۔

"یہاں تو آپ کو راجہ صاحب بن کر تھوڑی دیر بیٹھنا ہے، تھوڑا سا کمال دکھانا ہے۔"

"کون ہیں؟"

"بہت حرامزادی ہیں ـــ چاروں ـــ بجو اور بیٹیاں۔"

اکبر بادشاہ نے دوسری اور تیسری انگلی کے بیچ میں "کریون اے" دبائی اور اتنا لمبا کش لیا کہ دو تہائی بچ پائی۔

ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھتے ہی بیگ سے بھوپالی بٹوہ اور چاندی کی جالی دار ڈبیہ نکال کر میز پر رکھ لی اور چھڑی کو تلوار کی طرح پہلو میں دبا لیا۔ بجو میکسی سے آدھی نکلی ہوئی، بقیہ کو نکال ڈالنے کی کوشش کرتی ہوئی آئیں تو انھوں نے گوگلز کو اس طرح اتارا جیسے حرم سرا میں اکبر بادشاہ تاج اتارتا ہوگا اور کھڑے ہو کر "تمرن"، پاٹ دار آواز میں اتنے زور سے کہا کہ وہ ہل گئی۔ کاظم اور ریاض جو ابھی دسترخوان پر بیٹھے بھی نہ تھے کھڑے ہو گئے۔ ان کے "مرغ مسلّم" چھوٹے چھوٹے کپڑے اٹھلانے لگیں لیکن انھوں نے چھین کر

بٹھالیا۔ قمرن نے جلدی سے اندر کے دروازے بند کر دیئے اور ان کے پاس آکر کھڑی ہو گئیں اور جیسے ہانپنے لگیں۔

"تمھاری شادی تمھارے میاں سے کس نے کرائی تھی۔ اور کیوں کرائی تھی؟"

"اکبر نے"

"تم اکبر"

باقی لفظ اکبر بادشاہ کی مونچھوں میں الجھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد انھوں نے قمرن کو تخت پر رکھ دیا۔ اپنے کرتے کی کریز برابر کی۔ چھڑی کو ٹھیک سے کھڑا کیا۔

"کہاں کا راج مل گیا ہے تم کو؟"

"ابھی بتاتا ہوں" ڈبیہ سے پان نکالا۔ بٹوے سے الائچی اور اس کے منھ میں رکھ دیا۔ دوسرا خود کھالیا۔ زانو پر زانو رکھ کر پیر کے ساتھ چھڑی ہلائی۔ پیک نگلی۔

"جب تک تم اور تم جیسی گھوڑیاں سلامت ہیں ــــ میرا راج تو بڑھتا ہی جائے گا" اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"لونڈے ہیں ــــ مصاحب ہیں ــــ تم فکر کیوں کرتی ہو ــــ ادھر آؤ"

وہ سامنے آکر کھڑی ہو گئی ــــ وہ اسے دیکھتے رہے ــــ گھورتے رہے۔

"ہم سمجھے تھے کہ چولھا پھونکتے پھونکتے خمیری آٹے کا خوان ہو گئی ہوگی ــــ لیکن تم تو ــــ قسم خدا کی"

اس نے لپک کر چٹخنی چڑھا دی ــــ اور دونوں ہاتھ تھام لئے اور تخت پر بٹھا دیا۔

"میری ہمجولیوں میں کسی سے ملے تم ادھر؟"

"ملنے جاتا ہوں ــــ تو ان کی بیٹیاں موقع نکال کر اپنے دولھاؤں کے لئے نسخے پوچھتے پوچھتے مجھی کو استعمال کرنے لگتی ہیں ۔"

"ہاں عجیب زمانہ آگیا ہے ۔"

"زمانے سب یکساں ہوتے ہیں ــــ تھوڑے بہت کی بات الگ ہے اب صبح صبح تم اپنے عاشق کے ساتھ بھاگیں ــــ جب کہیں دال نہیں گلی تو وہ میرے پاس لے آیا۔ میں نے تم کو اپنے کمرے میں رکھا، کھانا کھلایا، تاش کھیلے ــــ کہ تم کو رات ہونے تک بہلائے رکھوں ــــ تم تو خیر بہل گئیں ۔ وہ ٹکیا چور تمھارے لئے کباب پراٹھے لینے جو گیا تو آج تک نہیں پلٹا ــــ پورے ۹ روپئے چار آنے ہیں اس کے اوپر ــــ بولو نا اسی طرح تو تم میرے ہاتھ لگی تھیں ــــ اب یہ بھی جھگڑا ہے کہ تم میرے ہاتھ لگی تھیں یا میں تمھارے ہاتھ لگا تھا ۔"

"ذرا آہستہ بولو ــــ تینوں لڑکیاں کھڑی بیٹھی ہیں ۔"

"ایک کو تو تم ہی نے بھیجا تھا میرے پاس پہاڑ گنج ــــ کچھ پیٹ ویٹ کا چکر تھا۔ ڈاکٹرنی کی فیس آج تک باقی ہے ــــ دس پندرہ دن جو رہی تو آخر اس پر بھی کچھ خرچ ہوا ہی ہو گا۔

"تم کو میری جان کی قسم ہے ــــ اب جو لڑکیوں کی پچھلی باتیں کھودیں ہاں ۔"

"دوسری مجھے ملی تھی ایک بار کسی چھوٹے سے ہوٹل میں دن کے وقت ۔

کوئی لونڈا ساتھ تھا اس کے۔ اچھی شکل صورت تھی۔ میں نے روک لیا تھا اسے۔ تمھاری لونڈیا البتہ واپس کر دی تھی اس روز۔"

اس نے مونچھوں پر اپنے ہونٹ چپکا دیئے۔

اندر سے دستک ہوئی — تھوڑی دیر ہوتی رہی — تب دروازہ کھلا وہ گئی — دوسری آئی چائے کی کشتی لئے۔ اسے دیکھا تو لہرا گئی — چائے کی کشتی اگر وہ نہ پکڑ لیتا تو گر جاتی — اس نے ہاتھ پکڑا تو وہ بیٹھ گئی۔

"پہچانا تم نے بھی نہیں۔"

"اکبر — اٹھو۔"

"اللہ آپ اکبر ماما ہیں — ارے اکبر چاچا — اکبر چا..."

"اندر چلو — تم میری مری صورت دیکھو جو۔"

"بس اسی چیز سے ڈر لگتا ہے — تم ایسی مر جائیں تو ہم کیا کریں گے جی کر — ارے بڑا اچھا گھر بنا لیا ہے بھائی واہ۔"

"کپڑے اتارو یہ لنگی باندھ لو — آرام سے بیٹھو — اتنے دن بعد آئے ہو ہمارے گھر۔"

"ہاں کتنے سال ہو گئے — میاں تمھارا کلکتے گیا تھا کھالیں لے کر۔ اور بچیوں کو تم نے بھیج دیا تھا حاجی جی کے گھر۔ آدھا دن ساری رات رہا تھا تمھارے گھر۔"

"تم لوگ ہٹو تو میں ان سے نبٹوں۔"

"کیا ضرورت ہے — یہ بھی خاصی سمجھ دار ہیں۔"

قمرن نے کرتا بنیائن پائجامہ اُ[illegible] الگ ہینگر پر ٹانگ دیا۔ وہ لنگی باندھ کر گاؤ تکیہ سے لگ کر بیٹھ گیا۔

"چلو تم دونوں پیر دابو ___ اور تم کشن ذرا باورچی خانہ ...."

"اسٹر چائے کی کشتی وہیں رکھی ہے باہر۔" اٹھنے لگی تو کمر سے پکڑ لیا۔

"رکھی رہنے دے وہیں ___ تو بیٹھ۔" وہ بیٹھ گئی۔

"ابھی لاؤں کہ تھم کر۔" بجّو نے دروازے پر کھڑی ہو کر آنکھ مار دی۔

"لانا ہے تو جلدی لا ___ جاتا بھی تو ہے۔"

"جانا کہاں ہے؟"

دونوں نے پیر دابتے دابتے پوچھا اور چٹکیاں لینے لگیں۔

"وہ دونوں کیا دیوار پھاند کر نکل گئے؟"

"کون دونوں؟" اس نے مٹک کر پوچھا۔

"بتاتی ہے کہ خود تیرے منہ سے کہوانا شروع کروں۔"

"بھائی کاظم اور بھائی ریاض۔"

"دونوں سے بھائی نکال دے یار۔"

"دونوں گئے ادھر کے دروازے سے وہ تو فوراً چلے گئے تھے۔"

"فوراً بھی نکال دے جلدی سے ورنہ میں اٹھتا ہوں نکالنے۔"

"نکال دیا ___ تم لیٹے رہو۔"

بجّو رم کی بوتل اور ایک گلاس رکھ کر چلی گئی۔ اس نے بوتل اٹھائی دیکھا۔

"سفیدے کے بعد یہی کچھ چلتی ہے جیسے قمرن کے بعد شمن۔"

"نہیں رشّن ؟"

"نہیں کشّن ؟" اور کشّن نے بیسن میں تلے ہوئے مرچے اور پیاز کے قتلے لاکر رکھ دیئے اور گھس کر بیٹھ گئی۔

اس نے گلاس بھر لیا۔ ایک گھونٹ لیا پٹیالہ ___ آنکھیں بند کیں ___ لذت محسوس کی۔ ہاتھ بڑھا کر ایک میکسی کھینچ کر پرے پھینک دی۔

"قمرن کہاں گئی ؟" تینوں نے ایک دوسری کو دیکھا۔

"کھانا لینے گئی ہیں تمھارے لئے ؟" دوسری میکسی سے نکلتے بولی۔

"کہاں ؟" اس نے تیسری کو بھی دونوں کی طرح کپڑے سے آزاد کر دیا۔

"ہوٹل ؟" کہیں دور سے آواز آئی۔

"اتنی دور ؟" وہ اور قریب ہو گئی۔

"اور تمھارے لائق یہاں کہاں ملتا ؟" وہ لہریں لینے لگیں۔

"گئیں کیسے ؟"

"بس سے ___ تین گھنٹے سے پہلے نہیں آنے کی ؟"

کشّن کی کلائی اٹھا کر گھڑی دیکھی۔ تین بج چکا تھا۔ کلائی جہاں رکھی تھی رکھ دی۔ شمن کی گھڑی پر جھک لیا ___ رشّن کا ہاتھ اٹھا لیا۔ مجبوراً یقین کرنا پڑا۔ اس کا ہاتھ بھی جہاں تھا وہیں رکھ دیا۔ اٹھا تو سامنے کمرے میں وہ کھڑی تھی۔ وہ ان کے درمیان سنبھل سنبھل کر پیر رکھتا اس کے پاس پہنچ گیا۔

"کتنی دیر سے دستر خوان سجائے بیٹھی ہوں ___ گرم گرم پکوان سے پیٹ

تو نہیں بھر لیا بالکل؟"

"گرم گرم پکوان مزے کے لئے ہوتے ہیں ــــ پیٹ بھرنے کے لئے؟"

"تو گوشت ہی ہوتا ہے ــــ چاہے فریج میں رکھا ہوا ہو؟"

"مگر ہو خوب بھنا ہوا گلا ہوا ــــ مال مسالے سے سجا ہوا؟"

"چل اس باہری کمرے میں تخت پڑا ہے ــــ ایک بوتل اور لے آؤں؟"

پورا تخت بھرا ہوا تھا لبالب ــــ اس نے سارے ڈھکن کھول دیئے۔ گوشت کی خوشبو سے بھوک چمک اٹھی ــــ۔ دونوں سیر ہو کر اٹھے۔ واش بیسن پر ہاتھ دھوئے۔ اکبر نے اس کے بالوں سے ہاتھ پونچھ لئے۔ کپڑے پہنے، چھڑی اٹھائی۔ بغل میں دبائی۔ پان کی ڈبیا سے ایک پان نکال کر اس کے منھ میں رکھا، دوسرا خود کھایا، ایک الائچی اس کے منھ میں ڈال دی، دوسری خود رکھ لی۔

"اب کب آؤ گے؟"

"جب بلائے گی تب آجاؤں گا؟"

"یہ کہو گے تو جانے نہیں دوں گی؟"

"میں نے تو بلانے کی بات کی ہے رکنے کی نہیں؟"

"تو چل کل ہی بلاتی ہوں تجھے؟"

"میں کچھ سوچ رہا ہوں ــــ کچھ بات بنتی نظر آئے تو بات کروں؟"

"تیری کون سی بات ہے جو بنی نہیں ــــ تیری بنانے کے لئے کتنی بگڑ گئیں؟"

"اور جو بن گئیں ان کو تو نہیں جانتی ؟" اس نے پرے ہٹا دیا۔

"اچھا سنو — آنے کی فرصت نہیں۔ مانا۔ بلا لیا کر کبھی — تو جس کو بھیج دے گا اس کے ساتھ چلی آؤں گی — فون کر دے خود آجاؤں گی" وہ لپٹ گئی۔

"ہاں ٹھیک ہے — بلاؤں گا تجھے — بلاؤں گا" اس نے کرتا بچا لیا۔

"سُن"

"بول — لیکن اگر وراندے میں اس طرح قدم رکھا تو"

"تو ہی اندر قدم ڈال دے"

راجہ صاحب جوڑا اتار کر بنیائن لنگوٹ پر لنگی ڈال رہے تھے۔ کاظم ریاض کے ساتھ بیٹھا مسکوٹ کر رہا تھا کہ مولا بخش کے ساتھ چار آدمی آگئے دالان کے نیچے۔

"بھائی کاظم کے پاس بھیجا ہے استاد نے — مکان کے لئے"

"بیٹھ بیٹھ جا — بھائی کاظم کا باپ آتا ہے ابھی" کسی طرف سے آواز آئی۔ انھوں نے سہم کر دیکھا اور کرسیوں پر ٹک گئے۔

"جا تو اوپر والوں کا لٹ کٹ سمیٹ" وہی آواز آئی۔

"ابے تو بھی چلا جا"

ریاض بھی زینے کی طرف لپکا۔

"پیٹھ پر لے جاؤ گے لاد کر سالو"

"جیب میں ٹرالی لگی ہے۔" ایک نے بیڑی پھینک کر کہا۔

"چلو ادھر آؤ۔" وہ اٹھ گئے۔ دونوں کمرے ان کے اور کاظم کے سامان سے خالی کر کے دالان میں بیگ اور تھیلے ڈال دیئے۔

"ابے مولا بخش۔" کمرے سے آواز آئی۔

"ہاں استاد۔"

"نکڑ پر کھڑا ہو جا — جب تک حضرت جی کی گاڑی نکل نہ لے لونڈیاں نہ آنے پائیں۔"

"کیا مجال استاد۔"

رات بھیگنے لگی تھی۔ دھلے دھلائے آسمان پر ستارے نئی امیدوں کی طرح چمک رہے تھے۔ حوض خاص کی کوٹھی اسی طرح روشنیوں میں نہا رہی تھی، جیسی حضرت جی نے دیکھی تھی۔ باہری دالان میں اکبر بادشاہ کے دو رتن پتے جوڑ رہے تھے ناہید اور زہرہ سے بے نیاز۔ وہ دونوں ان کی توجہ کے لئے کھلی پڑی تھیں۔ سلطانہ اکبر کے پہلو میں اس طرح چل رہی تھی جیسے حاملہ بکری بھیڑیئے کے ساتھ چلتی ہے۔ وہ اچھی جان کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ کاظم کو چھوڑ کر بستر سے اچھل پڑیں۔ اکبر کو اس طرح دیکھا جیسے کھو کی بلی چھیچھڑوں کے درخت کو دیکھتی ہے۔ اکبر نے دونوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ خود دیوار سے ٹیک لگا کر پیر ان کی گود میں رکھ دیئے۔ کاظم ان کے پہلو میں بیٹھا تھا۔

"آج بھی تم اتنی ہی بدھو ہو جتنی اچھے سے پھنستے وقت تھیں۔"

اکبر نے اچھی جان کو اپنی طرف سرکا لیا۔ میں سمجھا تھا کہ اتنے گھر اجاڑے ہیں تو ایک گھر بنا بھی لیا ہوگا معلوم ہوا کہ راجہ کی جھولی میں اپنے اور اپنی بہنوں کے سارے انڈے ڈال کر ڈھابلی بھی دے ڈالی۔"

وہ ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھیں۔

"یہ کوٹھی تمھارے نام نہیں ہے ـــــ حاجی جی نے خریدی تھی۔ انھیں کا نام کاغذ پر چڑھا ہے ـــــ راجہ منصوری ہے لیکن راجہ کا ایک ایک کاغذ کاظم کے پاس ہے۔ تمھارے نام تمھاری بہنوں کے نام ایک حبّہ کسی بنک میں نہیں ہے۔ تمھاری دوکان پر اس کے آدمی بیٹھتے ہیں، تمھارے گھر میں اس کے آدمی رہتے ہیں۔ اس نے جس کام کے لئے تم کو خریدا تھا...."

"خریدا تھا؟"

"اور کیا ـــــ بیوقوف بنا کر خریدا تھا وہ پورا ہو گیا۔ حضرت جی نے انھیں دنوں میں اسی لاکھ روپیہ دیا ہے راجہ کو۔"

"اسی لاکھ؟"

"کیوں دیا ہے ـــــ تمھارے لئے نہیں دیا ہے لیکن اس میں تھوڑی سی تمھاری خدمت کا بھی خیال ہوگا حضرت جی کو ـــــ اس نے دس دس ہزار بھی تم لوگوں کو نہیں دیئے۔"

"بری اور مہر کے نام پر جو رقم دی ـــــ وہ جعلی نوٹ ہیں۔"

"جعلی نوٹ؟"

"زیور نقلی ـــــ سونا نقلی۔"

"دوکانوں سے خریدا تھا پسند کر کے۔"

"نقلی زیور کیا باورچی خانے میں بنتے ہیں۔ دوکانوں ہی پر ملتے ہیں اور تمھاری ایسی چڑیا عورتوں کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ وہ تمھارے پچھواڑے نقب لگاتا رہا اور تم اپنی چھاتیوں سے اس کا پسینہ پونچھتی رہیں۔"

وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگیں۔ اس نے سر اٹھا دیا۔

"اس نے تم کو وہ کبھی نہیں دیا جو کم سے کم ایک مرد دوسری عورت کو دے سکتا ہے۔ یہ جوٹا نگیں ہیں ــ کم سے کم ہزار عورت ان کے بیچ سے نکل گئی لیکن تمھاری اور تمھاری بہنوں جیسی عورتیں ــــ اتنی خوبصورت، اتنی وفادار ایک معنوں میں اور اتنا سہاؤ رکھنے والی عورتیں دس ہی پانچ ملیں۔ سچ بتا ــ عرفان، اعجاز، ریاست ــــ فقیرا ــ منیر ان سبھوں نے تجھے اور تیری بہنوں کو برسوں برتا ہے۔ تیرے اور تیری بہنوں کے پاس رسوائی کے علاوہ کیا ہے۔ ان میں کوئی ایسا مرد ہوتا جسے یاد کر کے تم لوگ روتیں تو صبر آجاتا مجھ کو ــــ تو نے اور تیری بہنوں نے اپنا اپنا کنوارپن جن کی ٹینٹ میں رکھ دیا انھوں نے دوسرے دن اپنے یاروں کے سامنے وہ ٹینٹ کھول کر ڈال دی۔ تمھاری ایسی ایسی تصویریں ہیں، باتیں ہیں کیسٹ پر کہ اگر تیرے والوں کو دکھا دی جائیں، سنا دی جائیں تو وہ گھر میں گھس کر ناکیں کاٹ ڈالیں تم سب کی۔

وہ دونوں ڈھیر ہو گئیں ــــ نگاہ اٹھائی تو دردانہ اور رخسانہ اندر آنے کی خاموش اجازت مانگ رہی تھیں۔

"آجاؤ تم بھی سن لو۔" وہ دونوں بھی ٹک گئیں۔

"اچھے اور حاجی جی مر گئے۔"

"آں ؟"

"سلطانہ اور رخسانہ اور دردانہ بیوہ ہو گئیں۔"

"ان کے مرنے کا مجھے افسوس نہیں ہے — تم کو بھی نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اسی قابل تھے — افسوس یہ ہے کہ تمھارے نکاح نامے تک تمھارے نوٹوں اور زیوروں کی طرح جعلی تھے۔"

وہ چاروں چپکے چپکے رو رہی تھیں۔

"کیوں برباد کرتی ہو — ان موتیوں کو — ان کو اٹھا کر میری اور میرے یاروں کی جیب میں رکھ دو تو وصیت کر جائیں کہ یہ موتی کفن کی جیب میں رکھ دیے جائیں۔"

وہ دیر تک ان چاروں کو ہونٹوں اور ہاتھوں سے بہلاتا رہا۔ اب سب جمع ہو چکی تھیں۔ اس نے سب کو ارد گرد سجا لیا۔ اچھی جان اور سلطانہ کی آنکھیں چوم چوم کر سکھائیں۔

"یہ کوٹھی کرائے پر اٹھا دی جائے گی — کل۔"

"کل ؟"

"اس کی پگڑی اور کرایہ — دس سال کا کرایہ تم ساتوں میں بانٹ کر بنک میں رکھ دوں گا اپنے ہاتھ سے۔ کتابیں وکیل کو دکھا دوں گا جو تمھارے ماموں کے دوست ہیں — اور تم جس مکان میں رہو گی اس کی رجسٹری میں تم ساتوں کے نام ڈال دیے ہیں۔"

"کیوں بھائی کتنا روپیہ ملے گا سب ؟"

"ملے گا کیا — کوئی راجہ میاں ہوں ہیں — اٹھارہ لاکھ کا چیک کویتیٹ ایمبیسی کے فرسٹ سکریٹری کا میری جیب میں ہے کل کی تاریخ میں — آزادپور اگر دور نہ ہوتا اس طرف سے اتنا تو میں اس کوٹھی کا بھی اتنا ہی مار لیتا۔"

"اس کا سودا کتنے میں ہوا ؟"

"چودہ میں ہوگیا اس کا لیبیا والوں سے۔"

وہ دیر تک انگوٹھے پر انگلیوں کے پور چلاتا رہا۔

"ایک لاکھ میں ملا دوں گا — تم گیارہ کی گیارہ میں تین تین لاکھ بانٹ کر گورنمنٹ بنک میں جمع کرا دوں گا۔"

"صبح تو ہونے دو اکبر بادشاہ۔"

پورٹیکو میں ایک ٹرک گڑگڑا کر رہ گیا — پھر دوسرا پھر تیسرا۔ کاظم باہر نکل گیا۔

پارلیمنٹ اسٹریٹ پر وہ ایک ہنٹر جیپ سے اتریں تو اکبر ایک ٹیکسی کے پاس کھڑی ہوئی چاروں عورتوں کے پاس ان سب کو لے گیا — وہ دونوں ایک دوسری کو دیکھنے لگیں جیسے فیلڈ میں اترنے والی ٹیموں کے کپتان ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں — اکبر نے کان پر منہ رکھ دیا۔

"اچھی جان قمرن سے ملو — اس سے میرا وہی رشتہ ہے جو تمھارا عرفان سے تھا۔"

وہ دونوں ذرا سا شرما گئیں — فرق اتنا ہے کہ تم عرفان کو مل جاؤ تو وہ

تمھیں کوٹھے پر پہنچ آئے ___ اور میں اسے کوٹھے کے راستے سے کھینچ لایا ہوں۔ اس کی لڑکیوں کے لئے نہیں اس رات کے لئے جب اس نے اپنا ہیرا میری ہتھیلی پر ڈال دیا تھا۔ اس کی لڑکیوں اور تمھاری بہنوں کا وہی جوڑ ہے جو ہتھنی اور بھینس کا ہوتا ہے۔

وہ سب ایک دوسرے سے گھلنے ملنے لگیں ___ بینک کھلتے ہی سب گپتا کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگے۔

گریٹر کیلاش کی ایک کوٹھی کے سامنے وہیکلس رکیں تو ایک ایک کر کے چار آدمی چمکتی جرسیوں میں پھنسے ہوئے اور بجھے بجھے رنگوں میں جینز میں دھنسے ہوئے آگئے۔ اور قلیوں کی طرح سارا سامان اٹھا کر ورانڈے میں رکھ دیا۔ اکبر نے دونوں کپتانوں کو بلایا۔

یہ کوٹھی نہیں ہے سرکلر ٹرین کی ایک بوگی ہے ___ دس پانچ دن جب تک اپنی کوٹھی سے مہمان نہیں جاتے ہیں تم دونوں کو یہیں رہنا ہے۔

"اکبر ___ یہ تو کوٹھی ہے ___ تم ساتھ رہو تو دس پانچ دن نہیں عمر بھر سڑک پر تنبو ڈال کر رہ لوں گی۔"

"دیکھو ___ میں نے اور میرے یاروں نے ہتھیلی پر سرسوں جمائی، فصل اگائی، کاٹی تیل نکالا اور گلگلے تل دیئے۔ تو کچھ پیچ بھی پڑا ہو گا کہیں؟"

"بیشک ___ ایک کیا ___ دسیوں پڑے ہوں گے۔"

"یہ کوٹھی ہی پیچ ہے ___ سمجھو سفر میں ہو ___ تھوڑی سی تکلیف اٹھالو۔"

"اچھی جان نے اس کے ہونٹوں پر اپنا سفید ہاتھ رکھ دیا اس نے دانت

سے کاٹ لیا۔ وہ ناز سے چمک گئیں۔

"ہاں ان سے ملو —— یہ میری دوستی اور یاری کی واہگہ پر کھڑے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کے سر کندھوں پر اس لئے رکھے ہیں کہ میں نے اترنے نہیں دیئے۔ یہ اِدھر کا مال اُدھر اور اُدھر کا مال اِدھر کرنے میں بڑے پکے ہیں —— باقی جھگڑے یہ خود نمٹا لیں گے —— اب تم اچھی جان ہال کے ایک طرف کے چاروں کمرے سنبھال لو اور تم بجو دوسری طرف کے دو کمرے لے لو یہ آگے پیچھے والے۔ باقی جو بچے ان میں ہم لوگ پھیل جائیں گے —— اور ہاں یہ کوٹھی اِن سالوں کی نہیں ہے —— یہ ایک دوست ہے شرما کا، انجینیر ہے، گلف گیا ہوا ہے چھے مہینے کے لئے، اس کی ہے اور شرما کے چارج میں ہے یعنی تمھاری ہے۔"

"ابے لونڈیا گھورے جا رہا ہے برابر۔ یہ نہیں ہوتا کہ گیس پر چائے کا پانی رکھ دے۔ فریج کھولے کچھ نہیں تو ٹھنڈا پانی ہی پلا دے۔"

اور وہ چاروں پھرکی ہو گئے۔

صبح کا غسل کر کے حضرت جی نے کھجور کا شیرہ پی کر پانی کا گلاس اٹھا لیا۔ حضرت جان نے گلاس ہاتھ سے لے کر چائے کی پیالی پیش کی۔ کاظم نے ٹن سے سگریٹ نکال کر بڑھا دی۔ حضرت جان نے شعلہ پیش کر دیا۔

"اپنی بھانجیاں کیوں نہیں بلا لیتی ہو —— تمھاری کوٹھی ہو گئی اب۔"

انھوں نے سلیولیس گاؤن کی ڈوری میں ہاتھ ڈال کر کھینچ لیا۔

"کب بلا دوں؟"

"آج —— ابھی۔"

"ہائے اللہ میں کوئی جادوگرنی ہوں کہ دہرہ دون تک ہاتھ بڑھادوں اور اٹھاکر تمھاری گود میں رکھ دوں۔" انھوں نے سینے سے بال اٹھاکر کہا۔

"حضرت جی۔ آپ کی حضرت جان بڑی حضرت ہیں — بہت بڑی حضرت ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"حضرت جان — دکھادو نا اپنا جادو — اپنا حضرتی جادو۔"

حضرت جان نے حضرت جی کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

"آنکھیں بند — خبردار جو کھولیں — بیٹھے رہو اسی طرح — اچھا اب کھول دو۔"

دونوں لڑکیاں دہرہ دون کی یونیفارم پہنے سامنے کھڑی تھیں — انھوں نے دیکھا جیسے دلال مال دیکھتا ہے آنکتا ہے — منافع تولتا ہے۔ پھر مسکراتا ہے۔ وہ مسکرا بھی دیئے — آہستہ آہستہ حضرت جان کی گرفت سے نکلنے لگے۔ کھڑے ہوگئے۔ دونوں کو باری باری پیار کیا — اسکرٹ سہلائے اور کاظم کو گھورتے رہے۔

"کب آئیں تم لوگ؟"

"ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔ آپ باتھ روم میں تھے۔" لڑکیاں سوچتے سوچتے بولیں۔

"اچھا دونوں جلدی سے نہا ڈالو — اور ناشتے پر بیٹھو۔"

حضرت جان نے کہا اور وہ ہاتھوں سے پھسل گئیں۔ حضرت جان کچن کے

لئے اٹھیں ۔ وہ کاظم کا ہاتھ پکڑ کر ہال میں لے آئے ۔ دونوں بازو پکڑ لئے ۔ مسکرائے ۔ جیسے چوٹ چھپانے کے لئے مسکرایا جاتا ہے ۔

" دونوں کو لے کر چلو گے باہر یا ایک کو ؟"

"دونوں کو لے جائیے آج ہی تھرڈ سیٹر منگواتا ہوں ۔"

" ٹھیک ، تو تیار ہو جا ۔"

وہ کوٹھی کے دوسرے ونگ میں پہنچیں تو کاظم بھی پہنچ گیا ۔ اکبر نے دونوں کو بلا کر گھڑک کر چند باتیں کہیں اور دوڑ کر باتھ روم میں گھس گئیں ۔ حضرت جی گھوم پھر کر ساری کوٹھی دیکھتے رہے ۔ کاظم کو دیکھ کر بولے ۔

" اتنی بڑی کوٹھی اتنے داموں میں کیسے مل گئی ؟"

" بڑی اور پرانی گاڑیاں اور بڑی اور پرانی کوٹھیاں سستی مل جاتی ہیں ۔"

" بہت دن میرے پاس نہیں ہیں اب اور ہاں اس طرف کی کوئی خبر نہیں دی تم نے ۔"

" آپ جتنی خبر مانگتے ہیں اتنی دے دیتا ہوں ___ راستے میں تفصیل بتا دوں گا ___ ویسے آپ تھوڑے دن پڑھا لیجئے ___ راجہ اور کاظم میں فرق دیکھئے ۔ اس نے کسی کو بھی دیکھنے نہیں دیا آپ کو کھل کر ۔"

"وہ کس نے ؟"

" راجہ نے ___ وہ آ رہی ہیں ___ باقی گاڑی میں ۔"

" چلئے میز لگ گئی ۔"

تھرڈ سیٹر میں بیٹھتے ہی پردے کھنچ گئے ۔ کاظم نے اپنی بغل میں پھنسی

ہوئی نجمہ سے پوچھا۔

"تم کو دہرہ دون سے کیوں بلایا گیا؟"

"کیا معلوم بات ہی نہیں ہوئی ابھی۔"

"تمھاری شادی راجہ صاحب طے کر گئے ہیں۔"

"کس سے، دونوں نے ابھر کر پوچھا۔

"حضرت جی سے — طے یہ ہوا ہے کہ تم دونوں حضرت جی کے ساتھ کورٹ شپ کروگی — چار چھ روز۔۔۔"

"بس۔"

"اور حضرت جی جس کو پسند کریں گے اس سے شادی کرلیں گے اور جس سے نہیں کریں گے اس سے میں کرلوں گا — جیسے ہی راجہ صاحب باہر سے آئیں گے نکاح پڑھا دیئے جائیں گے۔"

"سچ کہہ رہے ہیں۔" عذرا نے حضرت جی کا ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

"اور دونوں پسند آگئیں تو؟" نجمہ نے پوچھا۔

"تو دونوں سے کرلیں گے۔"

"آپ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں۔" عذرا نے کہا چمک کر۔

"جب دوکان پر ہیروں کا سٹ خریدوگی تب تو یقین آجائے گا تم کو۔"

جیولرز کی دوکان پر دونوں نے مسکرا مسکرا کر سٹ پسند کرلئے۔ گولڈ پیپا۔ ڈبے پر اپنے نام لکھے اور دوکاندار کو دے دیئے۔

"ساتھ کیوں نہیں لئے چل رہے۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"یہ خود پہنچا دے گا گھر۔ ہم کیا لادے لادے پھریں۔ ابھی تم کو کھانا کھلانے بھی تو چلنا ہے۔"

"کہاں؟" نجمہ نے پوچھا۔

"جہاں تم کہو۔"

"اکبر۔" نجمہ نے کہا۔

"اکبر" کے کمرے میں داخل ہوئیں ـــــ تو ذرا سی کشمکش کے بعد گلاس ہونٹوں سے لگا لیا ـــــ تھوڑی دیر بعد کپڑوں سے نکل آئیں۔ حضرت جی حیرت سے بیٹھے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ شخص جس کا نام کاظم ہے جادوگر ہے یا جنّات۔

اکبر اور ریاض اور حضرت جان حوض خاص اور آزاد پور اور راجہ کے مکان کے منتخب فرنیچر اور ساز و سامان سے شیخ سرائے کی کوٹھی کے اٹھارہ کمروں کو سجا رہے تھے۔ الکٹرک ٹیپن فانوس لگا رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی ـــــ وہ لپک کر گیا اور جھپٹ کر آ گیا۔

"ریاضو میری جان جلدی کر لے، چار بج رہا ہے۔"

"تو اب رہا کیا کرنے کو ـــــ ذرا سی کسر رہ گئی ہے۔ ہوئی جاتی ہے پوری۔ تو جا گاڑیاں اٹھا اور گریٹر کیلاش سے جو جیسے بیٹھی ہو اٹھا لا۔ میں اپنے یاروں کو فون کرتا ہوں اور دیکھ ان سالوں کو بھی لادے لانا، بڑے کام کے ہیں۔"

"کام کے ـــــ تم کہہ دو تو سر کاٹ دیں چاروں ـــــ لیکن یہ سوچی کیا۔"

"اکبر سب کام چول پر چول بٹھا کر کرتا ہے۔ حضرت جی آگرے گئے سانڈنیوں پر سواری کرنے۔ تین دن کے لئے مغلز میں سوٹ ریزرو کرا کر — باقی بعد میں۔ بس تو اڑ جا۔"

وہ پردوں اور قالینوں سے صوفوں کی پوششوں کا جوڑ ملا رہی تھی — ڈیکوریشن پیسز کے ڈھیر کے پاس کھڑی تھی کہ اکبر نے بازو پکڑ لیا۔

"چل چھوڑ دے تھک گئی ہوں گی وہ سالیاں بھی تو کچھ کریں آ کر۔ تو ابٹن لگا کر نہا — آج رن پڑے گا — کلیجے کٹیں گے — اکبر بھی بہت دنوں کا بھوکا ہے — ہانڈیاں پکا پکا کر دوسروں کو پروستا رہا اور جوٹھن پر شکر کرتا رہا — آج پوری ہانڈی الٹ دے اپنی میرے سامنے چاہے بیمار ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔"

"تیرے منہ میں خاک — بیمار پڑیں تیرے دشمن — کچھ بتا تو دے۔"

"ہال اور چار بڑے بڑے کمروں پر مشتمل سامنے کا حصہ حضرت جان کے عمل میں تھا ہی — سیدھے ہاتھ کے آٹھ سلوتر کمرے اور پچھلا صحن اچھی جان کے حصے میں آیا — الٹے ہاتھ کے پانچ کمرے اور زینہ اور پچھلا صحن نجو کو ملا — سامنے ضرورت خانوں اور کوٹھریوں کی دوہری قطار کے بھی حصے بخرے ہو گئے — وہ چھوٹی موٹی چیزیں برابر تقسیم کر رہے تھے کہ گاڑیاں آ گئیں۔ اکبر نے دونوں ٹیموں کے کپتانوں کو ان کے ٹھکانوں پر پہنچایا۔ دو آدمیوں کو روپیہ دے کر دوڑا دیا۔ دو کو نیچے کھچے کام پر لگا دیا۔ غسل خانے دکھلا کر ایک ایک تلوار کو دھار رکھنے اور پرکھنے کا حکم دیا — اور خود نل کے

نیچے بیٹھ گئے۔

اپنا گھر بھی کیا چیز ہوتا ہے۔ کوئی بدن نہ تھا جو مٹک نہ رہا ہو، کوئی چہرہ نہ تھا جو دمک نہ رہا ہو، کوئی آنکھ نہ تھی جو چمک نہ رہی ہو ـــ بیچ صحن میں گدیلوں پر چاندنیاں لگی تھیں، دریوں کے حاشیے پڑے تھے، گاؤ تکیے رکھے تھے۔ کئی پیڈسٹل فین کھڑے تھے۔ ایک طرف پلاسٹک سے ڈھکی چوکیوں پر امپورٹیڈ شرابوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ بڑی بڑی کشتیوں میں بھنے ہوئے مرغ اور مچھلیاں اور کلیجیاں اور کباب کے انبار لگے تھے۔ کاجو کی کتنی ہی تھیلیوں کا پڑار رکھا تھا۔ پاس ہی فل سائز کا فریج رکھا تھا جس میں صرف پانی تھا اور کیوبس۔

کپڑے سب پہنے ہوئے تھیں۔ کپڑے کوئی نہیں پہنے ہوئے تھی کہ اکبر کا یہی حکم تھا۔ چار خوش رنگ جرسیاں اور بد رنگ جینز ریاض کے ہاتھ کے نیچے دوڑ رہی تھیں۔ سامنے اسکرین لگ گیا تھا۔ پروجیکٹر چیک کیا جا چکا تھا کیسٹ کا انتخاب ہو چکا تھا۔ ٹیوب لائٹس لگ چکی تھیں۔ حضرت جان سب کے کمروں میں جا جا کر مل رہی تھیں، رل رہی تھیں۔ لڑکیوں کے بالوں اور لنہ کاروں کو درست کر رہی تھیں، تعریفیں کر رہی تھیں، تعریفیں وصول کر رہی تھیں کہ عورتوں اور معمولی مردوں کا یہی دستور ہے۔ وہ اچھی جان کے پاس پہنچی تھیں کہ ناچ کی دھن مچلنے لگی۔ بہت آہستہ آہستہ کہ اگر کمرے کے دروازے بند ہوتے تو کسی کو گمان تک نہ ہوتا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگیں۔ باہر اندھیرا ہو چکا تھا اور دور دور دو ایک موم بتیاں جل رہی تھیں۔ ہدایت کے مطابق

حضرت جان نے سب کو پھیلا کر بٹھا دیا۔ بیچ کی تھوڑی جگہ جہاں صرف سرخ مخملیں قالین پڑا تھا چھوڑ دی ـــ ہال سے اکبر اپنے یاروں کے ساتھ نکلا تو ساری لائٹس آن ہو گئیں اور سب عورتیں کھڑی ہو گئیں ـــ حضرت جان آگے بڑھ آئیں۔ اکبر نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنے یار نمبر ایک اور نمبر دو کو تھما دیا۔

"اور تو سب تمھاری دیکھی بھالی ہیں اس وقت یہی ایک نئی ہے باقی دو باہر گئی ہیں۔"

دونوں نے انھیں پھول کی طرح چھوا خوشبو کی طرح سونگھا اور دوسروں کے ہاتھ میں دے دیا ـــ جب سب چوم چکے تو سب بیٹھ گئے۔ جس کا جس کے پاس بیٹھنے کو جی چاہا کہ یہی حکم تھا۔

"تو بھی بیٹھ جا بھائی ریاض۔"

"پہلے آپ بیٹھو۔"

"ابے دعوت تو کر رہا ہے کہ اکبر۔"

"وہ جہاں کھڑا تھا دھپ سے بیٹھ گیا۔"

"ایسے نہیں بے ـــ مرد کی طرح دبوچ کے بیٹھ ـــ ہاں ایسے۔"

سب مسکرا دیئے۔

"ابے حرامزادو ـــ چمارو ـــ کہاں چھپ گئے ـــ دوپٹہ لہنگا بھجواؤں۔"

وہ سبھی سمٹے آئے اور کھڑے ہو گئے۔

"تم اپنے جوتے نہیں اتارو گے تو ہم اپنے اتاریں گے ـــ ہاں اور سرک

— سالا ابھی کنکھیوں سے گودے ڈال رہا تھا۔ ساری کمر اب آنکھیں بالکل بٹن ہو گئیں تمام چینی کے — ٹھیک سے بیٹھ — مہروں کی طرح کمر لچکا رہا ہے۔"

جب سب کچھ ان کی مرضی کے مطابق ہو لیا تو وہ اٹھے بارہ گلاسوں سے چھلکتی کشتی لے کر آئے بیچوں بیچ قالین پر رکھ دی۔

"کھڑی ہو جا۔"

حضرت جان کھڑی ہو گئی — دو دھجیاں جو لپٹی ہوئی تھیں نکال لیں۔ یار نمبر ایک اور نمبر دو کی طرف پھینک دیں۔

"سب کو گلاس اٹھا کر دے میرے علاوہ۔"

وہ بڑی ادا سے گلاس اٹھاتی اور پیش کرتی رہی — جب اکبر کو گلاس دیا اور اس نے ہاتھ میں پکڑا ہی تھا کہ نمبر ایک نے اچھل کر اسے دبوچ لیا — اکبر بیٹھ گیا — دیکھا تو ان کے حصے میں بجو پڑی تھیں — قمرن — انھوں نے بڑے لاڈ سے کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"ہاں تو یاروں کی یاری کے نام۔"

سبھوں نے ایک ایک گھونٹ لے کر عورتوں کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ دو چار گھونٹ اترے تھے کہ حضرت جان نے اپنے کو چھڑا کر گزک کی کشتیاں بیچ میں لا کر رکھ دیں — اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئیں۔

"یار اکبر بادشاہ ایسی دعوت نہ دیکھی نہ سنی اپنے یاروں نے — ہوتی تو ساری دلّی میں روز ہیں لیکن ہم کو کون پوچھے مگر ایک کسر رہ گئی۔"

"وہ بھی بول دے — کہہ تو سر کاٹ کے ڈال دوں۔"

"وہ کس مائی کے لال کی ہمت ہے میرا مطلب تھا کہ یہ بڑے لوگ میرا مطلب ہے اونچی اونچی کرسیوں پر بیٹھنے والے پودنے جب دعوت کرتے ہیں تو بھاشنڑ دیتے ہیں، تقریر کرتے ہیں — وہ آئیٹم بھی ہو جائے"۔

"دیکھ بے — نہ میں پڑھا نہ لکھا"۔

"پڑھے لکھوں کا نام نہ لو — سالے بی۔اے۔، ایم۔اے آتے ہیں وزیروں کے خط لے کر — ویٹر نہیں بن پاتے ہوٹل میں — کہ نہ لکھنا آوے نہ پڑھنا" ایک آواز۔

"اماں نمبر دو کی ڈگریاں ملنے لگی ہیں اب کیا کہتے ہیں"۔

"یونیورسٹیوں میں" دوسری آواز۔

"ہاں جی یونیورسٹیوں میں"۔

"وہ ایک پروفیسر رہتا ہے پڑوس میں — لندن سے تار آیا اس کے گھر — وہ سمجھے کہ ان کا دوست آ رہا ہے آج کل میں۔ بعد میں کھلا کہ مرنے کا تار تھا۔ تو اکبر بادشاہ تم اپنا جی میلا نہ کرو ان پڑھے لکھوں کے چکر میں۔ بھاشنڑ سناؤ اور پاؤ تولے سوا رتی والا"۔

"اب نہ تولا رہا یار نہ رتی — گرام ہی گرام ہے چاروں طرف خیر — مگر کیا سناؤں"۔

"اب اکبر بادشاہ اپنے رتنوں سے تو نہیں پوچھتا ہو گا کہ کہاں حملہ کروں کہاں نہ کروں"۔

"یہ بات ہے تو سنو — بادشاہ تو اپنا اکبر تھا — اور باقی جو تھے وہ

سب تھے، بادشاہ نہیں تھے۔ پوچھو وہ کیسے تو ایسے کہ بابر جو تھا سپاہی تھا۔ آج کل ہوتا تو مہاویر چکر لگائے کھڑا ہوتا۔ راشٹرپتی بھون پر اپنے گورکھوں کے ساتھ میں لفٹ رائٹ کرتا ___ اور وہ جو تھے میاں ہمایوں تو یہ جان کہ پوری دنیا ایک ضلع ہے، اس میں بہت سے تھانے ہیں ___ تو ہمایوں تھانیدار تھا۔ کبھی اپنے تھانے ہندوستان کا انچارج ہو گیا کبھی ایران میں لین حاضر ___ وردی پیٹی غائب ___ اور یہ جو تھا کیا نام ہے بولتے کیوں نہیں ہو سالو؟"

"بھاشن تم دے رہے ہو ___ ہم سے مطلب ___ ہاں حضرت جان کو ہمارے پاس بھیج دو تو بتا دیں ان کو گود میں بٹھا کے؟"

"سنتی کیا ہے حرامزادی پوچھ کے بتا جلدی سے نام یہاں تاؤ خراب ہوا جا رہا ہے؟" جب تک حضرت جان کو چھٹی ملے وہ پیتا رہا ___ پھر وہ منہ پونچھتی آئی اور کان میں بتایا "جہانگیر"۔

"ہاں جہانگیر ___ بھلا مانس بادشاہ وادشاہ تو کیا تھا ہائی کورٹ کا جج تھا ___ آج کل ہوتا تو سپریم کورٹ میں ہوتا ___ اور یہ جو میاں شاہجہاں تھے یہ انجینیر عمدہ تھے اور تھوڑے سے سنکی تھے۔ پوچھو کیوں ___ اس لئے کہ بھائی رہنے کے لئے ایک آدھ مکان بنوائے آرام سے رہ لیکن نہیں۔ کبھی یہ بن رہا ہے کبھی وہ بن رہا ہے ___ مطلب کیا بڑھیا انجینیر تھا۔ آج کل ہوتا تو اپنی ڈی ڈی اے کی طبیعت ٹھیک کر دیتا۔ اب کون بچا ___ اورنگ زیب ___ تو میاں اورنگ زیب مولی صاحب تھے اور بگڑے

دل بالکل مولوی فتا کہ پنواڑی سے پان میں چونا ذرا زیادہ لگ گیا بس پھر کیا تھا تلوار کھینچ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر بولتے چلے جا رہے ہیں۔ پوچھو میاں چونا تیز ہو گیا تو ناریل کھالو ___ نہیں اللہ اکبر ___ آج کل ہوتے تو اپنی جیب سے ایک پتا ہرا پھینکتا اور ڈی آئی آر میں بند کرا دیتا۔ تو یارو بادشاہ ایک ہی تھا، اکبر بادشاہ۔"

کسی نے تالی بجا دی تو نمبر ایک حضرت جان کو پھینک کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کون سالا آگیا ہجڑہ ___ ابھی سوال جواب باقی ہیں۔" اور بیٹھ کر پہلا کام یہ کیا کہ حضرت جان کو اسی آسن سے بٹھا لیا جس آسن سے وہ بیٹھی تھیں۔

"کون سالا سوال کرتا ہے اکبر بادشاہ سے کرے۔"

"ہم کرتے ہیں اکبر بادشاہ بتائیں کہ انھوں نے یہ بادشاہوں کا چوتیا چکر کیوں چلایا ___ سب کے چونا کیوں لگایا۔"

"بیٹھ جا بے ___ سالے اکبر بادشاہ اکبر بادشاہ ہے جو وہ سنائے وہ سن ___ ورنہ اپوزیشن میں چلا جا۔"

"نا بابا مجھے جیل نہیں جانا ___ سنوں گا جو اکبر بادشاہ سنائے گا۔"

"ایک بات اور ہے بادشاہ، علم کی قدر تم نے کبھی نہیں کی۔ تم جہانگیر کو کیوں گئے۔ تمھارے سب رتن نمبر ایک اور نمبر دو نمبر پانچ تک سب سالے بیٹھے رہے منھ باندھے۔ ہم نے بتا دیا تو کم سے کم تمھارا فرض تھا کہ تم کہتے کہ جا نمبر پانچ حضرت جان کو اٹھالے ___ وہ سالی نمبر ا کے پاس بیٹھی ہمارے سینوں

پہ مونگ دل رہی ہے ابھی تک ۔"

"ابے یہ اکبر بادشاہ ہیں کوئی بھگوان تھوڑی ہیں کہ لکشمی کو سرسوتی اور سرسوتی کو لکشمی بنا دیں ۔"

"بیٹھ جا ـــــ مغز خراب کر دیا سالے نے ۔"

"اور کوئی سالا ہے یہاں عالم فاضل ؟"

"نہیں ـــــ سب بھلے مانس بیٹھے ہیں ۔"

"بجاؤ تالی ۔"

تالیاں جو بجیں تو عورتیں واویلا کرنے لگیں کہ اس تالی میں دو کے بجائے صرف ایک ہاتھ تھا اور دوسرے ہاتھ کے بجائے عورت کی بیٹھ یا کولھا یا ران یا...

پھر اکبر بادشاہ نے ہاتھ اٹھا دیا ۔ عورتوں کی جان میں جان آئی ۔ حضرت جان اٹھیں اور ایک ایک بوتل سب کے ہاتھ میں پکڑا دی اور خود نمبر دو کے ہاتھ میں پکڑ گئیں ۔ اکبر بادشاہ اٹھے ۔ لائٹیں آف کر دیں اور ٹٹولتے ہوئے نمبر کے پہلو میں بیٹھ گئے ۔ آسمان پر گھرے ہوئے بادلوں نے رات اور تاریک کر دی تھی ۔ سرگوشیوں اور سسکاریوں کی روشنیاں چمکنے لگی تھیں ۔ بہت دیر کے بعد جب اندھیرا خاموشی کی طرح گاڑھا ہو گیا تو اکبر بادشاہ اٹھے اور آرڈیننس جاری کیا ۔

"کھانا ہر کمرے میں رکھا ہے ، جس کے بھوک لگے وہ اٹھ جائے ۔ ہر کمرے کے کونے میں موم بتی جل رہی ہے ۔ دروازے کھڑکیاں بند کئے بغیر کوئی لائٹ نہ جلائے اور کھانا کھا کر سیدھا یہاں آجائے ـــــ کہ آج رت جگا ہے ۔

اگر پانی برسنے لگے تو سب اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیں ـــ ہر کمرے میں بوتلیں پڑی ہیں۔ سامان اٹھانے کی کسی کو ضرورت نہیں ـــ آخری بات یہ کہ آج کی رات سب اکبر ہیں سب حضرت جان ہیں۔ ہر عورت چاہتی ہے کہ اس کے چاہنے والے ایک سے زیادہ ہوں۔ ہر مرد چاہتا ہے کہ اس کی عورت کو دیکھ کر دوسرے جلیں ورنہ تاج میں آنے والی ننانوے فیصد عورتیں اپنے یاروں کے ساتھ نہ آتیں۔ اور آدھی ننگی نہ آتیں۔ ایک بات اور پورا مرد اپنی عورت دوسرے مرد کو دے دیتا ہے۔ آدھا مرد اپنی عورت اس لئے چھپا کر رکھتا ہے کہ کہیں اس کے ادھورے پن کی ڈگی نہ پٹنے لگے ـــ اور عورت پورے مرد ہی کی ہو کر نہ رہ جائے ـــ تو یارو یہاں سب سوا مرد ہیں سب سوا عورتیں ہیں نہیں تو میں بھی پڑھے لکھے بڑے آدمیوں کی طرح تم کو کھانا کھلا کر، دارو پلا کر چلتا کرتا ـــ اور تم چاروں کان کھول کر سن لو۔ دارو پی کر سڑک پر وہ لوگ اوکتے ہیں جن کو کل کی دارو کی امید نہیں ہوتی ـــ اگر عورت کو تنگ کیا اور اس نے صبح شکایت کی تو پھر سمجھ لو۔ ہاں۔"

"بیٹھ جا اکبر بادشاہ بہت ہو لیا ـــ یہ تیرا گھر ہے کہ فتحپور سیکری۔ سارا مزہ کرکرا کر دیا ـــ ہاں حضرت جان پھر کیا ہوا؟"

اکبر بادشاہ مسکرا کر بیٹھ گیا۔

سورج راجہ کی تقدیر کی طرح بادلوں سے آنکھ مچولی کر رہا تھا ـــ حضرت جان کے ساتھ تمام عورتیں صحن ہی میں پڑی تھیں۔ اکبر اور اس کے یار نہا دھو کر دالان میں بیٹھے چائے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان چاروں میں سے

دو ایک صحن میں جا بیٹھے جماہیاں لے رہے تھے باقی چائے کا انتظام کر رہے تھے ___ کہ گھنٹی بجی۔ ریاض لپک کر باہر گیا۔ مولا بخش نے خبر دی کہ منصوری سے قمر آیا ہے۔ ریاض اسی طرح گاڑی میں بیٹھ گیا ___ واپس آیا تو قمر کی آنکھیں پھٹی ہوئی اور نگاہیں جال بنتی نظر آئیں ___ اس نے جیب سے لفافہ نکال کر اکبر کی طرف بڑھا دیا جس میں کاظم کے نام بینک چیک تھا ___ کہ کیش کرا کر وہاں کی ضرورت بھر کا روپیہ رکھ لے اور بچاس ہزار منصوری۔"

"کیا کرے گا وہاں منصوری میں اتنا روپیہ؟"

"کچھ پہاڑنیں خریدی ہیں ___ تیار کر رہا ہے حضرت جی کے لئے۔"

"کیسی ہیں؟"

"سفید پتھر کی ڈھلی مورتیں ہیں۔" اکبر کے چہرے پر کئی پرچھائیاں سی لرز گئیں ___ اس نے چیک کو سنبھال لیا۔

"چل پہلے تو نہا دھولے پھر سب ہو جائے گا۔"

وہ باتھ روم میں گھسا تو اکبر نے سب کو جگا کر کھڑا کر دیا۔ پھر سب کو اپنے ہاتھ سے مٹھی مٹھی بھر بادام کی گری اپنے سامنے کھلائی۔ گاڑھی گاڑھی یخنی کے پورے پورے پیالے پلائے اور حکم دیا کہ دو گھنٹے بعد نہا دھو کر سیر بھر نہ سہی تو آدھ کلو دودھ میں دو دو چمچے شہد ڈال کر پئیں ورنہ کھانا نہیں ملے گا ___ قمر باہر نکلا تو اس کے آگے دولہا کی طرح ناشتے کی میز لگی۔ وہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ سنگھ سے اکبر نے کہا کہ اسے کسی کی کمر سے ایسا بندھوا دے کہ چار چھ دن جنت کا بھی خیال نہ آئے۔ سنگھ ناشتے کے بعد ہی اسے کاظم سے ملانے کے

بہانے لپیٹ لے گیا۔ ریاض ٹرنک کال کر کے واپس آیا تو خبر دی کہ حضرت جی نے ریزرویشن تین دن اور بڑھوالیا ہے اور جے پور بھی جانے والے ہیں ۔ اور اکبر سے تمام ملازم منعلہ میں منتقل ہو گئے ۔۔۔ اور بمبئی سے رابطے قائم ہو رہے ہیں ۔ تمام خبریں سنتا رہا سوچتا رہا۔

"کیا سوچ رہے ہو اکبر بادشاہ ۔۔۔ پہاڑنوں سے ڈر گئے معلوم ہوتا ہے"، کسی یار نے چٹکی لی۔

"کچھ پیچ تو پڑتا معلوم ہوتا ہے"۔

"تم تو ہوا میں گرہیں لگاتے ہو ۔۔۔ آنے دو پہاڑنوں کو ۔۔۔ دلّی اجڑ تو نہیں گئی نا ۔۔۔ اچھا ہم تو چلے"۔ ایک ایک کر کے سب رخصت ہو گئے۔ ریاض تک بینک کا اکاؤنٹ چیک کرنے چلا گیا ۔۔۔ اکبر اسی طرح بیٹھا رہا۔ اٹھا تو سب کو اپنے ہاتھ سے گرم گرم دودھ پلایا۔ جس نے جتنا زیادہ پیا اس کو اتنی ہی زیادہ تعریفیں دیں اور سب کو نپٹنے کا حکم دے کر باورچی خانے گیا۔ چیلے دس سیر گوشت لیے بیٹھے تھے۔ سیروں پیاز کٹوایا، سیروں سبز ترکاریاں بنوائیں اور دیسی گھی میں بگھار کر انگیٹھی کی دھیمی آنچ پر پتیلا رکھ کر چلا آیا ۔۔۔ چیلے بیٹھے رہے۔

گھڑی دیکھی تو گیارہ بجا تھا ۔۔۔ جب کسی مصروفیت سے تسکین نہ ہوئی اور خلش بھی بڑھنے لگی ۔۔۔ تو سفیدے کی بوتل کھول کر دالان میں بیٹھ گیا۔ جب چیلے تیاری کی خبر لے کر آئے تو بوتل دو انگل پڑی تھی ۔ اٹھے پتیلا کھولا رنگ دیکھا، سونگھا اور ڈونگوں میں بھروا کر فریج میں رکھوا دیا ۔۔۔ دو بجتے

بجتے حضرت جان اٹھ کر آئیں تو دوسری بوتل بھی کمر تک ہو چکی تھی — اٹھا اور سب کو اصرار کر کے کھلایا اور کھایا اور کمروں میں ڈھکیل دیا اور جیلوں کی چھٹی کر دی۔ شام کو سب کمروں کی قید سے آزاد ہوئیں تو دو دو موسمیاں بانٹ دیں کہ خوب چوس چوس کر کھاؤ اور زیتون کا تیل مل مل کر خوب نہاؤ —

رات ہوتے ہوتے سب یار لدے پھندے آ گئے۔ آنگن میں جہاں درے پڑے تھے اور کھیس لگے تھے اور سب الٹی سیدھی کھلی ڈھکی پڑی اینڈ رہی تھیں اور باتیں کھٹک رہی تھیں ہلچل سی مچ گئی — کھانے پینے کا اتنا سامان آ گیا کہ فریج کو خالی کر کے بھرنے کے بعد بھی بچا پڑا رہا — بنڈل کھلے تو فرش پر بزازہ لگ گیا — ڈبے کھلے تو صرافہ کھل گیا۔ چیلے تک سونے کے سٹ اور زری کی ساریاں لے کر گھسے تھے — اکبر بادشاہ بیٹھے دیکھتے رہے اور گردن ہلاتے رہے۔

"سالو سب مل کر ذلیل کر لو آج — جب مروں گا تو یاد کرو گے"

"ابے کون مارے گا تجھے — یم راج — وہ ہاتھ ہوں گے جم کر کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا بچو کو"

حضرت جان آئیں اور کھڑی ہو گئیں۔

"میں کیا دیکھوں — جو جس کے لئے لایا ہے — وہ اسے پہنائے گا" لیکن کنکھیوں سے بیٹھتے آنکتے رہے کمی بیشی حافظے میں لکھتے رہے۔ انگلی کے پوروں پر جوڑتے رہے — پھر اٹھے۔ سفیدے کی تیسری بوتل کھولنے لگے تو چیلے نے ہاتھ پکڑ لئے۔ اسے گھور کر دیکھا اور بوتل بڑھا دی۔ سب بیٹھے پیتے

رہے ۔ عورتوں کی چھما چھم دیکھتے رہے ۔

سب کھانا کھانے بیٹھے تو اکبر بادشاہ نے چیلوں کو دیکھا — پھر سنگھ کو مخاطب کیا ۔

" عورت بیلے کا پھول ہوتی ہے ۔ سرہانے رکھ کر سونگھو تو صبح تک مہکتی رہے گی ۔ گلے میں پہن کر سو جاؤ گے تو گھڑی بھر میں نہیں دو گھڑی میں بکس جائے گی " ۔ چیلے سمٹ گئے ۔

" ایک بات اور ہے —— عورت دو نوالے چاہتی ہے ۔ دونوں تر ہوں تو واہ واہ —— ایک تر ہو ایک سوکھا —— تو بھی واہ ۔ اور دونوں سوکھے ہوں تو آہ آہ "

" یہ بھاشنتر کل کیوں نہیں دیا تھا اکبر بادشاہ نے "

" ابے چپ —— صبح سے تھوتھنا پھلائے پڑا تھا ۔ اب ذرا چھکا ہے تو چھکنے دے ۔ بیچ "

اور پچکارنے لگا ۔

" ہاں اکبر بادشاہ اور کیا مانگتی ہے عورت ؟ "

" تیرا سر مانگتی ہے "

" وہ نہیں دینے کا —— صاف بات جوئیں دیکھنے کے لئے بھی نہیں دینے کا "

سب دیر تک ہنستے رہے کھاتے رہے ۔

" سلطانہ جانی "

"بولو جانی"

"راجہ کہتا تھا کہ جب تم گالی بکتی ہو تو جی چاہتا ہے کہ پکڑ کے منھ چوم لے۔"

سلطانہ نے پلیٹ سے گردن اٹھا کر آگے نکالی آنکھیں بند کیں، ہونٹ سمیٹے، چمک کر تالی بجائی۔

"چوتیا ہے — سالا"

سب ہنستے ہنستے لوٹ گئے — جب سنبھلے تو ایک ہاتھ ٹھوڑی پر رکھ لیا۔

"اور پکڑ کے کیا کرے گا — موچ آجائے گی کمر میں۔"

سب اتنا ہنسے کہ آنسو نکل نکل پڑے۔

"اور اس کا کیا ہوا قمر کا؟"

"جو تم نے کہا تھا ہو گیا — شیشے کے مرتبان میں چمک رہا ہوگا۔"

رات بھیگتے بھیگتے مرد اوپر چڑھ گئے۔ عورتیں نیچے پھیل گئیں۔

کچھ سو رہے تھے کچھ جاگ رہے تھے — اکبر نے یار نمبر ا کو اپنے پاس بلایا تو سب کھسک آئے ایک ایک کر کے۔

"گہنے میں عورت کی جان ہوتی — گہنے کا چکر پڑ گیا ہے — تین سٹ حضرت جی والے ایک اور ہے اور ایک تو لے آیا — اور پوچھا بھی نہیں۔"

"میرا ترالا تھوڑی ہے — سب کا ہے۔"

"یہ بتا حضرت جی کی سب کتنے کی بنتی ہیں رسیدیں؟"

"چوبیس پچیس کی ہیں۔"

"تو تینوں ہار — آدھے پونے کے ہیں — کاظم بڑا حرامی ہے۔"

"وہ تو ہے — اب یہ چیک بھی آگیا ہے — میری مان تو پانچوں نکال دے دیکھ بھال کر — اور جتنا روپیہ لگے لگادے — کمی نہیں ہے — اور پورے چودہ خرید لے۔ حضرت جان حضرت جان سہی لیکن دوسری بھی کم نہیں ہیں۔"

"چودہ کی چودہ — ایک سے ایک ہیں — میں نے کم دیکھی ہیں اتنی اور ایسی۔"

"ہاں — انگلیاں سب برابر نہیں ہوتیں — مگر انگلیاں تو ہوتی ہیں۔ صبح ہونے دے دیکھ لیں گے سب، تو تھک گیا ہے سو جا۔"

"اور قمر کو کہاں رکھا ہے؟"

"اینگلو انڈین ہے منڈی ہاؤس والی۔"

"منڈی ہاؤس والی یا سنگھ ہاؤس والی۔"

"اس کو سمجھا دیا ہے۔"

"بڑی پھینکت عورت ہے — جاندار — بندھا پڑا رہے گا۔"

"بالکل بند مرتبان میں بلجیم گلاس کے۔"

"روپیہ بھجوا دوں گا ریاض کے ہاتھ — رنگ روپ قد بدن بھی معلوم ہو جائے گا۔"

"میری مان تو بھجوا دے سالے کو۔"

"نا — زبان کبھی کوئی چیز ہے — اور فون ابھی تک نہیں لگا۔ لیے ایمرجنسی لگوا دے۔"

"وہ اپنا سکسینہ ہے نا چھٹی پر ہے — آنے دے تین دن میں وارے نیارے ہو جائیں گے۔"

"ہاں — بڑی تکلیف ہے فون کے بغیر۔"

پورے سات دن بعد مولا بخش خبر لایا کہ کل شام تک حضرت جی پہنچ رہے ہیں — اکبر نے گلے میں پڑی بادام کی تھیلی شرما کو تھما دی — وہ کھلانے چلا گیا اور وہ وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا — سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے وہ وہیں بیٹھا رہا — دودھ پلانے کا وقت آ گیا تب اٹھا۔ سب کو ہال میں گھیر لایا۔ سب چہکتی دمکتی مٹکتی ڈھچکتی آئیں اور قالین پر بیٹھ گئیں۔

"کل آ رہے ہیں۔"

"راجہ۔"

"راجہ تو مجھ سے پوچھ کر آیا کرے گا — جب آئے گا کبھی دتی میں۔ حضرت جی آ رہے ہیں سلطانہ سے ملنے۔"

"ائے فوج مجھ سے ملنے کیوں آنے لگا۔ اچھی جان سے ملنے آئے تو آئے۔"

"جمعہ جمعہ آٹھ دن کی درچھوکریاں پورے آٹھ دن تک نکیل ڈالے پڑی رہیں اور تم سے اچھی جان اور حضرت جان ہاتھ چھڑا کر نکل گیا جب اس کا جی چاہا۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے — سن رہی ہو قمرن جان۔ قمرن۔"

"پہلے کہہ لو تم اپنی۔"

"سچ پوچھو تو عیاش کبھی نہیں ــــ گوئی گر نہیں آتا اس کو سوائے روپیہ اڑانے کے ــــ کھڑا کھیل کھیلتا ہے فرخ آبادی ــــ اور تم کو کارام کے دیس کی ــــ کیسے کیسے نکیلے اور جیالے اور کسوٹی کسے اکبر کے پٹھے تمھاری چلمیں بھر گئے اور ابھی تک بھرنے پر تلے کھڑے ہیں ــــ تو تم سے ایک بدو نہیں سنبھلتا۔"

"میری سنو گے۔"

"نا ــــ وہ کہانی معلوم ہے اسے بھول جاؤ ــــ میری سنو ایک نواب صاحب تھے ــــ بیوی ان کی پری تھیں۔ میں نے بھی اڑایا ہے لیکن ایک رنڈی نے جی جی روڈ کی ان سے مسالہ پسوالیا اپنی ہانڈی کا ــــ اور اتنے دنوں میں جتنے گر میں نے تم کو بتائے ہیں وہ بڑی بڑی ڈیرہ دارنیوں کی دھروہر ہیں۔ پورے انڈیا میں دس پانچ ہوں گی جاننے والیاں تو الگنی پر پڑی سوکھ رہی ہوں گی ــــ تو ایسی آگ لگاؤ کہ جائے کبھی مہینہ پندرہ دن میں تو پلٹ پلٹ کر دیکھتا رہے ــــ عورت جب اپنے شوہر کو چھوڑ کر مرد کی باہوں میں آتی ہے تو اور ہی کچھ ہو جاتی ہے ــــ اور یہ کبھی کہ وہ دتی میں سبھوں سے ملنے نہیں آیا ہے ــــ تم سے ملنے آیا ہے ــــ تم میم کیوں بنتی ہو ــــ سب اپنے پرانے دھرا ؤ کپڑے اور زیور نکال کر رکھو میں آتا ہوں۔"

ابھی دھوپ چمک رہی تھی کہ تھری سیٹر آکر رک گئی۔ عذرا اور نجمہ سفید امپورٹڈ قمیصوں اور جینز میں پھنسی اونچی ایڑیوں پر ابلتی مچلتی اتریں جیسے فارن ایرویز کے کلینڈر سے نکل پڑی ہوں۔ حضرت جی نے دونوں کے

درمیان جگہ بنائی اور کوٹھی کو گوگلز اتار کر دیکھا جیسے کل کی معمولی سی عورت پورا میک اپ کیے عید کے کپڑے پہنے کھڑی ہو ــــ ریاض نے لپک کر ان کی پیشوائی کی۔

"آپ غسل کر لیں پہلے۔" کاظم نے کہا اور ان کا سوٹ کیس کھولنے لگا ــــ وہ دونوں کو لیے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے ــــ وہ دونوں باہر نکلیں تو دروازہ بند ہو گیا ــــ کاظم کا ہاتھ پکڑ کر اکبر ایک طرف لے گیا۔

پورا ڈرامہ اور اپنا پارٹ اچھی طرح سمجھ کر نکلا تو عذرا ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھی تھی اور حضرت جی نجمہ سے لائیٹ لے رہے تھے کہ شعلے کے اس طرف حضرت جان کا آدم قد شعلہ چمکنے لگا۔ بنارسی سوٹ اور کندن کے زیوروں نے آنکھیں چکا چوندھ کر دیں ــــ حضرت جی نے سگریٹ نجمہ کو پکڑائی سر سے آنچل گرا دیا اسے دیکھا اور چوم لیا اور وہ باہوں سے نکل آئی۔ دوڑ کر ڈریسنگ ٹیبل پر میک اپ درست کیا۔

"اللہ آپ بڑے اچھے وقت پر آ گئے ــــ کاظم کے مہمان آئے ہیں۔ ان میں سے ایک کی شادی کی سالگرہ ہے ــــ اللہ قسم ایک ایک عورت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔"

"تھوڑی دیر تو بیٹھو میرے پاس۔"

"آئیے تو ــــ میں کہیں بھاگی جا رہی ہوں۔"

دور کہیں کیسٹ پر ہوسناک سی دھن بج رہی تھی۔ وہ دالان سے نکلے تو اچھی جان چینی اطلس کا فرشی پاجامہ پہنے ایک ہاتھ میں پائنچے سنبھالے

چار انگل زرکار گوٹ کا فیروزی دوپٹہ سر پر ڈالے، پان رچائے موٹے موٹے زیوروں میں جھمک رہی تھیں۔ ان کے پاس ہی ایک لمبا ستا ہوا گنجا آدمی ریشم کا کرتا اور دھوتی، سونے کی زنجیر اور قیمتی انگوٹھیاں پہنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

"یہ اچھی جان ہیں ــــ اور یہ ان کے ہسبنڈ ــــ ان کی بہن کی سالگرہ ہے۔"

حضرت جی نے چونک کر ایک ہاتھ بڑھایا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں لے کر چوم لیا۔ اچھی جان نے بھی ہاتھ لے کر چوم لئے۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ بڑے وقار اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ چل رہی تھیں۔ پچھلے دالان کے موڑ پر سلطانہ ٹکرا گئی ــــ سر سے پاؤں تک زربفت میں ڈھکی ہوئی ــــ کان کی جڑ لیتی ہوئی نتھ ماتھے پر ٹیکا اور جھومر ہاتھوں کی مہندی آنکھ مارتی ہوئی۔ سلام کو جھکی تو حضرت جی لڑکھڑا سے گئے۔

"یہ سلطانہ ہیں اور یہ ؟"

"میرے ہسبنڈ ہیں۔ اس نے ایک مہرو کا ہاتھ تھام لیا جو ریشم کے کرتے پر جواہر کٹ پہنے گاندھی ٹوپی لگائے کھڑا تھا ــــ اس نے سلطانہ کے گال کے پاس منہ لے جا کر کچھ پوچھا ــــ اور جیسے چمک کر ادب سے ہاتھ جوڑ لئے ــــ سر جھکا دیا ــــ ہاتھ چوم لئے۔

کمرے میں قدم رکھا تو مدھم روشنیوں اور عطر سہاگ اُبٹن اور جوڑے کی خوشبوؤں کے مرغولوں میں ریشم و سنجاب اور اطلس و زربفت لچکے گوٹے اور بانکڑی سونے اور جڑاؤ کے کنگن اور ٹیکے اور جھومر اور کڑے اور چھڑے

اور جھا بجھن انگشتانے اور بچھوے اور کر دھنی لہنگے اور غرارے شرارے اور چوڑی دار جھلا جھل دوپٹے اور ان کے شریر آنچل اور چنکیاں لیتے گھونگھٹ۔ دنبالے اور لشکارے مہندیوں کی طرحیں اور بازوؤں کے خنجر ابروؤں کے سجے سجے اشارے، ہونٹوں کی بنی بنی جنبشیں ـــ انھیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا ـــ حضرت جان نے بازو پر ہاتھ رکھا تو وہ سمجھے کہ جاگ رہے ہیں۔

"اللہ دیکھئے ـــ ان کی شادی کی سالگرہ ہے۔ یہ آپ کو سلام کر رہے ہیں۔"

نگاہ اٹھائی ـــ تو ماتھے پر سفید چندن کی لکیروں کو کاٹتی ہوئی سرخ لو سی جل رہی تھی ـــ وہ امپورٹڈ قمیص اور بیل باٹم پہنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا ـــ حضرت جی نے جلدی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ـــ اس نے جھک کر پیر چھو لیے ـــ جھک کر اٹھایا تو سانسیں الکوحل سے بوجھل تھیں۔ اس نے حضرت جی کو مخمل کے امپورٹڈ بیڈ کور پر بٹھا دیا۔ ہاتھ بھر کا گھونگھٹ اٹھایا تو زیوروں میں ڈھکے ہوئے چہرے کو دیکھ کر سوچا کہ کہاں دیکھا ہے۔ اور وہ آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔

"سلام کر لے۔ یہ دعا کر دیں تو ہیجڑوں کے لڑکا ہو جائے۔ اس نے آنکھ کھول کر دیکھا اٹھی تو جیسے فتنہ اٹھ گیا۔ سلام کر کے بیٹھی ـــ تو دریا اتر گیا۔

ہسبنڈ نے چاندی کے تھال میں سونے کے ورق میں لپٹے ہوئے لڈو پیش کئے۔

"سرکار، حجور آپ اپنا جوٹھا لڈو کھلا دیجئے، میری پتنی کو اپنے ہاتھ سے۔" اور آنکھیں چڑھانے لگا۔

حضرت جی نے تھوڑا سا لڈو کاٹ کر دولھن کی طرف بڑھا دیا۔ بینڈ نے غصے سے گھونگھٹ ہٹایا ــــ اس نے اپنی سجی ہوئی کڑھی ہوئی آنکھیں حضرت جی کی آنکھوں میں ڈال دیں۔ ذرا سے سرخ ہونٹ کھولے تو چاندی کی لکیر سی چمک گئی۔

"اور کھول بھاگوان" شوہر نے ڈانٹا۔

اس نے لکیر چوڑی کر دی ــــ حضرت جی لڈو کھلاتے رہے لیکن ان آنکھوں نے نہ آنکھیں ہٹانے دیں اور نہ حضرت جی کی ہمت پڑی۔

"سرکار ــــ آج رات آپ اس کو کھانا کھلا دیجئے اپنے ہاتھ سے بس"

ایک طرف سے کاظم آیا ــــ اس کا ہاتھ پکڑا۔

"ابے شراب پی کر باتیں کرتا ہے ہمارے حضرت جی سے۔ ایں"

"شراب ــــ شراب کون سالا پیتا ہے ــــ میں نے دوپہر سے اب تک خالی ایک بوتل وہسکی پی ہے ــــ قسم لے لو جو سوڈا ملایا ہو" عورتیں مسکرانے کے بہانے ڈھونڈھ رہی تھیں۔

"اچھا اٹھ، چل میرے ساتھ"

کاظم سے اس کو ریاض نے لے لیا اور باہر نکل گیا۔

"ریاض ــــ اس کو لے جاؤ اوپر اسے۔ یہ بالکل آؤٹ ہو گیا ہے ــــ

گالیاں بھی بکنے لگا ہے۔

حضرت جی نے کاظم کا ہاتھ پکڑ لیا ـــــ کان پر ہونٹ رکھے۔

"یہ کیا معاملہ ہے؟"

"سب بتا دوں گا اطمینان سے ـــــ آپ کو کھانا کھلانا ہے اسے آدھی رات تک ـــــ کہہ گیا ہے اس کا شوہر سب کے سامنے ـــــ یہ جو ہندو دولہا ہیں اور مسلمان میاں؟"

"وہ تو باہر بھیج دیئے تھے. راجہ نے ـــــ اور ہندو مسلمان کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"کہہ تو رہا ہوں کہ سب بتا دوں گا آپ کو ـــــ میں پہلے سب کو اوپرائے بھجوالوں ـــــ ڈرنکس کی پارٹی ـــــ وہیں ہے ـــــ ریاض ساتھ گیا ہے. تین چار بجے رات سے پہلے کوئی آنے والا نہیں لوٹ کر۔"

اور باہر نکل گیا ـــــ پھر سب مرد اور عورتیں اس سے آشیرباد اور دعائیں لے کر اوپرائے پارٹی میں چلی گئیں ـــــ اچھی جان نے آنچل اور پائنچے چھوڑ کر ان کے پیر اٹھائے اور بیڈ پہ رکھ دیئے ـــــ تکیہ رکھتے رکھتے اپنے ٹاپ سے ان کے چہرے کا ہوائی بوسہ لے لیا اور نیچے اتر آئیں ـــــ الماری کھول کر بوتل اور گلاس اور برف دان اور گزک کی کشتی میز پر سجا دی ـــــ اپنے ہاتھ سے گلاس بنایا۔ برف کا پانی انڈیلا ـــــ دو کیوبس ڈالے اور دولھن کے ہاتھ میں گلاس پکڑا دیا۔

"آج کی رات اپنے ہاتھ سے پلا دے۔

اس نے پھر آنکھیں اٹھائیں — ان کو دیکھا — اچھی جان کو دیکھا۔

"کوئی آگیا تو — میرا گھر خراب جائے گا۔"

"کوئی نہیں آئے گا — میری بنّو سب گئے — اچھا ٹھہر — میں دیکھ کر آتی ہوں۔"

اس نے گھونگھٹ کاڑھ لیا — حضرت جی نے مہندی سے لال پیروں کو دیکھا جو فرشی پاجامے کی سنہری گوٹ سے نکلے پڑتے تھے — تو ہاتھ رکھ دیا — پیر بھوئی کی طرح سمٹ گئے — انھوں نے گوٹ اوپر چڑھا دی ذرا سی وہ پیچھے سرک گئی — سفید ترشی ہوئی تندرست پنڈلی جگمگا اٹھی — انھوں نے تھوڑی دیر دیکھا اور سہلانے کے لئے ہاتھ رکھا تو وہ تڑپ گئی۔ شراب تھوڑی سی اچھلک کر زانو پر گر پڑی۔

"اللہ — آج کی رات مجھے بخش دیجئے — یہ میرے شوہر کی رات ہے۔"

اس نے گلاس سنبھال کر ان کا ہاتھ ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اُن کے ہاتھ میں پھنس گیا — قدموں کی چاپ پر حضرت جی نے چھوڑ دیا۔

"سب گئے — کاظم آرہا ہے سوار کرا کے گاڑیوں میں۔" حضرت جی نے بڑی حسرت سے اچھی جان کو دیکھا۔

"پلایا نہیں تو نے — تیرا یار آلے کاظم تبھی تو مانے گی — یہ کاظم کی یار ہے — وہ کہہ دے تو ابھی زہر کھالے اپنے ہاتھ سے۔"

"تم کس کی یار ہو؟"

"میں — کل بتاؤں گی تم کو —" ابرو چمک گئے۔

کاظم کے آتے ہی وہ سرک کر بیٹھ گئیں۔

"گلاس لئے بیٹھی ہو ابھی تک شالو ــــ پلاؤ جلدی سے نہیں تو ــ

ہاں۔"

"وہ چلے گئے؟"

"ارے بھیج کر آرہا ہوں۔ تیرے سامنے گیا تھا لے کر۔"

"کھاؤ میرے سر کی قسم۔"

"تیرے سر کی قسم۔" اور اس نے آنچل ڈھلکا کر بالوں پر جو ہاتھ رکھا تو وہ مچل مچل گئی ــــ اس نے گلاس ہاتھ سے لے کر اچھی جان کو دیا۔ اور پھر بالوں کو چھیڑنے لگا۔ وہ پورے بیڈ پر مچلنے لگی۔

"چھوڑ دے تجھے میری جان کی قسم ــــ ابھی پلاتی ہوں سچ۔"

حضرت جی معلوم نہیں کہاں پہنچ گئے تھے۔ ہوش میں آئے تو وہ آدھی آنکھیں، آدھے ہونٹ کھولے ان پر جھکی ہوئی تھی۔ دوپٹہ سر سے اتر گیا تھا پورا ٹاپ لرز رہا تھا ــــ جیسے اندر کہیں زلزلہ آگیا ہو ــــ حضرت جی نے اس کے ہونٹ اپنے ہونٹوں سے چھو لئے، آنکھیں چوم لیں اور گلاس سے ایک گھونٹ لے کر کاظم کو دیکھا ــــ دوسرا گھونٹ لے کر گلاس رکھ دیا۔

"ہاں علاؤدین ــــ اب بتاؤ یہ سب چکر کیا ہے؟"

کاظم نے کرسی سامنے کر لی۔ اچھی جان حضرت جی کے بائیں طرف تکیوں سے پہلو بھر کر بیٹھ گئیں ــــ رخسانہ نے کاجو کی پلیٹ حضرت جی کی طرف بڑھائی۔ انھوں نے گال پر دانت چبھو دیئے اور پلیٹ میز پر رکھ دی۔

"کہانی تو لمبی ہے لیکن کم سے کم لفظوں میں یہ ہے .... کہ یہ اچھی جان میری پڑوسن ہیں اور بچپن کی دوست اور بڑے باپ کی بیٹی ان کے باپ نے مجھ سے شادی نہیں کی تو میں نے ان کی شادی اپنے ہندو دوست سے کر دی جو چندی گڈھ میں ملازم ہے ــــ آہستہ آہستہ اس کے دوست اور میرے دوست جو اتفاق سے سب ہندو ہیں ان کی بہنوں سے اٹکتے گئے اور سب کی شادیاں خفیہ طور پر ہوتی گئیں۔"

"یہ سب بہنیں ہیں؟"

"حقیقی بہنیں ــــ جب راز فاش ہوا تو ماں باپ نے کھڑے کھڑے نکال دیا۔"

"سب کو؟"

"سب کو ایک طرف سے ــــ اب یہ مسئلہ کہ جائیں کہاں۔ یہ دلّی کسی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہتیں ورنہ ان کے شوہروں کے بنگلے ہیں جہاں وہ ملازم ہیں اور شادی پر ایک شرط یہ بھی تھی رہیں گی دلّی ہی میں۔ خیر میں نے ایک مکان لیا۔ اس میں ان سب کو رکھا۔ یہ سب وہاں رہتی تھیں میرے ساتھ جب پچھلی بار آئے ہیں آپ۔ ادھر آپ گئے ادھر مالک مکان نے آفت مچائی خالی کرانے کے لئے ــــ راجہ سے میری دوستی پہلے کی تھی ــــ اب زیادہ ہو چکی تھی ــــ اس نے حوض خاص کی کوٹھی دے دی ــــ جب آپ کے آنے کا شور ہوا تو اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم حضرت جی کی خدمت کرو تو سب کے اولاد ہو جائے گی ــــ اولاد کی طلب آپ نے حضرت جان میں بھی دیکھی اور اس کے

میاں میں بھی اپنی آنکھ سے ـــــ راجہ نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھاکر آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ انھوں نے گلاس اٹھاکر ایک گھونٹ لیا۔ رخسانہ کو اپنی گود میں پھیلا لیا۔

"اب آپ آگئے۔ جو وصول کرنا تھا وصول ہوگیا اور آپ آگرے چلے گئے تو مکان کے دلالوں نے حوض خاص اور آزاد پور دونوں کوٹھیوں کے لیئے بڑی بڑی رقموں کا لالچ دلایا۔ اتفاق سے یہ کوٹھی مل گئی مگر مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ ان لوگوں سے اس طرح اچانک خالی کرنے کو کہے گا۔ آگرے میں فون پر جو یہ اطلاع ملی تو میں نے ان کو بھی اور بجو کو بھی کہ اس کی لڑکیوں نے میری بڑی خدمت کی تھی اس کوٹھی میں لانے کی ہدایت کی اور یہ آگئیں ـــ اولاد کی لالچ میں یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئیں۔ آپ ان کو اچھے لگے ـــ راجہ نے بھانپ لیا اور یہ سوچ کر کہ آپ براہِ راست ان سے ملنے نہ لگیں اور راجہ کی آمدنی کم ہوجائے ان کو آپ سے دور رکھنے کے لیئے کوٹھی خالی کرالی۔"

"ہوں ـــ اور بجو کا کیا حال ہے؟"

"بجو کا بھی شوہر ہے غریب ہے ذرا لیکن ہے اس کی لڑکیوں کے بھی اولاد نہیں ہے۔ وہ سب شادی شدہ ہیں۔ سب کے شوہر ہیں سب ملازم ہیں ـــ سب آتے جاتے ہیں ـــ اس کو بھی راجہ نے اولاد کے لالچ کے جال میں پھانس کر آپ کے بستر پر پہنچا دیا۔ لڑکیاں بہت کم عمر ہیں، ناسمجھ ہیں اور ماں سے بہت ڈرتی ہیں۔ جو کچھ آپ نے کیا جھیل لیا ـــ لیکن شریف

ہیں، نیک اور فرمانبردار ہیں — انھیں چیزوں کو اس نے ہتھیار بنا لیا اور سو بات کی ایک بات — آپ سے عورت اٹک بھی جاتی ہے — راجہ کو یہ بھی معلوم ہے — اس لئے کبھی وہ کھٹک جاتا ہے۔"

"کہاں ہے آج کل؟"

"دلی میں ہے — روپیہ بٹور رہا ہے — چاروں طرف سے۔ لاکھوں کا کھیل تو کوٹھیوں سے کھیل ڈالا — یہ فرنیچر اور سامان تو آپ نے دیکھا ہوگا — کھڑے کھڑے بیچا تو میں نے خرید لیا پوری قیمت پر کہ کہاں ڈھونڈھتا پھروں گا بازار میں — حضرت جی آپ نے اچھی جان کی بہنوں کو ابھی دیکھا کہاں ہے۔ آپ سے تو راجہ نے ان کی ملاقات باتھ روم میں کرائی ہے اب یہ چاہیں گی تو میں دکھاؤں گا آپ کو۔"

"میں نے تھوڑا سا ابھی دیکھا ہے۔"

انھوں نے رخسانہ کو کھینچ کر پیار کر لیا — اچھی جان کو دبوچ کر اٹھایا۔

"پہلے اچھی جان سے کہئے کہ اپنے آپ کو دکھائیں۔"

"دکھائے گی — بولو؟"

"ایک شرط ہے۔"

"کیا؟" بالوں سے آواز آئی۔

"چاہے ایک ہی ایک ہو — لیکن اولاد ہو۔ لڑکی ہو لڑکا ہو کچھ ہو تو ہم عمر بھر کے لئے آپ کے غلام ہو جائیں گے۔"

"غلام نہیں کنیز۔"

"ہاں کنیز"

"ہو جائے گی ـــ یقین کرلے ـــ بھروسہ رکھ ـــ ہو جائے گی"

"تو ہم سب اپنا آپ وار دیں گے آپ پر"

"ہندوؤں کے یہاں جو بڑے خاندان ہوتے ہیں وہ ایک ہی موسم میں شادیاں کرتے ہیں یہی جو آج کل موسم ہے۔ ان کی اور ان کی بہنوں کی سال پیچھے جو شادیاں ہوئیں وہ سب انھیں دنوں میں ہوئیں ـــ اور ان سب کی شادیوں کی سالگرہ آگے پیچھے منتی ہے..."

"تمھاری کب ہے اچھی جان؟"

"کل"

"میں نہیں سمجھا" وہ سنبھل کر بیٹھ گئے۔

"مثلاً ایک کی شادی ۹ اگست ۱۹۷۵ء میں ہوئی دوسری ۱۰ اگست ۱۹۷۶ء میں تو سالگرہ تو دو برس بعد آگے پیچھے دو دنوں میں ہی منائی جائے گی"

"ٹھیک ہے ـــ ٹھیک ہے..."

"اور یہ وہی زمانہ ہے ـــ دس بارہ دن کے اندر سب کی سالگرہ ہو جائے گی شادی کی"

"ہوں ـــ" انھوں نے کچھ سوچا ـــ اور گلاس خالی کر کے رکھ دیا۔

"اچھا اللہ دین اب یہ بتلائیں کہ اس کا شوہر تو شراب کے نشے میں دھت تھا چلا گیا"

"جی نہیں ــ اولاد کی طلب میں چلا گیا ــ یہ طلب اِن کے شوہر کو بھی ہے اور ان کے شوہر کو بھی ہے اور سب سے زیادہ تو خود ان کو ہے ۔ رہی شراب تو سب پیتے ہیں ـــ وحشت نہ ہوئے تو ایک ایک گولی میں وحشت ہو جائیں گے ـــ اور سب کی شادیوں کی سالگرہ کی رات آپ منائیں گے ـــ یہ میرا وعدہ ہے اور مرد کا وعدہ ہے ۔"

حضرت جی نے بڑی دیر کے بعد ہاتھ چھوڑا تو اچھی جان سے پوچھا۔

"تم نے کوئی وعدہ کیا مجھ سے ۔"

"میں کل کروں گی تم سے سب وعدے اور چکاؤں گی سب وعدے ۔"

انھوں نے حضرت جی کا بازو نچوڑ لیا۔

"ان سے ناچ کا وعدہ لیجئے ۔"

"ناچ !"

"یہ ایسا ناچتی ہیں کہ اگر سچ مچ ناچ دیں تو آسمان سے زہرہ اور ناہید ٹوٹ کر گر پڑیں ۔"

"زہرہ ـــ اور ناہید !"

"ان کا نام بھی لکھا ہوا ہے آپ کے لئے جو فہرست میں نے بنائی ہے ۔"

"کب ناچے گی اچھی جانی ۔"

"کل نہیں ناچوں گی ـــ کل تو سالگرہ ہے میرے میاں کی ۔"

انھوں نے دبوچ کر چھوڑ دیا ـــ رخسانہ کی طرف گلاس بڑھایا۔

"نہیں ــ آج نہیں پیوں گی سالگرہ کی رات ہے ــ صبح منہ سے بو

آگئی تو کیا ہوگا۔ آج کے بعد پی لوں گی پوری بوتل پی لوں گی۔"

"پوری بوتل!"

"پوری بوتل پی لوں گی — سچ۔"

"کاظم ایک بوتل لے آ۔"

اس نے الماری سے نکال کر رکھ دی۔

"قلم لا۔"

قلم آگیا۔

"لکھ اس پر اپنا نام لکھ — اپنے ہاتھ سے لکھ۔"

اس نے اپنا نام لکھ دیا۔

"یہ بوتل تم دونوں میرے سامان میں رکھ دو جاکر۔"

ان کے نکلتے ہی دروازہ بند ہوگیا۔

دالان میں ایک چیلہ پہرہ دے رہا تھا۔ کمرے میں بیڈ پر اکبر حضرت جان کو اس طرح سنبھالے ہوئے تھا — جیسے صندل کی بڑی سی رحل میں روپہلی جلد کی نئی کتاب کھلی پڑی ہو۔ حضرت جان نے سر اٹھایا — پلکوں کی چلمن اٹھی آنکھوں کے انگارے چمکے پھر بند ہوگئے۔ کاظم ان کے پاس اسٹول پر بیٹھ گیا۔ اکبر نے کرتے کی جیب سے چیک نکال کر پکڑا دیا۔

"اس بنک میں اس کا کتنا روپیہ ہے؟"

"اِسی بنک میں اس کا سارا روپیہ ہے۔"

"پھر بھی۔ کتنا ہے؟"
"پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔"
"اس کے چھوٹے بھائی کے نام بھی کچھ ہے؟"
"بہت ہے۔ بہنوں کے نام بھی ہے۔ الگ الگ حاجی نے سب پکا کر دیا تھا۔"
"بہنیں تو بھینس کی پڑیاں ہیں۔"
"چار چار بچوں والی بھینسیں ہیں۔"
"کتنا چھوڑے گا بنک میں؟"
"جتنا کہو۔ اتنا چھوڑ دوں۔"
"کاظم۔ اللہ کو منھ دکھانا ہے۔"
"ہم ہی کو دکھانا ہے یا اس کو بھی دکھانا ہے۔"
"ہوں۔ تیس نکال لے۔"
وہ چپ رہا۔
"چل پانچ اور بڑھا لے۔"
"ابے بولتا کیوں نہیں۔ سالے کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ تھوتھنا پھلائے کھڑا ہے۔ اچھا چل ہٹ۔ چالیس نکال لے۔ خبردار اس سے آگے ایک ڈبل نہیں۔ ہاں۔"
حضرت جان نے سینے سے سر اٹھایا لٹوں سے جھانکتی آنکھ ذرا سی دبا دی۔ کاظم مسکرایا۔ اس نے سر رکھ دیا۔

بجو کا پورا ونگ مانٹی کارلو کا سیلون ہو رہا تھا۔ سارے یار بوتلیں کھولے، سگریٹیں سلگائے بغلوں میں مورتیں دبائے بیتے جوڑ رہے تھے ۔۔۔ بجو جھلکتی چھلکاتی پھر رہی تھیں۔ اکبر کا حکم تھا کہ اچھی جان والیوں کو اگر کسی نے ایک کش یا ایک سپ دیا جب تک سالگرہ نہیں ہو جاتی تو خیریت نہیں ہے۔ بجو اور وہ تینوں اس حکم نامے کو ہنڈی کی طرح بھنا رہی تھیں ۔۔۔ اور وہ پانچ کی پانچ دوسرے کمرے میں ڈیجیٹرین فلمیں دیکھ رہی تھیں اور اچھی جان کو توال بنی پہرہ دے رہی تھیں اور چیلے ہونٹ چباتے پھر رہے تھے ۔۔۔ وہ بھی چلا گیا۔ کشن لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے پیٹ پر پتے پڑے تھے جو پتہ اٹھاتا اس کے میٹھی سی چٹکی لے لیتا ۔۔ کوئی کڑوی ہو جاتی تو مٹک کر اٹھ بیٹھتی۔

"سالو ۔۔ پکاروں ماما کو ۔۔ حرامیوں نے مینر سمجھ لیا ہے۔"

"تجھے اپنے جوکر کی قسم ایسا نہ کیجو ممانی جان۔"

سب ہنستے لگتے اور وہ پھر لیٹ جاتی ۔۔۔ پورا پچھلا دالان کلکاریوں اور سسکاریوں سے بھر رہا تھا۔

جب وہ سب کھانے کے لئے اکٹھے تو اس نے بھی جا کر دستک دی۔ رخسانہ نے دروازے پر آہستہ سے پوچھا کون ہے ۔۔ کاظم کا نام سن کر اس نے ذرا سا دروازہ کھول کر جگ بڑھا دیا ۔۔ وہ پانی لے کر گیا۔ دستک دی ۔۔ دیر کے بعد دروازہ کھلا۔ ہاتھ نے جگ لے لیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔

ایک ایک کر کے سب سو گئے تو وہ اٹھا۔ سگریٹ سلگا کر گھڑی دیکھی تو ایک بج رہا تھا ــــ دروازہ بند تھا۔ دستک دی تو گلابی روشنی کی پتلی سی چادر بچھ گئی ـــ وہ آہستہ سے داخل ہوا۔

"کھانا کھا لیجئے اب اور وہیں چل کر سوئیے۔"

وہ لنگی کی مرّی باندھتے اٹھے۔ الماری کی آڑ سے رخسانہ کو کھینچ لیا۔ اس پر گاؤن ڈالا اور مانگے کے پیروں پر اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

وہ بینک سے واپس آکر سیدھا ان کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ بیڈ پر لیٹے سگریٹ پی رہے تھے۔

"ارے آپ اکیلے ہیں؟"

"ابھی اٹھا ہوں سگریٹ سلگائی ہے ـــ تم کہاں سے آرہے ہو ـــ ادھر آؤ میرے پاس ـــ انڈیا میں کیا ـــ صرف چار سال سے آرہا ہوں پوری زندگی میں تمھارا جیسا دوست نہیں ملا۔" انھوں نے شانہ دبا دیا۔

"میں چائے لاتا ہوں آپ کے لئے۔" اٹھنے کو تھا کہ رخسانہ آگئی۔ اسی طرح سجی بنی ـــ چائے کی کشتی میز پر رکھ کر ان کے بڑھے ہوئے بازو کو لپیٹ کر بیٹھ گئی ـــ وہ ابھرے اور اس کا سیٹ دیکھنے لگے۔

"ہیرا ہے سب ہیرا ہے ـــ میں رات میں کچھ اور سمجھا تھا۔"

رخسانہ نے چائے کی پیالی دی تو انھوں نے ہاتھ بڑھانے کی بجائے

ہونٹ بڑھا دیئے ـــ اس نے سپ کرا دیا۔

"حضرت جان کو بلاؤ ـــ اور ...."

"وہ تو لڑکیوں کو لے کر دہرہ دون چلی گئیں ـــ انھیں کو تو چھوڑ کر آرہا ہوں ـــ ان کو ہوسٹل میں ڈال کر راج چلی جائیں گی۔ مجھے حکم ہے کہ آپ کے پروگرام کے مطابق تار دوں ـــ وہ تار پاتے ہی آجائیں گی۔ دونوں کو لے کر۔"

انھوں نے ٹن سے سگریٹ نکالی۔ کاظم نے لائٹ دی۔ ایک کش لے کر رخسانہ کے منھ میں لگا دی۔

"تمھارا ہسبنڈ کہاں ہے؟"

"گیا ـــ پونا ـــ ایک دن آنے کا ایک دن رہنے کا، ایک دن جانے کا ـــ تین دن کی چھٹی پوری ہو گئی۔"

"بہت بھولا آدمی ہے ـــ مگر بہت مذہبی معلوم ہوتا ہے۔"

"بھولا چھانٹ کر کیا ہے اور مذہبی معلوم ہوتا ہے بس۔"

وہ اٹھے اور رخسانہ کو لیتے ہوئے باتھ روم میں چلے گئے ـــ وہ ہر چیز پہنچا کر نکلی تو دروازہ بند ہو گیا۔ کاظم نے اسے چوم چوم کر ڈھیر کر دیا۔ مسہری پر تکیے لگا کر نیم دراز کر دیا ـــ پائنچے طاؤس کے پروں کی طرح سلیقے سے پھیلا دیئے ـــ اور چاندی کا پاندان رکھ دیا ـــ بالوں کی لٹ نکال کر گالوں پر جھلا دی اور اس دروازے سے نکل کر دیکھا جس سے حضرت جی آنے والے تھے۔۔

"خدا کی قسم بڑی اچھی لگ رہی ہو — بھائی اکبر کی محنت سوارت ہو گئی — تم تو تم — رشن وغیرہ کو دیکھو پہچانی نہیں جا رہی ہیں۔ کمال تو جب ہے تمھارا کہ جب تک میں نہ کہوں حضرت جان کا نام زبان پر نہ آئے"۔

دروازہ کھلا تو اس نے سگریٹ انگلیوں میں دے دیا۔ وہ داخل ہوئے تو ٹھٹک گئے — مسکرائے۔ اس نے سگریٹ کا ایک کش لے کر آنکھ مار دی۔ وہ بیڈ کی طرف بڑھے۔ سگریٹ کا دھواں دیکھتے رہے پھر اس کے میک اپ سے اپنے ہونٹ رنگ لیئے۔

"ناشتہ لاؤں؟" کاظم نے پوچھا۔

"ناشتہ!"

"بدھو — ڈیڑھ بج رہا ہے — چار بجے تو میں نے کھانا کھلایا ہے ان کو۔"

پہلی بار حضرت جی نے دیوار کی طرف نظر کی۔ گھڑی نے ابرو چڑھائے۔

"ہاں — کھانا لگواؤ — تم بیٹھو کاظم کو جانے دو — بلکہ کاظم ہم تینوں کا یہیں لے آؤ۔"

کھانا کھا کر سگریٹ سلگے تھے کہ کاظم نے اس کی چوٹی پکڑ لی۔

"چل اب سونے دے حضرت جی کو۔" حضرت جی نے کاظم کے ہاتھ سے چوٹی چھڑا دی — اسے کمر سے اٹھا کر بیڈ پر لٹا دیا۔

"اسی طرح سے لیٹ جاؤ جیسے لیٹی ہوئی تھیں — وہ اسی طرح سے لیٹ گئی اور لیٹتے ہی آنکھ مار دی۔ دونوں کے ساتھ خود بھی ہنستے ہنستے لوٹ

گئی۔

"کوئی نظر نہیں آرہا ہے — کوئی بول نہیں رہا ہے پوری کوٹھی ہیں۔"
"مرد سب گئے ہیں اپنے اپنے کام پر۔ عورتیں سو رہی ہیں کل کی تھکی ہوئی — اور کچھ تیاری کر رہی ہوں گی اچھی جان کی سالگرہ کی۔" اس نے بازو پھیلا دیا۔ حضرت جی نے سر رکھ دیا۔

مغرب کی اذان ہو گئی وہ سوتے رہے — عشا کی اذان ہوئی تب اٹھے۔ میز سے امپورٹڈ وہسکی کی بوتل اٹھائی — ٹب کا پانی کم کیا — اور کم کیا — بوتل کھول کر اس میں انڈیل دی — ہاتھ سے ملا دی۔ شاور لے کر ٹب میں لیٹ گئے — گردن تک ڈوبے آدھے گھنٹے تک پڑے رہے۔

کاظم نے آکر اطلاع دی کہ اچھی جان کے شوہر آپ سے رخصت ہونا چاہتے ہیں۔

"رخصت ؟"

"جی ہاں ان کے دوست جن کو کھانے پر بلایا ہے بیٹھے انتظار کر رہے ہوں گے ہوٹل میں۔ اچھی جان نے آپ کا اور اپنا کھانا یہیں منگوا لیا ہے۔
ان کے چہرے پر خوشی کی لہر سی آگئی۔ کمرے کے باہر نکلے تھے۔ ایک آدمی جو جتنا اونچا تھا اتنا ہی چوڑا تھا پکے رنگ پر سفید ریشم کا کرتا اور دھوتی اور چپل پہنے، سر پر چوٹی کھڑی کئے، پوری پیشانی چندن اور سیندور سے رنگے گلے میں کالی مالا پہنے اچھی جان کے پہلو سے نکلا۔ جھپٹ کر پرنام کیا — سیس نوایا۔

"جے ہوشریمان حضرت جی مہاراج ـــــ ہم دونوں کی بندھوؤں کی پرارتھنا ہے کہ آپ ہم پر اَوش اُپکار کریں ـــــ سنتان کا وَردان دیں کہ ـــــ ہمارا جیون سپھل اور بھوشِ اجّل ہو ـــــ جے ہوشریمان جی ـــــ اب آپ کا داس ـــــ بلکہ مہاداس بھوجن میں اُپستیت نہ ہونے کی چھما مانگتا ہے ایوم آپ کے چرنوں بلکہ چرنوں کی دھول سے بدائی مانگتا ہے ـــــ جے ہوسریمان جی حضرت جی مہاراج کا۔"

اور وہ چھڑی نچاتا، دھوتی پھٹکارتا، چوٹی لہراتا سٹر سے باہر نکل گیا۔ اور حضرت جی بیچارے منہ کھولے کھڑے کے کھڑے رہ گئے ـــــ دیر کے بعد چونکے تو وہاں صرف کاظم تھا کہ اچھی جان بھی اس کے ساتھ ہی چلی گئی تھیں کھانا لینے۔

"بڑا قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"اپنے علم میں کامل نظر آتا ہے۔"

"جی ہاں مسلمانوں میں جو آپ کا رتبہ ہے ـــــ ہندوؤں میں اس کا ہے۔ آپ کی ٹکر کا آدمی ہے۔"

"اس سے ملنے کو جی چاہتا ہے ـــــ ابکی جب آئے تو ایک مترجم کا انتظام کرلو ـــــ ذرا مسائل پر گفتگو رہے گی۔ ہر چند کہ ہم یہاں چھٹیاں منانے آئے ہیں ـــــ لیکن ایسے عالموں کے ساتھ بھی دو چار گھنٹے گزار لینے کا موقع نکالنا چاہیئے۔"

وہ جس کمرے میں داخل ہوئے وہ مکلف تھا۔ بے داغ چاندنی پر سُرخ

استنبولی قالین پڑا تھا، گز بھر اونچا گاؤ تکیہ لگا تھا۔ سامنے کی دیوار آئینوں سے ڈھکی تھی۔ کھڑکیوں اور دروازوں کے تمام پردے سرخ مخمل کے تھے — چاندی کی کشتی میں بوتل کے ساتھ دو گلاس رکھے تھے۔ اور کاجو کی پلیٹ کے برابر چھوٹا سا برف دان — وہ ہر آہٹ پر دروازہ دیکھنے لگتے۔ کاظم نے بوتل کھولنے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے تامل کے بعد عطا کی۔

بڑی سستی سے گلاس بنائے۔ ان کو پیش کیا۔ انھوں نے ابرو سے اشارہ کر دیا — کاظم نے رکھ دیا — کاجو کی پلیٹ سے ایک دانہ اٹھا کر کھٹکنے لگے — ابھی کھٹک رہے تھے کہ سینڈلوں کے کڑکنے کی آواز آئی۔ اور ان کے جیسے کرنٹ لگ گیا۔ پوری شخصیت کا میک اپ بدل گیا۔ جے پوری لہنگے اور سلیولیس چولی اور زرکار دوپٹے اور ہیرے کے سیٹ اور سونے کے زیوروں میں گوندنی کی طرح گوندھی ہوئی اچھی جان نے سنہرے زیوروں سے لدے ہوئے سرخ سڈول پاؤں فرش پر رکھے اور سفید تندرست، ترشے ہوئے بازو کا بازو بند دوپٹے سے نکلا تو ان کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ ہاتھ بڑھا کر تولوں کے سچے کام کے بھاری دوپٹے کا پلو پکڑ لیا۔ آہستہ آہستہ کھینچا تو ناک کا ہیرا، نتھ کے موتی، ماتھے کا ٹیکہ اور جھومر کا جڑاؤ سب ستاروں کو آنکھ مارنے لگے۔ دوپٹہ رکھا تو ان کے ہاتھ میں سچے تار جھڑ کر چمٹ گئے۔ ہاتھ کھول کر دیکھا ابرو چڑھائے اور چوٹی پکڑ لی جس میں سونے کی زنجیر گندھی تھی اور گھنگھرو پڑے تھے — کمر سے چار

انگل باہر نکلے ہوئے کولھے پر بچّے کی کلائی بھر موٹی خالص سونے کی کردھنی پھنسی ہوئی تھی اور سینے پر دونوں جگمگاتی ہوئی کلائیاں انگریزی کا حرف ایکس بنی رکھی تھیں اور بغلوں سے پرانے زعفران کے بال جھانک رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چولی کھینچتے رہے اور وہ آہستہ آہستہ ان پر اترتی رہیں جیسے آسمان سے پری اترتی ہے ۔۔۔ کاظم نے کشتی ہٹالی ۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ کھلنے لگیں جیسے جاڑوں کی شادی کا بستر کھلتا ہے ۔۔۔ فر اور مخمل اور ریشم کا ڈھیر پڑا تھا۔ کاظم کو اشارہ کیا۔ اس نے دونوں کلائیاں پکڑ کر اپنی گود میں رکھ لیں ۔۔۔ وہ آنکھوں سے سارے بدن کا طواف کرتے رہے۔ ہاتھ کے ناخن سے پیر کے ناخن تک بوسوں کا خلعت پہناتے رہے ۔۔۔ سیر ہو گئے ۔۔۔ تو ان کو اپنی طرف کروٹ دلا دی کمر کے خم میں بوتل رکھ دی اور گلاس اٹھا لیا ۔۔۔ خالی کر دیا۔ دوسرا بھرا اور انڈیل لیا ۔۔۔ کاظم کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

وہی چہرے وہی پیکر وہی کپڑے وہی زیور ۔۔۔ جنھیں میں دیکھ چکا ہوں برت چکا ہوں ۔۔۔ لیکن معلوم ہوتا ہے جیسے میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں پہلی بار برت رہا ہوں ۔۔۔ وہ جن کو دیکھا تھا اجنبی تھے ۔۔۔ پرائے تھے پرانے تھے نقلی تھے ۔۔۔ آج اپنے ہیں قاتل ہیں نئے ہیں اصلی ہیں ۔۔۔ کیمیاگر ۔۔۔ یہ نسخہ تو کس آسمان سے اڑا لایا ہے ۔۔۔" انھوں نے کاظم کے شانے پر سر رکھ دیا ۔۔۔ وہ پتھر کے بت کی طرح بیٹھا رہا ۔۔۔ اچھی جان اٹھیں جیسے چراغ سے لو اٹھتی ہے ۔۔۔ کمرے سے نکلیں جیسے مشک سے خوشبو نکلتی ہے ۔۔۔ اس طرح

آئیں جیسے نیند میں وصل کا خواب آتا ہے ــــ اسی کروٹ لیٹ گئیں جس کروٹ لٹایا تھا۔ کاظم نے چپکے سے پیروں میں گھنگھرو باندھ دیئے۔ مہدی سے لال پیر ہلے تو دو دو گھنگھرو چھنک گئے ــــ جیسے دو شیشے ٹکرا گئے ــــ انھوں نے آنکھیں کھولیں ــــ سر اٹھایا ــــ ہاتھ بڑھا کر کمر کے خم سے شیشہ اٹھا لیا ــــ گھنگھروؤں کے دونوں جوڑے اپنی گود میں رکھ لئے ــــ پنڈلیاں ہلائیں تو بہت سے گھنگھرو بج گئے۔

"تو بولتا کیوں نہیں" کاظم نے اپنا گلاس خالی کیا اور اپنی گود میں رکھ لیا۔

"کم پڑھا لکھا ہوں حضرت جی ــــ یہ بھی نہیں جانتا کہ آپ بہنچے ہوئے ہیں کہ دھتکارے ہوئے ــــ لیکن ــــ اتنا جانتا ہوں ــــ کہ پیسہ شئے کو خرید تو سکتا ہے ــــ لیکن وفا کا سبق محبت ہی پڑھاتی ہے۔

محبت اور وفا یہ سب کھلونے ہیں ــــ جن سے ہم فرصت کے وقت کھیل لیتے ہیں ــــ لا گلاس بھر دے ــــ ایک بات کہوں اچھی جان ــــ مجھے ناچ بہت پسند ہے ــــ لیکن تم جیسی عورتوں کا پیشہ کرنے والیوں کا نہیں ــــ وہ ناچتی نہیں ہیں ــــ اپنے بدن کے پیالے کھول کر بھیک مانگتی ہیں۔ وہ ناچتی ہیں تو ہر گھڑی احساس رہتا ہے کہ بل بڑھ رہا ہے ــــ تم ناچو گی تو سمجھوں گا کہ دہکتی ہوئی آنکھوں پر آسمانی شبنم گر رہی ہے۔

"تم سمجھتی ہو گی کہ میں پیر ہوں ــــ میں پیر نہیں ہوں، تاجر ہوں۔ راجہ کے باپ نے جب اپنی بیوی مجھے دے ڈالی ــــ تو مجھ کو یہ خطاب بھی دے

ڈالا جہاں میں نہیں جا سکتا وہاں یہ خطاب پہنچا دیتا ہے ___ جو اکیلی نہیں
آسکتی وہ اس خطاب کی انگلی پکڑ کر چلی آتی ہے ___ انڈیا میں اس خطاب کی
اتنی قدر ہے جتنی پوری دنیا میں کہیں نہیں ہے ___ تو پھر میں کون ہوں ؟
میں بحرین کا تاجر ہوں مال سستے داموں خریدتا ہوں مہنگے داموں بیچتا ہوں
لیکن دھوکا نہیں دیتا ___ ریاکاری نہیں کرتا ___ یہ کپڑے محض کپڑے
ہیں ___ جیسے تمھارے کپڑے صرف کپڑے ہیں ___ جس طرح تم یہ کپڑے پہن
کر نئی نویلی باکرہ دولھن نہیں بن سکتیں ___ اسی طرح میں یہ کپڑے پہن کر
پیر نہیں بن سکتا ___ میں دنیا کا کتا ہوں ___ تم آسمان کے ستارے مانگو۔
میں تم کو خوش کرنے کے لئے تمھاری خوشی سے اپنی لذت نچوڑنے کے لئے۔
وعدہ کر لوں گا اور بازار سے ہیرے خرید کر دے دوں گا ___ تم نے مجھ سے
اولاد مانگی ہے ___ جب سے اولاد مانگی ہے میں بے قرار ہوں ___ میں تم کو بالکل
نئے بالکل موڈرن لیٹسٹ "روبو" خرید کر دے سکتا ہوں لیکن اولاد نہیں
دے سکتا ___ اگر میں اولاد دے سکنے پر قادر ہوتا تو سب سے پہلے اپنی بیویوں
کو دیتا ___ وہ بھی تمھاری طرح اولاد کے لئے یوروپ اور امریکہ کے چکر لگایا
کرتی ہیں ___ میں یہاں ہوں میری بیویاں یوروپ میں ہیں ___ وہ کسی
پیر کے پاس نہ سہی کسی ڈاکٹر کے پاس اسی طرح پڑی ہوں گی جس طرح تم
میرے پاس ہو ___ لیکن اتنی بات سچ ہے کہ ڈاکٹر ان سے یہ نہیں کہہ رہا ہوگا
جو میں تم سے کہہ رہا ہوں "

"کیمیا گر ___ میں نے سنا تھا کہ تیرے ملک میں باہر سے آنے والی اصلی

شرابیں بھی — نقلی ہو جاتی ہیں — یہ بوتل ویسی ہے — معلوم ہوتا ہے
مٹی کا تیل پی رہا ہوں — یہ کون سی ہے — ہاں اچھی ہوتی ہے — پھر
دے گلاس یا — پانی نہیں کیوبس ڈال دے — بس ٹھیک ہے — ہاں
اس نے ذراسی لکیر کھینچ دی سینے میں — عجیب ملک ہے ایک آتا ہے
— جھوٹی سچی کہانی سناتا ہے اور جیب کاٹ لے جاتا ہے — دوسرا آتا ہے
ہاتھ میں بلیڈ پکڑاتا ہے اپنی جیب کٹواتا ہے اور جیب بھر دیتا ہے —
اور مسکراتا ہے — اپنا کاروبار چھوڑتا ہے کتّے کی طرح ساتھ رہتا ہے —
غرّاتا کبھی نہیں — اپنے فتح کئے ہوئے قلعے اور حویلیاں میری راتوں کی
نذر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ ان میں سو جائیے تاکہ یہ بار ور ہو جائیں۔
ہاں اچھی جان میں نے تم کو جتلا دیا کہ میں تم کو اولاد نہیں دے سکتا اور اب
تم مجھ سے ستارے بھی نہیں مانگو گی کہ بازار جاکر ہیرے خرید دوں اور اپنے
دل کی تسلی کر لوں کہ جو تمھارے پاس تھا تم نے دیا — اور جو میرے پاس تھا
میں نے دیا۔ اور مجھے انجام بھی معلوم ہے — صبح جب میں سو کر اٹھوں گا تو
یہ پیارا پیارا چہرہ اگر نظر بھی آیا تو اجنبی ہو جائے گا — یہ گنبد، یہ محرابیں،
یہ وادیاں یہ گھاٹیاں یہ ستون یہ دریچے یہ مرغولیں — ان سب پر غیریت
کی سیاہی پھیل جائے گی — اور کیمیاگر — تجھے اپنی مہربانی کا حساب
چکانے کے لئے بحرین آنا پڑے گا — میں جتنا پیسہ لانا تھا لا چکا —
تو نے دیکھا میں نے تینوں ملازم بحرین واپس کر دیئے — تاکہ خیر — صبح
تجھ سے میری ملاقات نہیں ہو گی۔ اگر ہو بھی گئی تو کاروبار پر جاتے وقت

"لا — ایک گلاس اور بھر دے — اور کچھ کھانے کو رکھ دے — کل صبح تک میرا بوجھ اور لاد لے۔"

اس نے وہ گلاس بھی کھینچ کر ڈال دیا۔

"اچھی جان — اللہ دین سے کہو اپنے کل کی فلائٹ کا وقت معلوم کرے اور میری سیٹ بک کرا دے۔"

تکیے پر سر ڈال کر آنکھیں بند کر لیں۔

وہ اٹھیں — کاظم باہر چلا گیا — انھوں نے اپنے گالوں پر جھولتے ایک سپنولے کو پکڑا اور اس کی دم ناک پر جھلاتی رہیں — کھٹی میٹھی چٹکیاں لیتی رہیں۔ ناخن اور دانت چھوٹے چھوٹے وار کرتے رہے — کاظم کو مڑ کر بے بسی سے دیکھنے لگیں۔ اس نے کھانے کی کشتی اور پینے کی بوتلیں اور ٹن اور تکیے رکھ دیئے۔ روشنی کم کی اور باہر نکل آیا — تھوڑی دیر بعد وہ بھی چلی آئیں۔

بارہ بجتے بجتے اکبر آ گیا — کاظم نے مونٹی کارلو میں خبر پہنچا دی۔ یاروں نے ابلتی لڑکیوں کے برہنہ گھٹنے گردنوں سے اتارے۔ پتے برابر کئے۔ نیچے کھچے گلاس صاف کئے اپنے اپنے پیکٹ اٹھائے اور باہری دالان کی سیڑھیوں پر اوپر نیچے بیٹھ گئے۔ کاظم نے اندرونی دالان پر چیلے بٹھا دیئے اور دروازے بند کر کے آ گیا۔ بیٹھتے ہی سارا چٹھا کھول کر رکھ دیا۔ سب چپ بیٹھے رہے۔ ایک ایک "کھینچ" میں آدھی آدھی سگریٹیں پیتے رہے — دیر کے بعد آواز آئی۔

"خلیفہ ہارون رشید بن رہا ہے سالا۔"

" دیوالیہ ہوگیا بیچارہ "

" دیکھ بے اکبر بادشاہ ـــ سفیدے کی بوتل کھول ۔ چھک کے پی اور سوچ ڈال ـــ صبح اٹھ تو بادشاہی کر ـــ یا سالے کو اٹھا کر پالم پر پھینک دے ـــ اپن کو دق مت کر ـــ پوری گڈی کی گڈی جیب میں رکھی ہے لڑکیاں الگ تڑپ رہی ہیں "

اور وہ سب مونٹی کارلو چلے گئے ۔

کاظم کھسک کے پاس بیٹھ گیا ۔

" میں تو جانوں ... "

" ابے تو جانز کیہ کب سے ہوگیا ـــ میرا خصم ہے کہ یار ـــ بوتل لاکے رکھ دے اور پنڈلیاں سہلا جا کر ـــ سالا "

آنکھ کھلی تو وہ اپنے ڈبل بیڈ پر تھا ۔ داہنے کان کی طرف سے ایک سگریٹ آئی اور لبوں میں لگ گئی ـــ انگوٹھے کے ناخن پر لعل رکھا تھا ۔ بائیں کان کی طرف سونے کا لائٹر لئے کھڑا تھا ـــ مہندی کتھی کہ مینا کاری تکیوں پر ابھر کر ایک کش لیا تو بجلیاں سی کوندگئیں ۔ زہرہ اور ناہید ـــ اس کے دونوں پہلوؤں میں دہکنے لگیں ـــ پلاسٹک کے ہونٹوں کو لرزنے اور ربر کے ہاتھوں کو دھڑکنے کی تعلیم دیتی رہیں ـــ لیکن وہ اسی طرح باتھ روم چلے گئے ۔ باہر نکلے تو پورا کمرہ پرستان ہو چکا تھا ۔ اپنے موزے اور جوتے پہنے ۔ ہاتھوں سے ہاتھ چھڑا کر آبدیدہ آنکھوں سے آنکھیں چرا کر اپنے سوٹ کیس بنائے ۔ زبیں لگائیں ۔ لاک ـــ دیکھے ـــ پرس کو سنبھال

کر جیب میں رکھا ـــــ میز پر بیٹھ کر صرف کھجور کے شیرے کا ایک گلاس پیا اور کھڑا ہو گیا ـــ کاظم نے آکر نیا ٹن کھولا سگریٹ کے بعد لائٹ پیش کی۔

"میں نے رات ہی میں آپ کے پاس سے اٹھتے ہی حضرت جان کو دہرہ دون ٹرنک کر دیا تھا ـــ وہ کوٹھی ہی میں لڑکیوں کے ساتھ تھیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ فوراً پہنچ رہی ہیں ـــ شام ہی کو تو پہنچی تھیں کل ـــ اگر ٹیکسی سے آئیں تو آتی ہوں گی ورنہ شام تک پہنچ جائیں گی۔ اس نے کلائی پر نظر ڈالی۔

"ایک ٹیکسی منگا دو ـــ میں بینک تک جا رہا ہوں ـــ" اس نے ٹریولرز چیک نکال کر دیکھے اور سنبھال کر رکھ لئے۔

وہ سب اس طرح سجی بنی خاموش سی پھر رہی تھیں جیسے آنے والی رات کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہو ـــ کھانے کی میز پر بیٹھی تھیں کہ فون آ گیا ـــ کاظم نے ریسیور پھینک دیا۔

"اکبر اور اودے رائے ـــ سب بے باق ہو چکے اور سر جھکا کر پلیٹ اٹھا لی۔

کھانا کھا کر بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں چھیڑ کر ایک دوسرے کو بہلا رہے تھے۔

"ایک سال سوکھا پڑتا ہے ـــ دوسرے سال کھلیان اٹھتے ہیں زمین نہیں بیچ ڈالتے کسان"

پھر فون آیا کہ حضرت جان کب آ رہی ہیں ـــ جواب دیا گیا ابھی آ رہی

ہیں ۔ فون کٹ گیا ۔ کاظم گاڑی اٹھا کر نکل گیا۔

چار بجتے بجتے ۔۔۔ ٹیکسی آئی ۔۔۔ وہ اترا ٹیکسی کھڑی رہی ۔ سیڑھیوں تک پہنچتے پہنچتے پوچھ لیا ۔ کاظم نے تشویش کا اظہار کیا ۔۔ ٹیکسی چھوڑنے پر اصرار کیا ۔۔ لیکن وہ اٹل رہا ۔۔ ڈرنکس پر بیٹھ گیا ۔۔ تھوڑی سی شراب میں بہت سا پانی ڈال کر بڑے بڑے وقفے سے چھوٹے چھوٹے سپ لیتا رہا ۔۔ اٹھ اٹھ کر جھانکتا رہا ۔۔۔ رخسانہ ایک بوتل لے کر آگئی اس کے سامنے رکھ دی ۔

"اس پر کس نے کس کا نام لکھا ہے ؟"

اس نے ایک گھونٹ میں پورا گلاس کھینچ کر رکھ دیا ۔

" زندگی میں جب کبھی حوصلہ ہو گا تمہارا گھر ڈھونڈھتا پھروں گا ۔ اور تمہارے ساتھ اس بوتل پر لکھا ہوا نام پڑھ لوں گا ۔۔۔ نہیں تم سب کے ساتھ بوتلوں پر نئے نام لکھوں گا اور پڑھوں گا ۔۔۔ اچھی جان سے وعدے کروں گا اور وعدے کراؤں گا ۔۔۔ بجو سے بھی اور ان سے بھی !"

اور جلدی سے گوگلز پہن لیا ۔۔ باتھ روم چلا گیا ۔ باہر نکل کر اپنے سوٹ کیس اٹھانے لگا تو اچھی جان اور بجو نے ہاتھ پکڑ لئے ۔ ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے ۔۔۔ تم رات سے جو کچھ کر رہے ہو ہم برداشت کر رہے ہیں اس لئے کہ مردوں کی ہر بات برداشت کرنے کی عادت پڑ گئی ہے ۔۔ لیکن جب تک حضرت جان نہیں آتی تم سوٹ کیس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ۔۔ پھاٹک کے باہر نہیں نکل سکتے ۔

وہ تھوڑی دیر اسی طرح کھڑا رہا — پھر آہستہ آہستہ دونوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ ہنسا تو جیسے زخم کھل گیا — جھک کر آنکھیں چوم لیں — ابھی جان کی چوٹی کے گھنگھرو بجا رہا تھا کہ انجن بند ہونے کی آواز آئی۔

کاظم نے سوٹ کیس اتار کر رکھ دیئے ایک بڑا سا صندوق اٹھوا کر حضرت جان کے کمرے میں پہنچایا۔ پھر حضرت جان نظر آئیں — سیاہ ساری پہنے ہوئے نہ ہیرے نہ موتی نہ سونا — بالوں میں کنگھی تک نہ تھی۔ ان کے پہلوؤں میں دونوں لڑکیاں تھیں۔ ملے دلے یونیفارم میں تھکی تھکی سی روتی روتی سی — حضرت جان کو تھوڑی دیر کھڑی رہیں پھر آہستہ سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا — جیسے مانجھی چپو پکڑ لیتا ہے اور اسے اپنے کمرے میں لے گئیں — سوٹ کیس کھولا جو نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

"حضرت جان صرف حضرت جان نہیں ہے — رانی بھی ہے — چیک بک میرے پاس نہیں رہتی لیکن کل بینک چل کر لیف لے لوں گی دستخط کر دوں گی — رقم لکھ لینا — تم نے کیا سمجھا ہے ہم کو۔ ہم اور یہ جو باہر کھڑی ہیں آنکھیں بھگوئے سب کی سب رنڈیاں ہیں — ہم میں سے کسی نے تم سے کوئی فرمائش کی ہے — ہمارے دیس میں عورتیں اپنے چاہنے والوں کے ساتھ جل کر مر جاتی ہیں — حضرت جی —"

بہت دیر کے بعد کہیں دور سے وہی آواز آئی۔

"اس میں کتنا روپیہ ہے؟"

"ہم کو گننے کی ضرورت نہیں تھی۔"

وہ اسے کھڑا گھورتا رہا۔

"زندگی بھر اس صندوق میں ہاتھ ڈالتے رہو روپیہ نکلتا رہے گا۔ جب نہ نکلے تو چلے جانا ــــ نہ روکوں گی نہ روکنے دوں گی۔ صرف یہی وعدہ کرتی ہوں۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچ لیا۔ اس کے سر پر منھ رکھ دیا۔

"کیمیاگر۔"

"میرے سوٹ کیس اٹھا لانا۔"

اس نے سوٹ کیس لا کر رکھ دیئے ــــ حضرت جان کی کمر سے ہاتھ نکالے صندوق سے ایک گڈی اٹھائی اسے پکڑائی۔

"جتنی آئے اتنی وہسکی لے آ ــــ اور تم دونوں نہا ڈالو ــــ اور تم باتھ روم چلو میں کپڑے لے کر آتا ہوں۔"

باتھ روم کا دروازہ کھل گیا۔

اچھی جان کے ہاتھ سے سفیدے کی بوتل لے کر سنگھ کو پکڑا دی اور اچھی جان کو اپنے اوپر انڈیل کر ہاتھ جلاتا رہا ــــ ہونٹ جلاتا رہا۔

"آج صبح سے تیرا منھ کچھ اترا ہوا ہے۔"

"نہیں تو۔"

"دیکھ تو اکبر سے جھوٹ نہ بولا کر ــــ جب تو کنواری تھی اور لطیف کی شادی میں آئی تھی اپنے بھائی کے ساتھ برقعہ اوڑھے اور ڈیوڑھی میں ــــ تجھے

عرفان نے شربت کا گلاس دیا تھا روک کر تیرے بھائی کے سامنے تو میں سمجھ گیا تھا کہ تو پھنسی ہوئی ہے۔ اسی دن سے میں نے عرفان کو پھانسنا شروع کر دیا ــ اور پندرہ دن میں آگیا تجھ کو لے کر بدّھو پہاڑ گنج کے ہوٹل نورجہاں میں "

" اور پیتے ہی سو گیا کمبخت "

" سو یا تھوڑی تھا ــ سلایا گیا تھا ــ وہ نہ سوتا تو ہم جاگتے کیسے تم کو جگاتے کیسے "

" اللہ سب یاد ہے رتّی رتّی "

" تیری رتّی بھلانے والی ہوتی تو بھلا چکا ہوتا "

" یہ ذکر چھیڑ کر کیوں بیٹھ گیا بے وقت "

" اس لئے کہ اس وقت جب تو بچہ تھی اور میں بھی ان گھڑ تھا تو اپنا آپ چھپا نہ پائی مجھ سے ــ تو آج کیوں چلتر کر رہی ہے جب تیرا پور پور پڑھ چکا ہوں رٹ چکا ہوں ــ لے تو بھی ایک گھونٹ لے لے۔ سنگھ کہتا ہے کہ تیرے ہونٹ جب سفیدے سے بھیگتے ہیں تو دانتوں میں گدگدی ہونے لگتی ہے ــ لے بھی ڈال ہاں اب بتا کہ منہ کیوں اترا ہے تیرا آج صبح سے ؟ "

" بھائیوں بھتیجوں کی طرف سے فکر ہونے لگتی ہے کسی کسی وقت۔ کب تک چھپی بیٹھی رہوں تیری چھتر چھایا میں "

" سگے تو نہیں ہیں نا " اس نے گلاس رکھ دیا۔

" سگوں سے کم بھی نہیں ہیں " سنگھ کے بازوؤں میں پھسل گئی۔

"راجہ نے جو کچھ کچا کیا تھا وہ ہم پکا کر دیں گے ــــ حضرت جی گواہی دے دیں گے کہ تیری اور تیری والیوں کی شادی ہو چکی ہے اور وہ شوہروں سے مل چکے ہیں ــــ تیرے پنڈت کے بڑے قائل ہیں حضرت جی۔"

"سچ سچ بتا ــــ تو پہچان گیا ہے کہ یہ حضرت جی کیا ہیں؟"

"میں ــــ اس کو تو تیرا اسنگھ بھی پہچان گیا ــــ ابے ہونٹ اللہ نے اسی کام کے لئے بنائے ہیں بس۔"

"حضرت جی ــــ ہنس ہے ــــ اکیلا ــــ دانہ چگ رہا ہے موتی دے گا۔"

"اور جو اڑ گیا؟"

"تو اڑنے سے پہلے تاج میں دعوت کریں گے تمھاری شادیوں کی خوشی میں ــــ حضرت جی کو بنائیں گے ــــ بول بے کیا ہوتا ہے۔"

"کیا ہوتا ہے ــــ کہاں کیا ہوتا ہے؟"

"ابے جو بڑی بڑی دعوتوں میں ہوتا ہے موٹا سا مرغا۔"

"چیف گیسٹ۔"

"ہاں چیف گیسٹ بنائیں گے۔ تیرے بھائیوں کو بلائیں گے بھتیجوں کو بلائیں گے۔ ہاتھوں میں گلدستے دے کر بٹھائیں گے۔ تمھارے میاں پانوں چھو کر تمھارے بیرن سے آشیرواد مانگیں گے۔"

"ہائے اللہ کیا کیا بناؤ گے مجھے۔"

"چوتیا نہیں بنائیں گے راجہ کی طرح ــــ اتنی بات پکی ہے اچھی جان

جس جس کو جو جو بنانا چاہتے تھے وہ سب تم ہی کو بنائیں گے ۔ کہ پہلے پہل جو راتیں جاگ کر گذاریں وہ تمھارے لیئے ہی تو گذاریں۔۔ ابے سالے سنگھ کے بچے" تو ایسا کر کہ اسے اچھی جان کو کولھو میں ڈال دے۔ بیل کے ڈنڈا مار اور چلو لگا کر پی جا ساری سموچی کا۔۔ سالا بات ہی نہیں کرنے دیتا قاعدے کی"

"ابے قاعدے کی بات قاعدے کے وخت کی جاتی ہے ۔ ختم کر اپنا بھاشن ٹر۔۔ سالا مغز چاٹ گیا اتنی دیر میں ۔۔ یار اچھی جان لیٹے لیٹے کھانا منگوا لو ہیں اور نیتا جی کے منہ میں مسکا ڈال دو۔۔ ایک بار سالے سے بھاشن ٹر کیا دلا دیا کہ رو کے نہیں رکتا"

"ابے او۔۔ لال جرسی والے ۔۔ پہلوان"

"ہاں استاد"

"بیٹھ جا ۔ مگر بیٹھے گا کیسے ۔۔ بندوق کا غلاف جو چڑھائے ہوئے ہے ۔۔ کھڑا رہ سن ۔۔ بڑے بڑے سوداگر ہیں پھلوں کے ۔ پیٹی کھولتے ہیں جو بڑھیا دانے ہوتے ہیں وہ بچا کر رکھتے ہیں۔۔ اور سڑے گلے خود کھا لیتے ہیں ۔۔ سمجھ گیا ۔ جا بجّو سے کہہ اگر خالی ہوگی ہو ۔۔ تو کھانا لے آئے ہم تینوں کا"

کھانا کھا کر اچھی جان اٹھیں تو سنگھ نے کلائی پکڑلی ۔ انھوں نے دھیرے دھیرے اس طرح چھڑالی جیسے گجرا اتارا جاتا ہے ۔

"اکبر ۔ میں جانوں ۔۔ تم اب کا غذ سب کے پکے کرا لو"

"دودھ کی جلی ہونا — سچ سچ بتا دوں ؟"

"بتا بھی چکو — نیند آرہی ہے — کھڑا نہیں ہوا جا رہا ہے ۔ اب کاغذ بن بھی چکے — سمجھ لے ؟"

"میرے حصے میں آئی ہو جانی ؟"

گجرا پھر کلائی میں لپٹ گیا۔

"کیسے ؟"

"کوئی فوٹو لگتا ہے — پاسپورٹ تھوڑی ہوتا ہے ۔ سیول میرج سرٹیفکیٹ ۔ گیتا کا پھپھیرا بھائی ہے مجسٹریٹ ؟"

گجرے نے اسے کھینچ کر پھولوں کا ڈھیر بنا لیا۔

کاظم نے آہستہ سے دروازہ کھولا — حضرت جان نے دیکھتے ہی حضرت جی کا بازو کمر سے اٹھا کر کھلی بوتل کی طرح آہستہ سے بستر پر ٹکا دیا — کھونٹی سے گاؤن اٹھا کر ڈالا اور اس کے پاس چلی آئی — اس کے ہاتھ کی طشتری سے بادام کی گری ہتھیلی میں الٹ کر چبانے لگی اور پیالہ تھام لیا — اور اس کے پاس بیٹھ بھی گئی مگر وہ اسی طرح گھورتا رہا۔

"کیا تو نہا بھی چکی ؟"

"ہاں — دیر ہوئی — یخنی پی کر پیالہ میز پر رکھ دیا — اس طرح کیا گھور رہا ہے ؟"

"تو — دن بدن سچ مچ رانی ہوتی جا رہی ہے بلکہ ہو گئی ہے ؟"

"سچی؟"

"کبھی سانڈنی بناتے ہو کبھی رانی۔"

"تم سانڈنیوں کی رانی ہو۔"

"اچھی تو ایک پپّی دے جلدی سے کھڑا ہو۔"

"اتنی جلدی کیوں اٹھ گئی — کیا نیند نہیں آئی جانی کو۔"

"جلدی سو گئی تھی — جلدی اٹھ گئی — وہ بیٹھا پیتا رہا اور میں سو گئی — اس نے سوچا جانے دیا۔"

"ہاں — کہہ رہا تھا کہ اگر میں وہی ہوتا جو تھا — تو نجمہ کی کاظم سے اور عذرا کی ریاض سے یا ان دونوں کی ان دونوں سے شادی کر دیتا اور ان کے کمروں پر سونے کا تالا ڈال کر کنجی اپنے پاس رکھ لیتا اور جب میرا جی چاہتا تو ایک کو یا دونوں کو اٹھا لاتا۔"

"تو نے کیا کہا؟"

"میں نے کہا کہ تو کاظم کو اشارہ بھی کر دے تو کل نکاح پڑھا دوں گی دونوں۔"

"پھر کیا بولا؟"

"پھر کیا بولا!"

"پھر بولا — کہاں — ہاتھوں پیروں سے چھینے لگا۔"

ناشتے کی میز پر بیٹھا تو چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ جھلا بور

کپڑوں جھماجھم زیوروں، جھلاجھل پیکروں اور چماچم چہروں کا طواف کر کے نگاہ دھندلا گئی لیکن وہ نظر نہ آیا۔"

"کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟" عذرا نے کھجور کے شیرے کا گلاس پکڑا دیا۔

"علادین کہاں گیا ہمارا؟" سب مسکرا دیئے۔

"کوئی پری چاہیئے نئی؟" سلطانہ نے چٹکی لی۔ اس نے گلاس اٹھا کر پی لیا ــ کانٹے میں سیب کی ایک قاش پروئی۔

"میرے پاس جادو کی پریاں ہیں کہ ہر صبح میرے پاس جب آتی ہیں تو نئی ہو جاتی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ آج کس کی سالگرہ ہے؟"

سلطانہ نے انگور کا خوشہ اٹھا کر اس کے دانتوں کے سامنے کر دیا۔ اس نے ہونٹ کھول کر ایک توڑ لیا ــــ سلطانہ نے آنکھ مار دی۔

"آج سلطانہ کی سالگرہ ہے ــــ دیکھتے نہیں ہو کیسی تڑپ رہی ہے۔"

"تیرا شوہر کہاں سے آئے گا؟"

اس نے رونی صورت بنائی ــــ گلاس سے پانی لے کر گال پر آنسو ٹپکائے اور منمنا کر بولی۔

"میرا شوہر نہیں آئے گا ــ اس کی پہلی بیوی اس کی نوکری ہے جو اللہ مارے کو چھوڑتی ہی نہیں چار دن کے لئے۔"

اور بن بن کر رونے لگی۔ حضرت جی بھی خوب خوب ہنسے۔ جب ذرا تھمے تو اس کا بازو پکڑ لیا۔

"کئی دنوں بعد ایسی عمدہ خبر ملی ہے ___ ایسا کر گھنٹے بھر بعد سے تیری سالگرہ شروع ہو جائے"۔

"ہائے اللہ تو نے تو پوری ایک صدی جھٹک لی مجھ ابلہ کی ___ میں تو بوڑھی ہو جاؤں گی اس ایک گھنٹے میں"۔

اس کے انداز پر سب پھر ہنس پڑے ___ اور حضرت جی نے اس کی چوٹی پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

"چل یہ کپڑے اتار دے"۔

"ابے آہستہ بول ___ فوج میں ہے ___ کہیں دھوکے دھڑی میں آگیا تو چاندماری کر دے گا ___ دونوں کی ___ میرا کیا ہے مرجاؤں گی چپکے سے لیکن یہ جو تو نے اصطبل بنا رکھا ہے ___ یہاں دو چار مشک آنسو بہہ جائیں گے ___ اچھا ایک بات بتا"۔

"نا ___ پہلے کپڑے اتار"۔

"دیکھ اب کی تو نے کہا ___ تو یہیں اتارنا شروع کر دوں گی ___ ہاں"۔

زہرہ، ناہید اور بلقیس ہنستے ہنستے کرسیوں سے کھڑی ہو گئیں۔
جینز پر قمیص پہن کر باہر نکلی تو عذرا اور نجمہ پلکیں جھپکانے لگیں۔
حضرت جی نے سفید قمیص کا دوسرا بٹن کھول دیا ___ بالوں سے موباف کھینچ کر جھٹک کر برش کر دیا ___ سینڈل اپنے ہاتھ سے باندھا ___ اس نے حضرت جان کو دیکھا۔ ابرو چمکائے۔

"مکھن لگا رہا ہے سالا"۔

حضرت جی نے اس کے گال پر ایک چپت لگائی — چلنے لگے — دالان میں تھے کہ وہ ہاتھ چھڑا کر اندر دوڑی۔

"کہاں رہ گئی تھی؟"

"اچھی جان کو بتانے گئی تھی کہ چولھے پر دودھ چڑھا ہے۔"

وہ دو قدم چل کر رک گئی۔

"آج ایک بات کہوں حضرت جی؟"

"حضرت جی نکال دے — پھر کہہ ڈال۔"

"مان جاؤ گے؟"

"کہہ کر دیکھ لے۔"

"وعدہ۔"

"وعدہ۔"

"زبان ہار دی۔"

"زبان ہار دی۔"

"آج میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی — تم میرے ساتھ جاؤ گے۔"

وہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے — اس کی طرف دیکھتے دیکھتے نگاہ کہیں دور خلا میں چلی گئی — اس نے گھسیٹا — گھسٹنے لگے — گیٹ سے نکلے — تھوڑی دور چلے تھے — ٹیکسی روک لی — بوڑھے سردار جی نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے حضرت جی کو بٹھا دیا — خود دوسرے دروازے کی طرف

چلی اور سردار جی کے پاس لپک گئی اور چپکے سے کہا۔

"بابا — جہاں سب سے قیمتی شراب ملتی ہے — وہاں لے چلو اور ذرا کنارے گاڑی لگا دینا۔"

بابا نے ایک جگہ گاڑی روکی — وہ اتر کر آ گئی۔

"تو کہاں جائے گی بیٹا — مجھے دیدے۔"

"دو سب سے عمدہ بوتلیں کتنے میں ملیں گی؟"

"دو ہزار دے دے اور بیٹھ جا آرام سے۔"

ایک بڑا سا بنڈل، رسید اور روا یسی اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

"آپ شام تک رہ سکتے ہیں میرے ساتھ؟"

"کیوں نہیں رہ سکتا؟" اس نے دروازہ بند کر لیا۔

درختوں کے کنجوں، جھاڑیوں کے گوشوں اور عمارتوں کی تنہائیوں میں اپنے آپ کو نچھاور کرتی موریہ میں داخل ہوئی تو شرما سے آنکھ مل گئی۔ نفی میں گردن ہلا کر حضرت جی کے پہلو میں چلتی رہی — نیم تاریک ہال کے کونے میں دھنس کر بیٹھی تو کان میں پوچھ لیا لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا — ڈش نہیں دیکھی قیمت دیکھی اور میز بھر دی — سگریٹ کے ٹن منگوا کر رکھ دیئے۔ اس نے ایک اٹھا لیا۔ باقی واپس چلے گئے۔

"ناچو گے؟"

"یہ وقت نہیں ہے — اور گھر بڑا ہوا ہے پورا ناچنے کے لئے۔"

بل آیا — تو سو روپے ٹپ میں ڈال دیئے — حضرت جی نے کنکھیوں

سے دیکھا ــــ اور بالوں کی ایک لٹ چوم لی ــــ وہاں سے اٹھی ــــ تو فرید آباد چلی گئی ــــ سورج کنڈ کے کنارے ایک بیچ پسند کیا اور بیٹھی لطیفے سناتی رہی ــــ ہونٹوں اور ہاتھوں کو مئے پلاتی رہی۔ جب وہ مدہوش ہونے لگا تو کھڑی ہو گئی ــــ اور برائے میں چائے پلانے گئی تو اس نے مینو ہاتھ سے چھین لیا اور خالی چائے لانے کا آرڈر دیا۔ یہاں بھی سو کا نوٹ نکلا ــــ اس نے ہاتھ سے چھین لیا۔ بیس روپئے ڈال کر کھڑا ہو گیا ــــ بیٹھنے لگی ــــ تو بابا کو آہستہ چلنے کا اشارہ کیا ــــ ٹیکسی رینگتی رہی ــــ پھاٹک کے سامنے کھڑی ہوئی تو لائٹ جل گئی ــــ بابا دروازے کے پاس آئے ان کو بیٹھے دیکھا تو دور ہٹ گئے۔ وہ بیٹھی رہی ــــ اس نے اٹھانے کے لئے ہاتھ پکڑا تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ دن جو تو نے میری جھولی میں ڈالا ہے ــــ عمر بھر میری گردن میں تعویذ کی طرح پڑا رہے گا ــــ تیرے ہر سال میں ایسے تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہوں گے۔ مجھے برسوں میں ایک بار ملا ہے اور تیرے ہاتھوں ملا ہے۔" اس نے ہاتھ پر آنکھیں رکھ دیں۔

اس نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھایا جیسے عطر کا بلوریں قرابہ اٹھا رہا ہو ــــ اس طرح باہر نکلا جس طرح حکمران ملکہ کے ساتھ اے ڈی سی نکلتا ہے ــــ اس نے سردار جی کو بخشش میں سو روپئے دیئے تو انھوں نے واپس کر دیا۔ دس کا نوٹ اٹھانے لگے۔

"بابا ــــ پہلی بار اور آخری بار دے رہی ہوں۔ رکھ لو۔ احسان

ہوگا" اور ان کی جیب میں رکھ دیئے۔

انھوں نے گردن جھکالی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

حضرت جی نے پھاٹک خود کھولا ــــ ہر سیڑھی پر اس کے قدم کا انتظار کیا۔ وہ گھنٹی پر انگلی رکھے کھڑی رہی۔

"ختم"

"پورا دن ختم ہوگیا" وہ اس کے پاس کھڑے بنڈل سنبھالتے رہے، دیکھتے رہے۔ اور انگلی دبادی ــــ حضرت جان نے دروازہ کھولا۔

"اللہ حضرت جان لاؤ تمھاری بلائیں لے لوں، نذر اتار دوں۔ قربان ہو جاؤں ــــ تم پر تو میں عورت جان ہار دوں تو خوش نصیب سمجھوں۔ یہ تو بیچارہ مرد ہے اور عیاش"

"پگلی ــــ چل آئینے میں دیکھ کیسی مہتابیاں چھوٹ رہی ہیں گالوں پر"

"میں نے جانا تھا حضرت جی ڈنر لے کر آئیں گے سالگرہ کا"

"سلطانہ کے ایسے نصیب کہاں حضرت جان ــــ اس نے تو تمھارے ہجر میں لنچ تک نہ لیا ــــ چار سینڈوچز پر دن گذار دیا پورا"

حضرت جی نے مڑکر دیکھا اور باتھ روم چلے گئے۔

تیار ہوکر بیٹھے تھے حضرت جان کے پہلو میں کہ کاظم آگیا۔

"کیمیاگر ــــ کہاں گیا تھا ــــ صبح سے پوچھتا پھر رہا ہوں ایک ایک

سے۔"

اس نے بوتل اور گلاس اٹھاکر سامنے رکھے۔

"نہیں کاظم ـــ آج سلطانہ خرید کر لائی ہے ـــ میرے لئے ـ تقدیر والے سالگرہ پر تحفے دیتے ہیں ـــ ہمارے ایسے وصول کرتے ہیں ـــ اسے رکھ دو بند کر کے۔"

اس نے الماری کا دروازہ بند کر دیا ـــ سگریٹ کی لائٹ لے رہے تھے کہ زہرہ آگئی ـــ حضرت جی نے بازو پھیلا دیا۔ اس نے لپیٹ لیا۔

"چلئے۔"

وہ اسے سنبھالے ہوئے چلنے لگے۔

دالان کے سامنے کاظم ناہید کی زلفوں سے کچھ کہنے رک گیا ـــ دروازے تک زہرہ بھی پہلو سے پھسل گئی۔ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو بہت آہستہ آہستہ کھل گیا ـــ جیسے راز کھلتا ہے ـــ اندر داخل ہوا ـــ تو پردہ سمٹ گیا ـــ وہ سامنے کھڑی تھی ـــ موتیوں میں ڈھکی ہوئی کھڑی تھی ـــ بالوں میں موتی کانوں میں موتی، ہاتھوں میں موتی گردن میں موتی ـــ سینہ بند موتیوں کے لچھوں کی دو بند بڑی بڑی تھیلیاں ـــ زیر بند ـــ موتیوں کے ہاروں کی بنی ہوئی پینٹی ـــ کولھوں پر پڑے ہوئے بال پنکھے کی شورش سے پریشان ـــ بنی ہوئی پلکوں کے نیچے لشکارے مارتی آنکھیں حیران۔ وہ کھڑا رہا دیکھتا رہا۔ وہ ہلی تو موتیوں کا بوٹا ہل گیا ـــ سرخ ہاتھ سے پورا شانہ جل گیا ـــ مسند اس طرح پیش کی جیسے سلطنت دے رہی ہو ـــ

وہ بیٹھا رہا کبھی اس کو کبھی دیوار کے آئینوں میں اس کے عکس کو دیکھتا رہا۔
"سلطان ــــ کیا دیکھ رہے ہو ــــ سلطانہ یا موتی ؟ ــــ موتی نقلی ہیں اور مانگے کے ہیں جب تم نے مجھے ایک رات دے ڈالی تو میں سجانے کے لئے موتی مانگ لائی"

مسند کے برابر چاندی کے خوان سے ہاتھ بڑھا کر بوتل اٹھالی۔
"نا ــــ سلطان آج تم اسے کبھی نہیں کھولو گے ــــ آج کھولنے کا کام میرا ہے ــــ باندھنے کا تمہارا"

وہ اس طرح بیٹھی جس طرح بیٹھے ہوئے اس نے کسی کو پہلی بار دیکھا تھا ــــ گھنگھروؤں کا جوڑا گر پڑا ــــ کہیں سے آ کر ــــ اس نے آنکھوں سے نظریں نکال لیں ــــ چاروں طرف تلاشی لی لیکن پورے کمرے میں وہی کتی۔ ہر آئینے میں اسی کا عکس تھا ــــ اس نے سوچا وہی کمرہ ہے جس میں کل اچھی جان آئی تھیں لیکن آج آئینے زیادہ ہیں بہت ہیں ــــ اس کے گھنگھرو اٹھالئے ــــ تو اس کی طرف پاؤں سرکنے لگے ــــ جیسے چاندی کے حوض میں سرخاب کا جوڑا پڑا ہو ــــ ہلکی ہلکی موجوں میں اپنے آپ سے بے خبر کنارے کی طرف رینگ رہا ہو ــــ اس نے ہاتھ بڑھا کر سرخاب پکڑ لئے ــــ وہ پلے ہوئے کبوتروں کی طرح آ گئے ــــ اس نے اٹھا کر گود میں رکھ لئے ــــ وہ پھر بھی نہیں اڑے ــــ اس نے ہاتھوں کو چھوڑ دیا وہ سرخابوں کے پیچھے پیچھے دور تک چلے گئے۔

"کتنی خوبصورت ہیں ــــ آسودہ سفید سڈول چمکدار پکی ہوئی، پلی

ہوئی ــ نہ زیادہ نہ کم ــ کہاں سے بنوائی ہیں ؟ ــ کدھر سے منگوائی ہیں پورب سے کہ پچھم سے ؟ ــ ان کا نمبر کیا ہے ؟ ــ میک کیا ہے ؟ ــ جی چاہتا ہے ــ چھری سے کاٹ کر کھالوں ــ کھا جاؤں ــ ؟"

"ہمارے دیس کی ایک معشوق نے اپنی ران کی مچھلی کاٹ کر بھون کر اپنے عاشق کو کھلا دی۔"

"کب ؟"

"بہت دن ہوئے ــ کتابیں لکھی گئیں ــ فلمیں بنائی گئیں ــ میں نے اس لئے جتلا دیا کہ میں ہالی ووڈ کی نہیں ہوں جن کی ٹانگیں "انشورڈ" ہوتی ہیں ــ مجھ سے جو کہنا سوچ کر کہنا کاٹ کر رکھ دوں گی ابھی ــ نمکین کی پلیٹ خالی کر کے۔"

اس نے ہاتھ واپس بلا لئے ــ سرخاب اٹھائے ــ اور ہونٹوں سے لگا لئے۔ اس نے ایک کہنی پر جھک کر بوتل اٹھائی اور دانتوں سے کر کرا دی۔ ــ دونوں سرخاب اس کے ہاتھوں میں کھل گئے۔ اس نے گلاس بھرا کچھ کیوبس ڈالے ــ اور ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے ایک سرخاب چھوڑ دیا گلاس تھام لیا ــ تھوڑی دیر لئے بیٹھا رہا ــ پھر ایک گھونٹ بھر لیا ــ اس کی طرف گلاس بڑھا دیا ــ آنکھوں سے کہا منّت کرو ــ ہونٹوں سے کہا وکالت کرو ــ اس نے دونوں کی زبان سن لی۔

شراب کچھ کھو لنے کچھ دیکھنے کچھ چرانے کچھ چھپانے کچھ سلانے اور کچھ جگانے کے لئے بلائی جاتی ہے ــ آج کی رات کے حصّے کی کسی اور کو پلا

دینا — مجھے کیوں پلاتے ہو — کیوں برباد کرتے ہو — آج کی رات کا ایک ایک لمحہ جوڑ کر میں اپنی گوٹک میں ڈال لوں گی — کہ مدتوں سے خالی پڑی ہے — جب تم چلے جاؤ گے — تو سب سے چھپ کر اس گوٹک کو کھول کھول کر دیکھا کروں گی — گن گن کر ہنسا کروں گی — تم شراب پلا دو گے — تو میرا حساب بگڑ جائے گا — میرا خزانہ چھوٹا ہو جائے گا — میں ویسے ہی غریب ہوں — اور غریب نہ کرو — اور غریب نہ کرو۔"

اس نے گلاس اٹھایا اور خوان میں ڈال دیا۔

"اب ایسا کبھی نہ کرو سلطان — جب تم پیتے ہو — پی لیتے ہو — تو تمہاری آنکھیں اور انگلیاں شدید اور ضدی بچوں کی طرح شرارتیں کرنے لگتی ہیں — بچے نصیب نہیں ہوئے نہ سہی تم تو میسّر آ گئے — ایک دن اور ایک رات ہی کے لئے سہی — تو مجھے ان خوبصورت یادگار شرارتوں سے محروم نہ کرو — میں بھی کتنا جاہل ہوں — ایک دن اور ایک رات کا شکوہ کر رہی تھی — میں کمبخت بھول گئی تھی — ایک دن میں کلیاں پھول بن جاتی ہیں ایک رات میں پھول مر جاتے ہیں — کیسا نصیب ہے کہ اتنی حسین زندگی پاتے ہیں۔

گلاس نہیں اٹھا تو سرخاب اڑ گئے — ہاتھ پیچھے پیچھے گئے اور گلاس اٹھا لیا — خالی کر دیا — رکھ دیا — سرخابوں نے اپنی گردن اٹھا کر ہاتھوں سے کچھ کہا — ہاتھوں نے گھنگھرو باندھ دیئے اور مسند کے دونوں طرف بیٹھ گئے — سرخاب تیرنے لگے — بہت آہستہ آہستہ تیرتے

رہے۔ کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں ــــ کبھی اوپر کبھی نیچے۔ گھنگھرو ایک آواز ہو کر ان کی تعریف کرتے رہے تحسین کرتے رہے ــــ کبھی کم آواز ہو جاتے کبھی چپ سی لگ جاتی ــــ لیکن پھر بول اٹھتے ــــ واہ واہ کرنے لگتے کہ ایک بار دونوں سرخاب پر جوڑ کر اٹھے اور فرش پر اتنے زور سے گرے ــــ اور تمام گھنگھرو ایک ساتھ مل کر ایک آواز میں چیخے ــــ جیسے ــــ عمر خیام کے سارے میخانوں کے سارے پیمانے ایک ساتھ پتھر پر توڑ دیئے گئے ہوں ــــ چور چور کر دیئے گئے ہوں۔

"ایک بات کہوں سلطانہ؟"

"سلطانوں کے پاس کہنے سننے کے لئے چودہ چودہ سلطانائیں ہوتی ہیں ــــ لیکن بیچاری سلطانہ کے پاس تو ایک ہی سلطان ہے ــــ اور وہ بھی ایک ہی رات کا ــــ کہو گے نہیں تو میں سننے کی حسرت میں مر جاؤں گی ــــ سچ ــــ بولو۔"

"میری عمر بتیس سال ہے۔"

"یہ عمر کتنی خوبصورت ہوتی ہے مرد کی ــــ نہ کھولتی ہوئی نہ گنگنی ــــ گرم گرم گرم۔"

"میں نے ساری زندگی میں کسی ایسی تقریب میں شرکت نہیں کی جس میں تحفہ نہ دیا ہو ــــ اس لئے یہ پہلی رات ہے اپنی قسم کی ــــ اور نہ صرف یہ بلکہ میں نے الٹے تحفہ قبول کر لیا اس لئے یہ آخری رات ہے ــــ اپنی طرح کی ــــ یوں سمجھ لو یہ رات پہلی اور آخری رات ہے اپنے آپ میں اور

میں اس رات کو اپنے بازو پر تعویذ کی طرح عمر بھر باندھے رہنے کی قسم کھاتا ہوں۔

چھم چھم چھم۔

"جی چاہتا ہے کہ ایک بوتل اپنے سامان میں چھپا کر رکھ لوں — بحرین میں جب ہندوستان کی سلطانہ یاد آئے تو بوتل نکال کر دیکھ لوں۔ جب بہت یاد آئے — تو کھول کر سونگھ لوں — جب جان پر بن جائے تو ایک گھونٹ گلاس میں انڈیلوں گلاس کو دوسری شرابوں سے بھروں — جب جام آدھا رہ جائے تو بھر لوں اور اس طرح تمھاری ایک گھونٹ شراب سے ساری رات پیتا رہوں — اور جب شراب ختم ہو جائے — میں بوڑھا ہو جاؤں تو اپنے دوستوں کے بچوں کے سامنے اس خالی بوتل کو بھر بھر کر خالی کرتا رہوں اور روتا رہوں اور جب وہ پوچھیں کہ اے ابو ایوب کے وارث کیوں روتا ہے تو کہہ دوں ہندوستان یاد آتا ہے — ہندوستان کی سلطانہ یاد آتی ہے — اور اس بہانے روتا رہوں مر جاؤں۔"

چھم چھم چھم۔

جب ناچتے ناچتے تھک گئی تو پاس آکر دوزانو بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ بھر لیا — آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں تو جیسے اور کالی اور بڑی ہو گئیں۔

"ابو ایوب کا وارث سچ کہتا ہے نا؟"

وہ دیر تک اس کی آنکھوں سے اپنے ہونٹ بھگوتا رہا۔

"ابو ایوب کے وارث دنیا کا ہر گناہ کرتے ہیں ابو ایوب کی جھوٹی قسم

نہیں کھاتے — لال ہاتھوں نے گلاس بھرا اور پیش کر دیا — گلاس نے گلاس کے ہونٹوں نے لال ہونٹ چوم لئے — گلاس ہٹ گیا — گھٹ گیا۔

چھم چھم چھم۔

"سلطانہ" — وہ جس مدرا میں تھی وہ مدرا جم گئی۔

"اپنے آپ کو مانگی ہوئی چیزوں سے بے نیاز کر لے — تیرا حسن برص کے ان بڑے بڑے چمکدار دھبوں سے بڑا ہے — زیادہ ہے، سچا ہے، کھرا ہے۔"

ایک ایک کر کے موتی اترنے لگے — اور وہ حسین سے حسین تر ہونے لگی۔ جیسے چیچک کے دانے اتر جائیں — وہ اس کی نگاہ پہنے بیٹھی رہی — گھنگھرو گنگناتے رہے — اٹھی تو وہ اس طرح اٹھا جیسے نوشاہ کے ساتھ اس کا سر سے پانوں تک بندھا ہوا سہرا اٹھتا ہے — چھم چھم چھم — سفید سرخ ہاتھ چٹخنی کی طرف بڑھا اور — رک گیا — اس کے سینے سے اٹھا — آنکھیں کھلیں — جیسے پوچھ رہی ہو کہ یہ خدمت بھی سلطانہ انجام دے —؟ اس نے ہاتھ پر لب رکھ دیئے۔ چٹخنی بند ہو گئی — چھم چھم چھم۔

"سلطان — یہ بوتل میرے پاس رہے گی — اب اسے گلاس سے بے آبرو نہ کر — اپنے ہونٹوں سے لگا کر پاک کر دے — آبرومند کر دے۔"

اس نے بوتل اس طرح تھام لی — جیسے وہ اسے تھامے ہوئے تھا۔

غٹ غٹ غٹ۔

چھم چھم چھم۔

کاظم آیا تو دیکھا دروازہ بند ہے ــــ اور گھنگھرو ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے وصل کی رات کی سرگوشیاں کر رہے ہیں ــــ وعدے کر رہے ہیں ــــ وعدے وفا کر رہے ہیں ــــ ناز کر رہے ہیں ناز اٹھا رہے ہیں ــــ چٹکیاں لے رہے ہیں سسکاریاں بھر رہے ہیں ــــ گھنگھرو اس کے پیروں میں زندہ ہو چکے تھے ــــ بولنے لگے تھے ــــ ایک دوسرے کے بوسے لینے لگے تھے ــــ ایک دوسرے میں کھو کر ایک ہو چکے تھے ــــ تمام گھنگھرو ایک ہو چکے تھے ــــ ہر پانوں کے چودہ چودہ جوڑ گھنگھرو ایک بن چکے تھے ــــ چھم چھم چھم۔

وہ پھر آیا ــــ دروازے پر ہاتھ رکھ دیا ــــ دروازہ کراہ دیا جیسے زخم سے مرہم ہٹ گیا ہو۔

"دو بج گیا ہے ــــ آپ نے لنچ بھی نہیں لیا ــــ کھانا لے آؤں"۔
کاظم نے باہر ہی سے کہا۔

"کیمیاگر ــــ میں تجھے اندر بلا لیتا ــــ سلطانہ کے رقص کی ایک چٹکی تیری آنکھوں کے پیالے میں ڈال دیتا ــــ لیکن آج نہ اس کی بوتل سے ایک قطرہ تجھے دوں گا نہ اس کے بدن کی ایک جھلک کہ آج کی رات یہی رات جو اب قطرہ قطرہ ختم ہونے والی ہے ــــ وہ مجھے دے چکی ــــ اور تحفے دھتکارے نہیں جاتے بانٹے نہیں جاتے ــــ جو کچھ تجھے کھلانا ہے دروازے پر رکھ دے اور سن ــــ تو نے مجھے بہت کچھ دیا ہے۔ ابو ایوب کی قسم ہارون رشید جو ابوالحسن کو نہیں دے سکا ــــ وہ تو نے مجھے دے ڈالا ــــ الہ دین ــــ اب

ایک چیز اور دے ڈال کہ میرا دامن گردن تک بھر جائے۔ جا کہیں سے راجہ کو پیدا کر اور میرے پاس کھینچ لا ـــ سن میں نے تیرے دیس کی کہانیوں میں پڑھا ہے کہ یہاں کے لوگ جب وردان دیتے ہیں تو وہ پورا ہی ہوتا ہے۔ تو اب تو مجھے راجہ کا وردان دے ڈال ـــ اللہ دین ـــ کیمیاگر۔"

"حضرت میں تو آپ کا خادم ہوں ـــ آپ نے دوست بنا لیا۔ یہ آپ کا معاملہ ہے ـــ آپ جو حکم دیں گے اور میں پورا کر سکوں گا پورا کروں گا آپ مجھے تھوڑی سی مہلت دیں۔"

"مہلت۔"

"میں نے تجھے اپنی موت تک کی مہلت دی۔ جس پر نہ تیرا اختیار ہے نہ میرا۔"

چھم چھم چھم۔

سفیدے کی بوتلوں کا سارا سفیدہ آسمان کے کناروں سے بہنے لگا ـــ اکبر نے قمرن (ببّو) کے پلے ہوئے کولھے سے شہتیر اٹھا کر سگریٹ کا پیکٹ پکڑ لیا ـــ لائٹر سے لائٹ لی۔ بیچ کی انگلیوں میں پھنسی ہوئی سگریٹ کا ایک دم لگایا اور سارا دھواں قمرن کے نتھنوں میں انڈیل دیا۔ بدن کی کاٹ اور دھار دیکھتا رہا ـــ سگریٹ ختم کر کے اٹھا آنگن میں آیا ـــ کان کھڑے کئے ـــ اچھی جان کے دالان کی طرف مڑا۔ کمرے کی دہلیز پر حضرت جی کی مصری چپلیاں سلیقے سے رکھی تھیں۔ درازوں سے لائٹ آ رہی تھی اور گھنگھرو ہنس رہے تھے ـــ جیسے کوئی لاڈ کر رہا ہو ـــ اور وہ ہنس رہے ہوں

میٹھی میٹھی گدگدی کر رہا ہو اور وہ ہنس رہے ہوں۔ چٹ پٹے لطیفے سنا رہا ہو اور وہ ہنس رہے ہوں ـــ وہ کھڑا سنتا رہا سوچتا رہا ـــ ایسا ناچتی ہے سلطانہ ایسا ناچ لیتی ہے سلطانہ ـــ ایسا ناچ سکتی ہے سلطانہ۔ اور پھر گھنگھرو جیسے رونے لگے! بلکنے لگے۔ منتیں کرنے لگے ـــ ہچکیاں لینے لگے ـــ دھاڑیں مارنے لگے۔

وہ منہ کھولے کھڑا رہا کچھ سوچتا رہا ـــ پھر کھڑا نہیں رہا گیا ـــ چلا آیا۔ لان میں یار اترنے لگے تھے ـــ تہمد پھینک کر لنگوٹ کسا اور ڈنڈیں لگانے لگا بیٹھکیں نکال رہا تھا کہ سنگھ نے کرتا پہن لیا اور اس کے پاس ہی پھیل گیا ـــ جب اس نے تہمد لپیٹ لیا تو زمین پر تھپکی دی اکبر بیٹھ گیا۔

"کل اینگلو انڈین پھر رہی تھی بورائی ہوئی۔"

"تو بھیج دیا ہوتا ـــ ادھر لے آئے ہوتے گھیر کر۔"

"ہاں ـــ اور یاروں کے کھانے پینے کا ایک برتن۔"

اس نے کاظم کو آتا دیکھ کر ہاتھ سے روک دیا۔

ہوٹل پہنچی تو بڑی مسمسی صورت بنی ہوئی۔ پوچھا کیا ہوا۔ "ہوم" یاد آرہا ہے ـــ بولی ـــ تیرا کمر میری کمر سے گر گیا کہیں، ساتھ میں بٹوہ بھی لے گیا جس میں گنے ہوئے نواسی روپے تھے۔ اب میں دونوں کو ڈھونڈھتی پھر رہی ہوں۔ میں نے ایک پتہ ہرا اس کے بلاؤز پر وار دیا ـــ وہ رکھ دے یہاں نکال کر پہلے۔"

"نواسی روپئے لے کر کہاں جائے گا منصوری پہنچ گیا ہوگا۔ اب پہنچے

دے ___ دیکھ لیں گے جب آئے گا لونڈا ___ ہاں سن قمرن (بجو) اور لونڈیوں کو بھی لئے چلا جا کچہری اور کاغذ بنوالے۔ ان کا جھگڑا بھی پاک ہو جائے۔"

"کس کس کے ساتھ؟"

"اے کسی کے ساتھ بنوالے ___ دودھ کی جلی ہیں۔ تسلی ہو جائے گی دل کی ___ چاروں میں سے ایک جو سب سے بوڑھا تھا ___ نتھ گیا زہرہ کے ساتھ ___ تین بچے ہیں۔ لونڈیوں کے گلے میں ڈال دے ___ ویسے میں نے پوچھا تھا سو پچاس روز دے ڈالتے ہیں سب کے سب کسی نہ کسی کو۔"

"اور تاش؟ سو دوسو۔ بجو تمھاری قمرن سمیٹ لیتی ہے روز ___ کمزور بھی ہے دوسروں سے پیسے لیں وہ، اس لئے ہشکاتا رہتا ہوں ___ کیسی تیار ہوئی ہے آج کل۔"

"کون تیار نہیں ہوئی ہے ___ آج کل ___ حضرت جان کی لونڈیاں دیکھتے ہو ___ معلوم ہوتا ہے ابھی ہوائی جہاز سے اتری ہیں لندن ___ ہنی مون منانے ___ آجا بے آجا کیا بات ہے صبح صبح اپنی منحوس صورت لے کر کھوپڑی پر سوار ہو گیا۔ کاظم آکر پاس بیٹھ گیا۔ ایک ایک کر کے سب ہی آگئے۔ کاظم نے حضرت جی کا "وردان" سنا دیا۔

وہ تھوڑی دیر مسکوٹ کرتے رہے ___ بکھر گئے۔

ناشتے کی میز دولھا کی میز کی طرح سجی تھی سلطانہ سامنے بیٹھی تھی ___

حضرت نے نیپکن سے منہ پونچھا۔"
"سلطانہ — کچھ انگریزی آتی ہے تجھے؟" سلطانہ نے اسے دیکھا چکی۔
" وہ جو میرا خصم تھا پہلا والا —" وہ کہہ کر لرز گئی۔
" پہلا والا!"
" اللہ کتنے بھولے ہو — دوسرے کا نام کبھی مجھی سے پوچھوگے۔"
سب کھلکھلانے لگے — وہ بھی ہنستا رہا۔
" ہاں تو پہلے والا۔"
اسے انگریزوں کی ایک ہی چیز سے تو بیر تھا۔ اسی انگریزی سے۔
جب ذرا خاموشی ہوئی۔
"کیوں — کیا تار آیا ہے — کوڈ زبان میں ہے — چشمہ لاؤں کسی کا مانگ کر ہے — چپ کیوں ہوگیا — اکیلے میں پڑھ دوں گی — فکر ناٹ۔"
وہ اٹھی تو اچھی جان نے ٹوکا۔
"تیرے دونوں پاؤں سوچ رہے ہیں سلطانہ۔"
سبھوں نے دیکھا جیسے — مکھن بھرے بند رکھے ہوئے سلیپر میں۔
" آنکھیں بھی تو دیکھو۔"
" جیسے سات بیٹیوں کو ڈولی پر چڑھا کر اٹھی ہو۔"
بجو نے لقمہ دیا — حضرت جی گردن جھکا کر چلے گئے۔
ٹیکسی آچکی تھی — وہ موزے پہن رہے تھے کہ حضرت جان آگئیں۔
بہت سی بوتلیں گود میں بھرے آہستہ آہستہ کھنکتی ہوئی اور اس کے سامنے

کھڑی ہوگئیں۔

"میرا نام کہاں ہے؟"

اس نے جوتا چھوڑ دیا ـــ سنبھال کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا ـــ تولیں بیڈ پر رکھ دیں ـــ اسے دیکھا ـــ سوال کرتی آنکھوں کو ہونٹوں سے چپ کر دیا۔

"تیرا نام اس شیشے پر لکھا ہے کہ تجھے دکھلا نہیں سکتا۔"

وہ چپ اس کی گود میں پڑی تھی اور بھیگی جا رہی تھی۔

"کہاں جا رہے ہو اکیلے اکیلے؟" وہ جوتے پہن چکا تھا۔

"کچھ ایسا ہی کام ہوگا کہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

شام سے پانی برسے جا رہا تھا ـــ عورتیں سر سے پاؤں تک دیوالی کے تھالوں کی طرح سجی ہوئی، اپنے اپنے آسنوں پر آنکھیں بنی دروازوں کو گھور رہی تھیں ـــ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ٹیکسیاں اور اسکوٹر بالکل دالان کے نیچے آ آ کر لگنے لگے ـــ بھیگے ہوئے لباس، بھیگے ہوئے سامانوں سے اترنے لگے ـــ بہتوں کے بال اور کپڑے اور بدن تولیہ بن گئے۔ بھیگ بھیگ گئے ـــ لیکن چہرے اور شاداب ہوگئے ـــ آنکھیں اور ہوسناک ہوگئیں۔ ہاتھ اور گستاخ ہوگئے ـــ دھیرے دھیرے محفلیں جمنے لگیں ـــ اکبر ہاتھ پاؤں دھو کر نیا تہمد باندھ کر بجو کے کمرے میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ بجو باورچی خانے میں کچھ تل رہی تھی جس کی خوشبو نتھنوں سے گذر کر معدے کو گدگدا رہی تھی کہ کشن آ گئی ـــ پلیٹ سامنے رکھ دی ـــ الماری سے سفیدے

کی بوتل نکال کر پلاسٹک کے ٹکڑے پر رکھی۔ فریج سے پانی کی بوتل اور گلاس پکڑا کر دونوں ہاتھ اٹھائے — جیسے انگڑائی سیل ہوگئی ہو۔

"روز روز سفیدہ پیتے پیتے تمہارا جی نہیں گھبراتا؟"

اکبر نے گلاس رکھ دیا — اس کی طرف نگاہ کی تو اس نے بائیں آنکھ دبائی اور بھاگ گئی — وہ مسکرا کر بوتل کھولنے لگا۔ بیسن میں تلا ہوا مرچا اٹھا کر منہ میں رکھا ایک گھونٹ لیا اور سی سی کرنے لگا — تہمد اٹھا کر ناک پونچھی — بجو نے دوسری پلیٹ لاکر رکھ دی — اسے دیکھا۔

"کیا کھانا نہیں پکا آج؟"

"اے نوج کیوں نہیں پکتا — ماشاء اللہ سے دو دو رنگ کا گوشت ہی بھن رہا ہے۔" اس نے دوپٹہ اتار کر کھونٹی پر ہلکا دیا اور چوڑی دار پائینچے اٹھائے۔

"تو یہ اٹھا کر کہیں اور پہنچا دے۔"

اس نے پلیٹ اٹھائی اور ہاتھ بڑھا کر دوسرے کمرے میں شمن کو تھما دی دروازہ بند کیا — دوسرے دروازے کا پردہ کھینچا اور جمپر اتار دیا۔ مسہری کے تکیے پر پھیلا کر پنکھا فل کر دیا اور پاس آکر بیٹھ گئی۔

اکبر کے بازو میں لپٹ کر بولی۔

"یہ حضرت جی — آج پانچواں دن ہے — روز ناشتہ کرکے نکلتے ہیں — اور مغرب پڑھ کر گھستے ہیں گھر میں۔"

"تو کیا کریں — تو ہی بتا — مرد ہے کام دھام نہ سہی اپنے ملنے

ملانے والوں کے پاس جاتا ہوگا ـــ باہر نکلنے سے ہاتھ پاؤں کھلتے ہیں ـ بھوک لگتی ہے کھانا ہضم ہوتا ہے ـــ اور تجھے ایسی ہی فکر ہے تو جا کر پوچھ لے ـــ گاڑی گرگرا رہی ہے میں جانوں انھیں کی ہے ـــ اور تو سب آچکے۔"

"کاظم اور ریاض کے پیروں میں بھی پہیے لگ گئے ہیں۔ گھر میں رکتے ہی نہیں دن میں ـــ کسی وقت۔"

اس نے منہ کا نوالہ اتارا گلاس سے گھونٹ بھرا۔

"تو یہ بتا ـــ کہ یہ تینوں کیسے چل رہے ہیں۔"

"بڑے نیک ہیں ـــ زبان ہلی نہیں کہ کام پورا کرکے رکھ دیا۔"

"میں یہ نہیں پوچھ رہا ـــ یہ بتا کہ شام کو جب آتے ہیں تو دونے کے علاوہ بھی ہاتھ پہ کچھ رکھتے ہیں گھوڑیوں کے یا صرف مالش ہی کرتے ہیں پی پلا کر۔"

"رکھتے ہیں ـــ جب سے کچہری سے آئے ہیں اب تک درجنوں تو تھان آچکے ہیں۔ سلے سلائے الگ ـــ زیور گھڑوا لئے ہیں تینوں نے اور یہ موٹے موٹے ـــ دیکھو۔"

اس نے اپنے کڑے گھما کر دکھائے۔

"پھٹتی کیوں نہیں ہیں سالیاں ـــ میں نے آج تک نہیں دیکھے۔ دل خراب کر لیا بلا وجہ۔"

"کہہ رہی تھیں ٹیکہ بن گیا ہے، چھپکا آلے تو پہن کر بیٹھوں گی اکبر کے

پاس۔"

"اکبر — کہ اکبر ماما؟"

"ہوں — یہ اکبر ماما ہیں — یہ اکبر ماما ہیں — دنیا بھر کے چھتیسے — عورت خور — صیاد — کہ سولہ برس کی ہو کہ پینتالیس سال کی گھنٹہ بھر میں زخمی کر کے ڈال دیا اور چلے آئے مونچھوں پر انگلیاں نچاتے۔"

"ارے چھوڑے گی سالی — یا"

اور بجّو کی گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگیں — وہ چوٹی پکڑے ہوئے اسے فرش پر جھلا رہے تھے۔ دروازے کا پردہ ہٹا کر شمن آگئی۔ اکبر نے اپنی مونچھیں برابر کر لیں۔

"میں سمجھی آج رم کی تقدیر جگی ہے — یہاں تو وہی موا سفیدہ کھلا پڑا ہے۔" کولہے پر ہاتھ رکھے کھڑی مٹک رہی تھی۔ بجو نے چوٹی چھڑا کر کس کے ایک دھپ لگائی — وہ بھاگ گئی۔

حضرت جی ٹیکسی پر بیٹھ رہے تھے کہ کاظم بش شرٹ کے بٹن لگاتا دوڑا۔

"حضرت جی — مجھے بھی راستے میں چھوڑ دیجئے — بوندیں پڑنے لگی ہیں۔"

حضرت جی کے پاس بیٹھتے ہی اس نے کان پر منہ رکھ دیا۔

"کشمیر کے سیب اور کابل کے سردے اور دلّی کے جامن کھاتے کھاتے آپ اوب گئے ہوں گے — میرے ساتھ چلئے تو امرود کھلاؤں یہیں کے باغ کے۔"

حضرت جی نے مسکرا کر اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کہاں چلنا ہے؟"

"گریٹر کیلاش — میرے یار کی کوٹھی ہے وہ باہر گیا ہوا ہے چند روز کے لئے"

"بیوی بچے تو ہوں گے"

"نا — میرے قبضے میں ہے — وہ سب گئے ہوئے ہیں"

اس نے جیب سے چابی نکال کر دکھا دی۔

"کیسے ہیں؟"

"سفید چیتی دار — دو چار دن پال رکھ دیجئے — ٹھیک ہو جائیں گے"

"پال رکھ دیجئے — کیا مطلب —" پوچھا — کاظم نے کان میں کچھ کہا۔ حضرت جی نے ہنس کر کان ہٹا لئے۔ اور اس کے بازو پر ہاتھ رکھے رہے۔ راجہ بس سے اترا سامان قمر اور ساتھیوں کے حوالے کیا اور خود ٹیکسی پکڑ لی — آزاد پور کی کوٹھی کے سامنے موٹریں کھڑی تھیں — وہ سر سے پاتوں تک اجنبی ہو گئی تھی۔ عربی بولنے لگی تھی — وہ ٹیکسی پر بیٹھا دیکھتا رہا — حوض خاص پر اترا — تو جیسے پہچاننے سے عاجز رہا — چہار دیواری اور گیٹ کا رنگ و روغن تک بدل گیا تھا — پورٹیکو میں دور تک لمبی لمبی چمکدار گاڑیوں کی قطار کھڑی تھی — وہ دروازہ کھول کر ڈھے گیا — اپنے مکان پہ اترا تو دروازہ بند تھا۔ دستک دی۔ مولا بخش نے کھولا — سلام کیا — اور

راستے سے ہٹ گیا۔ وہ کمرے پھلانگتا سیدھا سیف کے سامنے آگیا۔۔۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو کھل گیا۔۔۔ خالی۔۔۔ بالکل خالی۔۔۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا کہ قالین تک اٹھ چکا تھا۔۔۔ مولا بخش کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر خالی کر دیا۔۔۔ جیب سے لائٹر نکال کر جلایا۔۔۔ ہونٹ بڑھائے تھے ۔۔۔ کہ مولا بخش نے لائٹر چھین لیا۔ اس نے پیکٹ سے سگریٹ نکالی۔ مولا بخش سے لائٹر لے کر سلگائی۔۔۔ نیچے کے کمرے دیکھتا رہا۔۔۔ تہ خانے کی عمارت کے سامنے آیا۔۔۔ سارا کام اسی طرح ہو رہا تھا۔۔۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے آنکھوں میں روٹیوں کے خواب لیے ہاتھوں اور پیروں کا تیل نکال رہے تھے۔۔۔ گودام میں اترا تو سیف خالی تھا۔ کسی کے سلام کا جواب دیئے بغیر ان کو دیکھے بغیر وہ نکل آیا۔۔۔ اوپر پہنچا تو تمام الماریاں خالی تھیں تمام سوٹ کیس خالی تھے یا غایب تھے۔۔۔ باتھ روم میں ٹب تک نہ تھا۔۔۔ سارے کمرے فرنیچر سے بھرے ہوئے تھے۔۔۔ لیکن سب تیتر بتیر۔۔۔ سب اجڑے اجڑے سے لگ رہے تھے۔۔۔ وہ تھوڑی دیر ٹہلتا رہا۔ گرمی بہت لگنے لگی۔ وہ دھوپ سے ہٹ کر زینے میں آگیا۔۔۔ سیڑھیاں اترنے لگا۔۔۔ دالان کے سامنے کھڑا ہوا۔۔۔ مولا بخش کو گھور کر دیکھا۔۔۔ چپ چاپ کھڑا رہا۔۔۔ انگلی سے اشارہ کر کے اسے بلایا۔۔۔ ٹیکسی میں ڈرائیور کے پاس بٹھا دیا۔۔۔ پھر اتر پڑا۔۔۔ مولا بخش کو ساتھ لے کر اندر آیا۔۔۔ فون اٹھا کر نمبر پوچھے۔ ڈائل کئے۔۔۔ تھوڑی سی باتیں کیں۔۔۔ مولا بخش کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے لیا۔

"کچھ کھانے کو لاؤں جی؟"

"نہیں" اور چائے کی چسکیاں لیتا رہا ___ مولا بخش چائے لاتا رہا وہ پیتا رہا ___ میز پر لگے خالی پیالوں کے ڈھیر دیکھے ___ کوئی آگیا۔ ہوٹل کا چھوکرا کشتی میں خالی پیالیاں بھر رہا تھا۔ چلا گیا۔ پیکٹ کھولا ___ آخری سگریٹ سلگالی۔

"میں جانوں ___ تھوڑی دیر لیٹ جائیں آپ ___ ٹیکسی کا کرایہ چکائے دیتا ہوں۔"

"نائیں ___ میں جاؤں گا ابھی ___" پھر وہ سب آگئے۔ قمر سبید جان نظریں چرائے ہوئے تھے ___ سب سب کی تقدیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ پھر وہ اچانک اٹھا اور ٹیکسی اڑاتا پارلیمنٹ اسٹریٹ آیا ___ اکاؤنٹ پوچھا۔

"دس لاکھ چالیس ہزار۔"

اسے اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا ___ اندر جا کر رجسٹر دیکھا ___ چالیس لاکھ نکال لئے گئے تھے ___ اس کے حکم سے ___ دستخط سے ___ وہ باہر نکلا تو معلوم ہوا دھوپ کالی ہو گئی ہے ___ روشنی اتنی کم کیوں ہے ___ اس نے سوچا ___ سبھوں کو سو سو روپئے دیئے۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر شیخ سرائے کا پتہ ڈرائیور کو دے دیا۔

ٹیکسی کا حساب کر کے پھاٹک کھولا تو ہاتھ کانپنے لگے ___ سیڑھیوں پر چڑھا تو پنڈلیاں لرزنے لگیں ___ گھنٹی پر انگلی رکھ دی۔ دروازہ کھلا ___ تو

حضرت جی کھڑے تھے ــــ نگاہوں کے بھالوں سے پورے جسم کو بھال رہے تھے۔ دیر کے بعد مسکرائے ــــ جیسے طاقت سمیٹ کر ہونٹوں میں لگادی ہو اس مہم کو فتح کرنے کے لئے۔

"راجہ ــــ راجہ میاں ــــ آؤ ــــ اندر آؤ ــــ ڈرو نہیں۔ تم بچے ہو اور میرے میزبان بھی ــــ آجاؤ ــــ آجاؤ"

ہال میں فرنیچر دیواروں سے لگا پڑا تھا ــــ تمام میں قالین بچھے تھے۔ سامنے دالان میں کھانے کی میز لگی تھی۔

"میرے کمرے میں آؤ ــــ ان سے ملو ــــ یہ حضرت جان ہیں"

حضرت جان نے نگاہ اٹھائی۔ جیسے ایک ہاتھ سے ایک ساتھ دو خنجر مار دیئے ــــ کتنی خوبصورت ہوگئی ہے ــــ کتنی بھر گئی ہے۔ سینہ کتنا بلند مدوّر ــــ کمر کتنی ستی ہوئی کولھے کتنے گداز ــــ پنڈلیاں ــــ اس نے پھر نگاہ اٹھائی ــــ معلوم نہیں ــــ کیا ہے ایمیٹیشن ہو ــــ اتنے ہیرے ــــ اور یہ گاؤن ــــ حضرت جی نے دیا ہوگا ــــ پوری دلی میں ایسا کپڑا ایسا رنگ ایسی تراش مجھے تو ملی نہیں معلوم ہوتا ہے کپڑا نہیں کپڑے کا خیال پہنے ہوتے ہے ــــ بازو، گردن، بال، آنکھیں ــــ لب۔

ارے ــــ عذرا ہے ــــ اتنی گداز ہوگئی ــــ اتنی قیامت ہوگئی ــــ اتنی۔

کہو نجمہ ــــ کیسی ہوگئی نجمہ بھی ــــ نجمہ بھی! نجمہ تو پہلے بھی عذرا سے بیس تھی ــــ کیسا رنگ ہوگیا ــــ کتنا روپ نکال لیا ــــ معلوم ہوتا ہے لبنان سے کوئی شاہی خاندان بھاگ کر آگیا ہو اور حضرت جی نے خرید لیا ہو۔

"بیٹھ جائیے راجہ بھائی ــــ پلیز"

اس نے ہاتھ پکڑ کے صوفے پر بٹھا لیا ــــ اسکرٹ سے ابلتی ہوئی رانیں جیسے

نقلی ہوں اتنی سڈول چمکدار و بے پناہ۔ عذرا نے ٹھنڈے کے گلاس پیش کئے ـــــ برینڈر تک سے وہ سب کچھ جھلک رہا تھا ـــ جو ـــ ارے یہ بھی ہیرے پہنے ہوئے ہے بجمہ بھی ہیرے پہنے ہوئے ہے ـــ یہ تو ہیرے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے گلاس لیتے لیتے آنکھیں نکلس کے اور قریب اور قریب کر دیں ـــ وہ گلاس پکڑا کر اور دور اور دور ۔ پی لو ـــ اس میں شراب نہیں ملی ہوئی ہے ـــ ہم جب تم کو شراب پلائیں گے تو وہ شراب ہوگی ـــ ایک گلاس اور لو ـــ تم تھک گئے ہو دوڑتے دوڑتے ـــ پی لو ـــ ہاں ـــ یہ صرف سگریٹ ہے ـــ اس میں نہ کہیں گانجا ہے نہ چرس۔ تم پیو بے خوف ہوکر پیو۔" حضرت جان اس کے پاس بیٹھیں تو ان کے بدن سے آنچ سی نکلنے لگی ـــ وہ پیر پر پیر رکھے بیٹھی تھیں ـــ دور بھی بیٹھی تھیں لیکن وہ دہکنے لگا تھا۔

پھر کسی طرف سے اچھی جان آگئیں۔ وہ بھی سلما کی طرح حضرت جان کی طرح ایک خیالی سا گاؤن ڈالے تھیں ـ سر سے پاؤں تک ہیرے اور سونے میں جگمگاتی آئیں ـــ اس کے سامنے آکر کھڑی ہوگئیں۔

"ارے راجہ ـــ راجہ میاں ـــ خوب ہو تم بھی راجہ میاں ـــ گئے تو ہوا نہ دی آئے تو پتہ نہ چلا ـــ اللہ کیسے پیلے ہو گئے ہو اتنے دنوں میں ۔ چلو کچھ کھا لو ـــ کھانا لگا کر آئی ہوں۔"

"کھانا ـــ اس وقت ـــ چار بج چکے ہیں اچھی جان۔" رخسانہ کھڑی تھی اچھی جان ہی کی طرح سجی ہوئی بنی ہوئی ـــ پھر دردانہ، زہرہ، ناہید اور بلقیس سب باری باری سے آئیں۔ اس کے سامنے کھڑی ہوئیں اس سے کچھ کہتی بھی رہیں ـــ وہ ـــ لیکن اس کے کانوں کی قوت بھی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ وہ صرف دیکھتا رہا ـــ وہی حجابی لباس، وہی ہیرے، وہی سونا ـــ وہی بے حجابی ـــ وہی

سب کچھ — سب کچھ وہی — پھر بجو آگئیں۔ کمال ہے کہ بجو اور ان کی لڑکیاں اسی طرح کا کپڑا تو خیر پھر بھی پہن سکتی ہیں ابھی لیکن ہیرے اور سونے کا تو جواب نہیں۔

"اللہ — تو آیا بیٹھا ہے — اور میں اتنی جلدی میں ہوں کہ کیا بتلاؤں رک نہیں سکتی نہیں تو اپنے ہاتھ سے نہلا دھلا کر میاں پوت بنا کر بٹھا دیتی۔"

"اپنی گود میں یا رشتن کی — بجو جانی۔"

سلطانہ آگئی تھی۔

"ارے یہ تو میرا بدھو بیٹھا — اللہ قسم کتنا یاد آتے تھے تم مجھے۔ صبح اٹھی تو تیرا خیال لے کر اٹھی — رات سوئی تو تیرے خیال کے ساتھ سوئی — اللہ قسم سڑک پر جب کوئی میمنہ نکلتا تھا سفید سفید — ٹُٹر مُٹر دیکھتا ہوا پڑ پڑ چلتا ہوا چکنا چکنا موٹا موٹا — تو مجھے تو بہت یاد آتا تھا۔"

اور وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔ شرارے کی گوٹ گھٹنوں کے اوپر اور اوپر رکھ لی اور صوفے سے ٹیک لگالی۔

"اے سلطانہ ٹھیک سے بیٹھ کمبخت۔"

"یار اس سے کیا پردہ — یہ تو — اپنوں میں سے ہے — یعنی میرا مطلب ہمیں لوگوں جیسا ہے۔"

"سلطانہ!"

"اللہ کی قسم اچھی جان اس کا میک اپ کر دوں کناٹ پلیس سے سامان لا کر سجا بنا کر بٹھا دوں تو مزہ آجائے حضرت جی کو۔"

اچھی جان نے اس کی چٹیا پکڑی اور دھیرے دھیرے مارتی ہوئی باہر

کشن نے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا ــــ وہ اٹھ گیا۔

"ارے حضرت جی ــــ آیئے ــــ بولتے نہیں دیکھا چلتے دیکھ لیا حضرت جی آ گئے ــــ سبھوں نے اصرار کر کے کھلایا اس نے کھا لیا ــــ چائے بنا کر دی پی لی۔"

"اب یقین آیا کہ کشن سے تیرا نکاح ہو چکا ہے۔"

"اے خدا نہ کرے کشن بدنصیب سے نکاح ہو چکا ہو ــــ کیا موئی دنی میں مردوں کا کال پڑا ہوا ہے کہ کشن اس سے نکاح رچا کر بیٹھ جائے۔ میرے دولھا کے کان میں بھنک بھی پڑ گئی تو چھری بھونک دے گا۔ آگ ہے آگ ــــ ہاں۔"

"اچھا اٹھ ــــ چل ــــ پہلے نہا لے۔"

حضرت جان نے بازو پکڑ لیا ــــ وہ کھڑا ہو گیا ــــ سلطانہ چمک کر آ گئی ــــ بائیں آنکھ دبا کر ہاتھ پکڑ لیا۔

"صابن لگا دوں چل کر۔" وہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔

"اے بوا ــــ یہ تو شرما گیا اللہ رکھے۔"

دیر تک ــــ بہت دیر تک ٹب میں لیٹا رہا ــــ شاور کے نیچے کھڑا رہا ــــ جب ناگوار ہونے لگا ــــ تو ہٹ آیا ــــ کپڑوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اسی کا کرتا اور پائجامہ اسٹینڈ پر رکھا تھا۔ کرتا اتار کر دیکھا۔ اندر آخری کاج کے نیچے "آر" کڑھا ہوا تھا ــــ بلاقن بوا کی لڑکیوں کے ہاتھ کا۔ گلے میں ڈال کر لائٹ آن کر دی۔ باہر نکلا تو پورا ہال اندر کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ گاؤ سے لگے ہوئے بیٹھے تھے۔ ان کے پہلوؤں میں اچھی جان اور سلطانہ دھنسی ہوئی تھیں۔ حضرت جان اور عذرا اور نجمہ کے علاوہ بجو اور کشن بھی غائب تھیں۔

اس کے آتے ہی ـــ حضرت جی نے اچھی جان کے اور اپنے درمیان جگہ بنا کر بٹھالیا۔ حضرت جان ہاتھوں میں کشتی لے کر پردے سے نکلیں۔ اچھی جان نے پلاسٹک بچھادی کشتی رکھ دی گئی ـــ حضرت جی نے بوتل کھول کر ایک گلاس بنایا۔ اور پلیٹ سے کاجو اٹھا کر کھٹک لیا۔

" راجہ ـــ مہمان کو اس طرح بغیر اطلاع دوسروں پر چھوڑ کر چلے جانا شرافت کے خلاف ہے پھر بھی میں نے تم کو معاف کیا ـــ تم اگر پیو تو گلاس رکھا ہوا ہے بنالو۔

" میں معافی چاہتا ہوں "۔ اس نے صرف زبان سے نہیں کہا۔

وہ اوپر سے نیچے تک معافی بنا ہوا تھا ـــ پھر باہر گاڑی رکی ـــ کاظم اور ریاض دو بڑے بڑے سوٹ کیس لے کر اترے ـــ اور انھیں لاکر ہال کے کونے میں رکھنے لگے۔

" یہاں لے آؤ "۔

انھوں نے ایک سوٹ کیس لا کر کھول دیا اس طرح کہ راجہ پوری طرح دیکھ سکے ـــ اس میں سے مخمل کے ڈبے دو سائز کے ڈبے نکلنے لگے ـــ انھوں نے انگلی کے اشارے سے گنے دونوں چودہ چودہ تھے۔

" بچو اور کشن نہیں ہیں "۔ انھوں نے حضرت جان سے پوچھا۔

" وہ دونوں اپنے کسی عزیز کے یہاں گئی ہیں ـــ ولادت میں "۔

اچھی جان نے جواب دیا ـــ حضرت جی نے دو دو ڈبے سوٹ کیس کے پاس رکھ لئے ـــ ایک ڈبہ کھولا تو اس میں سے سچے موتیوں کی بریز برا اور زیر بند جیسی سلطانہ پہنے ہوئے تھی نکلی ـــ چھوٹے ڈبے کا ڈھکنا کھلا تو چنگاریاں سی اڑنے لگیں۔ بڑے بڑے ہیروں کا سٹ رکھا تھا ـــ وہ اپنے ہاتھ سے

بڑی خوشامد سے بڑی منت سے بڑے لاڈ اور پیار سے بانٹ رہے تھے۔۔سب تقسیم ہو گئے۔۔بجو اور گلشن کا حصہ سوٹ کیس میں بند کر کے ہٹا دیا۔۔ دوسرا سوٹ کیس کھولا جو غیر معمولی طور پر بڑا تھا۔۔ وہ نوٹوں سے بھرا تھا۔

"کاظم!"

"جی حاضر ہوا!"

"یہ تھوڑے سے روپئے ہیں چودہ جگہ حصے لگا کر بانٹ دو۔اور دیکھو!" انھوں نے اچھی جان سلطانہ اور حضرت جان کی طرف دیکھا جو سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھیں۔

"ابو ایوب کی قسم میں تم سب کو نذر دے رہا ہوں ۔۔ ابو ایوب کی اولاد نذر دیتی نہیں نذر لیتی آئی ہے لیکن ۔۔میں تم کو نذر دے رہا ہوں۔ اسے قبول کرلو۔" سب نے آنکھیں جھکالیں۔ چپ بیٹھی رہیں۔ ہاتھ بڑھا دیئے۔ کاظم اور ریاض اٹھے ۔۔ اور منٹوں میں بانٹ دیا۔۔ دو حصے زیوروں کے سوٹ کیس میں ڈال دیئے۔

"اب میری گذارش ہے کہ یہ زیور رکھ دو اتار کر اور نئے پہن کر چلی آؤ۔ راجہ آیا ہے تھوڑا جشن منالیں!"

وہ حضرت کے ساتھ کوک پی رہا تھا۔ ابھی حضرت کا گلاس آدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ سب آگئیں ۔۔ موتیوں کے لباس اور ہیروں کے زیور پہنے۔ حضرت نے گلاس ہاتھ سے رکھ دیا۔۔ اٹھے کسی کے لباس کے کونے ٹھیک کئے کسی کے زیور کے زاویئے ۔۔ حضرت جان کو اشارہ کیا انھوں نے گلاس بھر کر دے دیا۔ کسی کے ہونٹ بھگو دیئے ۔کسی کو ایک گھونٹ پلا دیا۔ حضرت جان نے چمک کر کہا "حضرت جی!"

"میرا نام فرزوق ہے ۔ حضرت جی کا جھوٹا لقب اس لڑکے کے باپ نے میرے سر پر لاد دیا ۔ جس کے بوجھ نے میرے شانے توڑ دیئے ۔ مجھ کو گنہگار کیا ۔ خبردار جو اب کسی نے مجھے حضرت جی کے لقب سے یاد کیا ۔ مجھے فرزوق کہو ۔ صرف فرزوق"۔

"حضور والا ۔ ہمارے یہاں حضرت کے کئی معنی ہیں ۔ جب کسی کو بڑا کہنا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے ۔ ارے وہ بڑی حضرت ہے ۔" سلطانہ نے کہا۔

"تم اگر عادت سے مجبور ہو چکی ہو تو زیادہ سے زیادہ حضرت کہہ سکتی ہو ۔ بس ۔ آؤ عذرا ۔ ہم کو وہ ناچ دکھاؤ جو تم نے مغلز کے فلور پر دکھایا تھا"۔ اور گلاس بھر کر بیٹھ گئے ۔

"یہ کاظم کہاں گیا؟" کسی نے پوچھا۔

"فرزوق نے بھیجا ہے"۔ سلطانہ نے جواب دیا ۔ اور فرزوق کے لمبے بازو میں پھنس کر کھنچتی چلی گئی۔

"اتنے دن ہو گئے ہیں بھول گئی ہوں ۔ پہلے حضرت جان دکھا دیں تو یاد آ جائیں گے سارے اسٹیپس"۔ عذرا نے کہا۔

حضرت جان کھڑی ہوئیں تو کسی طرف سے کاظم آ گیا ۔ راجہ نے اپنی قمیص اور پتلون پہچان لی ۔ لیکن وہ تو حضرت جان کو بھی پہنے لے رہا تھا قمیص کی طرح پتلون کی طرح ۔ جب اس کی قمیص بدن سے چمٹ گئی اور حضرت جان کے بازو اور گردن اور کمر نے بھی پگھلے ہوئے موتیوں کے زیور اور لباس پہن لئے تو وہ آئیں اور فرزوق کے پاس بیٹھ گئیں ۔ اور جھل جھل کر اپنے فرزوق کے رومال سے خشک ہوتی رہیں ۔ اپنے لباس سے نکلتی رہیں بند ہوتی رہیں ۔

سامنے ریاض نجمہ کے ساتھ رقص کر رہا تھا ۔ جب چور چور ہو گئے دونوں تو

بیٹھ گئے۔ حضرت نے آخری گلاس ختم کیا اور نجمہ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ جب نجمہ نے
بھی پسینے کے قطرے بہن لئے تو تھم گئے۔ سلطانہ اٹھی اپنے بال کھولے اور ان کے ہاتھ خشک
کر دیئے چہرہ سکھا دیا۔ اور انھیں لئے ہوئے ہال میں کھلنے والے دروازے سے دوسرے کمر
میں پہنچا دیا۔۔ حضرت جان بھی چلی گئیں اور دروازہ بند ہو گیا۔۔ اچھی جان کے اصرار پر شمن
کھڑی ہو گئی۔۔ کاظم کے ساتھ دھیرے دھیرے لہریں لے رہی تھی کہ ایک چیخ بلند ہوئی جیسے
کسی نے کسی کے خنجر بھونک دیا ہو۔ سب چونک پڑے۔۔ لیکن پھر سب اپنے آپ میں گم
ہو گئے۔ اتنے میں حضرت جان آگئیں۔

راجہ نے بے ساختہ پوچھ لیا۔

"کون چیخا تھا؟"

"پوچھتے ہو۔۔ کون چیخا تھا۔۔ مسوری سے دو بہنیں لائے ہو خرید کر فرزوق کے
لئے۔۔ وہی چیخی تھی۔۔ کتنے میں خریدے تھے یہ گوشت کے ڈھول؟"

راجہ اٹھ رہا تھا۔۔ کہ دوسری چیخ بلند ہوئی جو دوسری عورت کی تھی اور
اس سے زیادہ اذیت ناک تھی۔ اب سب کھڑے ہو گئے۔۔ آہستہ آہستہ دروازے تک
پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر میں کراہنے کی آواز بھی بند ہو گئی۔

دروازہ کھلا۔ حضرت جی نکلے۔ حضرت جان کے ساتھ راجہ بھی داخل ہو گیا
دو عورتیں شراب میں دھت دو مسہریوں پر پڑی تھیں۔ بجو نے اسے دیکھتے ہی چادر
الٹ دیں۔ وہ نسیم اور شمیم تھیں۔ بجو نے اس کا شانہ ہلایا۔ "نہ مجھ ماں کو چھوڑا نہ ان
بہنوں کو۔" اس نے آنکھیں اٹھائیں جو نگاہوں سے خالی تھیں۔

ختم شد



قاضی عبدال



اہم مطبوعات

ناول اور افسانے

دارا شکوہ (ناول)، قاضی عبدالستار ۳۵/-
حضرت جان (ناول) 〃 ۶۰/-
خالد بن ولید (ناول) 〃 ۳۰/-
صلاح الدین ایوبی (ناول) 〃 ۳۰/-
شب گزیدہ (ناول) 〃 ۳۰/-
غالب (ناول) 〃 ۳۰/-
چار ناولٹ (ناولٹ)، قرۃ العین حیدر ۵۰/-
روشنی کی رفتار (افسانے) 〃 ۵۰/-
آخر شب کے ہمسفر (ناول) 〃 ۴۵/-
نیلمبر (افسانے)، حمیدہ سلطان ۲۰/-
آنگن (ناول)، خدیجہ مستور ۳۰/-
خدا کی بستی (ناول)، شوکت صدیقی ۴۵/-
چوٹیں (افسانے)، عصمت چغتائی ۲۰/-
ضدی (ناولٹ) 〃 ۱۲/-
انتظار حسین اور انکے افسانے مرتبہ: گوپی چند نارنگ ۳۰/-
کرشن چندر اور انکے افسانے مرتبہ: اطہر پرویز ۳۰/-
راجندر سنگھ بیدی اور انکے افسانے 〃 ۳۵/-
اردو کے تیرہ افسانے 〃 ۳۰/-
ہمارے پسندیدہ افسانے 〃 ۲۰/-
منٹو کے نمائندہ افسانے 〃 ۲۵/-
پریم چند کے نمائندہ افسانے مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس ۱۶/-
نمائندہ مختصر افسانے مرتبہ: محمد طاہر فاروقی ۹/-

سرسید

سرسید ایک تعارف پروفیسر خلیق احمد نظامی ۳/-
انتخاب مضامین سرسید آل احمد سرور ۸/-
سرسید اور انکے نامور رفقاء سید عبداللہ ۳۰/-
مطالعہ سرسید احمد خاں عبدالحق ۲۰/-

لسانیات وجمالیات

مقدمہ تاریخ زبان اردو ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۲۵/-
اردو زبان وادب 〃 ۱۲/۵۰
اردو لسانیات ڈاکٹر شوکت سبزواری ۱۵/-
اردو میں لسانی تشکیل مرزا خلیل بیگ ۴۰/-
لسانیات کے بنیادی اصول اقتدار حسین خاں ۴۰/-
جمالیات شرق وغرب پروفیسر ثریا حسین ۲۰/-
ادب میں جمالیاتی اقدار ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۱۰/-

مثنوی

اردو مثنوی کا ارتقاء عبدالقادر سروری ۱۵/-
اردو کی تین مثنویاں خان رشید ۱۶/-
انتخاب مثنویات اردو مغیث الدین فریدی ۶/-

مثنوی گلزار نسیم مقدمہ: ظہیر احمد صدیقی ۱۰/-
مثنوی سحر البیان 〃 ۱۲/-

اقبالیات

کلیات اقبال اردو صدی ایڈیشن ۳۵/-
اقبال معاصرین کی نظر میں وقار عظیم ۵۰/-
اقبال بحیثیت شاعر رفیع الدین ہاشمی ۴۵/-
اقبال کی اردو نثر عبادت بریلوی ۲۰/-
اقبال شاعر اور فلسفی وقار عظیم ۲۰/-
فکر اقبال خلیفہ عبدالحکیم ۵۰/-
شکوہ جواب شکوہ (مع شرح)، علامہ اقبال ۲/-
بانگِ درا عکسی 〃 ۲۰/-
بالِ جبریل 〃 ۱۵/-
ضربِ کلیم 〃 ۱۵/-
ارمغانِ حجاز اردو 〃 ۴/۵۰

غالبیات

غالب: شخص اور شاعر مجنوں گورکھپوری ۱۵/-
دیوانِ غالب مقدمہ: نور الحسن نقوی ۲۰/-

فیض

کلامِ فیض عکسی فیض احمد فیض ۲۵/-
نقش فریادی 〃 ۷/-
دستِ صبا 〃 ۷/-
زنداں نامہ 〃 ۷/۵۰
دستِ تہ سنگ 〃 ۶/-

ادب و تنقید

اسلوبیاتی مطالعے منظر عباس نقوی ۵۰/-
نذرِ مسعود مرزا خلیل احمد بیگ ۱۵۰/-
جدید اردو نظم نظریہ و عمل عقیل احمد ۵۰/-
اردو صحافت کی تاریخ نادر علی خاں ۸۰/-
ادب: ادیب اور اصناف محمد امین ۳۰/-
دکنی ادب کی تاریخ محی الدین قادری زور ۱۲/-
اردو قصیدہ نگاری ام ہانی اشرف ۲۰/-
پریم چند: ایک نقیب ڈاکٹر صغیر افراہیم ۳۰/-
ترقی پسند ادبی تحریک خلیل الرحمٰن اعظمی ۴۵/-
دیوانِ خاقانی مع شرح ڈاکٹر افتخار بیگم صدیقی ۵۰/-
آئیے اردو سیکھیں ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ ۱۰/-
اردو کیسے پڑھائیں! سلیم عبداللہ ۱۲/-
اردو ادب کی تاریخ عظیم الحق جنیدی ۱۵/-
اردو ناول کی تاریخ و تنقید علی عباس حسینی ۲۵/-
اردو ڈراما: تاریخ و تنقید عشرت رحمانی ۳۰/-
احساس و ادراک ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۲۲/-
انیس شناسی ڈاکٹر فضل امام ۱۶/-

چہرہ پس چہرہ ڈاکٹر ابن فرید ۲۵/-
اردو ادب میں طنز و مزاح وزیر آغا ۴۰/-
غزل کا نیا منظر نامہ شمیم حنفی ۱۰/-
غزل کی سرگزشت اختر انصاری ۱۲/-
آج کا اردو ادب ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی ۲۵/-
جدید شاعری ڈاکٹر عبادت بریلوی ۴۰/-
غزل اور مطالعہ غزل 〃 ۳۰/-
اردو تنقید کا ارتقا 〃 ۳۵/-
داستان سے افسانہ تک وقار عظیم ۲۵/-
نیا افسانہ 〃 ۲۵/-
موازنۂ انیس و دبیر مقدمہ: ڈاکٹر فضل امام ۱۵/-
مقدمۂ شعر و شاعری مقدمہ: ڈاکٹر وحید قریشی ۱۵/-
امراؤ جان ادا مقدمہ: تمکین کاظمی ۱۸/-
انارکلی مقدمہ: ڈاکٹر محمد حسن ۱۰/-
مجموعہ نظم حالی مقدمہ: ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۷/۵۰

سیاسیات وتاریخ

اصول سیاسیات محمد ہاشم قدوائی ۴۰/-
دنیا کی حکومتیں (ورلڈ کانسٹی ٹیوشن) 〃 ۳۰/-
تاریخ افکار سیاسی (ہسٹری آف پولیٹیکل تھاٹ) 〃 ۲۰/-
جمہوریہ ہند (کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا) 〃 ۳۰/-
مبادی سیاسیات (ایلیمنٹس آف پالیٹکس) 〃 ۱۲/-
مبادیاتِ علم مدنیت (ایلیمنٹس آف سوکس) 〃 ۷/۵۰
اسلامی تاریخ اے اے ہاشمی ۱۰/-

متفرق

ایڈوانسڈ اکاؤنٹس ڈاکٹر محمد عارف خاں ۳۵/-
جدید تعلیمی مسائل ڈاکٹر ضیاء الدین علوی ۲۰/-
اصولِ تعلیم 〃 ۲۰/-
سماجیات بنیادی تصورات و نظریات 〃 ۱۲/-
جدید علم سائنس وزارت حسین ۱۵/-
گلدستۂ مضامین و انشاء پردازی ڈاکٹر محمد عارف خاں ۱۲/-
تعلیمی نفسیات کے نئے زاویے مسرت زمانی ۲۰/-
رہبر تندرستی 〃 ۱۵/-
علم خانہ داری 〃 ۲۰/-
بچوں کی تربیت 〃 ۱۵/-
اردو صرف ڈاکٹر انصار اللہ ۷/-
اردو نحو 〃 ۵/-
فیروز اللغات جیبی عکسی ۱۲
اردو شکشک (ہندی کے ذریعہ اردو سیکھئے) ۴/-
انگلش ٹرانسلیشن کمپوزیشن اینڈ گرامر ایم۔ اے۔ شہید ۱۲/-

ایجوکیشنل بک ہاؤس • مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲